مجموعۂ نتائج فکر گلِ گلزار سخندانی بلبل بوستان شیوا بیانی شاعر باکمال سخنور

عدیم المثال استاذی و مولائی المولانا الحکیم ابو الصلیب محمد حنیف علی صاحب عجب انصاری اعلی اللہ مقامہ

المسمیٰ بہ

مرتبہ

خاکسار ذرہ بیمقدار خادم المرضیٰ و الحفاظ ابو المصائب عبد الرحمٰن خان ابن منشی

محمد تراب خان صاحب مختار مرحوم ابرد اللہ مضجعہ تلمیذ مصنف مرحوم

(باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ)

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں بحسن و خوبی طبع ہوا

مجموعۂ نتائج فکر رعب باکمال سخنور عدیم المثال طوطی شیرین مقال شناور
بحر دقایق خیال رہرو عرصات دقیقہ سنجی حامل لواے نکتہ رسی ابر مطیر سخن گستری
آفتاب سپہر شاعری صدر نشین دیوان شعراے ماضی وحال۔ زندہ کن نام
غالب بے مثال جناب مستطاب استاذنا مولانا المولوی الحکیم ابو الصواب
محمد حنیف علی رعب قریشی انصاری شاہ آبادی مرحوم و مغفور

یعنی

کلیات رعب

۱۳۴۱ھ

۱۹۲۲ء

مرتبۂ

ترتیب دادہ خاکسار ذرہ بیمقدار ضعیف و نحیف ازلی خادم الاطبا والحفاظ
ابو المصائب عبد الرحمن خان ولد منشی محمد تراب خان صاحب بہادر تعلقدار موضع
اوداری سراے مرحوم ساکن باغ آئینہ بی بی حسین گنج لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا رعب مرحوم مبرور

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مولف

خدا کا شکر ہے کہ آج میں ایک بہت بڑے فرض کی انجام دہی سے سبکدوشی حاصل کرتا ہوں گو اسکا دلی افسوس ہے کہ یہ سرمایۂ ناز زبان اُردو خود مصنف کے ہاتھوں ملک و قوم کے سامنے نہ پیش ہو سکا اور مصنف کی آنکھیں ان جواہر ریزوں کی گرانمایگی نقّادان سخن کے بازار میں نہ دیکھ سکیں اُستاد مرحوم حضرت مولانا رعب اعلی اللہ مقامہٗ کی بیوقت موت نے اس سلسلۂ تالیف کی ابتدا کی میں نے اسکو اپنا فرضِ اوّلین خیال کیا کہ اُستاد مرحوم کا کل کلام رطب و یابس ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کردیا جائے

اور کسی قسم کا انتخاب نہ کیا جائے اگرچہ بعض احباب یہ کہتے تھے کہ "اسمیں مولانا کا بہت سا کلام ایسا بھی ہے کہ جو اُنکے مذاق سے جدا ہے اور کسی مجبوری کی بنار پر مولانا مرحوم کو اس قسم کی سخن گوئی اختیار کرنا پڑی تھی لہذا ایسا کلام اس تالیف سے علیحدہ کر دیا جائے" احباب کا یہ کہنا ایک حد تک صحیح بھی تھا کیونکہ مولانا کا خاص مذاق نہایت اعلیٰ اور حسن الفاظ و معانی حسن تخیل حسن بیان اور دلآویز ترکیبوں کا ایک بہترین نمونہ تھا یہ رنگ مولانا کا خاص رنگ تھا جسمیں مولانا کے شاندار جذبات اور علمی تجربے اور چار چاند لگا دیتے تھے بیدل و غالب کی صحیح تقلید کا سہرا مولانا کے سر تھا اور ان دونوں بزرگوں کے کلام کا صحیح نمونہ اگر تلاش کیا جاتا تو وہ مولانا کے کلام میں صاف صاف نظر آتا۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ "پھر کیا وجہ تھی کہ مولانا کو اپنی طبیعت کے خلاف دوسرا رنگ اختیار کرنا پڑا" اُسکے جواب سے قبل گذشتہ واقعات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ مولانا مرحوم ۱۸۹۵ء میں لکھنؤ تشریف لائے اُسوقت یہاں زبان اُردو کے سرمایۂ ناز اصحاب میں صرف جلال مرحوم باقی تھے ۱۸۹۹ء میں مولانا نے جلال مرحوم کی شاگردی کا فخر حاصل کیا مولانا کو اُنکے باکمال اُستاد نے کبھی اسکی اجازت نہ دی کہ وہ اُردو شاعری میں بیدل و غالب کے رنگ کی آمیزش کریں۔ ایک شریف طبیعت کے لئے اُستاد کا فرمان محض تعمیل کے لئے ہوتا ہے اور اسمیں چون وچرا کی گنجایش جائز نہیں سمجھی جاتی مولانا مرحوم نے پابندی کے ساتھ اسکی تعمیل کی اور جب تک جلال مرحوم زندہ رہے صاف گوئی نہ چھوڑی جلال مرحوم کے بعد ہی اصلی رنگ پھر عود کر آیا اور وہ آخر وقت تک قائم رہا یہاں پر یہ خیال پیدا کرنا زیادتی ہے کہ ابتداءً جیسا کہ ہر شخص معمولی مذاق رکھتا ہے اور بتدریج کہنہ مشقی کی بنا پر ترقی کرتا جاتا ہے یہی کیفیت

مولانا کی بھی رہی ہوگی کہ ابتدا مین کلام معمولی نظر آتا ہے۔ یہ کہنا اس بنا پر غلط ہوگا کہ جس زمانہ کا مولانا کا اُردو کلام ایک معمولی کلام نظر آتا ہے اُسی زمانہ کا فارسی اور عربی کلام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک ایسے ذوق سلیم رکھنے والے شخص کا ہے جسکی وسعت نظر اور جسکا تبحر علم غیر محدود ہے۔

اس تالیف میں یہ کوشش کیگئی ہے کہ ہر غزل و قصیدہ و نظم کا سنہ و تاریخ بھی دیدیا جائے اور اسی بنا پر ہر قسم کا رطب و یابس کلام اس میں شامل رکھا گیا کیونکہ تاریخ و سنہ کے انکشاف سے خود بھی یہ معلوم ہوجائیگا کہ جس زمانہ میں مجبورًا اُستاد مرحوم کو اُردو میں صاف گوئی اختیار کرنا پڑی اُس زمانہ میں اُنکا عربی و فارسی میں کیا رنگ تھا اور کیا پختگی تھی اسمیں شک نہیں کہ اگر اُستاد مرحوم اپنا کلام اپنے ہاتھوں شایع کرتے تو یقینًا اُس زمانہ کا ابتدائی کلام جسکی نسبت میں ابھی اشارہ کرچکا ہوں اس مجموعہ سے خارج کر دیتے مگر میں ایسا نہیں کرسکتا تھا اور ایسا کرنا میرے لئے بد دیانتی میں شمار ہوتا اس کلیات کی تالیف میں مجھے بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُستاد مرحوم کا کلام کسی بیاض میں ایک مجموعہ کی صورت میں نہ تھا اکثر غزلین و نظمین مختلف پرچوں پر لکھی ہوئی تھیں کچھ اُنکی بیاض سے ہاتھ لگا۔ مطبوعہ اخبارات و رسالجات میں جو نظمیں اور غزلیں دستیاب ہوئیں شامل کی گئیں اور کسی نہ کسی طرح اس مجموعہ کو کلیات کی شکل میں جمع کرکے ملک و قوم کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اگرچہ اسکا علم یقینی ہے کہ اُستاد مرحوم کا اتنا ہی کلام بالکل ضایع ہوگیا جسکا کوئی پتہ مولف کو نہ ملا مجھے اُستاد مرحوم کے چند احباب سے یہ شکایت باقی رہی کہ اُنکے پاس اُستاد مرحوم کا کچھ کلام تھا مگر اُنھوں نے کسی مصلحت کی بنا پر اُسکے دینے سے اعراض کیا اور مجھے محروم رہنا پڑا۔ اُستاد مرحوم کا کچھ کلام پنسل سے لکھا ہوا تھا

جو کہیں کہیں پڑھا نہ گیا۔ یہاں پر یہ کیا گیا ہے کہ کسی شعر کا ایک مصرعہ بھی پڑھ لیا گیا تو وہ لکھ دیا گیا
اور دوسرے مصرعہ کی جگہ خالی چھوڑ دیگئی یا اگر کوئی لفظ نہ پڑھا گیا تو شعر میں اُسکی بھی جگہ خالی چھوڑ دگئی
اکثر اشعار قلمزد ملے وہ بھی شامل کر دئے گئے اُستاد مرحوم کو قدرت کی طرف سے جو کمالات
دئے گئے تھے اُن میں ایک ملکۂ تاریخ گوئی بھی تھا اصناف شاعری میں فن تاریخ گوئی ایک
مستقل فن ہے اور یہ لازم نہیں کہ ہر شاعر تاریخ گو بھی ہو الا ماشاء اللہ۔ محض موزونی
طبع تاریخ گوئی کی معاون نہیں ہوسکتی اس فن میں اُستاد کو ید طولی حاصل تھا۔ بہت ہی
بے تکلفی کے ساتھ باتوں باتوں میں مادۂ تاریخ نکال لیتے تھے جو تعمیہ و تخرجہ کی بدنمائی سے
مبرا ہوتی تھی معمولی معمولی واقعات کی تاریخیں احباب کہلاتے تھے اور اُستاد مرحوم کو کوئی
تکلف یا عذر نہ ہوتا تھا مگر سخت افسوس ہے کہ اُستاد مرحوم نے جسقدر کہ تاریخیں زیادہ
کہیں اُتنی ہی کم مولف کو دستیاب ہوسکیں مولانا کے احباب نے اسمیں مولف کی کوئی
مدد نہیں کی اگرچہ اسکا اعلان بذریعہ اخبار بھی کیا گیا اور نیز بذریعہ خطوط و زبانی گذارش
احباب سے تقاضا کیا گیا مگر بالکل ناکامیابی رہی۔ بہرکیف جسطرح بھی ہوسکا یہ مجموعہ کلیات
کی صورت میں حاضر کیا جاتا ہے اسکی گرانمائگی اور امتیاز کا انحصار نقادان سخن کی سخن شناسی
اور انصاف پسندی پر موقوف ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجھکو اُستاد مرحوم سے علم طب ہی میں
شرف تلمذ حاصل ہونے پایا تھا شاعری سے میری طبیعت کو باوجود اُستاد مرحوم کے
بے انتہا اصرار اور خود میری کوشش بلیغ کے کوئی مناسبت نہ پیدا ہوئی۔ لہذا ایک فن
شاعری سے بے بہرہ شخص کے لئے تالیف اشعار میں جو لغزشیں ہوگئی ہوں وہ قابل مسامحت ہیں
اس کلیات میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مولانا مرحوم کے چند خطوط فارسی کے
اور چند مضامین علمیہ بھی شامل کر دئے گئے ہیں اس شمول کی غرض صرف یہ ہے کہ جو لوگ

اس امر کے دعویدار ہیں کہ ایک شاعر نثّار نہیں ہوسکتا یا کم از کم عبارت میں سلاست نہیں پیدا کرسکتا وہ اپنے قول کی غلطی بالمشاہدہ دیکھ لیں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ میں مولانا کے کل خطوط اور مضامین کو ایک مستقل مجموعہ کی صورت میں دنیائے ادب کے سامنے پیش کرتا مگر طبع کی مشکلات نے اس ارادہ کو قوت سے فعل میں نہ آنے دیا مجبوراً چند فارسی خطوط اور مضامین پر فی الحال اکتفا کیا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا کا تبحر علمی کہاں تک تھا اور انکی نظر کس قدر وسیع تھی اگر عربی کے خطوط اور ادب عربی کی تعریف میں اہالی مصر وشام رطب اللسان ہیں تو فارسی کے طرز تحریر اور زبان دانی پر باکمالان فارس مٹے ہوئے ہیں۔ ایک ہی قلم ہے جو اُردو میں گلفشانی کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ادبیات عرب اور فارس پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعات ہیں اور اگر زمانہ نے موقعہ دیا تو انشاءاللہ مولانا کے عربی وفارسی خطوط ومضامین کا مجموعہ پیش کیا جائے گا اور اُن تحریری رایون کا بھی مشاہدہ ممکن ہوگا جو اہل مصر وشام نے مولانا کی عربی دانی پر بذریعہ تحریر ظاہر کی ہیں۔ مولانا کے اکثر قصیدے مختلف مدارس ہند وخارج از ہند میں بطور نصاب داخل ہیں۔ خدا وہ دن کرے کہ میں اُس کام سے بھی جلد سبکدوش ہوسکوں۔

شبیہ حافظ عبدالرحمن ثامین جناب رعب مرحوم
مولف کتاب ھذا

مصنف علیہ الرحمۃ کی مختصر سوانح عمری یہ ہے۔

سوانح

نام مقام ولادت	(۱)	نام شیخ محمد حنیف علی صاحب تخلص حبیب نام تاریخی منظور کلیم اور مختار حبیب فرماتے ہیں ۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ ہجری آپکا مولد و وطن محلہ انصاریان قصبہ شاہ آباد ضلع کرنال ہے۔
سنہ ولادت	(۲)	جہاں آپ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۹۶ ہجری ۱۰ اکتوبر ۱۲۸۵ فصلی ۲۷ بھادوں ۱۲۸۶ بنگلہ - ۲۶ شہریور ۱۲۴۹ فارسی یوم چہارشنبہ کو پیدا ہوئے۔
خاندان	(۳)	مولانا کے مورث اعلیٰ جناب شیخ فخرالدین قریشی ایک معزز اور با اثر زمیندار تھے اور انکے والد ماجد قبلہ شیخ محمد وارث علی صاحب قریشی انصاری مدظلہ زمانہ دراز تک ریاست گوالیار میں بعہدۂ پیشکاری سرفراز رہے جو عرصہ سے خدمت متعلقہ سے کنارہ کش ہوکر دولت خانے ہی پر تشریف فرما تھے کہ یکایک مرض الموت میں مبتلا ہوکر ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳ المحرم ۱۳۳۹ ہجری یوم سہ شنبہ کو دارالبقا کیطرف سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن شاہ آباد باعتبار آبادی کے ایک مختصر سا قصبہ ہے لیکن اسمیں ہر قوم و ہر طبقہ کے لوگ آباد ہیں یہاں کے طبقہ اعلیٰ میں عموماً اور ادنیٰ میں خصوصاً کوئی ایسا شخص مشکل سے ملیگا جو مولانا کے خاندانی اقتدار نیز ذاتی اعزاز بالتخصیص آپ کے نام نامی سے کلیتہً واقف نہو بقول غالب مرحوم ع شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

تعلیم

دہم) مولانا کی ابتدائی تعلیم جس خوش آہنگ طریقے سے نطرۃً شروع ہوئی وہ خالی از لطف نہیں۔ لیکن اس موقع پر مجملاً اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ آپ تسمیہ خوانی کی عامیانہ رسم سے نہ صرف آزاد ہی رہے بلکہ آپ کو مصداق

دل من پیر تعلیم است و من طفل زبان دانش دم تسلیم سرِ عشر سرِ زانو دبستانش

غیر کا منّت کش نہیں ہونا پڑا یعنی محض اپنی والدہ محترمہ سے کلام مجید اور اُردو کی چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد معمولی نوشت و خواند کی کافی استعداد ہوگئی فارسی کی درسی کتابیں کچھ اپنے والد ماجد کچھ اپنے خالو شیخ بدر الاسلام صاحب فاروقی مدظلہما سے مطالعہ فرمائیں کچھ دنوں بطور خود کتب فارسیہ کی سیر فرما کر عربی کیطرف عنان توجہ مبذول کی۔ لیکن اس تکمیل شوق کا ذریعہ کامل گھر بیٹھے دشوار تھا لہٰذا مارچ ۱۸۹۴ء میں آپ شاہ آباد کو خیرباد کہنے و محلہ انصاریاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ عربی کی ابتدائی کتابیں رائے پور ضلع سہارنپور میں مولانا حافظ حاجی شاہ محمد عبد الرحیم صاحب سے تحصیل کیں اور اپریل ۱۸۹۶ء میں ضلع جہانسی تشریف لائے دو برس یہاں بھی قیام رہا لیکن خاطر خواہ اسباب تعلیم مہیا نہ ہو سکے یہ زمانہ محض تعلیم یافتہ موزوں طبع حضرات کی دلجوئی میں گذرا۔ اگرچہ آپ ابتدا ہی سے فارسی کی نسبت اُردو میں بہت کم فکر فرماتے تھے لیکن اس مدت میں زیادہ تر اُردو ہی میں فکر اشعار فرماتے رہے۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سخن فہم حضرات کی قدردانیوں سے وہاں میر مشاعرہ انتخاب فرمائے گئے۔ اخیر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں لکھنؤ تشریف لائے یہاں درسیات عربیہ

منقولات میں مولانا حاجی مولوی امیر علی صاحب محدث مترجم ہدایہ رحمہ اللہ
اور ادب و معقولات حکیم مولوی عبد الحی صاحب مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلما
سے مطالعہ فرمائیں بعد حصول سند مدرسہ طبیہ (تکمیل الطب) کی طرف مائل ہوئے
۸ جنوری ۱۹۰۶ء میں داخل ہوکر ۲۴ نومبر ۱۹۰۷ء میں سند حاصل کی

(۵) شاعری

موزونی طبع جیسا کہ آپ خود ہی اپنے ایک مطلع میں ارشاد فرماتے
ہیں ازل آور دتھی ؎

از پے فکر مضامیں دل بکارم کردہ اند
روز اول شاعری یعنی شعارم کردہ اند

بچپن ہی سے نثر کی نسبت نظم کی طرف زیادہ رجحان رہا۔ اب
چاشنئی عنفوان شباب اور بہشت ارضی (لکھنؤ) ساتھ ہی ساتھ
عاشق مزاجی یاران سخن فہم و اساتذہ صاحب کمال کی صحبتیں
سونے میں سہاگا ہوگئیں یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ عربی فارسی میں
بلا تکلف شعر فرمالیا کرتے تھے چنانچہ آپ کا اپنے پیر مرشد جناب شیخ المحدثین
مولانا حافظ حاجی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی مدح میں
بیاسی اشعار کا ایک مطبوع قصیدہ لامیہ عربی میں یادگار ہے جو شامل کلیات ہے
یہاں تک کہ آپنے فن شاعری میں اُستاد باکمال حکیم میرضامن علی صاحب
جلال لکھنوی کی ۱۸۹۹ء میں شاگردی کا فخر حاصل کیا چند ہی
دن بعد یہاں پر خوش گو شاعروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔
حضرات سخن فہم قدر دانی اور عنایت سے پیش آنے لگے جیسا کہ

آپ خود ایک مقطع میں فرماتے ہیں ؎

پاتے ہیں رعب بزم سخن میں مقام صدر
فیضِ جلال مستند و معتبر سے ہم

(۶) مصائب زندگی

گو مولانا کے درد آشنا دل کے لئے یہ صدمہ کوئی نیا نہ تھا مگر ۱ ارمارچ ۱۹۱۱ء کو اتفاقیہ بائیسکل سے گرے جسکے صدمہ سے داہنے پیر کی ہڈی ٹخنے کے اوپر سے ٹوٹ گئی ایک سال میں تندرست ہوکر اچھے ہوئے اور اپنے ہمدرد بابو جے راج ناتھ صاحب کے شکریہ میں یہ قطعہ نظم فرمایا ؎

قطعہ

بتقریب شکریہ ہمدردی بواقعہ ۱ ارمارچ ۱۹۱۱ء

جے راج ناتھ اے کہ زدست تو بستگی ست
صد تار رشتۂ رگ جان گسستہ را
خوش باش و شاد زی کہ زخلق کریم خویش
داری کشود کار ہمہ کار بستہ را
رعب ست وشکر لطف تو کاندر فتادگی
تو دستگیر بودۂ ایں پا شکستہ را

یوں تو مولانا ہمیشہ غم نصیبی میں بھی خوشی سے بسر کرتے رہے اور ہر غم کو راحت تصور کیا کرتے تھے مگر عارضۂ آکلۃ الفم نے شروع ہوکر ایسا نحیف اور مایوس بنا دیا جس سے پہلے ہی سے مولانا اس عالم فانی سے دل برداشتہ ہوگئے حتیٰ کہ ۷ ر اپریل ۱۹۱۹ء کو میڈیکل کالج لکھنؤ میں

محمد حنیف علی رُعب قریشی

۱۳۲۷ھ

Md: HANIEF ALI "ROAB"

داخل ہوئے ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۱۹ کو عمل بالید (آپریشن) بائیں کلہ کا ہوا اور کچھ دنوں آپ وہاں رہکر روبا صلاح ہوگئے حتی کہ کلکتہ تشریف لیگئے لیکن ایک ہی دو ماہ کے بعد اُس کمبخت مرض نے پھر عود کیا اور ابکی آخر وقت تک ساتھ نہ چھوڑا یہ دن مولانا مرحوم سخت گذرے کیونکہ روز بروز گویائی میں ایک سخت اذیت محسوس ہوتی تھی اگر آپ کچھ بات کہنے کا ارادہ بھی کرتے تو زبان یاری ندیتی اور جو کچھ زبان سے نکلتا وہ بدقّت سمجھ میں آتا آخر بلا کسی نصیحت و وصیت کے ۲۹ محرم سنہ ۱۳۳۳ ہجری نبی بروز جمعہ قبل نماز جمعہ وقت ۱۲ بجے دن اپنے وطن قصبہ شاہ آباد محلہ انصاریاں ضلع کرنال میں وہ سخنور یکتا داعی اجل کو لبیک کہکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

سنہ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند
آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

المؤلف ————
ابوالمصائب ————

ضعیف ونحیف خادم الاطبا حافظ محمد عبدالرحمن خاں ولد منشی محمد تراب خاں صاحب مختار عام تعلقدار موضع اوداری سرائے وغیرہ مرحوم ساکن باغ آئنہ بی بی حسین گنج لکھنؤ شاگرد جناب حکیم ابوالصواب مولوی محمد حنیف علی صاحب رعب مرحوم انصاری شاہ آبادی

جِئتُکَ یَا رَبِّ بِقَلبٍ سَلِیمٍ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

(ردیف الف)

جب سے دل پر سوزِ عشق شمع ریاں ہوگیا
میں سراپا جلوۂ سروِ چراغاں ہوگیا

خیر ہو ایمان کی ہر دم بتوں کا ہے خیال
کعبۂ دل میرا یا رب کافرستاں ہوگیا

چشم جادو خال ہندو زلف کافر خط فسوں
رخ ترا کیونکر ظہورِ نورِ ایماں ہوگیا

گردشِ چشمِ حسیناں سے جو سرگشتہ ہوا
مبتلائے گردشِ گردونِ گرداں ہوگیا

جان لو اب تازہ آفت آئی کچھ اسلام پر
آجکل سنتے ہیں وہ کافر مسلماں ہوگیا

کچھ نہ پوچھو کیا کہوں گویا قیامت ہوگئی
جب وہ فتنہ جانبِ گورِ غریباں ہوگیا

آہوانِ وحشت سے ہے آشنا جس روز سے
رعب وحشی کو خیالِ چشمِ فتاں ہو گیا

دمِ صبح چمکا ستارا تمہارا
لو اے دل وہ آیا دل آرا تمہارا

بگڑنا ہر اک بات پر گالی دینا
یہ باتیں یہ منہ پیارا پیارا تمہارا

بس اب روبروِ داورِ حشر ہی کے
چکیگا یہ جھگڑا ہمارا تمہارا

ہوا رعب دل کس لئے ٹکڑے ٹکڑے
جگر کیوں ہوا پارا پارا تمہارا

خطابت یا رسول اللہ زینت ہست قرآں را
چہ زینت زینتِ سورہ چہ سورہ سورۂ طٰہٰ

وجود اشرفِ پاکِ تو باشد بر زمیں آیت
چہ آیت آیتِ رحمت چہ رحمت رحمتِ مولیٰ

بود روحِ تو شمع جانفروزِ محفلِ عالم
چہ عالم عالمِ برزخ چہ برزخ برزخِ کبریٰ

ظہورِ تو برائے جملہ عالم آمدہ رحمت
چہ رحمت رحمتِ نعمت چہ نعمت نعمتِ عظمیٰ

سرافراز آمد از پائے شرافت پایۂ منبر
چہ منبر منبرِ مسجد چہ مسجد مسجدِ اقصیٰ

دلِ مردہ ز یادِ جانفزایت می شود زندہ
چہ زندہ زندۂ معجز چہ معجز معجزِ عیسیٰ

بذاتِ تو کہ رعبِ زار را حاصل شود راحت
چہ راحت راحتِ ساکن چہ ساکن ساکنِ بطحا

دل از پہلو رباید غلغلِ میخانہ مستاں را
چہ غلغل غلغلِ قلقل چہ قلقل قلقلِ مینا

علاجِ رنجہائے دورِ گردوں دورہ باشد
چہ دورہ دورۂ ساغر چہ ساغر ساغرِ صہبا

براہِ آں گلِ نو باغ را دیدہ فراز آمد
چہ دیدہ دیدۂ نرگس چہ نرگس نرگسِ شہلا

برائے سرفروشِ عشق باشد خنجرِ ابرو
چہ خنجر خنجرِ قاتل چہ قاتل قاتلِ یکتا

قیامت راست پرسی فتنۂ باشد ز رفتارش — چہ فتنہ فتنۂ قامت چہ قامت قامت رعنا
دلم را دلبرے برد دست از پہلو بصد شوخی — چہ دلبر دلبرِ آفت چہ آفت آفتِ دلہا
ہمی نوشاندم زہر ہلاہل سبزۂ آں گل — چہ سبزہ سبزۂ عارض چہ عارض عارضِ زیبا
بکارِ مجرمانِ عشق باید مجمعے قاتل — چہ مجمع مجمع مجلس چہ مجلس مجلس شورا
جنونم آستیں را سوئے وسعت میکشد یاران — چہ وسعت وسعتِ دامن چہ دامن دامن صحرا
نگارِ گلرخِ من چہرۂ دارد بہ گلروئی — چہ چہرہ چہرۂ روکش چہ روکش روکشِ عذرا
چہ سازم در رہِ ایماں کہ آمد دشمنم شیطاں — چہ دشمن دشمنِ رہزن چہ رہزن رہزنِ دلہا
بحمداللہ کہ در ہجر از خیالش مونسے دارم — چہ مونس مونس خلوت چہ خلوت خلوتِ شبہا

بپرس از رعب اے جاناں کہ ہست ایں بندہ ات آخر
چہ بندہ بندۂ عاشق چہ عاشق عاشقِ شیدا

تم ہو خیر الورےٰ افضل الانبیا یا حبیب خدا یا حبیب خدا — تم ہو نور الٰہ مظہر کبریا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
شانِ حجت ہو تم غوثِ امت ہو تم حق کی قدرت ہو تم روشن آیت ہو تم — عرشِ رفعت ہو تم شمس العلےٰ یا حبیب خدا یا حبیب خدا
مصطفےٰ آپ ہیں مجتبےٰ آپ ہیں مہتدی آپ ہیں مقتدی آپ ہیں — پیشوا آپ ہیں آپ ہیں رہنما یا حبیب خدا یا حبیب خدا
تم ہو شاہِ جہاں ہو سرِ انس و جاں ہادیِ گمرہاں شافعِ عاصیاں — حامیِ بیکساں سرورِ دوسرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
تیرے بندے ہیں سب کیا عجم کیا عرب تو ہے محبوبِ رب خلق کا کل سبب — تجھکو حق نے طلب پاس اپنے کیا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
واہ کیا خوب ہو کیا خوش اسلوب ہو حق کے مطلوب ہو رب کے محبوب ہو — تم سا محبوب ہو عاشق اللہ کا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
تم ہو سلطانِ دیں سید المرسلیں ہوں میں عاصی کہیں ایک زار و حزیں — تم سے مخفی نہیں حال میرا شہا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
سینہ افگار ہوں مضطر و زار ہوں ہاں گنہگار ہوں ہاں سیہ کار ہوں — غم کا بیمار ہوں مجھکو دیجے شفا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
کبتلک آخر یہ غم تا کجا یہ الم اب لبوں پر ہے دم یا ملاذ الامم — کر نگاہ کرم اس طرف بھی ذرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

اب نہ ترسائیے دل نہ تڑپائیے خواب میں آئیے جلوہ دکھلائیے
دور فرمائیے رنج و غم ہجر کا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

وقت امداد ہے وقت امداد ہے سخت ناشاد ہے خانہ برباد ہے
گرم فریاد ہے رعب درد آشنا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

نہیں کھٹکا ہمیں واعظ کچھ آشوب قیامت کا
کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے سماں اک بت کے قامت کا

بہت کچھ شور ہے جس فتنۂ شور قیامت کا
وہ ہے پامال انداز خرام اُس سرو قامت کا

وہیں سے ہو نہو آغاز ہے شاید قیامت کا
جہاں ہوتا ہے چرچا اُس بت کافر کے قامت کا

قیامت ہے اگر اُٹھے نہ اب فتنہ قیامت کا
ترقّی پر شباب آیا ہے اک شمشاد قامت کا

یہ کچھ دھڑکا لگا ہے تجھکو زاہد جس قیامت کا
وہ اک چربا ہے اُس آفت کے پرکالے کی قامت کا

مری فکر رسا کو عشق ہے لفظ قیامت کا
یہی تو قافیہ سیدھا سا ہے اک تیرے قامت کا

ہوا ہے عشق بھی کمبخت دلکو کس قیامت کا
کہ چھٹتا ہی نہیں دھیان اک صنوبر قد کے قامت کا

سنا ذکر قیامت جب کبھی واعظ سے مسجد میں
مری آنکھوں میں نقشہ پھر گیا اُس بت کے قامت کا

زمیں میں گڑ نہ جائے شرم سے شمشاد کیا معنی
ذرا گلشن میں ہونے دو گذر اُس سرو قامت کا

کہاں کا بید مجنوں سرو گلشن کسکو کہتے ہیں
وہ نقشہ میرے قد کا ہے یہ نقشہ تیرے قامت کا

خدا نے جب سجایا بزم آشوب قیامت کو
لگایا قد آدم آئنہ اُس بت کے قامت کا

نہ توڑا اتنا تعلق ہے سمجھکر رشتۂ الفت
ترا موئے کمر نقشہ ہے مجھ لاغر کے قامت کا

رہے ہے یہ محو تیرے ہم کہ اُٹھّے قبر سے جسدم
قیامت کو بھی سمجھے راست نقشہ تیرے قامت کا

ہوئے آنکھوں کے چشمے رشک انہار جناں جب سے
نظر اے حور وش آیا ہے طوبیٰ تیرے قامت کا

مری تصویر سے تصویر مجنوں کو کہاں نسبت
بگولا دشت کا خاکا ہے مجھ وحشی کے قامت کا

سنا کرتے ہیں قد قامت کا شور اکثر ہم اے زاہد!
یہ عشق آخر ہے قبلہ کسکے قد کا کسکے قامت کا

کسے کہتے ہیں محشر؟ تیری ٹھوکر کا کرشمہ ہے
قیامت کیا بلا ہے؟ شعبدہ ہے تیرے قامت کا

ملیگی خاک میں سرو رواں کی سرکشی ساری
کسیدن سامنا ہوجائے میرے سروِ قامت کا

وہ صورت دیکھتے ہی چھا گیا تصویر کا عالم
چلا تھا کھینچنے بہزاد نقشہ اُنکے قامت کا

نہ کیوں موقوف رکھیں وصل کا وعدہ قیامت پہ
کہ وہ سمجھے ہوئے ہیں مجھکو عاشق اپنے قامت کا

بنایا باغ عالم میں خدانے سبکو شیدائی
صنم تیرے گل عارض کا تیرے سروِ قامت کا

تیرے آشفتہ سر فکر قیامت سنکے کہتے ہیں
قیامت ہو نہو سایہ ہے اک ظالم کے قامت کا

قیامت کو جب اتراتے ہوئے روز ازل دیکھا
تو کھینچا صانع قدرت نے نقشہ تیرے قامت کا

تردد اسقدر اے رعب پھر بیکار کرتے ہو
ارادہ ہی نہیں جب دار ہستی میں اقامت کا

جہاں سایہ پڑا اُس فتنۂ محشر کے قامت کا
ضرور اُٹھا وہاں سے اک نیا فتنہ قیامت کا

بیاں واعظ ہو کیا عالم کسی کافر کے قامت کا
کہ ہے اک قد آدم اُس سے کم فتنہ قیامت کا

رقم کرتا ہوں وصف اک فتنۂ محشر کے قامت کا
صریر خامہ میں عالم ہے غوغائے قیامت کا

تصور ہے دمِ فکرِ سخن اُس سروقامت کا
زمین شعر اک ٹکڑا ہے میدانِ قیامت کا

لکھا تو نے الف اے کلک قدرت اُسکے قامت کا
کیا یہ مصرع برجستہ موزوں کس قیامت کا

جو عالم دیکھ لے اُس فتنۂ محشر کے قامت کا
یقیں ہے حشر کا منکر بھی قائل ہو قیامت کا

میں کرنیکو ہوں موزوں شعر اُنکے وصف قامت کا
نمونہ فکر کا میداں ہے میدانِ قیامت کا

یکایک حشر میں وہ مہروش یوں بے نقاب آیا
کہ دھوکا ہوگیا ہر اک کو خورشید قیامت کا

تری رفتار سے پیوستہ ہر آشوب عالم ہے
تری ٹھوکر سے ہے وابستہ ہر فتنہ قیامت کا

ڈراتا ہے بہت واعظ کہیں جلد آئے وہ دن بھی
ملائینگے ترے قامت سے ہم نقشہ قیامت کا

تری پازیب کی جھنکار سنکر یک بیک چونکے — لحد میں ہمکو دھوکا ہو گیا شور قیا

نہ نکلی آرزوے وحشت دل تیرے مجنوں کی — بُرا ہو تنگی دامان صحراے قیامت کا

جسے دیکھا ہوا تیغ نگہ سے کشتہ اک دم میں — تری جادو بھری آنکھوں میں جا دو ہی قیامت کا

جوانی میں الٰہی حشر کیا کیا کچھ نہ ڈھائیگا — کہ طفلی ہی میں ہے وہ شوخ اک تیلا قیامت کا

وہ چلتے ہیں تو ہر ٹھوکر سے یہ آواز آتی ہے — اُٹھا فتنہ قیامت کا اُٹھا فتنہ قیامت کا

غزل لکھنے میں یاد آیا یکایک وہ قد موزوں — جو مضموں ہمنے باندھا ہے وہ باندھا ہے قیامت کا

ہجوم خلق ہے اک قاتل عالم کے کوچہ میں — چل اے زاہد دکھائیں تجھکو ہنگامہ قیامت کا

خدا کے سامنے ہم کچھ نہ بولینگے قسم لیلو — عبث کھٹکا ہے تمکو اے صنم روز قیامت کا

گنے اختر شماری کرتے ہیں ہم یہ نہیں کٹتی — الٰہی رات فرقت کی ہے یا دن ہے قیامت کا

کیا ہے کسقدر آشوب برپا سارے عالم میں — نہیں کم آپکے قامت سے کچھ عالم قیامت کا

چلیں وہ ناز سے ٹھکرا کے جب گور غریباں کو — نہ کیونکر جاگ اُٹھے سوتا ہوا فتنہ قیامت کا

غضب تھا ہائے ہمدم ہجر کی شب صبح کا ہونا — کہ پو پھٹتے ہی سمجھے ہم وہ نکلا دن قیامت کا

ستمگر جنگجو سب کچھ ہیں کمسن ہی تو ہیں آخر — وہ ڈر جاتے ہیں جب ہم نام لیتے ہیں قیامت کا

کسیکے مصرع قد کا زبس محو تصور ہوں
مرے ہر شعر میں اے مہر عجب ہے مضموں قیامت کا

ہمدمو! جو کچھ نہ کرنا تھا کیا — کیا بتائیں عشق میں کیا کیا کیا

غیر کی خاطر ہمیں رسوا کیا — آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

چلدیا سوئے عدم بیمار عشق — وہ مسیحا یوں ہی مُنھ دیکھا کیا

کعبۂ دل میں بتوں کو دی جگہ — کام جو ہمنے کیا اُلٹا کیا

تیرے نالوں سے ہوے وہ بیقرار — اے دل مضطر یہ تو نے کیا کیا
جبکہ وہ گور غریباں پر گئے — حشر اک رفتار سے برپا کیا
تمکو دل دیتے نہ یوں سہتے جفا — واقعی ہمنے بہت بیجا کیا
خنجر پہ جب دم کیا قاتل نے وار — ہائے کس حسرت سے میں دیکھا کیا
یوہیں لیتے ہیں خبر بیمار کی — خیر جو تمنے کیا اچھا کیا
زلف اُدھر اغیار سلجھا یا کئے — اور ادھر سینہ میں دم اُلجھا کیا
میرے ہی دلمیں خدا نے دی جگہ — جب ہم عشق بتاں پیدا کیا
روٹھ جائینگے وہ اے دل یاد رکھ — بھولکر اُنکا اگر شکوا کیا

دیدیا رعب اُس بت کافر کو دل
تو نے اے مرد خدا یہ کیا کیا

نہ آسماں نے کیا کچھ نہ دلربا نے کیا — ذلیل و خوار ہمیں عشق فتنہ زا نے کیا
پہونچ سکا نہ کسیطرح اُسکے کوچہ تک — سلوک مجھسے برا آہ نارسا نے کیا
جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے انتہا کا مرض — یہ حال میرا محبت کی ابتدا نے کیا
بھلا قضا کو ہے کیا کام سخت جانوں سے — ہمیں تو کشتہ کسی شوخ کی ادا نے کیا
وہ خفتہ تھے مرے ارمان دلکے دلمیں رہے — شب وصال غضب سا غضب حیا نے کیا
خدا نے کاہیکو خودبیں کیا ہے اُس بت کو — ہمارے عشق نے یا حسن خودنما نے کیا
تم اپنے عندیہ میں چھپکے آئے غیر کے گھر — خبر بھی ہے تمہیں بدنام نقش پا نے کیا
یہ نام آپکا سچ پوچھئے تو عالم میں — مری وفا نے کیا آپکی جفا نے کیا
یہ کب سے کہتے تھے ہم اے زباں کو رکھ خاموش — ذلیل تجھکو ترے حرف مدعا نے کیا

مرض عشق کے مرنکی سنکے اُس نے خبر
کہا کہ خیر سب اچھا ہے جو خدا نے کیا

خطا کسی کی نہیں چشم تر کا ہے یہ قصور
کیا جو سر عجب کو رسوا تو آشنا نے کیا

ہوا عشق اک بت پردہ نشیں کا
خدا حافظ دل اندوہگیں کا

نہ دنیا کا ہیں اب کافر نہ دیں کا
نہ رکھا تیری الفت نے کہیں کا

شہید ناز ہوں محفل میں ہمدم
انھیں کا چپ جو بیٹھے ہیں انھیں کا

ہمیں جنت سے کیا مطلب ہے واعظ
چلا ہے شوق لیکر حور عیں کا

تن عریاں پر اشکوں نے نہ رکھا
غبار اُس بت کے کوچہ کی زمیں کا

ادھر آنا نہ اے ارمان خبر وار
مرا دل گھر ہے اک پردہ نشیں کا

خدا کا گھر جسے کہتے ہیں اے شیخ
وہ بت بھی رہنے والا ہے وہیں کا

سمجھتے ہو مرے دشمن کو تم دوست
مری جاں! سانپ ہے یہ آستیں کا

کیا اقرار بھی تو کس ادا سے
کہ ہاں میں بھی ہے اک پہلو نہیں کا

تجھی کو جانتا ہے سب کچھ اے بت
ترا عاشق نہ دنیا کا نہ دیں کا

جلایا اُس نے بھی اُلٹا ہمیں کو
بُرا یا رب ہو آہِ آتشیں کا

فسوں اے زہرہ وش ہے سحر ہاروت
تری چشم سیاہِ سرمگیں کا

نگہ کو دعویِ تاب نظر ہے
اُٹھے پردہ کسی پردہ نشیں کا

شب وعدہ وہ کہنا چھیڑنے کو
ارادہ آج تھا اپنا کہیں کا

جدائی میں تری رونا پڑا ہے
دل غمناک کا جان حزیں کا

کسی کے سنگ در سے پھوڑنا سر
نوشتہ تھا یہی لوح جبیں کا

مرے ناداں قاتل پھر مکرنا	لہو دھو پہلے اپنی آستیں کا
کہیں ایسا نہو کچھ رنگ لائے	مرے پھولونمیں ہنسنا اک حسیں کا
چلا ہے دل سے تیرِ آہ اپنا	خدا حافظ ہے اب چرخِ بریں کا
وفورِ شوق سے ذی ندر ہیں جاں	اجل کو بھیجے ہم قاصد کہیں کا
لگی جب جب سے نظارہ کیا ہے	کسی کافر کی چشمِ سرمگیں کا
جو دیکھے اک نظر پیرِ مغاں شیخ	ملے رتبہ تمھیں عین الیقین کا
ہوئی روشن ہماری روسیاہی	کیا منھ نام سنے کا لانگین کا
فرشتونکو بھی کرتا ہے مسخر	فسون چشم اُس زہرہ جبیں کا
الٰہی صبر کا رہجا ئے پردہ	غم آیا دلمیں اک پردہ نشیں کا
مرے عیسیٰ تری فرقت میں آہ	ستوں ہے سقفِ چرخِ چارمیں کا
فلک دشمن عدو ساری خدائی	نہ رکھا ہمکو اُس بت نے کہیں کا
عدو کو خاک کر دینا جلا کر	اثر ادنیٰ ہے آہِ آتشیں کا
ترا بیمار آج - اے رشکِ عیسیٰ!	سنا ہے جانیوالا ہے کہیں کا
بلندی نے مری فکرِ رسا کی	بڑھایا رتبہ عقلِ دوربیں کا

عیاں اشکوں سے ہے رازِ نہاں مہرؔ عجب
چھپے کیا عشق اک پردہ نشیں کا

پاس ہوتا کہ کسی شوخ کا ارماں ہوتا	کوئی تو ہجر کی شب جان کا خواہاں ہوتا
کچھ اطبا کی خطا ہے نہ احبا کا قصور	کاش بیمار ترا قابلِ درماں ہوتا
اُنکا آنا تو ہے معلوم شبِ وعدۂ وصل	اے اجل تو ہی چلی آتی تو احساں ہوتا

عرض مطلب نہ کیا میں نے بڑی خیر ہوئی — ورنہ اُس بزم میں کیا آج پشیماں ہوتا

زندہ رکھتی ہے اک اُمید یہ کیا مشکل ہے — کاش مرنا ہی ترے ہجر میں آساں ہوتا

بال کھولے ہوئے آتے تو سہی کوٹھے پر — تمکو کیا؟ کوئی سیہ بخت پریشاں ہوتا

لطف آتا سرِ محفل کہ وہ دیتے دشنام — اور میں حضرتِ دل بوسہ کا خواہاں ہوتا

اے جنوں پھر نہ کبھی مجھسے اُلجھتا ناصح — اک ذرا اُس سے جو تو دست و گریباں ہوتا

خانۂ دل مرا اک پردہ نشیں کا ہے مقام — غمِ پنہاں اِدھر آتا نہ تو احساں ہوتا

بھول جاتی نہ یہ شیخی تو ہمارا ذمہ — سامنے شیخ کے وہ دشمنِ ایماں ہوتا

بار منت سے بچاتا ترے کوچہ کا غبار — جائے ملبوس جو زیب تنِ عریاں ہوتا

روکتا لاکھ کوئی عشقِ بتاں سے دلکو — یہ وہ کافر ہے کہ ہرگز نہ مسلماں ہوتا

توکسی کام کا ہوتا اگر اے جذبۂ دل — کیوں شبِ وعدہ کوئی غیر کا مہماں ہوتا؟

جی کا خواہاں کوئی اے کاش نکلتا دل میں — درد ہوتا کہ ترے تیر کا پیکاں ہوتا

کرتے ہیں فتنۂ خوابیدہ کو کیونکر بیدار؟ — ہاں اشارہ کوئی اے نرگسِ فتّاں ہوتا

دیکھتے ہم بھی قیامت میں قیامت کا سماں — ناز سے کوئی سرِ حشر خراماں ہوتا

اسکی قسمت ہے وہ پھوٹی کہ نہ کھلتی ہرگز
لاکھ سر رعب کا سنگِ درِ جاناں ہوتا

بہار آئی گیا موسم خزاں کا — مزا ہے اب شرابِ ارغواں کا

کرے گلگشت کیا کوچے بتاں کا — جنوں واعظ کو ہے باغِ جناں کا

وہ صبح وصل اُدھر سننا اذاں کا — اِدھر دم توڑنا مجھ نیم جاں کا

ابھی سے رہ گئے دل تھام کر آپ — اثر کیا دیکھئے گا پھر فغاں کا

بھو نپر بل ہے قاتل ہاتھ میں تیغ
ارادہ ہے یہ کسکے امتحاں کا

کسی کی یاد لب میں ہنئے اے خضر
مزا پایا حیاتِ جاوداں کا

ہوا کھانے وہ گُل آیا چمن میں
مزاج اب کیوں ملیگا باغباں کا

اندھیرا چھا گیا آنکھوں میں یارب
دوپٹے سے یہ مُنھ کس مہ نے ڈھانکا

ہماری جبہہ سائی سے نشاں تک
مٹا اُس بت کے سنگِ آستاں کا

بندھا جوڑا کھلی یہ کسکی تقدیر
ارادہ آج ہے - کہئے - کہاں کا!

جنوں کے ہاتھ سے پھر اے رفوگر
کُھلیگا زخم کا ہر ایک ٹانکا

وفورِ ضعف سے رہ رہ گیا ہے
لبوں تک آکے دم مجھ ناتواں کا

ہوا بسمل کسیکے تیر سے دل
لیا دم میہماں نے میزباں کا

حجاب آنکھوں میں ہے وعدہ کی شب بھی
نہ اُٹھا ہاے پردہ درمیاں کا

سرِ تسلیم اپنا خم ہے زاہد
جو کچھ ارشاد ہو پیرِ مغاں کا

دل بیتاب کو لیکر کسیدن
تماشا دیکھئے برقِ تپاں کا

سدھارو گھر کو تم صبح شب وصل
کریں گے فیصلہ ہم جسم و جاں کا

رہیں وا شوقِ نظارہ میں آنکھیں
کبھی کھڑکی سے بھی تمنے نہ جھانکا

مرا جو نالہ ہے وہ نارسا ہے
زمیں کا ہے نہ کمبخت آسماں کا

ہماری جاں لیگا اک نہ اک دن
غمِ ہجر اک نگارِ دلستاں کا

کسی کمسن کا رو دنیا کا یک
لبوں پر پاکے دم مجھ نوجواں کا

خموشی سے سمجھ جاؤ کچھ اے دل
"نہیں" کا وہ دہن خوگر نہ "ہاں" کا

کسی محفل میں عرض مدعا پر
وہ کھلکر بند ہو جانا زباں کا

نہیں پہچانتے ہیں رعب کو آپ؟
جواں ہے وہ تو اک مشہور یاں کا

عکس افگن یوں کسی کا حلقۂ کاکل ہوا
آئنہ خانہ جواب تختۂ سنبل ہوا

دور ساقی کا جو رونق بخش بزم مل ہوا
شور قلقل سنتے ہی توبہ کا اپنی قل ہوا

یک قلم موزوں جو وصف گیسو و کاکل ہوا
صفحۂ قرطاس رشک تختۂ سنبل ہوا

میں جو فرقت میں شریک دور جام مل ہوا
مجھکو پیغام اجل آوازۂ قلقل ہوا

محو شغل میکشی گلشن میں جب وہ گل ہوا
نغمۂ بلبل مجھے آوازۂ قلقل ہوا

جو چراغ۔ اے وا اے! زیب تربت بلبل ہوا
اے نسیم صبح دم جھونکے سے تیرے گل ہوا

میری وحشت کا جو باعث ایک رشک گل ہوا
نالۂ زنجیر مجھکو نغمۂ بلبل ہوا

فرقت ساقی میں ہچکی لگ گئی شیشوں کی طرح
گوش زد میرے جو شور خندۂ قلقل ہوا

جل گئی خود بھی جلا کر چند پروانوں کو تو
دیکھ تیرا بھی چراغ اے شمع آخر گل ہوا

سیر گلشن میں جو آئی یاد وہ زلف سیاہ
مار پیچاں میرے حق میں طرۂ سنبل ہوا

خانۂ زنداں میں کس مجنوں کے آنکی ہے دھوم
آج اے حداد زنجیروں میں کیسا غل ہوا

کیا خبر زاہد تجھے عشق حقیقی ہے وہی
جسکے دریا کے لئے عشق مجازی پل ہوا

پھر ہوا باندھی جنوں نے پھر جما وحشت کا رنگ
پھر بہار آئی چمن میں جوش فصل گل ہوا

زندۂ باقی ہوا میں ہو کے فانی عشق میں
جزو پر۔ اللہ! کیا مبذول فیض کل ہوا

کھل گیا کس گیسوؤں والے کا جوڑا باغ میں
کیوں پریشاں حال یا رب طرۂ سنبل ہوا

ہوں وہ ننگ بادہ خواراں میکدے میں جب گیا
خندہ زن مجھ مست پر آوازۂ قلقل ہوا

آج گل ہوگا ترے گل کا چراغ اے عندلیب
عازم گلگشت سنتے ہیں وہ رشک گل ہوا

مست و بیخود دونوں کر دیتے ہیں ہوکر گوشزد
نعرۂ قلقل ہوا یا نالۂ بلبل ہوا

غلغلہ "اللہ اکبر" کا سُنا مسجد میں جب
میں صبوحی کش یہ سمجھا نعرۂ قلقل ہوا

پھول ہے یہ اُس گلعذار سرو قد کے عشق کا
نالۂ قمری ہوا یا نوحۂ بلبل ہوا

کچھ اشارہ چشم میگوں سے جو ساقی نے کیا
بادہ کش ہر ایک مست ساغر مُل ہوا

صبح تک چونکا نہ تو او سونے والے بام کے
نالہ و فریاد کا کیا کیا نہ شب کو غل ہوا

روشنی رکھتا نہیں ہم تیرہ بختوں کا مزار
جھلملاتا تھا چراغ اک آج وہ بھی گل ہوا

جمع اسباب پریشانی کئے اپنے لئے
لو دل خود سر اسیر حلقۂ کاکل ہوا

مجھکو یوں کہہ کہہ کے ساقی نے دئے دو تین جام
توبہ کا رونا ہے کیا جب خندہ زن قلقل ہوا

چشم دریا بار کا طوفاں ڈبوتا کس طرح
حق میں مجھ لاغر کے ہر موئے مژہ اک پُل ہوا

پھول سے عارض ترے یاد آئے جب اے گلعذار
نالہ کش گلزار میں میں صورتِ بلبل ہوا

گوشہ نشیں ہر چند کہیں نکلا کسی صورت نہ یہ
بل مری تقدیر کا تیرا خم کاکل ہوا

میں وہ میکش ہوں کہ جا نکلا جو سوئے میکدہ
نغمہ سنج آمد آمد نعرۂ قلقل ہوا

بیٹھکر کہتا ہے میری قبر پہ اک شمع رو
"کیا چراغ اُٹھتی جوانی کا یکا یک گل ہوا"

بزم مے میں آ گیا اُس چشم میگوں کا خیال
دیدۂ پرنم مری نظروں میں جام مُل ہوا

آکے اُس گل نے گلستاں میں یہ ڈالا تفرقہ
فاختہ سے سرو بلبل سے کشیدہ گل ہوا

آتش گل کو چمن میں بخش کر حسن فروغ
آسماں برق افگن کاشانۂ بلبل ہوا

بخشوا لیگا گنہ سب رعب کے چھوٹے بڑے
وہ نبیؐ جو باعث ایجاد جز و کل ہوا

ہائے وقت ذبح پاس زانو سے قاتل ہوا
لوٹنا مشکل ہوا اور کسقدر مشکل ہوا

....

اُس پری کے گیسوئے پُر پیچ پر مائل ہوا کیوں ہوا سودا تجھے دیوانہ کیوں اے دل ہوا

پہلوئے جاناں میں غیرِ روسیہ بسمل ہوا آج تو میں اپنے تیرِ آہ کا قائل ہوا

اے ادب میں ذبح ہونے پر کہاں بسمل ہوا بسملِ انداز ذبحِ خنجرِ قاتل ہوا

لیلیِ شرم آج تجھسے خونِ شوقِ دل ہوا وصل میں اُس آنکھ کا پردہ ترا محمل ہوا

مانعِ نظارۂ لیلیٰ ہے حیرت قیس کی آنکھ کا ہر ایک پردہ پردۂ محمل ہوا

اللہ اللہ تو نے اپنا گھر بنایا اے صنم کعبہ کیسا عرش سے بھی بڑھکے میرا دل ہوا

غیر پر بجلی گری اے دل نہ میں خود جل بجھا آہِ آتش بار سے کمبخت کیا حاصل ہوا

وا ے ناکامی کہ میری سخت جانی دیکھکر آج قاتل سے کشیدہ خنجرِ قاتل ہوا

کردیا بیہوش ساقی کی نگاہِ مست نے میکدہ میں جو گیا عاقل وہ لاعقل ہوا

شیشے اور پتھر کے دو جوہر جو تھے روزِ ازل ایک میرا دل ہوا اور ایک تیرا دل ہوا

میں نے جب پھیلائے اُسکے سامنے پھیلائے ہاتھ جب ہوا سائل بڑے دربار کا سائل ہوا

وہ ملیں ہاتھوں میں مہندی اور میں رووں لہو ہائے میرا خوں شدہ دل کیوں نہ اِس قابل ہوا

قیس نے کہکر آنا لیلیٰ یہ ثابت کردیا جب ہوا معشوق عاشق عشق میں کامل ہوا

وصل کی شب شوق شوخی میں ہیں ہم کیسا حجاب پردۂ شرم و حیا کیوں درمیاں حائل ہوا

اخترِ تقدیر کو میرے جو ہونا تھا سیاہ کیوں نہ تیرے چاند سے چہرہ کا کوئی تل ہوا

اُس لبِ جاں بخش پر کچھ گفتگو ہونے لگی بحث کر مجھسے مسیحا کسقدر قائل ہوا

کی سوالِ وصل کی جرأت جو میں نے بزم میں بولے جھنجلا کر چہ خوش کیا تو بھی اس قابل ہوا

تیری چشمِ فتنہ زا کے سامنے اے زہرہ وش غرقۂ چاہِ ندامت جادوئے بابل ہوا

اُٹھگئیں اُس ترک کی جانب خطا آنکھوں کی تھی
تیر مژگانکا ہدف بیٹھے بٹھائے دل ہوا

یہ سیہ کاری کا عالم ہے کہ کفر اہل کفر
فرد عصیاں کا مرے اک نقطۂ باطل ہوا

اُس بت بیدرد کو بھی آگیا کچھ رحم آج
نالہ کش اس درد سے اک عاشق بیدل ہوا

تو جہاں چاہے رہے دونوں ہیں تیری ہی جگہ
دل ہوا مجنونکا یا سے لیلے ترا محمل ہوا

قطرۂ ردکردہ ہوں میں کون دے مجھکو پناہ
چھوڑکر دریا کو بار دامن ساحل ہوا

تا سر جادہ پہونچکر بھی نہ راہ عشق میں
پائے گردش دوست اپنا وقف منزل ہوا

کفر ٹوٹا ساقی پیماں شکن کو دیکھکر
توبہ توڑی شیخ نے میخانے میں داخل ہوا

جب کہا دل نذر ہے فرمائیے اِسکو قبول
بولے وہ کیا خوب یہ ہدیہ بھی اس قابل ہوا

شاہد مقصود ہم رفعت پسندونکا وہ ہے
آسماں جسکے کف پا کا زراساتل ہوا

ناتکمل یوں تو ہے ہر فن میں رعب بکمال
عشق کے فن میں مگر سنتے ہیں اب کامل ہوا

نہیں ملیگا نشاں تیرے ناتوانونکا
عبث اجل کو تجسس ہے بےنشانونکا

رہے خیال نزاکت گلوں کے کانونکا
ہمیں بھی شوق ہے بلبل ترے ترانونکا

قصور جور و شونکا نہ آسمانونکا
بگاڑا کھیل جوانی نے نوجوانونکا

کبھی تو مجھسے کبھی غیر سے ہو وعدۂ قتل
یہ شوق ہے مرے قاتل کو امتحانونکا

چھپا ہمیں سے جب اے چشم تر نہ عشق کا راز
تو شکوہ کیجئے کا ہیکو رازدانونکا

چلے کبھی آؤ کسی رات چھپکے اچھا ہے
گماں یقیں کو پہونچ جائے بدگمانونکا

ملال و حسرت و اندوہ و یاس و رنج و الم
ہجوم خانۂ دل میں ہے میہمانونکا

گیا تلاش میں تا کشور عدم عنقا
کہیں پتا نہ چلا تیرے بےنشانونکا

سمجھکے مجھسے نکیریں قبر میں بولیں
کہ کشتۂ غم فرقت ہوں بدزبانونکا

اُٹھاؤ تیغ دو دم تم چکاؤ بھی جھگڑا
کہیں تمام کرو کام نیم جانونکا

گلہ خزانکا کریں بلبلیں کہ شکوۂ برق
گلونکا صدمہ اُٹھائیں کہ آشیانونکا

نہ بھیڑ دیکھکے عشاق کی یہ کہتے ہیں
مری گلی میں ٹھکانا ہے بے ٹھکانونکا

یہ راہ عشق ہے وہ پُرخطر جہاں ایدل
ہمیشہ سنتے ہیں لٹ جانا کاروانونکا

تم اپنے موئے کمر پر کرو قیاس ایجاں
بعینہ یہی نقشہ ہے ناتوانونکا

میں رزق پاکے ہوں گردش میں آسیا کی طرح
قصور وار نہ ہوں ایچرخ چاردانونکا

تری ادا کا قضا ہمنے نام رکھا ہے
کہ جانستاں ہے لقب خاص دلستانونکا

الٰہی کون پُر ارماں جہان سے اُٹھا ہے
بٹھائے دیتا ہے دل شور نوحہ خوانونکا

مسخر ایک پریزاد ہو گیا ایدل
فسوں سے بڑھکے اثر ہے ترے فسانونکا

کھُلا یہ آپکا بیمار غم کہ بستر پر
بجائے جسم ہے اک ڈھیر استخوانونکا

مقطع

مرا خیال کسی بت کو ہو چلا آخر
خدا بھلا کرے اے رعب بدگمانونکا

کچھ دھیان کفر و دیں کا ہمکو نہ مہر و کیں کا
عشق اُس بت حسیں کا رکھتا نہیں کہیں کا

فرد

اک بت کے سنگ در پہ سر پھوڑنا برابر
اسطرح تھا مقدر مٹنا خط جبیں کا

مرا شوق شہادت اسقدر اندوہ ساماں تھا
کہ بعد قتل وہ بیرحم کُشتن کیا کیا پشیماں تھا

کسے اے شان استغنا دماغ بار احساں تھا
مرے درد نہاں کو کب گوارا ننگ درماں تھا

اُٹھاتا کیوں نہ کنکریاں کوچۂ زلف مسلسل کی
دل خود سر اسیر عشق شوق خانہ ویراں تھا

کسیکی جلوہ گاہ ناز میں میں ہی نہ تھا بیخود
اُٹھائی آنکھ جسنے صورت آئینہ حیراں تھا

خیالِ صبح سے چمکا ستارہ تیرہ بختی کا
کہ ہمکو وصل کی شب پر گمانِ روزِ ہجراں تھا

بیاضِ شعر میں لکھتا سوادِ زلف کے مضموں
مگر کیا کیجئے شیرازۂ خاطر پریشاں تھا

جلا رکھا ہے اک اُمید نے مشکل یہ ہے ورنہ
کسی غفلت ادا کے غم میں مرجانا تو آساں تھا

یہ مانا مجھکو زیبا تھا کہ لاتا تاب درد و غم
مگر اسد رجب ظلمِ تاب فرسا تمکو شایاں تھا

نہ تھا ممنون جیب و دامن اپنا رختِ عریانی
بڑے آرام میں دستِ جنونِ فتنہ ساماں تھا

یہاں حوروں میں رہکر دیکھئے کیونکر گذرتی ہے
کہ دنیا میں تو میں اک تختۂ مشقِ جورِ خوباں تھا

خلش بھی لذت افزائی بھی اور ذوق آفرینی بھی
ادائے دلنشیں تھی یا ستمگر تیرا پیکاں تھا

بہار آتے ہی بلبل غش تھی غنچوں کے تبسم پر
جنوں میرا شہیدِ خندۂ چاکِ گریباں تھا

کسیکی حیرت آرا بزم میں میں خوگرِ نالہ
خجل ہوتا نہ کیوں نو واردِ شہرِ خموشاں تھا

تصور میں کسی پردہ نشیں کے ضبطِ اُلفت سے
شبِ غم کچھ تقاضائے وفورِ دردِ پنہاں تھا

بتا اے بیخودی معلوم بھی ہے کچھ تجھے شب کو
بنے تھے میزباں کسکے ہمارا کون مہماں تھا

سنا ہے جا پھنسا رجب اک پری کے دامِ کاکل میں
دلِ دیوانہ کیسا کچھ خودسری پر اپنی نازاں تھا

واہ رے ذوق کہ ہنگامِ سوالِ مطلب
خود لبوں تک دلِ لذت کشِ دشنام آیا

مرگیا عاشقِ ناشاد خوشی کے مارے
وہ ادھر آئے اُدھر موت کا پیغام آیا

ننگِ ملت ہی رہے تیری بدولت اے عشق
کفر آیا نہ برتنا ہمیں اسلام آیا

میں تو بیکار سمجھتا تھا اسے پہلو میں
آپ کہئے مرا دل آپ کے کس کام آیا

کسکا جلوہ پردۂ حیرت اُٹھا کر رہگیا
میں تماشا بنگیا آئینہ ششدر رہگیا

لوٹکر قاتل بھی انداز روش پہ رہگیا — اسطرح میرے گلے پر چلکے خنجر رہگیا

سخت جانی سے مری قاتل کا دعوی ہے خجل — کاٹ کا جب وقت آیا کٹکے خنجر رہگیا

حوصلہ یوں پست کردے فصل گل میں ہائے ضعف — بڑھکے کیا دست جنونِ فتنہ پرور رہگیا

کون یارب رندگریاں ہے شریک دورِ مے — بنکے اک چشم سرشک آلودہ ساغر رہگیا

کیا ملا ور یا بہانے سے کہ پھر بھی روز حشر — دامن ترکا جواب اے دیدۂ تر رہگیا

جلوہ بے پردہ سہی اے محو خود بینی تو پھر — بنکے یہ آئینہ کیوں سد سکندر رہگیا

مژدہ شوق قتل کی لذت نہیں اک قطرہ خوں — حلق وقتِ تشنہ کامیہائے خنجر رہگیا

محفل ہستی اُلٹ جائے مرے دلکی طرح — ہاں یہ کھیل اے گردش چشم فسون گر رہگیا

محشر آشوبی دکھائی کس خرام ناز نے — لیکے منھ اپنا سا کیوں آشوب محشر رہگیا

شوخی طرز تجلی ہے صفا پرواز دل — قسمت اُس آئینے کی جو اب مکدر رہگیا

انتظار جلوہ میں مدنظر ہے بام طور — یہ عروج اب اے نگاہ عرش منظر رہگیا

کشتۂ جور فلک وہ ہوں کہ مانند ہلال — طالع قسمت جو چمکا بنکے خنجر رہگیا

تیرے در پر جبہہ سائی کرتے کرتے مٹ گئے — مٹتے مٹتے آجتک حرفِ مقدر رہگیا

ہوں شہید شوق میرا رشتۂ جاں وقت قتل — بنکے اک تار نگاہ چشم جوہر رہگیا

مار اُتارے دیکھئے کس کسکو یہ طرز کشش — چڑھکے تیوری رہگئی یا کھنچکے خنجر رہگیا

ہم ہیں اور شوریدگی سینے میں ہے اک کوہ غم — پھوڑنے کو سر بھی چھاتی کا پتھر رہگیا

مدعی کی پیش چل سکتی ہے کیا اُنکے حضور
بات کرنے میں جہاں رعب سخنور رہگیا

کسی شب تو یارب ایسا کہیں انقلاب ہوتا — اُدھر اجتناب ہوتا ادھر اضطراب ہوتا

ترے جلوہ کا نظارہ تو نہ تھا کچھ ایسا مشکل
مرا دیدۂ تماشا جو رہیں تاب ہوتا

ادب آشنا نہ ہوتا اگر اپنا جذبِ کامل
تو یہ احتراز ہوتا نہ یہ اجتناب ہوتا

جو عدو سکے زیب پہلو وہ نہوتے آج اے دل
نہ یہ اختلاج بڑھتا نہ یہ اضطراب ہوتا

سر بزم ہمسے اتنی نہ وہ بیرخی برتتے
نگہِ کرم نہوتی سخنِ عتاب ہوتا

ترے کشتگانِ قامت دمِ حشر کیوں نہ اُٹھتے
جسے کہتے ہیں قیامت وہ ترا شباب ہوتا

نہ سفر ہی رعب کرتے نہ اساتذہ کی خدمت
فن شاعری کا آساں اگر اکتساب ہوتا

وہاں گذرتی ہے حوروں سے دیکھئے کیونکر
یہاں تو مورد نفرت ہوں میں حسینوں کا

شریف آپ اگر ہیں تو بیٹھئے گھر میں
جناب رعب زمانہ ہے اب کمینوں کا

جب مہرباں تمھیں نہ مریجاں ہوے تو کیا
عشاق سوز ہجر سے نالاں ہوے تو کیا

چند اپنے دل میں حسرت و حرماں ہوے تو کیا
اُجڑے مکاں میں جمع یہ مہماں ہوے تو کیا

آئینہ بھی تو ہے کہ ہم آغوش عکس ہے
پُر آب میرے دیدۂ حیراں ہوے تو کیا

شانِ ستم کے ساتھ رہیں بے نیاریاں
دل لیکے آپ جان کے خواہاں ہوے تو کیا

پہلے نہ اسکو سوچے کہ یہ بیگناہ ہے
اب قتل کرکے ہمکو پشیماں ہوے تو کیا

چرخ کہن جلا نہ گری برق غیر پر
نالے مرے اگر شرر افشاں ہوے تو کیا

ٹھکرا کے میری قبر پہ محشر بپا کیا
ایجان آپ فتنۂ دوراں ہوے تو کیا

چھپتا نہیں چھپانے سے یہ حسن خودنما
گھر کرکے دل میں آنکھ سے پنہاں ہوے تو کیا

چھڑکا نمک نہ بلبلِ نالاں کے زخم پر
غنچے ہزار باغ میں خنداں ہوے تو کیا

پہونچے کبھی نہ گوشۂ دامان یار تک
میرے سرشک غم دُرِ غلطاں ہوے تو کیا

منصف ذرا تو ہی ہو اب اے بیخودیِ شوق
میں گھر میں جب نہیں ہوں وہ مہماں ہوے تو کیا

تدبیر وصل یار تو دشوار ہی رہی
مشکل تھے جتنے کام سب آساں ہوے تو کیا

دیکر جواب صاف آئینے کو سے طور کو
تم جلوہ گر پھر اے مہ تاباں ہوے تو کیا

میری لحد پر آکے کھِلا نا تھا گل کوئی
تم ناز سے چمن میں خراماں ہوے تو کیا

آیا نہ رحم عاشق بیخود کے حال پر
آئینہ آپ دیکھکے حیراں ہوے تو کیا

چتون سے تیری ہے بہت پیماں شکن عیاں
دل توڑنے کو وصل کے پیماں ہوے تو کیا

کیوں دامن فلک کی اُڑائیں نہ دھجیاں
دیوانے اُنکے چاک گریباں ہوے تو کیا

حیرت نقابِ عارضِ پُر نور ہو گئی
بے پردہ آپ اے مہ تاباں ہوے تو کیا

اے رعب جب نہ جا سکے ہم بزم یار تک
پھر در پہ خوشامد درباں ہوے تو کیا

شاگردی کی ہے فکر رسا شرط ورنہ رعب
تم خادم جلال سخنداں ہوے تو کیا

حسد مجھ ناتواں کا کیا عدو کے دل سے نکلیگا
جو نکلا بھی تو یہ کانٹا بڑی مشکل سے نکلیگا

سب ارمانوں میں ملکر بنگیا ارمان اک یہ بھی
تمھارے تیر کا پیکاں نہ میرے دل سے نکلیگا

رکاوٹ کا تری تلوار کی کچھ رنگ اُڑا یا ہے
ترے بسمل کا دم قاتل بڑی مشکل سے نکلیگا

کھلیگا جذبۂ شوق شہادت قیس کا سب پر
جب اک دست حنائی پردۂ محمل سے نکلیگا

مری تدبیر پر تقدیر ہنستی ہے یہ کہہ کہہ کر
نتیجہ بھی کوئی اِس سعی بیحاصل سے نکلیگا

یہ بعد مرگ بھی میں محو کوے یار رہا
کہ بیقرار رہا گو تہ مزار رہا

وہ آئے بھی شب وعدہ تو بیخودی کے نثار
تمام رات ہمیں اپنا انتظار رہا

بنا جواب کسی برق وش کی شوخی کا
وصال میں بھی دلِ زار بیقرار رہا

ادھر یہ بیخودیِ عشق اُدھر وہ نشۂ حسن
انھیں مرا نہ مجھے اُنکا اعتبار رہا

مقطع

گلہ کریں کسی غیر آشنا کا کیا ہمدم
ہمیں جب اپنے ہی دل پہ نہ اختیار رہا

خوب ہے خاک سرِ راہ گذر ہو جانا
ورنہ اے جوشِ جنوں خاک بسر ہو جانا

تاجداری ہے ہمیں خاک تہِ سر ہو جانا
زندگی چاہیئے وحشت میں بسر ہو جانا

فرصتِ عمر کے مانند کٹی وصل کی رات
یوں نہ دیکھا تھا سرِ شام سحر ہو جانا

ترس آیا نہو سُنکر انھیں فریادِ رقیب
کیا ہنسی ہے کوئی نالے میں اثر ہو جانا

قاصدِ غیر کی قسمت میں لکھا ہو یا رب
جاتے جاتے مرے مرنے کی خبر ہو جانا

واہ وا سینے میں گھر کرتے ہی اے ناوک تیر
زخمِ دل کاہشِ جاں سوزِ جگر ہو جانا

پائمالی کے ہیں مشتاق شہیدانِ خرام
جب کہیں سیر کو جانا تو ادھر ہو جانا

کشتۂ حشر خرامی ہوں قیامت ہوگا
قبر پر میری کبھی اُنکا گذر ہو جانا

بڑھ گئی دیکھتے ہی دیکھتے بیتابیِ دل
ہو گیا قہر عنایت کی نظر ہو جانا

حل ہوا صبح قیامت سے یہ عقدہ ورنہ
کسکو باور تھا شبِ غم کا سحر ہو جانا

بنکے بجلی مرے خرمن کو جلانا یعنی
آہ سوزاں کا ہم آغوشِ اثر ہو جانا

اور ہی کچھ خبر اے بیخبری دیتا ہے
بیخبر کو مری حالت کی خبر ہو جانا

آپ کی شعلہ مزاجی کا نہیں کوئی گلہ
مری تقدیر میں تھا تفتہ جگر ہو جانا

جگر و دل کا ہے جو حال وہ بتلاتا ہے
درد کا گاہ اُدھر گاہ ادھر ہو جانا

تیزیٔ تیر کا اعجاز دکھانا کیا خوب
آتے ہی دل میں مرے تیری نظر ہو جانا

مری حیرت نے کوئی شکل دکھائی ورنہ
اتنا آئینہ کا منظورِ نظر ہو جانا

جگر اُنکا کہ ترے کوچے میں گذریں ہر روز
یاد ہمکو تو ہے اک دن وہ گذر ہو جانا

وائے تقدیر کہ تدبیر مریضِ غم سے
آرزو نفع کی رکھنا تو ضرر ہو جانا

آستین کرم اور اشکِ ندامت سرِ حشر
سیہ دامن کو مبارک ہوا تر ہو جانا

سُنتے ہیں کعبہ کی تعریف تو یاد آتا ہے
وہ صنمخانے سے اللہ کا گھر ہو جانا

درد و درماں ہے ستم لطف ہے مرنا جینا
نفع ہونا ہے محبت میں ضرر ہو جانا

آبروئے آتشِ پنہاں کی ڈبوئی تو نے
اسقدر پردہ درا اے دیدۂ تر ہو جانا

خانہ آوارگیٔ شوق سلامت اے رجب
بے گھری کو ہو مبارک مرا گھر ہو جانا

لاکھ موسیٰ کی طرح غش ہمیں آیا ہوتا
تمنے جلوہ تو سرِ طور دکھایا ہوتا

حق یہ ہے پہلے ذرا دیکھتے منصور کا ظرف
راز دار آپ نے پھر اپنا بنایا ہوتا

اِس سے تو بزم میں بت بنکے ہی بیٹھے ہوتے
ہمکو غیروں نے نہ ہنس ہنس کے رلایا ہوتا

کیا کہیں ہمنے قسم کھانے کی کھائی ہمدم
ورنہ زہر اور شبِ ہجر نہ کھایا ہوتا

طور پر برق پھر اکبار گرائی ہوتی
یہ تماشا کبھی ہمکو بھی دکھایا ہوتا

راز کچھ روز تو منصور چھپاتا تھا تجھے
اسقدر شورِ انا الحق نہ مچایا ہوتا

چشمِ مشتاق کی آنکھیں تو ذرا کھلجاتیں
تمنے پردہ رخِ روشن سے ہٹایا ہوتا

بیخود جلوۂ رخسار کو ہوش آجاتا
نکہتِ زلفِ معنبر کا سونگھایا ہوتا

خیر گذری کہ نزاکت ہوئی مانع سرِ حشر
ورنہ اُس چال نے اک فتنہ اُٹھایا ہوتا

دیگر

منھ ابھی اُسنے تو پردے سے نکالا ہوتا
دست تکنے والا اگر دست تکنے والا ہوتا

حسن اُس جلوے کے مضموں کا دوبالا ہوتا
مری آنکھوں کے اگر سانچے میں ڈھالا ہوتا

اُس گلی سے مجھے وحشت نے نکالا ہوتا
گر چکا تھا جو نہ لغزش نے سنبھالا ہوتا

جلوۂ طور کو دعویٰ ہی کچھ اے پردہ نشیں
رُخ ذرا تونے کبھی پردہ سے نکالا ہوتا

سیر تم دیکھتے بے پردہ سرِ بام آکر
مجمعِ اہل تماشا تہ و بالا ہوتا

شغل مئے باغ میں اُس گل کو جو ہوتا منظور
تو کفِ لالہ میں خالی نہ پیالا ہوتا

کیوں تڑپتا کہ ادب واں تھا نگاہوں کا شہید
ورنہ ہنگامہ مقتل تہ و بالا ہوتا

شوقِ دیدار سے کیا تاب نظر ہے محجوب
آرنی گو کا نہ ارمان نکالا ہوتا

محوِ نظارہ ہمیں ـ بام پر اُنکو دیکھا
کس لئے دل نہ عدو کا تہ و بالا ہوتا

آرنی گو کی نہ تخصیص اَنَا الحق گو کی
کوئی ہوتا ترا پہچاننے والا ہوتا

بوالہوس اور ترے لطف کی خواہش کیا خوب
یعنی آہوں کا اثر منعمد کا نوالا ہوتا

آبلہ کوئی اگر پھوٹ کے روتا اے دل
سوزِ پنہاں نے ہمیں پھونک نہ ڈالا ہوتا

خود حجاب اپنا ہے وہ جلوۂ نظارہ گداز
پردہ اُٹھتا تو کوئی دیکھنے والا ہوتا

آج ہی دید کے طالب نہ قیامت کردیں
پسِ فردا پر انھیں آپ نے ٹالا ہوتا

اُس رخِ سادہ کا جلوہ جو منوّر کرتا
میرا ہر داغ دل آئینے کا جیالا ہوتا

کوئی ارمان نکالو یہ نہیں کہتا میں
اپنا پیکاں تو مرے دل سے نکالا ہوتا

رقیب اگر جانتے الجھیگا کسی زلف سے دل
آستین میں نہ کبھی سانپ کو پالا ہوتا

دل میں گھر کرکے سرور آنکھوں میں رہکر نور تھا
ایک پردہ ہر جگہ تجھکو غرض منظور تھا

بات کا اُس بزمِ حیرت میں کسے مقدور تھا
آئنہ تھا شغلِ خودبینی تھا وہ مغرور تھا

کس چمن پیرا کا تھا رنگِ بہار آئنہ دار
برگ برگِ نخلِ گلشن برگِ نخلِ طور تھا

کیا کہوں جولانگہِ نیرنگِ مایوسی ہے اب
دل کہ پامالِ فریبِ حیرتِ موفور تھا

ہائے کیوں چونکا وہ حشر آشوب خوابِ ناز سے
میرا نالہ کب ہم آہنگِ فغانِ صور تھا

دور باشِ کن ترانی بھی فریبِ جلوہ تھی
طور پر موسےٰ ہی جائیں کیا اُسے منظور تھا

تیری ہی خاطر عزیز اے مقتضائے جوشِ رو
ورنہ اظہارِ تپش پاسِ ادب سے دور تھا

کھینچتا ظالم نہ تو میرے دلِ مجروح سے
تیر اپیکاں ہی فروغِ دیدۂ ناسور تھا

سر پٹکتا میرا سنگِ در پہ تا تک یاد ہے
کچھ کسی پھوٹے مقدر کا وہاں مذکور تھا

کب متاعِ حق ہوئی رہنِ قبولِ مشتری
میں عبث گنجینہ دارِ مایۂ منصور تھا

طور پر عشق اعتبار اندوزِ فیضِ بیخودی
عشوۂ حسن انتہا زآرائے نار و نور تھا

مے کھنچی سے بے منتِ ساقی جو مستوں کی طرف
کیا اشارہ سوئے جام اے نرگسِ مخمور تھا

عشق میں آوارہ سر دیکھا ہے ہمنے رعب کو
جسقدر کمبخت خود مختار تھا مجبور تھا

راحتِ دل شبِ غم یار کی تصویر جدا
تپش افزا طلبِ شوخیِ تقریر جدا

غیر کو اور سزا ہے مجھے تعزیر جدا
کہ ہوس جرم الگ عشق ہے تقصیر جدا

ضبط اے ورد تقاضا گر تو فیر جدا
چشمِ تر در پے رسوائی و تشہیر جدا

عشق میں کامرانی کے عیاں ہیں آثار
نقصِ تدبیر جدا خوبیِ تقدیر جدا

حسرتِ لطف خلش کچھ تو نکلجانے دے
او ستم کیش مرے دل سے نکر تیر جدا

یہ شرارت نہ یہ شوخی یہ کرشمہ نہ یہ بات
تجھسے ہر رنگ میں دیکھی تری تصویر جدا

اب نہ شرمندہ کرائے عشق کہ ہم کھو بیٹھے ۔۔۔ مایۂ صبر جدا حاصل تدبیر جدا

واہ اعجاز نمائی ہے کہ ناوک فگنی ۔۔۔ تیر دلدوز جدا پہلوئے نخچیر جدا

بیخودی ناز اے دل اے ترک تری یاد الگ ۔۔۔ دردِ بے پرسش پنہاں خلش تیر جدا

پوچھنا کیا دلِ مجروح کی بیتابی کا ۔۔۔ نہو فتراک سے تیرے کوئی نخچیر جدا

برحاشیہ ۔۔۔

عوض جاں گلی اُس حور کی ہی خلد فروش
ایسے مدفن سے ہو کیوں رعب جواں میر جدا

تغافل کی روش سے ایک بیکس کو مٹا دینا ۔۔۔ اسی کا نام ہے جرم محبت کی سزا دینا

اُنھیں کوئی کرشمہ بے نیازی کا دکھا دینا ۔۔۔ ہمیں شوق فنا گم ہو کے محفل میں جتا دینا

یہ کیا سائل کو محوِ لذتِ تقریر کر لینا ۔۔۔ جو اصل مدعا ہو اُسکو باتوں میں اُڑا دینا

وہ سنکر سرگذشت آشفتہ گیسو کی یہ کہتے ہیں ۔۔۔ جواب اچھا نہیں سودائیوں کی بات کا دینا

مرقع شادی و غم کا ہے شانِ محفل آرائی ۔۔۔ اُنھیں ہنسکر رُلا دینا ہمیں روکر ہنسا دینا

اجازت لب کشائی کی نہیں یونہیں سہی بہتر ۔۔۔ ہمیں چپ رہکے بھی آتا ہے حالِ دل سُنا دینا

جسے برقع اُلٹنے کی ادا بیہوش کر جائے ۔۔۔ اُسکو ناز سے یوں تیرا دامن کی ہوا دینا

کریگا خون کیا کیا جوہر رشک محبت کا ۔۔۔ مجھے بزم عدو میں دردکا اُٹھکر بٹھا دینا

متاع زندگانی لذتِ آزار ہے یعنی ۔۔۔ ترے بیمار غم کو زہر دینا ہے دوا دینا

کسے ہے اب شکایت نیند راتوں کو نہ آنے کی ۔۔۔ ہم ایسے بیدلوں کو رخصت فریاد کیا دینا

مدد اے مقتضائے خود فراموشی کہ یاد آیا ۔۔۔ کسیکا وعدہ کر کے بھول جانا یا بھلا دینا

شہید جنبش لب ہوں کوئی بجلی گرا دیکھے ۔۔۔ ارے او کم سخن تیرا ادا سے مسکرا دینا

بڑا دعوی ہے برق طور کو نظارہ سوزی کا ۔۔۔ ذرا تم بھی نقاب عارض تاباں اُٹھا دینا

وہ چشم سرمہ سا کہتی ہے تاثیر بیاں دیکھیں
دغا دلکو نہ آج اے شوق عرض مدعا دینا

وہ قسّام ازل کا رعب ہمکو منتخب کرکے
دل درد آشنا دینا غم راحت فزا دینا

جلوہ افروز جو وہ شوخ خود آرا ہوگا
محشر آئینہ ہر محو تماشا ہوگا

یوں جو انداز ستم حوصلہ افزا ہوگا
ایک میں کیا کہ زمانہ ترا رسوا ہوگا

اُسکی پھوٹی ہوئی تقدیر کھلیگی اکدن
سنگ در پر ترے جو ناصیہ فرسا ہوگا

دل ذوبت طلب اور درد ترا اُسکی حیات
مر ہی جائیگا یہ بیمار جو اچھا ہوگا

ہر طرف حیرت نظارہ ہے آئینہ فروش
پردہ اُس رخ سے اُٹھیگا تو تماشا ہوگا

دل ہی جب بیٹھ گیا اُٹھگئی اُمید اثر
نالۂ زار مرا خاک فلک سا ہوگا

کیا خبر تھی کہ کھلائیگی یہ گل ناکامی
باغ دل منظر نیرنگ تمنا ہوگا

خاک اُڑانے ترے دیوانہ قیامت آئے
لطف اب شور قیامت کا دوبالا ہوگا

مر کہیں آپ کا کہنا کہ مرا جی اُٹھنا
اس سے کیا بڑھکے جواب قم عیسےٰ ہوگا

دل میں جو کچھ ہے بجا ہے مگر اے شرط وفا
لب پہ آئیگا اگر شکوہ تو بیجا ہوگا

تازہ بیتاب ہوں اے دلدہی ضبط معاف
درد تڑپائیگا ناچار تڑپنا ہوگا

لب جاں بخش کے صدقے کہو کچھ حال بھی ہے
تمنے بھی آنکھ سے بیمار کو دیکھا ہوگا

شورش انجام ہے آغاز صدائے دیدار
اُف وہ محشر کہ ترے کوچے میں برپا ہوگا

جان سی آگئی سُنتے ہی خوشا لذت مرگ
وہ یہ کہتے ہیں کہ بیمار نہ اچھا ہوگا

داغ دل صورت گل کھلکے یہ دیتے ہیں پتا
کون اس تازہ چمن کا چمن آرا ہوگا

نوک ہر خار کا انداز ہے جو یائے خلش
آج کون آبلہ پا بادیہ پیما ہوگا

جوش وحشت کو کوئی فرض ہے پابندیٔ دشت
خاک اُڑائیں گے ہم اپنی وہی صحرا ہوگا

آج ہو سکتی ہے نالوں سے قیامت برپا
تو مگر منفعل وعدۂ فردا ہوگا

لیکے قاصد سے مرا نامہ کسیکا کہنا
بس وہی رعب کی تقدیر کا لکھا ہوگا

نہیں بیمار بھی اچھا ترے بیمارونکا
غم سے کیا حال برا ہے مرے غمخوارونکا

حال کیا پوچھتے ہو عشق کے بیمارونکا
حال یہ ہے کہ برا حال ہے بیچارونکا

عکس سے آئنہ خانے میں لڑاتے ہیں نگاہ
آج انھیں مد نظر کھیل ہے تلوارونکا

اور بھی زلف گرہ گیر میں ڈالے خم و پیچ
دھیان آیا جب انھیں اپنے گرفتارونکا

اُف یہ آنکھوں سے گرے گرم لہو کے آنسو
جا بجا گھر میں مرے ڈھیر ہے انگارونکا

مرے ویرانے کی عبرت کا تماشائی کون
چشم در باز ہے نظارہ ہے دیوارونکا

کشورِ دلکو اُجاڑا ہے دل آراؤں نے
منہدم کردہ یہ معمورہ ہے معمارونکا

سیر کو مصر کی بازار میں چلیے تو سہی
فیصلہ کیجیے یوسف کے خریدارونکا

دامنِ تر کے حریف اشک ندامت ہوئے
حشر ہونا تھا یہی ہے زیانکارونکا

جی بہلنے کو بہت داغ دل و زخم جگر
کون دیوانہ گلگشت ہو گلزارونکا

آشنا ذوقِ اذیت سے کیا ہے دل کو
مجھپر احسان یہ کتنا ہے دل آزارونکا

ناتوانی سے ہر اک تار نظر کا ہے جواب
دیکھنا حال کسی آنکھ کے بیمارونکا

دل کہ غم پرور ناکامیِ جاوید نہیں
ملتِ ناز میں ردکردہ ہے دلدارونکا

تیری ہی ضد سہی اے اجل حیلہ تراش
اور کچھ قصد ہے اب جان سے بیزارونکا

نرگس مست میں جائے نگہ لطف کہاں
ایسے میخانے میں کیا کام ہے ہشیارونکا

لب سوفار سے ناوک نے نہ پوچھی کبھی بات — آگیا منھ کو جگر تیرے دل آزار ونکا

رعبؔ کمبخت سے خمیازہ کشِ بے گنہی
وہ کریں یاو خوشا بخت گنہگا رونکا

تیرے بیار غم کا جی سے جانا اور سنبھل جانا — نویدِ زیست ہے مرنے کی حسرت کا نکل جانا

فلک نے جب مجھے ایذا کشِ ذوقِ اجل جانا — شب فرقت کی کوتاہی کو اک طولِ امل جانا

تمھاری چہرہ افروزی کہ جلوہ شمع محفل کا — ہمارا سوز بیتابی کہ پروانے کا جل جانا

فروغِ جاودانی سے عروج آسمانی ہے — بشکل مہر و مہ تیری گلی سے سر کے بھل جانا

زہے حسرت کہ فرقت میں مرے دم کا نکلنا بھی — بعینہ ہے ترے ارمان کا دل سے نکل جانا

جفائے صبر فرسا کا تحمل تا کجا آخر — وہ لب پر نالہ آیا اے فلک لے اب سنبھل جانا

نویدِ آرزوے مدعا سوزی سرِ محفل — کہ اُسنے مدعی کو وقف سوز بے محل جانا

نپوچھی بات ساقی نے دم پیمانہ گردانی — مجھی کو ایک اتنا سرخوش جام ازل جانا

تپاں ہے آرزوے جبہہ سائی وائے مجبوری — نہیں ہے اختیاری اُسکے در تک سر کے بھل جانا

نہ مرنا صبح وصل اپنا مقدر شام فرقت کا — بلائے جان ہوا ہے اک بلا کا سر سے ٹل جانا

نمودِ شوق کی بے اعتباری دیکھیے اُسنے — مری طرز خموشی کو فغانِ بے محل جانا

دم آخر بھی پامال تمنائے اجل رکھنا — سرہانے وہ آنا اور کف افسوس مل جانا

فلک بھی ہے مری نیرنگ قسمت کا تماشائی — ترا اک رنگ پر رہنا زمانے کا بدل جانا

تڑپ اُٹھا ہوں شوخی پر کسی شکل خیالی کی — ہوا ہے وجہ بیتابی مجھے دل کا بھل جانا

اُنھیں آئینہ خانے میں نہ لائے شوق خود بینی — یہاں اچھا نہیں طرزِ نگہ سے تیر چل جانا

فروغ شعلۂ حسن انتقام سوز اُلفت ہے — یہ شمع بزم کا جلنا ہے پروانے کا جل جانا

یکایک آنکھ جب کھولی ترے محو تصور نے
ہجوم حشر کو ہنگامۂ روز ازل جانا

خبر کیا تھی کہ تمہید وداع زندگی ہوگا
کسیکی جلوہ گاہ ناز میں پہلے پہل جانا

مقطع

نگاہ گرم ادھر کوئی کہ رعب افسردہ خاطر ہے
ذرا دیکھیں تو اس چلتے ہوئے جادو کا چل جانا

شعلۂ آہ کا بڑھتے ہی فنا ہو جانا
ہائے اس بے اثر آتش کا ہوا ہو جانا

شادی وصل کا پیغام قضا ہو جانا
یوں ترا درد محبت کی دوا ہو جانا

نہ رگِ جادۂ حیرت نہ سر رشتۂ شوق
کیا سے کیا اے نگہ یاس ترا ہو جانا

کھول دے حوصلۂ دید کی آنکھیں نہ کہیں
دیدۂ شوق کا آغوش کشا ہو جانا

وصل جاوید کی تمہید ہے حیرت یعنی
دلکا آئینۂ معشوق نما ہو جانا

ہائے تقدیر کہ مرنا بھی شب فرقت میں
ہوگیا ہے ترے وعدہ کا وفا ہو جانا

حشر اُٹھنے کا تماشا بھی دکھا دیگا کبھی
دل بیتاب کا ہنگامہ فزا ہو جانا

شوخیاں کیوں دل ہنگامہ طلب کو چھیڑیں
تمنے دیکھا نہیں محشر کا بپا ہو جانا

تیرے جانباز کے حق میں ہے ترا استغنا
اک بہانہ پئے تقریب فنا ہو جانا

میری ہستی کا بُرا ہو کہ یہ تھی تیرا حجاب
میرا مٹنا کہ ترا جلوہ نما ہو جانا

شوخی نشۂ مے ہوگئی پانی پانی
ہائے آنکھوں کا تری مست حیا ہو جانا

نہ نکلنا ترے گیسوے گرہ گیر کے بل
نہ اسیروں کے مقدر میں رہا ہو جانا

عرش تک جائے مگر وہ بت کافر نہ سنے
ہمکو معلوم ہے نالوں کا رسا ہو جانا

تیرے درباں کی وہ سختی وہ شوریدہ سری
سنگ در پردہ مرا ناصیہ سا ہو جانا

مٹنے تیرے تجسس کا سر وادی شوق
حیرت دیدۂ نقش کف پا ہو جانا

جمع تا چند رہے خرمنِ ہستی میرا
برق پاش اے نگہِ ہوش ربا ہو جانا

نہ مرا حیرتِ نظارہ سے فرصت پانا
نہ ترا آئینہ سے عہدہ برآ ہو جانا

لَنْ تَرانی کو بھی ہم سوفَ ترانی سمجھے
نخوتِ ناز کا یہ حسن ادا ہو جانا

خوگرِ لذتِ بیداد کے حق میں ہے ستم
کسی بیدرد کا مانوسِ وفا ہو جانا

رنگِ ہستی قفسِ ننگ ہے تجکو بلبل
پیش گل دیکھ وہ شبنم کا فنا ہو جانا

محوِ فریاد ہوا سے طرزِ خموشی کب تک
مانعِ شرحِ وفا اُسکا خفا ہو جانا

وہ پری اور گرفتاریِ آرایشِ زلف
کسی دیوانہ کا محبوسِ بلا ہو جانا

اَرِنی گوئے سرِ طور سے پوچھے کوئی
کچھ تماشا ہے ترا محوِ لقا ہو جانا

یا ترے جلوۂ قامت سے مری بیتابی
یا قیامت کا سرِ راہ بپا ہو جانا

بات پوچھے کہ نہ پوچھے کوئی لیکن تجھکو
رعب آشفتہ نوا ہرزہ سرا ہو جانا

دعائیں بے اثر ہوتیں نہ نالا نارسا ہوتا
دلِ ناکام ارے کمبخت اگر تو کام کا ہوتا

اذیت دوست ہوتے یا نہ ہوتے اک مزا ہوتا
جو تیرا درد بھی تیری طرح غیر آشنا ہوتا

تغافل سے جو مارا مرنے والیکو تو کیا مارا
ادائے جانستاں ہوتی فریبِ دلربا ہوتا

تقاضا کیوں ستمکش لذتِ آزار کو ترسیں
کسیکو کیا نہیں وہ مائلِ جور و جفا ہوتا

رلا کر ایک بت کا رازِ عشق افشا کیا دل نے
الٰہی کاش قابو میں یہ کافر ماجرا ہوتا

بڑھاتا اور شورِ آفریں قاتل کا دل یا رب
نمکپاشِ جراحت خندۂ دنداں نما ہوتا

ترا نازِ ستم پرورد وہ تھا خو عذرِ خاموشی
گلہ لب تک اگر آتا تو ظلمِ ناروا ہوتا

نقاب اُٹھتی کبھی پہلو میں اک دل ہم بھی رکھتے ہیں
یہ آئینہ تیارِ جلوۂ حیرت فزا ہوتا

کبھی چار آنکھ ہوتی بھی جو وہ حرماں نصیبوں سے
تو ہر انداز شوخی ایک تفسیرِ حیا ہوتا

نہ پوچھ اے ذوقِ ناکامی کہ وصل اُس سم طبیعت کا
نہیں ممکن تو کیا ہے اور اگر ہوتا تو کیا ہوتا

مرا دل اور کرشمے تیرے دردِ روح فرسا کے
نہ وہ درد آشنا ہوتا نہ یہ صبر آزما ہوتا

خوشا ضبطِ فغاں اللہ اکبر قصر اُس بت کا
پہونچتا عرش تک نالہ جو ایسا ہی رسا ہوتا

عدو سے ہے شاکی آزار بیجا میں نہ کہتا تھا
تری مشقِ جفا ہوتی مرا پاسِ وفا ہوتا

ہر اک نقشِ قدم پر ہے ہجوم اک مٹنے والوں کا
نہ تم یوں ناز سے چلتے نہ یہ محشر بپا ہوتا

یہی تقریب اک دن ہاتھ آتی ہمکلامی کی
ملالِ بے سبب تمہید عرضِ مدعا ہوتا

یہ کیا ہر بے بصر کو بھی نظر بازی کا دعویٰ ہے
ترا حسنِ جہاں آرا نہ اتنا خود نما ہوتا

عدو سے سنتے ہو کیا سنتے ہو کیا وہ سناتا ہے
فسانہ ہے رعب کا خود رعب سے اک دن سنا ہوتا

شور افگن جنوں مرا فسانہ ہو گیا
اک عالم اے پری ترا دیوانہ ہو گیا

روشن یہ کس کے جلوے سے کاشانہ ہو گیا
نظارہ شمعِ طور کا پروانہ ہو گیا

آوازہ غم کا تھا کہ صدائے شکستِ رنگ
افسوس جوشِ درد اک افسانہ ہو گیا

دل میں خیال نے تری تصویر کھینچ دی
معمورہ آفریں مرا ویرانہ ہو گیا

جلتا کسی کی بزم میں کیا شمع کا چراغ
شعلہ شہید شوخیِ پروانہ ہو گیا

جانبخش ہی رہی لب نوشیں کی ولدہی
لبریز میری عمر کا پیمانہ ہو گیا

وہ عالم آشنا کہ ہے بیگانہ آشنا
اپنا کب آشنا تھا کہ بیگانہ ہو گیا

حسن فروغ داغ نہاں سے تڑپ اُٹھا
دل شمعِ بزمِ عشق کا پروانہ ہو گیا

اُس آنکھ کا اشارہ سوئے جام دیکھنا
زاہد ہلاک شیوۂ مستانہ ہو گیا

آنکھوں میں کسکی نرگس مخمور پھر گئی
نظارہ مست جلوۂ میخانہ ہو گیا

رسوائے پاس ضبط کیا جوش درو نے
جو رنگ رخ اوڑا وہ اک افسانہ ہو گیا

کس شمعرو سے بزم تصور کو ہے فروغ
مژگاں میں عالم پر پروانہ ہو گیا

خود ناشناس تو ہے کہ غیر آشنا رہا
بیخود ہوں میں کہ آپ سے بیگانہ ہو گیا

دل ٹوٹکر ہے یاد میں اک شمع کی تپاں
آئینہ خانہ محشر پروانہ ہو گیا

سب جانتے ہیں بیخودی جاوید رعب کو
کسدن تھا ہوشیار کہ دیوانہ ہو گیا

طور کیا عرضہ گہ مشق تجلّی ہوگا
تیری شوخی کا کرشمہ کوئی وہ بھی ہوگا

صورت آشوب ترا جوش تجلّی ہوگا
دل حیرت زدہ آئینۂ معنی ہوگا

کثرت آباد میں کھلجائیگی وحدت کی نمود
شوق خودبینی اگر صرف تجلی ہوگا

خون امید سکوں اب ترے سر ہے اے مرگ
مجھسا بیتاب جو ناکام تسلی ہوگا

یوں کنکھیوں سے نہ بیتاب کو دیکھو دیکھو
ایسا شیوہ ہوس انگیز تسلی ہوگا

ایک درد و طرب آلود سے لبریز ہے دل
اس مئے طرفہ سے یہ جام نہ خالی ہوگا

وسعت زخم ہے اندازۂ خمیازۂ شوق
ہائے وہ دن کہ نمکداں ترا خالی ہوگا

منھ جماہی کا تو دیکھا اے ہوس بادہ کشی
بزم اغیار نہیں ہے کہ وہ ساقی ہوگا

بزم میں جرعہ طلب ہم بھی ہیں لیکن کیونکر
جام مئے نشہ فروش لب ساقی ہوگا

شوق افسردہ سے ہے سرگرم تقاضائے اجل
نفس سرد حریف دم عیسیٰ ہوگا

یہی بربادی سودا ہے تو مجنونکا غبار
ایکدن بڑھکے سراپردۂ لیلی ہوگا

یوہیں دلکش رہے نالے تو یقیں ہے اک روز
دل مجنوں جرس ناقۂ لیلی ہوگا

کیوں ترا کشتہ ہو ناکام حیاتِ جاوید
کشتنی ہی کوئی شرمندۂ عیسے ہوگا

اشک گرم آنکھوں میں کھٹکے تو رہا پردۂ ضبط
سوزِ پنہاں نہیں وہ راز کہ مخفی ہوگا

اعتبار اور مرا پیکرِ ہستی معلوم
کبھی یہ لفظ نہ شرمندۂ معنی ہوگا

ترے ایذا طلبوں کو نہیں اندیشۂ مرگ
درد بڑھ جائیگا سرمایۂ ہستی ہوگا

بات پوچھی نہ کسی بت نے صنم خانے میں
رعب کوئی حرم آوارۂ تقوی ہوگا

تقوی نیازِ نرگسِ مخمور ہوگیا
بے پردہ راز زاہدِ مستور ہوگیا

مشکل پسند کو دلِ مجبور ہوگیا
اے پاسِ ضبط شوق جو وہ دور ہوگیا

ساقی معاف نشہ میں میں چور ہوگیا
ایما شناس نرگسِ مخمور ہوگیا

اک مدعائے دل کہ نہیں آشنائے لب
اک ماجرائے عشق کہ مشہور ہوگیا

یا دل کا زخم کچھ بھی نہ تھا جز نمودِ داغ
یا اب یہ بڑھ گیا ہے کہ ناسور ہوگیا

بس اے ہجومِ کشمکشِ جذبِ دل معاف
وہ مجھسے کھنچتے کھنچتے بہت دور ہوگیا

کیا دلکشا خلش تھی کہ پیکانِ یار بھی
پامالِ خندۂ لبِ ناسور ہوگیا

مشکل ہے مرگ سہل بھی اف اے امیدِ وصل
میں اپنے اختیار سے مجبور ہوگیا

آئینہ یوں دکھاتے ہیں اے حیرتِ نیاز
وہ محوِ ناز اور بھی مغرور ہوگیا

ہچکی نے آکے دی دمِ آخر نویدِ مرگ
یعنی علاجِ صحتِ رنجور ہوگیا

اب کون کس سے پرسیِ جاوید کا کفیل
دل تھا کہ نذرِ حسرتِ موفور ہوگیا

اے عشق ادب کہ درگہِ حسنِ غیور ہے
سمجھا جو پاس آپ کو وہ دور ہوگیا

محوِ لقا ہوں جلوۂ موسی فریب کا
تارِ نظر رگِ شجرِ طور ہوگیا

خللِ نگاہ آنکھ میں اور آنکھ سے نہاں — جوشِ ظہور ہے کہ وہ مستور ہو گیا

دیکھا ازل سے رہنِ غمِ دل شکستگی
مختار کب تھا رعب کہ مجبور ہو گیا

[illegible]

شورِ محشر کا طلبگارِ نمکداں ہونا — اور میرے دہنِ زخم کا خنداں ہونا

نالوں کا شمع فروزِ حرمِ جاں ہونا — تنگ جب ضبط سے آنا شررافشاں ہونا

وجہ جمعیتِ خاطر ہے پریشاں ہونا — سر و ساماں ہے مرا بے سر و ساماں ہونا

دیکھیے اشک بھری آنکھ دکھائے کیا سیر — کہ ٹپکتا ہے ہر اک قطرہ سے طوفاں ہونا

دمِ وحشت کی کشاکش سے ملی خوب نجات — کیا بُرا ہے مرے کاشانے کا ویراں ہونا

کوئی جلوہ کہ گوارا نہ کرے غیرتِ شوق — لمعۂ طور کا شرمندۂ احساں ہونا

نگہِ ناز کی امید فزائی کیا خوب — میری مشکل کے مقدر میں بھی آساں ہونا

تنگِ جوشِ پرِ پروانہ ہے اے غیرتِ عشق — شمع کا پردۂ فانوس میں عریاں ہونا

کیوں نہ الجھن ہو کہ شب بھر یہ سکھایا کس نے — تیری زلفوں کو مرا خواب پریشاں ہونا

جلوۂ حسن خود آرا نے تماشا جانا — تیرے حیرت زدہ کا آئنہ ساماں ہونا

جوشِ غم پردہ درِ ضبط ہوا آخرِ کار — دیکھیے اشک کا زیبِ سرِ مژگاں ہونا

ازل آورد ہے میرے دلِ سوزاں کی تپش — کس سے پروانے نے سیکھا ہے پرافشاں ہونا

غمزہ موقوف کرم ناز ترا سہل انکار — سخت دشوار ہے مشکل مری آساں ہونا

محشرِ جوشِ تمنا ہے دلِ محشر جوش — ہائے تیر کسی خاموش کا پرساں ہونا

تلخیِ زیست کی لذت ہے مدارِ ہستی — زہر ہے زہر مرے درد کا درماں ہونا

ہر ہوس پیشہ کو ہے دعوئے سودائے جنوں — ہائے اس جنس گرانقدر کا ارزاں ہونا

تیرے دیوانے کے عالم کا ہے صاف آئینہ
دیدۂ حلقۂ زنجیر کا حیراں ہونا

خون کتنوں کا بہائیگا خدارا ظالم
قتل ناحق سے مرے تیرا پشیماں ہونا

جانستانی کے یہ انداز ہیں سیکھے تو ذرا
تیرے ناوک کی خلش لذتِ شرگل ہونا

نازک اتنا کہ ہر اک جزو ہے لبریز شکستہ
شیشۂ دلکو مبارک ترا ایماں ہونا

تیری ضعف کو کیا وحشتِ نوردی کی ہوس
عبث اے جوشِ جنوں سلسلہ جنباں ہونا

تنگیِ وسعتِ صحرا کا بھرم کھوئے گا
وحشیوں کا طلب آوارۂ زنداں ہونا

مژدۂ مرگِ مفاجا کی ہو تمہید کہیں
دل کا ہنگامہ فروزِ غمِ پنہاں ہونا

تیرے وارفتہ گئے آپ سے اے شوخ مگر
تیرے آئینہ کو سکھلا گئے حیراں ہونا

شوخیِ دستِ جنوں کب ہے باندازۂ شوق
ہنس کے کیوں منفعل اے چاک گریباں ہونا

شورِ تقریر مرا وقتِ خموشی رہنا
جوشِ تاثیر مرا سر بگریباں ہونا

نغمۂ بلبل کا ہے یا شرحِ گلستانِ وفا
رعبؔ کا بزمِ احبا میں غزلخواں ہونا

دل جلوہ گاہِ ناز ہے اک بے نیاز کا
اس آئینے میں عکس ہے آئینہ ساز کا

پردہ کھلا وہ ہستی ہنگامہ ساز کا
احسان تیرے جلوۂ طاقت گداز کا

آہنگ درد ہوں تپشِ دلنواز کا
تارِ نفس مرا نہیں پردہ ہے ساز کا

میں اور اضطراب میں اندازۂ ادب
تو اور التفات میں رنگ احتراز کا

حسنِ غیور سے نہ اُٹھے پردہ دیکھئے
کھل جائیگا بھرم مری ہستی کے راز کا

ظالم فغانِ دل ہے خدارا جگر کو تھام
لطفِ نوا حریف نہیں میرے ساز کا

دیر و حرم میں سجدہ ہے گویا جبیں کا ننگ
اللہ رے دماغ ترے نو نیاز کا

اے بت مری گراں نفسی کا گلہ عبث
کشتہ ہوں دلفریبی تمکینِ ناز کا

طولِ امل۔ بلائے سیہ بختی مدام
میں اک فسانہ ہوں تری زلفِ دراز کا

بے پردہ راز درد کرے کیوں نوائے گرم
سوزِ دروں سے رشتہ ہے وابستہ ساز کا

کافر نگاہی اُسکی ہوئی یوں کرشمہ ریز
مُنھ تکتی رہگئی ہے حقیقت مجاز کا

دیکھو کوئی شہید تغافل نہ جی اُٹھے
بس بس کرشمہ نرگسِ معجز طراز کا

تمکو تو ایک بات ہے صرفِ نگاہ ناز
اور دل یہاں حریف نہیں جوشِ راز کا

اچھا ہوا کہ دیر کے آداب آگئے
خوگر ہوا ہوں کعبہ میں رہکر نماز کا

شوق آزمائے سجدہ ہے اندازِ سنگ در
چمکا ستارہ کسکی جبینِ نیاز کا

اُس انجمن میں شمع کی قسمت کہاں نصیب
دل سوختہ ہوں حسرتِ سوز و گداز کا

چھریاں نگاہ ناز کی رعب اور دل مرا
رسوائے اعتبار رہوں اخفائے راز کا

۱۲/۹/ء

سلام

السلام اے سرورِ ما مظہرِ شانِ خدا
السلام اے شاہ ما سرخیلِ خاصانِ خدا

السلام اے خوانِ ما اوحیٰ نہادہ پیشِ تو
السلام اے در شبِ معراج مہمانِ خدا

السلام اے خو بہ ما ینطق خدا امداحِ تو
السلام اے تو بہ لا اُحصی ثنا خوانِ خدا

السلام اے آنکہ خلق تست از نورِ خدا
السلام اے آنکہ خُلقِ تست قرآنِ خدا

السلام اے جلوۂ تو رحمت از بہرِ جہاں
السلام اے ذاتِ تو بر و مہر احسانِ خدا

السلام اے در رضائے تو رضائے کبریا
السلام اے جملہ فرمانِ تو فرمانِ خدا

السلام اے جانِ اِن کُنتُم تُحِبُّون از تو ہست
السلام اے نشہ بخشِ جامِ عرفانِ خدا

السلام اے من بقربانت ہمہ نورِ ازل
السلام اے من سرت گردم ہمہ شانِ خدا

السلام اے از خدا مدح و ثنا شایانِ تو
السلام اے از تو حمد و شکر شایانِ خدا

السلام اے از تو بینا گشتہ چشم کورِ ما
السلام اے روے تو شمع فروزانِ خدا

السلام اے مقتداے رونقِ بزمِ حضور
السلام اے پیشواے صدر دیوانِ خدا

السلام اے نامِ پاکِ تو محمد مصطفےٰ
السلام اے وصف تو شاہِ رسولانِ خدا

السلام اے درگہت ماواے رعبِ بینوا
السلام اے خوانِ لطفت عام چوں خوانِ خدا

گردش چشم ہے یا رقص ہے پیمانے کا
مست ہنگامہ ہوں ساقی ترے میخانے کا

آندھیاں آئیں نہ صحرا میں بگولے اٹھیں
دشت پیما ہے غبار آپ کے دیوانے کا

میری حسرت بھری آنکھیں کوئی دیکھے دمِ نزع
ہر نگہ خاتمہ ہے عشق کے افسانے کا

کیا کسی شعلہ کا ممنون نکلیگی اے برق
کیا نہ چمکیگا ستارہ مرے کاشانے کا

وہ سراپا رم وحشت ہیں مرے گھر آکر
پہلے دیکھا نہیں منظر کبھی ویرانے کا

اب وہ ہنگامہ کہاں یاد کرے گا زنداں
پھوڑنا سر در و دیوار سے دیوانے کا

ہائے کیا شمع کو فانوس نے محجوب کیا
رہ گیا گھونٹ کے دم حوصلہ پروانے کا

بے نیازی اور یہ خود بینی و زلف آرائی
ناز بردار ہے حسن آئینے اور شانے کا

کرم اے برق شرر بار کہ آخر کب تک
شوق بیکل مرے خرمن کے ہر اک دانے کا

بیخودی میں ہے نہاں رازِ خدائی یعنی
آشنا دوست ہے رعب آپ سے بیگانے کا

پھر سراپاے خطا کی دل خود سر اپنا
پھر جھٹک دے کوئی گیسوے معنبر اپنا

دریہ اک ماہ لقا بُت کے ہے بستر اپنا — اللہ اللہ دماغ اب نہ ہے فلک پر اپنا

عرض کر حیرتِ دل بزم میں جوہر اپنا — محو نظّارہ ہو اک آئنہ پیکر اپنا

ہم یہاں شوق میں خود اپنا گلا کاٹ چکے — اور وہ دیکھا ہی کئے ناز سے خنجر اپنا

دمِ عیسیٰ کا نہ ممنون ہو ترا کشتۂ ناز — ہاں کرشمہ کوئی اے چشمِ فسونگر اپنا

بوالہوس کے دلِ تاریک میں کب تیرا خیال — دیکھتا کیا ہے اس آئینے میں ہمسر اپنا

صفحۂ وحشتِ جنوں یاد سوادِ گیسو — اسپر آشفتہ سری درس مکرر اپنا

روؤں کیا بیکسی حسرتِ پامالی کو — پانوں رکھتا نہیں وہ فتنہ زمیں پر اپنا

رہ گئے اپنا سا منھ لیکے لبِ فریادی — لیجئے ہے وہی بُت داورِ محشر اپنا

ہے یہ عشوہ فروشی نکرا اے لمعۂ طور — عرشِ اعلیٰ سے بھی مافوق ہی منظر اپنا

انھیں دونوں سے تو دنیا ہے پریشانی کی — زلفِ آشفتہ تمھاری دلِ خودسر اپنا

مسکن اک بت کی گلی تھی کبھی اے اہلِ حرم — اب تو مدت سے گھر اپنا نہ کہیں در اپنا

خود فراموش وہاں یاد کئے جاتے ہیں — آج مذکور نہ آئے تو مقدر اپنا

ذوقِ آوارہ یہ کھوئے کہ تمھیں پا جاؤں — لو پکارو تو مجھے گمشدہ کہکر اپنا

دیز اب کس لئے وہ طور ہے یہ دل میرا — کام کر اے نگہِ صاعقہ گستر اپنا

واہ وا گرمی ہنگامۂ رحمت سرِ حشر — ہم تو سمجھے تھے کہ دامن ہے بہت تر اپنا

کیا گلہ حسن صفا خواہ کا اے تیرہ دلی — جب ہمیں آئنہ رکھتے ہیں مکدّر اپنا

ساقیا پڑ گئی مجبھر تری متوالی آنکھ — بادہ اپنا ہے سرور اپنا ہے ساغر اپنا

دھوم سے آپ کے شوریدہ مزاج آتے ہیں — اب اُٹھا رکھئے قیامت کہیں محشر اپنا

رازِ غم کو نہیں خودداری تمکیں منظور — لبِ اظہار بنا مطلب مضمر اپنا

حشر تک یوہیں رہے نزع کا عالم یارب
آج زانو ہے کسی حور کا اور سر اپنا

غیر کے باب میں غیرت نہ ہوا خود نشناس
کچھ ہوا اتنا تو مجھے دل نہیں دو بھر اپنا

لطف وحشت کے خدا ساز ہوئے ہیں ساماں
یوہیں آباد خرابی سے رہے گھر اپنا

تو قیامت کا جو قائل نہیں لے آج سہی
سنگ در تیرا سر حادثہ پرور اپنا

ہم نظرگاہ کو پھر محشر آشوب کریں
آپ چھپ جائیے پھر جلوہ دکھا کر اپنا

مدعی اور ترے ظلم کی خواہش ہے ہے
خاص ہم سمجھے تھے یہ حق تو ستمگر اپنا

بس نزاکت کا نہیں صبر سمیٹا جاتا
لائیے مجھکو ذرا دیجئے خنجر اپنا

تپش درد کو بیدرد سمجھتا کیا ہے
رکھ تو دے ہاتھ بھلا تو مرے دل پر اپنا

لَنْ تَرَانِیْ بھی بجا سَوفَ تَرَانِیْ بھی درست
مضطرب شوق ہے جلوہ کوئی دم بھر اپنا

رعب آنکھوں سے کہاں چشم حقیقت بینی
ورنہ وہ پردہ اُلٹ دیتے ہیں اکثر اپنا

اُجڑنا دیکھکر گلچیں کے ہاتھوں سے وہ گلشن کا
تپش میری ہیولا بن گئی برق نشیمن کا

شہیدانِ جفا کے خون ناحق کی شہادت کیا
کہ لایا خوب رنگ ایک ایک دھبا تیرے دامن کا

کبھی نازک کمر نے یار خنجر بھی اُٹھایا ہے
کروگے فیصلہ کیا سخت جانوں کے سر و تن کا

کہوں دشمن کو کیا دشمن کہ دشمن اصل میں وہ ہے
دیا ہے جسنے میرا دوست بنکر ساتھ دشمن کا

سواد ہند میں کب سُبحۂ زاہد کو سرسبزی
کہ اک اک دانہ ہے ہم رشتہ زنار برہمن کا

سجا کر غیر اپنی انجمن کیا کیا پھلے پھولے
بنا گلدستہ شیرازہ بکھر کر میرے گلشن کا

مسیحائی کا دھیان آیا کب اُس جانِ تغافل کو
مریضِ ہجر کی جب سانس اُکھڑی ڈھل گیا منکا

ترے گلزار کے ہر گل میں بوئے بیوفائی ہے
نہ یہ عاشق کی تربت کا نہ یہ گلچیں کے دامن کا

دل امیدوار آخر ہوا مجبور مایوسی
عنایت تیری بیدردی کی احسان سری حتون کا

کرم اے برق حاصل سوز کبتک انتظار آخر
کہ بیتاب فنا ہے دانہ دانہ میرے خرمن کا

کھاینگے جو ہر خنجر کشی تیغ آزماؤں کے
خبر دیتا ہے کھنچنا خود بخود رگہائے گردن کا

ستم سہہ کر سکھائے یہ ستم تیری جوانی کو
ستم پرور زمانہ یاد کر اپنے لڑکپن کا

زمانہ شاد کام رقص میری بیقراری سے
فلک ذوق آشنائے نغمہ میرے شور شیون کا

ہنسی سمجھے تھے تم چاک آفرینی دست وحشت کی
گلوگیر آج ہے میرا گریباں کسکے دامن کا

مٹیں گر ٹھوکروں سے کیا نشاں ہم بیقراروں کے
کہ محشر در بغل ہے ذرہ ذرہ خاک مدفن کا

سکھایا جی مری تھی مائیہ نیرنگ بربادی
بتایا نکہت گل نے پتا گلچین کو گلشن کا

دکھا سوز تپش ایسا کہ محفل بھر تڑپ اٹھے
ارے افسردہ دل پروانہ تو ہے شمع ایمن کا

نوائے ساز وحدت پردہ سوز فرق ملت ہو
ہم آہنگ اذان ہو نغمہ ناقوس برہمن کا

نصیب مرعب جز گردش نہ کچھ اسیر طالع سے
مقدر نے سکھایا ہے چلن رہبر کو رہزن کا

بے رخی اک سخت جاں سے کر گیا
کر گیا ضایع ترا خنجر گیا

دور بے کیفی میں عالم مر گیا
ساقیا بس بس کہ ساغر بھر گیا

کسکو تھی دم گھٹکے مرنے کی امید
ضبط غم کیا مشکل آساں کر گیا

حشر میں کہدے کہ ہاں قاتل ہیں ہم
او نڈر بیباک ہوکر ڈر گیا

مژدہ وصل جاوداں کا ہے وصال
جی گیا وہ جیتے جی جو مر گیا

کشمکش میں ہوں امید و یاس کی
اکثر آیا دم مرا اکثر گیا

نالہ ہے اور نارسائی اس سے کیا
عرش پر یا عرش سے اوپر گیا

مر کے او ظالم ترا گمنام ہجر
تجھکو بدنامِ تغافل کر گیا

اب تو خاک اُڑتی ہے اے افسردگی
وہ محیطِ آبِ چشمِ تر گیا

دل کے اندر آپ ہیں پھر کیا تلاش
دل مرا کیوں آپ سے باہر گیا

ترکِ عزمِ نالہ عجزِ چرخ سے
اے دلِ کم حوصلہ بس ڈر گیا

مرگ تھا جینا ترے بیمار کو
جان گویا آگئی جب مر گیا

گر گئے آنکھوں سے اشکِ بے اثر
اے وفورِ گریہ بس جی بھر گیا

وہ جگر کاوی نہ اب وہ جانکنی
دل گیا ذوقِ تقاضا گر گیا

جان لیکر جوشِ درد اے پاسِ ضبط
کاہشِ غم کی تلافی کر گیا

اور بھی شوخ اُس تبسم کا ہے رنگ
اعتبارِ اشکِ خون پرور گیا

دشمنِ وارفتگی ہے پاسِ عقل
رعب تو بھی کسکی باتوں پر گیا

بوالہوس کے بھی گلے سے مل گیا
اعتبارِ خنجرِ قاتل گیا

دل کا زخمِ مندمل پھر چھل گیا
رنگ لائیگو شگوفہ کھل گیا

مرگ تھی بے شغلِ الفت زندگی
جان سی اک آئی جب سے دل گیا

ماجرا یہ ہے دلِ خوں گشتہ کا
اشکہائے سرخ میں گھل مل گیا

میری بیتابی کی تھی عالم میں دھوم
میں گیا ہنگامۂ محفل گیا

جذبِ استغنائے لیلی دیکھئے
دور تک مجنوں پسِ محمل گیا

واہ رے مقتول کا اندازِ شکر
سر پئے پابوسیِ قاتل گیا

جوشِ حرماں نے مٹادیں کلفتیں
اب وہ رنجِ سعیِ بے حاصل گیا

زخم دل کو تازہ لذت ملگئی
جب کبھی لعل نمک نہ اہل گیا

ماجرائے عرض حاجت کچھ نپوچھ
تیرے در سے رو کے اک سائل گیا

قہر ہے تمکین قاتل وقت ذبح
ہائے لطف شوخی بسمل گیا

لوگ کہتے ہیں کہ آیا تیرا دل
میں یہ کہتا ہوں کہ میرا دل گیا

دل سا رہزن خضر راہ عشق ہے
خود مجھے پہونچانے تا منزل گیا

مشتبہ دنیا میں ہیں عشق و ہوس
امتیاز ناقص و کامل گیا

مایہ دار جوہر الفت تھا میں
مجھکو کھو کر آپ کو کیا مل گیا

مر کے پہونچا تا لحد گرم طلب
کچھ تو رنج دوری منزل گیا

اب کہاں وہ لذت آغوش موج
کیوں سفینہ میرا تا ساحل گیا

دل گیا تھا کل تو دیکر درد دل
جان لیکر آج دردِ دل گیا

خود خودی اپنی تھی سدِ راہ وصل
آپ سے جاتے رہے وہ مل گیا

رعب کو مٹ کر ہوئی حاصل نمود
کھو گیا ایسا کہ کوئی مل گیا

کھا گیا دلکو ترا غم جب سے مہماں ہو گیا
آخر اب یہ دل کا خواہاں جی کا خواہاں ہو گیا

رقص بسمل لذت افزائی کا ساماں ہو گیا
زخم خنداں شور محشر کا نمکداں ہو گیا

وجہ جمعیت ہوا راتوں کو اُن زلفوں کا دھیان
اب وہ آشوب بلا خواب پریشاں ہو گیا

تیرے دیوانوں کا عالم ہے تماشا کردنی
روزن دیوار زنداں چشم حیراں ہو گیا

عشق نے معشوق و عاشق میں نرکھا امتیاز
دامن یوسف زلیخا کا گریباں ہو گیا

جلوہ فرما ہے یہ کس جانِ قیامت کا خیال
دل ہجوم آرزو سے محشرستاں ہو گیا

خوب وہ جینا کہ تیرے ہجر میں دشوار ہو
حیف وہ مرنا کہ تیرے غم میں آساں ہو گیا

گل کھلایا چاہتی ہے کسکے جلوے کی بہار
اور ہی کچھ اڑ کے رنگ باغ امکاں ہو گیا

تیرا دیوانہ ہے اور ہنگامۂ جوش جنوں
شور محشر آوازۂ چاک گریباں ہو گیا

کہدیا کیا جنبش لب نے کہ ظالم وقت نزع
دم مرا سینے میں گویا تیر پیکاں ہو گیا

دل سے روٹھا جا رہا ہے جذبۂ حسن وفا
قتل کر کے مجھکو تو ناحق پشیماں ہو گیا

واہ یکرنگی تری اے فیض تاریک اختری
عالم صبح وطن شام غریباں ہو گیا

خستگی کاوش زہے احسان مرگ ناگہاں
درد اتنا بڑھ گیا حد سے کہ درماں ہو گیا

دلستانی کی ادا سے ہے خفا حسن غیور
ہاے یوں بے پردہ تو او آفت جاں ہو گیا

قید ہستی تھی پئے جوش جنوں زندان تنگ
میرا مٹ جانا کہ پیدا اک بیاباں ہو گیا

جلوۂ نظارہ فرسا سے خجل ہے تاب دید
آہ رنگ کامیابی عین حرماں ہو گیا

صبح محشر بھی سیہ روزی کا روشن ہے چراغ
نور کا تڑکا سواد شام ہجراں ہو گیا

اس گلستاں کی ہوا کھا کر بہ رنگ بوئے گل
اور بھی مجموعۂ خاطر پریشاں ہو گیا

دیکھئے میرے تن لاغر کے زخموں کی بہار
آپ کو گلزار کا کانٹا گلستاں ہو گیا

وسعت صحرا بقدر ہمت سودا کہاں
عرصۂ محشر ترے وحشی کو زنداں ہو گیا

غالب آئی ضبط پر بیتاب کاری درد کی
رنگ رخ آئینہ دار راز پنہاں ہو گیا

خود مری بیتابیاں ہیں مجھکو برق آشیاں
ذوق راحت نذر شوق خانہ ویراں ہو گیا

گردش چشم آپ سمجھے تھے کہ یوں ہیں کھیل ہے
دیکھئے آخر یہ کھیل آشوب دوراں ہو گیا

میری محویت دم تزئیں ہے کیوں حجت نما
تو سمجھ لے اور اک آئینہ حیراں ہو گیا

رعب وہ آزردہ دل تھا جب کیا شکر خدا
لب پر آکر شکوۂ جور عزیزاں ہو گیا

قیامت ہو گیا کیوں شام ہستی کا سحر کرنا
مگر یہ بھی ہے کیا نالوں کو جو یا ہے اثر کرنا

خیال تیغ قاتل میں ہم شوق سپر کرنا
ذرا سی زندگی مر مر کے یوں ہمکو بسر کرنا

سحر کے شام کرنے سے نہیں ممتاز یا قسمت
سیہ بختوں کو شام روز فرقت کا سحر کرنا

بلا سے مدعی شرمندۂ بے اضطرابی ہو
اُنھیں شوخی دکھانا بزم میں ہر سو نظر کرنا

حریف اس رہ نوردی کو مگر یا نہ سمجھے ہیں
ہزاروں منزلیں چلنا ہے اپنے سے سفر کرنا

نگاہ لطف اُدھر اُٹھنا ادھر جی سے گذر جانا
فسانہ شوق کا یوں اُسکے آگے مختصر کرنا

فلک کو انقلاب آرائی گردش کا دعویٰ ہے
کرشمہ کوئی تم بھی وقت چشم عشوہ گر کرنا

بڑھانا پیچ و تاب دل جہاں لفظوں میں یاد بنا
دکھانا آئنہ تاب نظر کو رخ جدھر کرنا

تغافل سے غرض وارفتگی کی آزمایش ہے
ہمیں بھی آپ سے جا کر اُنھیں اپنی خبر کرنا

دل افسردہ اک امید پر پہلو میں رکھتے ہیں
ادھر بھی اے نگاہ اضطراب آرا نظر کرنا

سیاہی ڈھل گئی آنکھوں کی قطرہ اشکباری ہے
مقدر میں لکھا تھا یوں شب غم کی سحر کرنا

کشاکش زندگی کی ہم تو اصل زندگی سمجھے
بتائے ورنہ کوئی کیا ہے راحت سے بسر کرنا

برائے نام تھی سینے میں باقی یادگار دل
لہو کی بوند وہ بھی ہمکو نذر چشم تر کرنا

خراب نامرادی اپنی سعی جا و دانکا ہوں
نہ مجھکو آپ سے کھونا نہ اُسکے دل میں گھر کرنا

[illegible]

بنایا منظر عبرت مجھے میری خرابی نے
سکھایا خانہ بربادی نے اے رعب آنکھوں میں گھر کرنا

[illegible]

سب سے بیگانہ بنا کر بھی وہ اپنا نہوا
ہیں زمانے سے بُرا ہو کے بھی اچھا نہوا

دیکھیے روز جزا ہونے کو کیا کیا نہوا
منفصل ایک مرا آپ کا جھگڑا نہوا

کوئی ہمسر ترا او آئنہ سیما نہوا
تجھ و ترا عکس ہے مجھ سب کہ تجھ سا نہوا

گلشن عشق میں جز سبزۂ بیگانہ نہیں
دل کہ جولانگہ نیرنگ تمنا نہ ہوا

نذر شمشیر ہی بہتر نہ و بال گردن
سر بمغز کہ شورشکدہ سودا نہ ہوا

گھر مری خانہ خرابی کا الٰہی آباد
جوش وحشت کا حریفانہ کبھی صحرا نہ ہوا

واہ دلبستگی ذوق کشایش کے مزے
کھل گئی دل کی گرہ عقدہ اگر وا نہ ہوا

فردۂ جلوہ مبارک مگر اسے تاب نظر
شیوۂ ناز اگر حوصلہ افزا نہ ہوا

جانفزا تر کہیں صحت سے ہے صحت کی امید
یوہیں اچھا ترا بیمار کہ اچھا نہ ہوا

آج بھی کل کا وہ منکر ہے قیامت دیکھو
حشر کے دن بھی وفا وعدۂ فردا نہ ہوا

ضبط آغاز محبت نے کیا مجھکو ہلاک
وائے رسوائی جاوید کہ رسوا نہ ہوا

شوخی ناز سے تصویر بنا یا مجھکو
ہمسخن یوں وہ ہوا مجھسے کہ گویا نہ ہوا

اللہ اللہ ادب آموز ہے کیا حسن غیور
سجدہ فرسو جبیں سنگ در اُسکا نہ ہوا

یاد ہے ایک دن اُس رخ سے وہ پردہ اُٹھنا
کون تھا محو تماشا کہ تماشا نہ ہوا

بے رخی نے تری کب رنگ دگرگوں چاہا
کہ یہاں شوق فنا گرم تقاضا نہ ہوا

کونسا شکوہ ترے سامنے دل سے نکلا
تا بلب آنے سے جو پہلے ہی بیجا نہ ہوا

اف ستمگر یہ تغافل کہ نہ رد ہے نہ قبول
کوئی افسانہ ہوا ذکر تمنا نہ ہوا

رہگئی بات تری اے اجل سہل طلب
خار غم اور زیادہ خلش افزا نہ ہوا

فتنہ کس وقت تری راہگذر سے نہ اُٹھا
حشر کس روز ترے کوچے میں برپا نہ ہوا

واہ کیا بات ترے شیوۂ استغنا کی
وعدہ کرکے کبھی شرمندۂ ایفا نہ ہوا

سعی فطرت سے بھی بدظن نہیں اللہ رے خوشی
نہ ہوا غمزدہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا

ضبط نے خون دل آنکھوں سے ٹپکنے نہ دیا
ہائے اُس قطرہ کی تقدیر کہ دریا نہ ہوا

گردش چرخ نے جو بات بگاڑی نہ بنی
ناز بلبل کہ تغافل نے اُسے نے نہ دیا

خواہش سعی نے جس کام کو چاہا نہ ہوا
غمزہ بچین کہ ابتک ستم آرا نہ ہوا

سادگی مرزا غالب کی اور شکوۂ بیگانہ وشی
دوست دشمن کا ہے اپنا وہ نہو گا نہوا

کہتے ہیں فتنۂ حشر اک انقلاب ہوگا
کافر مگر وہ تیرا عہدِ شباب ہوگا

ہنگامہ سوز امکاں پھر اضطراب ہوگا
یعنی وہ برقِ ہستی گرمِ عتاب ہوگا

بے پردہ تیری صورت اور آنکھ میں سمائے
نقشِ خیال ہوگا نیرنگِ خواب ہوگا

اے عشق کشمکش زا یہ کون جانتا تھا
مرنا محال ہوگا جینا عذاب ہوگا

کیا منہ کہ تاب لائے اُس آفتاب رخ کی
آئینہ شکلِ شبنم اب آب آب ہوگا

جوشِ طرب مبارک مستِ جنونِ غم کو
سامان گردشِ سر دورِ شراب ہوگا

کیا کیا خجل نہو گی حاضر جوابی اُسکی
انداز بے سوالی جب لاجواب ہوگا

سامانِ دعوتِ غم دل خوں جگر برشتہ
وہ اک شراب ہوگی یہ اک کباب ہوگا

چشمِ مجاز میں ہے جب محوِ پردہ داری
رخسارۂ حقیقت کیا بے نقاب ہوگا

حسن نظارہ فرسا اور طاقتِ تماشا
خود جوشِ بیحجابی اُسکا حجاب ہوگا

پھوڑیں گے سر کو جا کر دیوارِ میکدہ سے
مستی فزا کسیدن حال خراب ہوگا

بے رنگ لالہ کاری کیا لطفِ اشکباری
آنکھوں سے اپنی جاری کب خونِ ناب ہوگا

غیر از طلب نہ پایا مقصد رہِ طلب میں
جو کامیاب ہوگا ناکامیاب ہوگا

اے حسن بے محابا بس عشوۂ تجلی
دل ہو کہ طور ہر اک رسوائے تاب ہوگا

روزِ جزا کا ڈر کیوں میری وفا کے آگے
تیری جفائیں کیا ہیں جنکا حساب ہوگا

او خوگرِ تغافل سن خوب شوق سے سن
افسانہ بیخودوں کا افسونِ خواب ہوگا

راحت نصیبِ غم ہیں مخصوصِ بزمِ الفت
رنجِ آشنا ہے شادی کیا بار یاب ہوگا

مجنوں کے واقعے کا انکار کیجیے کیا
ممکن ہے کوئی ہمسا خانہ خراب ہوگا

یارب وہ بت خفا ہے اب انتہا کیا ہے
کب آئیگی قیامت کب انقلاب ہوگا

دل میں گداز غم سے بو سے وفا بسیگی
یہ باغِ درد کا گل آخر گلاب ہوگا

اے سر عجب آج روئے اک ماجرا وہ سنکر
بس قبلہ ہو نہو یہ ذکرِ جناب ہوگا

تماشا دیکھتا ہوں اک دلِ بیکس کے عالم کا
کہ رہ کر دہ ہے شادی کا بغل پروردہ ہے غم کا

نہیں کچھ اعتبار اجزا کے فصل و وصل باہم کا
نیا عالم ظہورِ شوخی ہے کس آشوبِ عالم کا

ادھر ابرام ادھر غفلت کشمکش ہے دلِ مضطر
نیاز و بے نیازی کی کشاکش ہاے پیہم کا

یہ نقشا دیکھنا تقدیر میں لکھا تھا یا قسمت
غمِ عالم ہے یا خاکا ہمارے عالمِ غم کا

ظہورِ جلوۂ خورشید سے پہلے خبر کسکو
مرے گلشن میں آ دریں فنا ہے قطرۂ شبنم کا

کھلایا غم مرا شوخی سے میرے سوگوار و نکو
سلیقہ دیکھنا اس نو شریکِ بزمِ ماتم کا

خراب آباد دل اور ایسے مہمان کی جگہ ہے یہ
مجھے محجوب ہونا تھا مقدر آپ کے غم کا

زباں پر گو نہ لاؤں میں اذیت کاہشِ غم کی
کہے دیتا ہے سب اترا ہوا منہ میرے ہمدم کا

ملا کر سودۂ الماس آخر چارہ سازوں نے
کیا خوگر مرے زخموں کو لذتہائے مرہم کا

ادھر بھی اک نظر ساقی کہ ہوں کھویا ہوا میں بھی
انھیں آنکھوں کی مستی کا اسی مستی کے عالم کا

یہ بربادی گلستاں کی اگر کوئی پوچھے تو گلچیں سے
پڑے گا صبر کس پر گریۂ خاموش شبنم کا

نہ چھیڑے بس خوشی تیری امیدِ وصل کی مجھکو
ترا عاشق ہوں میں مشتاق ہوں تیرے ستم کا

سحر کم ہوگئی آخر شب غم کی درازی میں
ستارہ میری تاریک اختری کا کس قدر چمکا

یہ کون آشفتہ سر مہمان زندان بلا ہوگا
کہ چشم منتظر ہے حلقہ حلقہ زلف پرخم کا

بیاں کیا ہو کسی پردہ نشیں کے درد کی لذت
کہ یہ راز نہاں ناآشنا ہے جان محرم کا

چراغ زیست کو اے مرگ یوہیں جھلملانے دے
کہ ذوق دم شماری کو بھروسا ہے مرے دم کا

ترشروئی کی تلخی دور مینوشوں کی محفل سے
یہاں کیا کام ہے رعب ایسے اقوائے مجسم کا

[illegible]

کیا فیض بیخودی سے زمانہ بدل گیا
رعب آج کس کی بزم میں پہلے بہل گیا

مردہ دلوں کا آکے یہاں جی بہل گیا
ہے ہے فریب ہستی موہوم چل گیا

تڑپا جو تھوڑی دیر تو کیا جان آگئی
بیمار تیرا درد کے ہاتھوں سنبھل گیا

سودا ہے اب نہ سلسلۂ زلف کا خیال
وہ دل گیا وہ شیشۂ طول امل گیا

سختی کشائی تہمت ہستی کی مرگ نے
ٹوٹا تھا اک پہاڑ کہ قسمت سے ٹل گیا

اپنی بہار دیکھ کے خود باغ باغ ہے
دل کو وفور داغ کا گلزار پھل گیا

کرنے کو پائمال اٹھایا ستم سے ہاتھ
وہ دیکھکر مجھے کف افسوس مل گیا

بس تیز ہی نگاہ کہ دل خون ہو چکا
جادو تمھاری چشم فسونگر کا چل گیا

کیوں چھیڑتی ہے دلکشی ذوق آرزو
مایوس یاس ہو کے مرا دل بہل گیا

یہ سجدہ بارگاہ فنا میں نہیں قبول
ناداں ہے جو گلی میں تری سر کے بل گیا

فکر کشود کار سے وابستگی رہی
دل کی گرہ کھلی نہ مقدر کا بل گیا

بیرنگ آسماں تھا کہ اک برق بے پناہ
سبھی طلسم کار کا سب ماحصل گیا

فرقت کی رات عمر بلاکش تھی کٹ گئی
ارمان وصل کا مرا دم تھا نکل گیا

ساقی ہے تو تو کیوں نہ ہوں سرشار بے خمار
گردش ہوئی نگاہ کو اور دور چل گیا

دنیا وہی ہے آہ وہ دنیا مگر نہیں
ہم بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا

اب دل میں ہے کہ برق کا احساں اٹھائیے
اس سوز بے اثر سے تو جی ور جل گیا

[illegible]

اوج سخن وہاں نہیں اور رعب اکم سواد
اس انجمن میں لیکے بیاض غزل گیا

[illegible]

اٹھا کر پردۂ در تو نے او پردہ نشیں جھانکا
بھلا بے پردہ رہتے کیونکر ہمارے درد پنہاں کا

بہار داغ سے سینہ مرقع ہے گلستاں کا
در گلزار جنت ہے کہ چاک اپنے گریباں کا

جزاک اللہ کیا ٹوٹا ہے زخم دل کا ہر ٹانکا
کرم ذوق اذیت پر ہے پرسشہائے پنہاں کا

کہاں نذر حریم دیر کو سرمایہ ایماں کا
نہ آنے دو یہاں کیا کام رعب نامسلماں کا

ہلاک لذت اندوزی ہو دل اپنے زخم خنداں کا
نمک پرور دہ ہے شور تبسم ہائے پنہاں کا

بڑھی پھر شورش آشفتگی سودا سے گیسو میں
خیال آیا پھر اک بھولے ہوئے خواب پریشاں کا

اڑائی خاک صحرائے عدم بھی تیرے وحشی نے
مزہ لیکن نہ بھولا تنگی آغوش زنداں کا

کہاں میرے دل بے آرزو کو چھوڑ کر جائیں
ٹھکانا ہے یہی اجڑا ہوا گھر یاس و حرماں کا

مٹایا دل سے احساس خلش ایذا پسندی نے
نہیں کوئی قصور او ناوک افگن تیرے پیکاں کا

کرم کا مقتضا کیا ہے بتا اے آبلہ پائی
دکھاتا ہے زباں خشک ہر کانٹا بیاباں کا

نہ ہو رسوائے تدبیر تسلی میری بیتابی
یہ درد بے دوا کیوں رنج اٹھائے ننگ درماں کا

سبکدستی ذرا اے دست وحشت ناتوانی میں
ملا ہے تار جاں سے سلسلہ تار گریباں کا

تجلی زار ہے جوش فروغ آتش گل سے
نہال طور ہے بوٹا ہے میرے گلستاں کا

یہ کس بت تماشائی اسیری کا تماشا ہے
کہ اک اک حلقۂ زلف آئینہ ہے چشم حیراں کا

دل خوں گشتہ ہے نقش بہار جاوداں یعنی
تجھے ہی اک پھول خارستان امکاں کا

کوئی کافر ادا ہے خود اسیر کاکل آرائی
بلا اسکی کرے سودا کسیکے دین وایماں کا

خلش نے اسکی لطف اتنا بڑھایا اے تغافل خو
کہ دل کو عشق ہے اب تجھسے بڑھکر تیرے پیکاں کا

تجلی تیری ہے اصل نمود اجزاے ہستی کی
یہاں جو ذرہ ہے آئینہ ہے مہر درخشاں کا

کسی بیدرد کی محفل میں کیا ہے عرض جانکاہی
بیان بجلی گویا گداز شمع سوزاں کا

نشاط جوش وحشت میں ہوا طے عرصۂ امکاں
الٰہی بول بالا خندۂ چاک گریباں کا

مرا ویران سر ہے یادگار گردش ساغر
خمار آشفتہ ہوں ہم نرمی بناے دوراں کا

دماغ آشوب ہے آب وہواے گلشن ہستی
ہم آنکلے یہاں احسان جنوں فتنہ ساماں کا

فضاے کوے قاتل میں شفق پھوٹے کبھی یارب
کہ ذرہ ذرہ ہے برق تپاں خاک شہیداں کا

کیا ہے کسقدر رنگیں تری بزم تصور کو
تماشا دیکھ میرے دیدۂ خونابہ افشاں کا

جنوں نام ونشاں کا ہے ابھی اس ننگ سودا کو
بیاباں نام بستی گھر ہے مہجب خانہ ویراں کا

حریف ضبط شوق دل تھا ذوق نظر میرا
یہ حسن خود نما تیرا ہے ظالم پردہ در میرا

کہیں اے ذوق پامالی نہ گھر میں اندر میرا
ٹھکانا ہے تو اک نازک روش کی رہگذر میرا

ترا غم میرے مرنے پر رہیگا نوحہ گر میرا
تری مشق ستم ماتم کریگی عمر بھر میرا

کشاکش میں ہے تیرا تیر کسکا راحت افزا ہو
ادھر بیچین دل میرا ادھر بیکل جگر میرا

مزاج اب کوئی پوچھے دادخواہان محبت کے
وہ آتا ہے حضور داور محشر بلا میرا

خدا رکھے یہ ویرانی یہ خاک اڑنے کا ہنگامہ
مری بربادیوں کے دم سے ہے آباد گھر میرا

کبھی للکر رہیگا امتحان نگاہ تماشا میں
مجھے شوق لقا تیرا تجھے ذوق نظر میرا

نوید رفع زحمت دے مرے تیمارداروں کو / بحسرت کیا مرا منہ دیکھتا ہے چارہ گر میرا

مجھے اب کاش اے طول امل خواب اجل آئے / نہ سننے کی اُسے فرصت نہ قصہ مختصر میرا

یہاں قطع منازل کی کوئی حد بھی مقرر تھی؟ / بھلا کیا ساتھ دیتا رفیق ہمسفر میرا

پتا دل کا کہاں آوارہ گرد ہیا الفت میں / مجھے رستہ بتا کر ہوگیا گم راہبر میرا

مری حیرت صدائے بازگشتِ لن ترانی تھی / نقاب رخ ہوا خود پھیل کر تار نظر میرا

بڑی ہوتی ندامت گر مجو شہپائے رحمت سے / مرے کام آگیا روز جزا دامان تر میرا

حجابِ کثرتِ موہوم آخر پردہ در ٹھہرا / ترا نظارہ ہے اور دیدۂ وحدت نگر میرا

صفائے دل میں کس کا جلوۂ حیرت فزا دیکھا / تماشائی ہے اس آئینے کا آئینہ گر میرا

مری خاک اُڑ کے یارب سرمۂ چشم بصیرت ہو / کہ اک عبرت سرائے خانہ ویرانی ہے گھر میرا

کرے گا شوق شرح آرزو کو منفعل کیا کیا / سکوت نارسا تیرا بیانِ بے اثر میرا

نیاز حسن دیکھا اور سیر چشم ناز خود داری / ارے دل مانگتی ہے تیری شرمیلی نظر میرا

یہی کیا کم ہے رعبؔ اس قدر فن کی خشکسالی میں / کہ یاروں کو پسند آجائے کوئی شعر اگر میرا

کچھ اس طرح سر محشر گناہگار آیا / کہ شان عفو کو بے اختیار پیار آیا

خیال سعی عبث بہر وصل یار آیا / کہاں سے یہ خلل اندر انتظار آیا

اداشناس کو تیرے نہ دیکھا دھوکا / ہزار رنگ سے نیرنگ روزگار آیا

وہ خوش خرام دکھائے کرشمۂ آشوب / فضول فتنۂ محشر سر مزار آیا

فروغ بزم کی خاطر ملا ہے رتبۂ شمع / دوام سوز مرے دل کو سازگار آیا

بہم وہ کشمکش اُمید و یاس کی شب غم / ہزار بار گیا دم ہزار بار آیا

سکون عرصۂ محشر بھی دیر پا نہ رہا
قیامت آئی وہ آشوب روزگار آیا

نمودِ جلوہ سرِ طور کچھ تماشا ہے
پسند عشوہ تماشائے نور و نار آیا

بیانِ شوق سے پاتے ہی مدعا دل کا
کچھ اس ادا سے وہ بگڑے کہ مجھکو پیار آیا

شگفتہ کب ہوئے افسردگی سے زخمِ جگر
ہمارے باغ میں کب موسمِ بہار آیا

وہ سنکے قصۂ غم دادِ خوش بیانی دیں
ہم اپنے دل میں یہ سمجھیں کہ اعتبار آیا

نگاہ ساقیِ بدمست نے تلافی کی
کہ لطفِ نشہ باندازۂ خمار آیا

دلِ فسردہ ہے تصویرِ تیغِ بے جوہر
نہ سرکشی ہمیں آئی نہ انکسار آیا

مری حیات ہے موقوف جوشِ بیتابی
یہ جان لو کہ گیا دم اگر قرار آیا

کسیکے وعدۂ دلکش کا ہے ہلاکِ فریب
وہ ایک دم کہ لبوں پر ہزار بار آیا

وہاں غرور کو پروائے التفات کہاں
امیدوار گیا میں امیدوار آیا

نگاہِ شوق نے جس رعب کو نکالا تھا
پھر انجمن میں وہ رسوائے اعتبار آیا

مآلِ ہجر ہے جو کچھ وہی مآل ہوا
سنا بھی تمنے کہ بیمار کا وصال ہوا

عروسِ عفو کا آئینۂ جمال ہوا
رخِ گنہ کہ عرق ریزِ انفعال ہوا

طلسمِ حشر تھا میرا دلِ تپاں دیکھا
یہ فتنہ کیوں تری قدموں میں پائمال ہوا

خمارِ نشۂ امکاں نے کھولدیں آنکھیں
سرورِ بادۂ ہستی غمِ مآل ہوا

ستم نصیب ہوں یعنی فلک ہے قدر شناس
کمالِ نقص مجھے جوہرِ کمال ہوا

وہ لطفِ جاں طلبی کھو کے کیا ملا جز مرگ
مزاجِ عاشقِ بیجاں کیوں بحال ہوا

کسی کی پرسشِ پنہاں ہے اضطراب طلب
وہ ضبط جو کبھی ممکن تھا اب محال ہوا

ہر ایک ذرّے سے پیدا ہیں سیکڑوں خورشید
نظارہ کس کا تماشائی جمال ہوا

تمہاری شوخیِ تمکیں کی کھینچ دی تصویر
خروشِ قال مبدّل بہ رنگِ حال ہوا

قیامت اسقدر آشوب اعتدال کہاں
دلیلِ فتنہ ترے قد کا اعتدال ہوا

برائے بختِ نگوں ہے فسونِ خوابِ ابد
وہ عیشِ رفتہ کہ افسانۂ ملال ہوا

کیا ہے جلوے نے بے پردہ رازِ تابِ نظر
وفورِ حوصلہ سب نذرِ انفعال ہوا

تمہیں بھی یاد تو ہوگی ازل کی جلوہ گری
وہی گھڑی تھی کہ دل محشرِ خیال ہوا

کوئی جواب مرے صبرِ نیچاں کو بھی دے
وہ نیم غمزہ کہ مُہرِ لبِ سوال ہوا

تری طلب میں گیا تھا کہیں دلِ خودگم
پھر اسکے بعد خدا جانے کیا مآل ہوا

بُرا وہ درد کہ تہمت کشِ دوا ٹھہرا
بُرا وہ زخم کہ رسوائے اندمال ہوا

سخن کو مژدہ تحسیں کہ ہمصفیر دل میں
ترانہ سنج غزل رعب خوشخیال ہوا

دلِ تپاں کو وہ سوزِ فغاں پسند ہوا
وہ گھر میں آگ لگی وہ دھواں بلند ہوا

کبھی نہ گرمِ نوا اُنکا کام بند ہوا
کہ ایک نالے میں وا اسقدر سپند ہوا

کیا ہے محو ترا دل کو جوشِ حیرت نے
یہ نقش پڑھکے ہم آغوشِ نقشبند ہوا

زہے نیاز کہ ہے دو جہاں کا مایۂ ناز
وہ بے نیاز کہ تیرا نیازمند ہوا

ملا ہے خاک نشینی سے اوج بربادی
کہ پائمال ہوا میں تو سربلند ہوا

نوائے گرم کب اُس بزم میں ہے بے تاثیر
فغانِ دل ہوئی یا نالۂ سپند ہوا

گئے تھے ہدیۂ جاں لیکے بوالہوس بھی مگر
وہاں مرا دلِ بے مدعا پسند ہوا

کہاں وہ بادۂ بے کیف و کم کہاں یہ خمار
کہ شوقِ نشۂ طلب مستِ چون و چند ہوا

بجھا ہے دل ہی یہاں آہ کی رسائی کیا؟
چراغِ کشتہ سے بھی گو دھواں بلند ہوا

یقین تلخیِ غم آئے کیا کہ اُس کے حضور
لبِ ستم زدہ مجروحِ زہرخند ہوا

صفا ہے اور دلِ حیراں - ہزار حیف اگر
غرورِ حسن کو آئینہ ناپسند ہوا

دعا وصال کی جز خواہشِ محال نہیں
درِ قبول سے کیا وا رہا کہ بند ہوا

ظہورِ حشر ہے یا نالۂ رسا کا ثمر
یہ نخل بھی تری قد کی طرح بلند ہوا

بقا ہے ضبطِ نفس تیرے تفتہ جاں کے لئے
کہ خاک ایک دمِ گرم میں سپند ہوا

کیا اسیرِ وفا تیرے جھک کے ملنے نے
خمِ سلام مجھے حلقۂ کمند ہوا

مزار وہ کہ تری چال سے ہوا پامال
غبار وہ کہ تری راہ میں بلند ہوا

نیاز رعبؔ کے انداز سے نمایاں ہے
غرورِ ناز کہ تیرا نیازمند ہوا

باطل حریفِ حق ہے محبت کو کیا ہوا
یا رب ترے رسول کی امت کو کیا ہوا

دشمن ہوئے ہیں شمعِ رسالت کے تیرہ دل
پروانہ ہائے شمعِ رسالت کو کیا ہوا

فتنے اُٹھے ہیں وہ کہ بعید از قیاس تھے
برپا ہوئی نہ اب بھی قیامت کو کیا ہوا

بے غیرتی میں حد سے بہت بڑھ چلا ہے کفر
اسلامیوں کے جذبۂ غیرت کو کیا ہوا

آماجگاہِ طعنِ رذائل ہے غیرِ نفس
احساسِ ننگ و نامِ شرافت کو کیا ہوا

وہ تشنہ کامیِ دمِ خنجر کہاں گئی
لذت کشانِ شوقِ شہادت کو کیا ہوا

کیا اب نہیں گلے کی رگوں میں وہ جوشِ خوں
مردانِ کربلائے محبت کو کیا ہوا

خرمن کیا ہے کفر کی گستاخیوں نے جمع
برقِ غضب کے شعلۂ ہیبت کو کیا ہوا

راحت پسندیاں ہیں رسائی کی سدِّ راہ
اہلِ طلب کے ذوقِ اذیت کو کیا ہوا

بیباکی مجاز ہے آشوب آسماں
کب تک لحاظ پردہ حقیقت کو کیا ہوا

سہہ سہہ کے ظلم خوگر آزار کر دیا
ظالم تجھے ہمیں نے جفا کار کر دیا

بے پردہ ہو کے بھی ہیں وہی لن ترانیاں
حیرت کو خوب مانعِ دیدار کر دیا

اُس لالہ رو کو دیکھ کے ہمدم بنا رقیب
غمخوار کو بھی بخت نے خونخوار کر دیا

ناحق کشی نے لاشۂ منصور پر کہا
سردار اہل دل کو سر دار کر دیا

کوچہ میں اک پری کے اُڑانے چلا ہے خاک
دیوانگی نے رجب کو ہشیار کر دیا

اُٹھانا تیغ کا دوبھر ہوا ہے میرے قاتل کو
نزاکت تیری گردن پر ہے خوں شوق شہادت کا

مرے یکتائے عالم آ ادھر تجھکو بھی دکھلا دوں
حسیں اک دل کے آئینے میں ہے تیری صورت کا

لطف وحشت کا جہاں میں کوئی منظر ہوتا
وحشت اگر دشت نہ ہوتا تو مرا گھر ہوتا

کبتک اے طول شب غم گلۂ عمر دراز
کاش مرنا مرے حق میں ہی مقدر ہوتا

شوخیٔ حیرت بھی گویا داستاں پرداز ہے
دیدنی ہے رنگ خاموشی مری تصویر کا

ردیف (الف) کے ۹۶۸ شعر

ردیف (ب)

مضناك یالیلی رهین مصائب — عطفاعلی ذالك الكئیب العاطب
جودی له بالنیل منك فانه — ان تبخلی بالوصل اسوء خائب
رحما علی صب حزین مدنف — اضحی خداین صروف دهر شاغب
افدیك یاروح الحیوة فان لی — لقیاك من اقصی منی ومآرب
ان كنت لم تشفی سقامی باللقا — واسوء حالی من ضئیل شاحب
انی لمداح لمن هو قد غدا — فردا وحیدا فی علوم راتب
(یہ مصرعہ دستیاب نہیں ہوا) — فی مطلع العلیا كنجم ثاقب
فاق البرایا فی الوری محامد — حاز المزایا من صنوف مناقب
ذوالجود ما ان جاءه من جادب — الا وراح حلیف عیش خاصب
عش دائما بالفضل یابحر الندے — ماجا ووسمی بغیث ساكب

بالله ما الفیت مثلك یا سیدے
فی الارض بین مشارق ومغارب

پلکیں ہیں تیری ابروے خمدار کے قریب — یا برچھیاں ہیں خنجر خونخوار کے قریب
دی جان ہم نے کوچۂ دلدار کے قریب — بلبل پہونچکے مر گئی گلزار کے قریب
زلف آرہی ہے ابروے خمدار کے قریب — افعی چلا ہے عقرب خونخوار کے قریب
بٹھلا دیا ہے ضعف نے دیوار کے قریب — پہونچا گیا نہ ہم سے درِ یار کے قریب
ابرو ہے اور وہ سرمہ کا دنبالہ زیب چشم — گویا ہلال کوکب دوار کے قریب

ہاں شیخ معصیت کی تلافی بھی چاہئے
مسجد ہے قبلہ خانۂ خمار کے قریب

محشر کا دن ہے المدد اے جوش انفعال
بیٹھے نہ رحمت آکے گنہگار کے قریب

یہ پیارے پیارے ہونٹ تو کہتے ہیں اور کچھ
انکار بھی ہے آپکا اقرار کے قریب

تکلیف اٹھائی پھر عیادت کرم کیا
تشریف رکھئے بیٹھئے بیمار کے قریب

شرم آشنا ہو وصل میں کیوں وہ نگاہ مست
زاہد کا کام بھی کوئی میخوار کے قریب

دیکھا یہ کسکا جلوہ کہ میری نگاہ شوق
پلٹی نہ جاکے روزن دیوار کے قریب

قربان جذب شوق شہادت مآل عشق
گردن ہے آج تیغ ستمگار کے قریب

رکھا ہے لاغری نے یہ ناکام آرزو
آآکے مرگ مڑ گئی مجھ زار کے قریب

اے شوخ سنگدل ترے وحشی کو بارہا
دیکھا ہے ہمنے دشت میں کہسار کے قریب

کیا رنگ لائے دیکھئے منصور کا لہو
ناحق کشی ہے گریہ کناں دار کے قریب

تاب نظارہ لوٹ ہے تاثیر عشق پر
بسمل ہیں خود وہ کشتۂ دیدار کے قریب

منت کش وفور گرانخاطری ہے ضعف
ہم بیٹھکر اٹھے نہ در یار کے قریب

پھوٹے ہوئے نصیب نے لی ضعف کی پناہ
سر جاچکا تھا سنگ در یار کے قریب

سمجھا رہے ہیں آپ کے عاشق کو اقربا
دیوانے چند جمع ہیں ہشیار کے قریب

اٹھکر جو در سے ہمکو اٹھائے تو کیا بعید
بیٹھا ہے کوئی بزم میں اغیار کے قریب

اے رشک شوق دیکھ کہ سایہ تو چڑھ گیا
ہم سر ٹپک کے رہگئے دیوار کے قریب

کیا کیا نہ فتنہ حشر کا پس پس کے رہگیا
پہونچا نہ تیری شوخی رفتار کے قریب

دیوانہ ہو تو رعب سا دیوانہ ہوشیار
آیا ہے عشق کہاں در دلدار کے قریب

غزل در مدح شبِ اسریٰ

بیا بیا کہ طرب زاست بزمِ ما امشب
بہارِ گلشنِ ما ہست جانفزا امشب

بیا بیا کہ زگلریزیِ سخن گلہا
بباغِ بزم شگفتہ جہا جہا امشب

بیا بیا کہ برافروخت صد چمن عارض
ببوستانِ تعالیٰ گلِ دنیٰ امشب

بیا بیا کہ برانداخت برقع لولاک
ز روے نورفشاں شاہدِ لِمَا امشب

بیا بیا کہ گل راز گُنتُ کنزاً را
درین چمن شگفانند بر ملا امشب

بیا بیا کہ زماکان بشگفانیدند
بشاخسارِ تجرّد شگوفہا امشب

بیا بیا کہ شد از وصف زلف و عارضِ یار
زبان مفسّرِ وَاللَّیل وَالضُّحیٰ امشب

بیا بیا کہ فروغی بہ بزم دید اراست
ز شمعِ روشنِ مَا زَاغَ وَمَا طَغیٰ امشب

بیا بیا کہ بود نورِ چشمِ نظارہ
زکحلِ روشنی افزاے قدْ اَریٰ امشب

بیا بیا کہ زبان ترجمانِ اسرار است
نمی رود سخنے از سرِ ہوا امشب

بیا بیا کہ شبِ ماز نور پاشیہا
دہد ہزار شبِ قدر را ضیا امشب

بیا بیا کہ کند اخذ صد ہزار فروغ
چراغِ طور ہم از شمعِ بزمِ ما امشب

بیا بیا کہ براے حضورِ محفلِ ماست
بقدسیاں ہمہ شورِ بیا بیا امشب

بیا بیا کہ بود کامِ جان و دل شیریں
بریم چون بزبان نامِ مصطفیٰ امشب

بیا بیا کہ ز آشوبِ یَعبُدِیَا لَا کَیلَا
سخن سرا شدہ رعبِ سخن سرا امشب

ردیف (ب) ۳۸ شعر جسمیں ۱۰ شعر عربی کے شامل ہیں

ردیف (پ)

آتے نہ تھے جو صبح کو دشمن کے گھر سے آپ
تشریف لا رہے تھے پھر آخر کدھر سے آپ

آئینہ سے تو صاف کھلا عذر محو دید
یہ اپنا عکس دیکھتے ہیں کس نظر سے آپ

محروم ہاں نہیں ہے رہا طول مدعا
تنگ آئے دل سے ہم دہن مختصر سے آپ

قسمت یہ کسکی جاگ اُٹھی کسکے دن پھرے
یوں چھپ کے آج شب کو جو نکلے ہیں گھر سے آپ

اُس خود نما سے قول ہے حسن غیور کا
للہ اتر بھی آئیے اب بام پر سے آپ

گیسو چھوے خطا ہوئی دیوانہ ہی تو تھا
برہم عبث ہیں عاشق آشفتہ سر سے آپ

کچھ بدر کو ہے حسن کا دعویٰ شب وصال
گھونگٹ ہٹائیے رخ رشک قمر سے آپ

اچھا جو لاغری کا ہمارے یقیں نہیں
نقشہ ملا نہ لیجئے اپنی کمر سے آپ

ہر دم ہے ایک پردہ نشیں کی وطن میں یاد
اے رعب خوب لائے یہ تحفہ سفر سے آپ

ردیف (ج)

کسکے استقبال کو ہم آپ سے جاتے ہیں آج
شان از خود رفتگی کہتی ہے وہ آتے ہیں آج

یا تو وہ طوفاں تھا کل یا گریۂ خوں کا یہ رنگ
چند قطرے بھی بمشکل تا مژہ آتے ہیں آج

کیا قیامت ہے کہ میرے نالہ ہائے برق پاش
اُنکو بھی آغوش استغنا میں تڑپاتے ہیں آج

جذب جانبازی سلامت۔ لو رگ گردن کے ساتھ
آپ ہی ہم جانب مقتل کھنچے جاتے ہیں آج

منتظر کس حشر کے اُٹھنے کا ہے اب انقلاب
اپنے بیتابوں کو وہ محفل سے اُٹھواتے ہیں آج

عرصۂ محشر میں بھی ہیں ہم آوازِ کلیم
طور سے بڑھکر کہیں ساماں نظر آتے ہیں آج

تو کسیکا وعدۂ فردا قیامت کر گیا
دل گیا تھا جنکا کل وہ جانسے جاتے ہیں آج

نالۂ آتش فشاں ہیں فیض باراں کا جواب
ہم زمیں سے آسماں پر آگ برساتے ہیں آج

حشر کا وعدہ تھا نالوں نے اُٹھایا حشر بھی
دیکھئے ایفا میں وہ کیا عذر فرماتے ہیں آج

سو و فردا کے لئے کسکو فراغِ اہتمام
ہائے وہ کل کا زیاں ہم جسکو پچھتاتے ہیں آج

تمکو ڈھونڈھینگے بھلا اسطرح کے کھوئے ہوئے
رعب کو ہم کل سے بھی خود گم ہوا پاتے ہیں آج

ردیف (ح)

پرہیزگار نشے میں ہوں چور کسطرح
ہاں اے کسیکی نرگس مخمور کسطرح

ہردم خیال اک بت برباد کن کا ہے
ویرانۂ دل اپنا ہو معمور کسطرح

کچھ رعب بدنصیب کی وقعت نہ آبرو
بیٹھا ہے انجمن میں تری دور کسطرح

ردیف (د)

از پئے فکر مضامیں دل بکار م کردہ اند
روز اول شاعری یعنی شعار م کردہ اند

توبہ اے زاہد چہ فرمائی کہ در روز ازل
مست و بیخود از پئے عشق نگار م کردہ اند

از برائے نالہ موزوں کردن اندر باغ دہر
منتخب در عندلیبے از ہزار م کردہ اند

آہ اگر طرفے نہ بندد و نالہ کارا گداز
این بتانِ سنگدل بیوجہ خوار م کردہ اند

شوق دید گلرخاں بعد از فنا ہم پا بجاست
جوہری کو؟ مشتری کو؟ اندریں شوق الکساد

ہدیۂ دوش صبا مشت غبار رم کردہ اند
ہست بجا حاصل کہ وہ تشاہد ارم کردہ اند

چوں رو م زیں کو کہ گلکاران قد جف القلم
جسم خاکی خشت دیوار یار م کردہ اند

ردیف ر

اے زہے صنعت مشاطۂ حسن گلزار
باغ جنت شدہ ہر باغ ز جوش اظہار

سوسن مدح سرا گشتہ زباں سر تا پا
چشم نرگس کہ دم صبح خمارے دارد

در گلستاں چہ گل حسن و محبت بشگفت
نغمۂ نج است بوصف چمنستاں پیرا ے

نقد دل خواستہ گل تا بہ نگہ زر بخشید
لالہ ساغر بکف ایں نکتہ سرا یہ گوئی

غم مخور شادی ہی سوے چمن رو خوش کن
وقت گلگشت چمن ہست بخلوت منشیں

توبہ گر بشکنی اکنوں گنہ سخت بود
طرف باغ است یکے قطعۂ جنات نعیم

خمر دانی چہ بود شربت شادی افزا ے

دے خے جلوۂ معشوق خود آرا ے بہار
دشت ایمن شدہ ہر دشت ز فیض انوار

میکند بر چمن آں اگہہ حمد نثار
بودہ باشد ہمہ شب بہر عبادت بیدار

گل بشگفتہ یکے بلبل شوریدہ ہزار
ورنہ بر گل چہ بود زمزمۂ بلبل زار

وہ چہ گرم است دریں وقت چمن را بازار
کہ دم عیش و نشاط است و خوشی بادہ بیار

دلبر خرمی و شاہد شادی بہ کنار
رخ بگلزار بکن باصنمے لالہ عذار

مئے گلگوں خور و لب نہ بلب لعل نگار
لب جو ہست یک انموذج تجری الانہار

خاک بر فرق غم جاں گسلی ہا ے خمار

گشته از غیب مهیا همه اسباب فرح / وای آنکس که بیک گوشه نشیند بیکار
ماه عید آمده در موسم گل - قربان کن / زہد بر جام بلورین مے چون گلنار
یار را افسرده دلی چند کشیدن بر سر / سبک از رنج بر آ تازہ نگارے بکف آر
گر نداری سر سودای شمیم گلشن / بارے اینک بنگر تازہ بہارِ اشعار
گلشنے ہست کہ گلہاش چو گل گل بشگفت / نقد گلہاے چمن را ہمہ بشکست عیار
نوعروسی ست کہ بر داشت ز رخ برقعِ غیب / بشہود آمد و از غرفہ نماید رخسار
بکر دوشیزہ از خوش تقِ عفت و ناز / رو نمود و شدہ ہنگامہ فروز دیدار

باش تا رعب سخنور کند این بانو را
روشنی بخشِ عیون نور فزاے ابصار

دل آگیا اک بتِ حسیں پر تلا ہوا ہے جو ظلم و کیں پہ / پہاڑ ٹوٹتا ہے مجھ حزیں پر کہ ہوں گراں اپنے ہمنشیں پہ
ہوا تو بس فیصلہ یہیں پر تم اپنے دیں پر ہم اپنے دیں پہ / جو مرتے ہیں واعظ اک حسیں پر وہ دیکھے جان حور عیں پہ
جبیں اُسنے دیکھا عرق جبیں پر تو آگیا رحم مجھ حزیں پہ / فدا ہوں ہنگامِ واپسیں پر کہ سر ہے زانوے نازنیں پر
مریض غم ہیں کراہتے ہیں شباب کو ہم بسر ہٹتے ہیں / اک اچھی صورت کو چاہتے ہیں دل اپنا آیا ہے اک حسیں پہ
کہا سرِ انجمن جو اتنا کہ نقد دل کھو گیا ہے میرا / وہ سیمتن کس ادا سے بولا تلاش کیجے کہیں یہیں پہ
ہر ایک شب نذر کہکشاں سے وہ کرے فلک پیشکش ستارے / بھرو جو تم مانگ موتیوں سے اگر تم افشاں چنو جبیں پہ
بہت نہ واعظ بیاں کیا کر حرارتِ آفتاب محشر / فدا ہزار ایسے مہر انور کسیکے رخسار آتشیں پہ
کیا ہے گرم آج کسکا پہلو چلا یہ کس چشم نم کا جادو / بتاؤ پونچھے ہیں کسکے آنسو تری یہ کیسی ہے آستیں پہ
جناب دل کیوں نہیں ہے ممکن وہ مہروش مہرباں ہوں لیکن / ہماری آہ رسا کسی دن دھوئیں تو دے چرخ چارمیں پہ
بلا سے نکلے جنازہ میرا اٹھا وہ کیا خاک دینگے کاندھا / جنھیں ہے آنچل گراں گذرتا سنبھالنا دوش نازنیں پہ

نہ آئے کچھ رحم تجھکو کافر نہ جائے تیرا غبار خاطر
ہمیں اسیطرح چھوڑنا ہے صنم ترے سنگ آستاں پر

عجب خدایا کیا یہ افسوس کہ ایک بت کے دہن کا مضموں
عدم سے لائی ہے کرکے موزوں عبث قریں طبع نکتہ داں پر

مری عیادت کو بھی تم آئے تو غیر کو اپنے ساتھ لائے
تمہیں کہیں پہ نکل نہ جائے یہ دم اس قہر ناگہاں پر

ستم اٹھانا جفائیں سہنا ہمیں کسیکی گلی میں رہنا
کبھی نہ کچھ بات منہ سے کہنا اف بھی لانا کبھی نہ لب پر

اجل عبث ورے رہی ہے دھمکی یہ جان ہماری ہے کوئی دم کی
کہ ہر طرف سے ہے فوج غم کی چڑھائی مجھ زار و ناتواں پر

رقیب ہیں گرم دادخواہی کہیں حقیقت کھلے کماہی
وہ شوخ سفاک یا الٰہی ہو آج آمادہ امتحاں پر

جناب واعظ پر جبر کیسا اٹھا ہے دیکھو وہ ابر کیسا
ہم ایسے رندوں کو صبر کیسا جو غش ہیں صہبائے ارغواں پر

اڑا چکا خاک جب جہاں کی تو سیر کی دشت لامکاں کی
تلاش میں اپنے بے نشاں کی نہیں میں پہونچا کہاں کہاں پر

ظلم ہم پر جو ہو رہا ہے کسیکی کاہے کو کچھ خطا ہے
قصور اے دل سب آپ کا ہے نہ رکھئے الزام آسماں پر

بلا سے سر پہ پہاڑ ٹوٹے یہ سنگ در اے صنم نہ چھوٹے
خدا کرے قسمت اب نہ پھوٹے پڑا رہوں تیرے آستاں پر

مری بکا سب کا جی جلائے مری فغاں عرش کو ہلائے
تمہیں نہ گو کچھ بھی رحم آئے مری پکار پر مری فغاں پر

گلے ہزاروں ہزاروں شکوے مگر ادا کیونکر آہ کیجے
کہ سیکڑوں سوزش دل سے پڑے ہیں چھالے مری زباں پر

ترس تو کچھ او ستمگر آتا کبھی عیادت کو دم بھر آتا
یقیں ہے تیرا بھی دل بھر آتا مجھ ایسے بیمار ناتواں پر

ہمارے پہ وہ نفیس سے کوئی کہے ذرا جاکے بات اتنی
کہ چاہئے رحم کچھ تجھے بھی کسی مریض غم نہاں پر

انھیں گماں ہے یہ پاکے بیدم کہ مرتے ہیں جی رہے ہیں ہم
مزاج میں عشق ہے مسلم یقیں ہے قربان اس گماں پر

حرم کی حرمت گھٹانے والا بتوں کو حد سے بڑھانے والا
یہ ہے رعب شاعر کہانے والا خدا کی مار ایسے خوش بیاں پر

آمادہ آپ ہوں کہ نہ ہوں امتحاں پر
مانا اثر ہے ٹوٹ تری داستاں پر

جانباز جو ہیں کھیل ہی جائینگے جان پر
بلبل نہ رینگی جوں بھی مگر گل کے کان پر

چمکا ستارہ اپنا ہوا مہرباں وہ ماہ
تاثیر آہ کا ہے دماغ آسمان پر

پاس ادب نہ جسمیں رہے عشق ہی وہ کیا
ہم اور لائیں حرف شکایت زبان پر

کروبیوں میں شور اُٹھا الحفیظ کا
یارب یہ کسکی آہ گئی آسمان پر

بلبل کو فصل گل میں نہ صیاد رکھ اسیر
ظالم روا ابھی ہے یہ ستم بے زبان پر

اغیار کوئی دم میں سبک ہونگے دیکھنا
یوہیں تلا رہا جو وہ شوخ امتحان پر

آشوب زا اگر ہے قیامت ہوا کرے
ہم تو مٹے ہوئے ہیں کسیکی اٹھان پر

اللہ رے رعب حسن کہ ہر حرف مدعا
آ آ کے رہگیا شب وعدہ زبان پر

غمزہ چھری لئے ہوے خنجر بکف ادا
کیونکر گلے کٹیں نہ تری آن بان پر

گو رعب التفات کے قابل نہیں مگر
نازاں ہے تیری بندہ نوازی کی شان پر

نگار مضمون تازہ قرباں کرو ہیں سر مری بانسر
عروس معنی نو تصدق مرے سخن پہ مرے بیاں پر

غش ہوں نظارہ گر برق تجلا ہوکر
پھر گئی آنکھوں میں یہ کسکا سراپا ہوکر

روتے ہیں جان کو اس رونے کی رسوا ہوکر
کیا ڈبویا ہے ہمیں قطرہ نے دریا ہوکر

تیرے نظارہ گر اے آئینہ سیما ہوکر
ہم رہے بزم میں حیرت سے تماشا ہوکر

دل میں گھر کرکے جلایا اُسے اے شمع لقا
انجمن سوز ہوئے انجمن آرا ہوکر

آ دِ نِ کہہ تو دیا شوقِ تماشا میں کلیم
کہیں رہجائیے خود ہی نہ تماشا ہوکر

ترے آنے کی خوشی جان سے جانیکا پیام
ہائے مرنا ترے بیمار کا اچھا ہوکر

جام وہ دیں تو اُڑے کاش مرے رنگ کیطرح
طائر روح عدو پنبۂ مینا ہوکر

حیف مرنا ترے بیمار کا اے رشک مسیح
وہ بھی منت کش ارباب مداوا ہوکر

قصر تک اُس مہ کامل کے رسا ہونا تھا
نالۂ دل کو ملا خاک فلک سا ہو کر

کم بہت حوصلۂ شوق سے ہے وسعت دست
کیا کریں جوش جنوں بادیہ پیما ہو کر

آج ہی یاس یہ کہتی ہے قیامت دیکھو
کل بھی رہ جائے اگر وعدۂ فردا ہو کر

حرف مطلب کا مقدر کہ وہ سنکر چپ ہیں
رہگیا یہ بھی مگر شکوۂ اعدا ہو کر

تو تو کیا آپ کو خود بھی نہیں پہچانتے ہم
ہوگئے اور ہی کچھ تیرے شناسا ہو کر

حشر اُٹھیگا کسی روز سر راہ گذر
ہم بھی بیٹھے ہیں ترا نقش کف پا ہو کر

سر بسر یاس کا مضمون ہے اے قاصد یار
خط بھی آیا مری تقدیر کا لکھا ہو کر

رنگ رخ اُڑ کے مرا ہو گیا اُس گل کی مہک
شہرت حسن بنا راز غم افشا ہو کر

اب کہاں ناوک دلدوز میں پہلی سی خلش
رہگیا وہ بھی غم لذت ایذا ہو کر

تو جو ناخوش ہے تو بنتی ہے بگڑ جاتی ہے
مری تقدیر بھی تدبیر احبا ہو کر

تو سہی خط جبیں آج مٹا دوں اے بت
سنگ در پر ترے میں ناصیہ فرسا ہو کر

سعی بیکار نے جب عشق میں ہمت ہاری
جان پر کھیل گیا رعب شکیبا ہو کر

روندے تاثیر کیوں یہ جوش حرماں دیکھکر
پھیر لی آج آنکھ اُسنے مجھکو گریاں دیکھکر

پھر گیا آنکھوں میں یہ کس گل کی شوخی کا سماں
غش ہوں نیرنگ بہار باغ امکاں دیکھکر

مایۂ حیرت ہے اک نازک مزاج آئینہ رو
ہاں ذرا اظہار یاس اے چشم حیراں دیکھکر

زندہ باش اے مرگ کیا آشوب جاں تھی زندگی
آنکھ گویا کھل گئی خواب پریشاں دیکھکر

شورش آباد ایک دیوانے کے دم سے تھا یہ گھر
آج کیا روئے ہیں ہم سنسان زنداں دیکھکر

شکوہ سنج کم نگاہی تھا بہت اچھا ہوا
کھوگیا دل تیرے آئینہ کو حیراں دیکھکر

کیوں قیامت ہو خرامِ فتنہ زا سے کامیاب
رکھ زمیں پر پانوں اے آشوبِ دوراں دیکھکر

ہم ہیں گردِ کلفتِ خاطر ہے اور شوریدگی
خاک یوں وحشی اُڑاتے ہیں بیاباں دیکھکر

ہستیِ واجب کا آئینہ ہے اور کچھ بھی نہیں
محوِ حیرت ہوں طلسمِ آب و امکاں دیکھکر

قائلِ ہنگامہ آشوبی نہیں اک نازنیں
عرضِ شورش اے جنونِ فتنہ ساماں دیکھکر

بات انھیں محفل میں کیا آئے جنھیں چپ لگ گئی
رہ گئیں آنکھوں کی چشمکہائے پنہاں دیکھکر

محوِ نظارہ وہ میرے داغہائے دل کے ہیں
کھل گئیں آنکھیں بہارِ نرگستاں دیکھکر

غزل

کون کہتا ہے کہ اظہارِ وفا اچھا نہیں
ہے رعب لیکن شکوۂ ابنائے دوراں دیکھکر

اُف ری بیدردی کہ میرا حالِ مضطر دیکھکر
ہنس دیے وہ جانبِ چرخِ ستمگر دیکھکر

آرہے تھے ہم ہجومِ آہ و محشر دیکھکر
کھل گئیں آنکھیں ترے کوچہ کا منظر دیکھکر

جانستانی میں رہے عشق و ہوس کا امتیاز
جنبشِ ابرو و نازِ ترکِ ستمگر دیکھکر

میری فطرت خود مری بربادیوں کی ہے کفیل
مطمئن کر دوں ہے نیرنگِ مقدر دیکھکر

آرزومندِ نمک پاشی ہیں اک وحشی کے زخم
شورش افزائی تری اے صبحِ محشر دیکھکر

جانتے تھے ہم کہ بل پڑنیکو ہیں تقدیر میں
زلف گیرا کو پریشاں دل کو خود سر دیکھکر

نازِ استغنا کے سر سر شوقِ جانبازی کا خون
آرزوئیں کٹ گئیں قاتل کے تیور دیکھکر

سرنوشت لکھی تھی قسمت میں تو اے بت کاش ہم
پھوڑتے سر تیرے دروازہ کا پتھر دیکھکر

پردہ رہجائے تو بہتر پاسِ ضبطِ شوق کا
دیکھکر اے جوشِ اشک و دیدۂ تر دیکھکر

لاکھ لطفِ میکشی صدقے اس اک انداز پر
مست ہوں خالی کفِ ساقی میں ساغر دیکھکر

نالۂ سرد ہوا ہے گرم جوششِ انتقام
عزمِ گردش اے سپہرِ کینہ پرور دیکھکر

نازکی آزردہ دل ہے کیوں امید افزا ہوا
دیکھنا قاتل کا مجھ کو سوئے خنجر دیکھکر

دل عدو کا وہ بھی تیرہ اور ترا مجھ کو خیال
ہم تو حیراں ہیں اس آئینہ کو ششدر دیکھکر

تیغ سے جانباز غم کو تھی عجب دل بستگی
مر گیا طرزِ رعنائے چشم جوہر دیکھکر

کیا خبر آشوب محشر کی مگر دل لوٹ ہے
اک نیا فتنہ ترے قد کی برابر دیکھکر

شیوۂ عشق آفرینی ہے سر آنا زجنوں
دل کی جانب اسے نگاہِ فتنہ گستر دیکھکر

سر مرا شوقِ جبیں سائی کا ہے ہنگامہ زار
محشرستاں ہو سیا یعنی ترا در دیکھکر

دیر سے ہے دل یہاں بیتاب جوشِ اضطراب
ہاں ذرا اے گردشِ چشمِ فسوںگر دیکھکر

شورِ محشر کی نمک پاشی کا کب تک انتظار
ہنس پڑو تم زخم ہائے جسمِ لاغر دیکھکر

سرمہ آوازِ فریادی ہوئی گردِ نگاہ
تیرے تیور دیکھکر آشوبِ محشر دیکھکر

ہائے اب کس بات کا ہے انتظار اے انقلاب
ہنس پڑے وہ اضطرابِ رعب مضطر دیکھکر

غزل

مدح صحابہ

مستیٔ وحدت سے ہے فیضانِ مدامِ چار یار
بادۂ عرفاں سے ہے لبریز جامِ چار یار

اوجِ قربِ شاہ آو ادنیٰ مقامِ چار یار
پرتو مہرِ وما ینطق کلامِ چار یار

کیوں نہ اس طرزِ سخن پر لوٹ ہو ذوقِ رعب
یا محمد کہکے میں لیتا ہوں نامِ چار یار

خرمنِ باطل کی ہستی کیا کہ خاکستر نہو
برقِ غیظِ حق سے تیغِ بے نیامِ چار یار

مایۂ نازِ دولت سے اگر استہ آسماں
شاہِ والا سے نیازی ہے غلامِ چار یار

نورِ چشمِ شوکتِ دیں ظلِ دیوار حرم
مرتضیٰ شانِ سرِ فقدنا اوجِ بامِ چار یار

چار باغ طیبہ سے آتی ہے اترائی ہوئی
مژدہ ایدل رہ صبا لائی پیامِ چار یار

غرقِ طوفانِ عدم ہے کشتیِ کفر و نفاق
بارک اللہ موجۂ آبِ حسامِ چار یار

رشک سے اپنا کرے خیمہ اسے بہارِ بہشت خلد
میں ہوں محوِ کوئے فردوس احترامِ چار یار

عندلیب سدرہ باغِ قدس میں ہے ہم صفیر
ہوں وہ رنگیں نغمۂ وصفِ کلامِ چار یار

ساقیِ بزمِ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ میں کیوں نہو
سرخوش یُسْقَوْنَ فِیْهَا مست جامِ چار یار

سجدہ فرسودِ ہدایت ہے ہر اک نقشِ قدم
قبلہ گاہِ استقامت ہے خرامِ چار یار

اس خراب آبادِ ہستی میں ہیں مستانِ الست
سرخوشانِ رشحۂ کاسِ الکرامِ چار یار

مردہ دل کے حق میں تحریکِ نفسِ روح القدس
جنبشِ لبِ معجزِ یُحْیِی الْعِظَامِ چار یار

نظمِ پنج ارکانِ اسلام آیت تصدیق ہے
جلوہ گر ہے شاہدِ حسنِ نظامِ چار یار

چار جانب ہے صدائے صدق و عدل و حلم و علم
شش جہت ہے جادہ گاہِ فیضِ عامِ چار یار

چار دیوارِ عناصر کا شرف ہے واہ وا
چار طاقِ درگہِ عرش احترامِ چار یار

دل مرا تیری تمنا کو کنیزی میں نہ لے
آے شکوہِ خسروی میں ہوں غلامِ چار یار

حسنِ خلق آئینہ دارِ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْل
عفو ہے منظور جوشِ انتقامِ چار یار

نور وہ دیکھا کہ چشمک زن ہے برقِ طور پر
اللہ اللہ جلوۂ مہتابِ بامِ چار یار

مرگ اہلِ دل حقیقت میں ہے ترکِ کدورت
جان آجاتی ہے جب لیتا ہوں نامِ چار یار

صدقے اے نکہت فروشِ گلشنِ خلقِ عظیم
تیری خوشبو سے معطر ہیں مشامِ چار یار

جادہ جادہ معنیِ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْم
شرحِ متنِ اِهْتَدَیْتُمْ گام گامِ چار یار

تاج تارکِ طرۂ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ
تختگاہِ عِنْدَ رَبِّهِمْ زُلْفٰی مقامِ چار یار

کیوں نہو ہر نو عروسِ شعر چوتھی کی دلھن
مرحبا ہے نظمِ جدید آراستہ نامِ چار یار

گئی وہ تازہ دماغی کسے خوش آئے بہار
فسردہ دل ہیں نہ چھیڑے ہمیں ہوائے بہار

غلط کہ تیری جوانی کا رنگ اڑائے بہار
کسی ہوا میں نہ بھولے ذرا ہوائے بہار

یہ رنگ ہے تو کوئی تازہ گل کھلائے بہار
جنوں سے چھیڑ کرے شوخیِ ہوائے بہار

کبھی تو شورِ تبسم سے زخمِ دل ہوں ہرے
کبھی اس اجڑے ہوئے باغ میں بھی آئے بہار

ہم اور بیخودیِ لذتِ قفس طلبی
فراغِ سیر ہے کس کو ہزار آئے بہار

مبارک اہلِ جنوں شوقِ چاک پیرہنی
شباب ہے کسی گل کا او ابتدائے بہار

ترے شباب کے آگے جما نہ رنگ اے شوخ
نمودِ گلشنِ تصویر ہے ادائے بہار

جنوں بہانہ طلب ہے دلِ انقلاب پسند
ہم آشنائے خزاں ہیں نہ آشنائے بہار

ہماری گردشِ سر شورش آفرینِ جنوں
ہماری شورشِ دل وحشت آشنائے بہار

دکھائے شوخیِ نیرنگ کیا سماں دیکھیں
ہنسائے گل کو کہ بلبل کو خوں رلائے بہار

یہ کیا فسردگیِ ضعف کا تقاضا ہے
بڑھائے دل کو فضائے جنوں فضائے بہار

نہ دل رہا نہ طراوت رہی وہ داغوں کی
بہار میں بھی یہ رونا ہے کہ ہائے بہار

جفائے ضبط پہ آسان ہے کہ مشکل ہے
حریفِ ولولۂ شوق ہو وفائے بہار

بس اے نشاطِ اسیری کہیں خدا نہ کرے
کہ حوصلہ مری وحشت کا آزمائے بہار

تری نمود ہے یا محشرِ بلائے جنوں
ترا شباب ہے یا پیکرِ فضائے بہار

ہنسے نہ زخمِ دل اک دن ہجومِ تنگی سے
ہمارے باغ میں خالی ہوئی نہ جائے بہار

ہوے رہا بھی تو کیا جائینگے پئے گلگشت
بقدرِ شوق نہیں فرصتِ بقائے بہار

مجھے دماغ نہیں بوئے بے وفائی کا
خراب نکہتِ برباد ہے ہوائے بہار

بہت بعید ہے اے رعب پاسِ خودداری
نہ ابتدائے جنوں ہے نہ انتہائے بہار

دوئی سوزی ہے نازاں اتحاد عشق کامل پر
دل مجنوں کا ہوتا ہے گماں لیلیٰ کی محمل پر

گراں لطف تپش ہے نازکی سے طبع قاتل پر
الٰہی رحم آئی رحم شوق رقص بسمل پر

نگاہیں پڑ رہی ہیں اس جمالِ جلوہ مائل پر
یہ برق بے اماں دیکھیں گرے کس خرمن دل پر

مقابل آ نہ ہے اور جوشِ رشک معشوقی
ارے دیکھ آ نہ جائے دل ترے مدِ مقابل پر

کرے تیغ آشنا ذوق ستم کیونکر نزاکت کو
مرا شوق شہادت لوٹ ہے تشویش قاتل پر

یہ نیرنگِ فروغ آتشِ گل رنگ لائے گا
گری گی ایک بجلی خرمن صبر عنا دل پر

کہاں مجھسا زمانے میں حریفِ عاقبت سوزی
کہ دل آیا اور آیا کسطرح اک دشمنِ دل پر

نہ چار آنسو بہائے تمنے اتنا بے اثر ٹھہرا
تمناؤں کا ماتم کشتۂ بیتابی دل پر

یہ گلزار جوانی کون یارب محفل آرا ہے
بہار گلشن جنت بھی غش ہے رنگ محفل پر

رسائی راس کیا آتی سر سودا طبیعت کو
مدار لذت آوارگی تھا شوق منزل پر

دل سہل آشنا ہے پائمال ذوق ناکامی
غلط کیوں حل مشکل کی ہوس ہے میری مشکل پر

غبار قیس کا برباد ہونا کام آئے گا
نگاہ غیر کیوں پڑنے لگی لیلیٰ کی محمل پر

سیاہی اختر قسمت کی بھی کوتاہ وسعت ہے
بلائے عشق ہے موقوف اس رخسار کے تل پر

فریب خود نمائی بھی خطاب لن ترانی بھی
فدا ہے بیحجابی اس حجاب نیم حائل پر

بہار فتنہ ساماں نے کیا راز جنوں افشا
مجھے وجد آگیا اے رعب گلبانگ عنادل پر

دل کی حیرت دیکھئے اس لعل بے تقریر پر
غنچہ تصویر غش ہے غنچۂ تصویر پر

ناز ہے دل کو ہجوم داغ بے تاثیر پر
ہائے وہ بلبل کہ غش ہو گلشن تصویر پر

اللہ اللہ نازکی قاتل کی اور مشق ستم
لاکھ ذوق جرم قرباں لذتِ تعزیر پر

پنجۂ وحشت گلوگیر گریباں ہی رہا
صبر اب یارب پڑے دامانِ چرخِ پیر پر

شادیِ ناحق کشی عاشق کو وجد انگیز ہے
غش انا الحق گو ہے شور شہائے دار و گیر پر

کوئی بتلائے کہ جز تقدیر ہے تدبیر کیا
بے سبب تقدیر ہنستی ہے مری تدبیر پر

تو نیاز عشق ہوں اے پاس ضبط غم معاف
بس نہیں چلتا ہجوم آہ بے تاثیر پر

خانہ آشوبی سلامت تیری اے شور جنوں
خندہ زن ہے ذوق ویرانی مری تعمیر پر

کثرت ولہائے بسمل اور سر مژگانِ یار
ٹوٹے پڑتے ہیں ہدف انداز نوک تیر پر

لذت شوریدگی ہے اور سر سودا پناہ
گردش گردوں نثار اس گردش تقدیر پر

محشر آرائے اثر ہونا قیامت ڈھائیگا
رحم او ظالم ہمارے نالۂ شبگیر پر

دلنشیں تر تجھسے بھی اے بت ہے خاموشی کا رنگ
دل مرا آ ہی گیا آخر تری تصویر پر

حد بھی ہے تا چند عذر امتحانِ تاب درد
رحم او بیدرد رحم اب عاشق دلگیر پر

طرز طعنِ بیدلی تھی موجب افشائے راز
رعب کو وجد آگیا اُس شوخ کی تقریر پر

ایضاً

خندۂ لب نمک فشاں دل کو فگار دیکھکر
شوخیِ غمزہ جاں ستاں جسم کو نزار دیکھکر

جوش صفا کمال ہے حیرتی جمال سے
دل کی طرف بھی اک نظر آئینہ یار دیکھکر

شورش دل فسردگی مردگی دماغ تھی
شکر کہ بڑھ گیا جنوں جوش بہار دیکھکر

تاب نظر کا ادعا کیوں اَرِنی پکار اُٹھا
عذر کلیم کیا ہے اب جلوۂ یار دیکھکر

دشنہ فروشی نگاہ جوہر مرگ در بغل
اف وہ ادائے التفات مجھکو نزار دیکھکر

راہ میں ہے مٹا ہوا اک دل شورش آزما
عشق خرام دیکھکر فتنہ شعار دیکھکر

دور شراب میں رہے عشق و ہوس کا امتیاز
زحمت نشہ ساقیا ظرف خمار دیکھکر

ذوق نظر بجا مگر منظر دلکشا کہاں
چشم بصیرت آشنا لیل و نہار دیکھکر

دل نے کیا ہے یاد پھر عہد بلاکشی دراز
سلسلۂ جنوں بڑھا زلف نگار دیکھکر

جانتے تھے کہ ایکدن اپنا بھی آشیاں نہیں
آہ سپہر سوز کو صاعقہ بار دیکھکر

میرے دل شکستہ میں اسکے خیال کا ہجوم
جلوۂ حسن کو ہے ناز آئینہ زار دیکھکر

وحشت ہوا کشش فزا وحشت مضطرب نوید
ہائے خلش طلب بڑھا کثرت خار دیکھکر

رعب کا حال زار تھا عالم عبرت آفریں
آج تو وہ بھی رو دئے آخر کار دیکھکر

روئے رنگیں جلوہ ہے سرجوش تاثیر بہار
بے تصور پھر گئی آنکھوں میں تصویر بہار

مصحف رخسار رنگیں ہے کہ تفسیر بہار
اے بہار حسن صورت تو ہے تصویر بہار

ہائے کس صورت سے انگیز جنونکا ہو حریف
گلشن تصویر ہے اک رنگ تصویر بہار

تنگ ہے دنیائے وحشت حوصلے بیتاب ہیں
بس خدا کیواسطے اے جوش تاثیر بہار

ہاں ذرا شور تبسم پھر کہ زخم دل ہنسیں
کب تک آخر یہ چمن پامال تاخیر بہار

صفحۂ گلشن کی رنگینی نہیں غیر از نمود
درس ہے نیرنگ عبرت کا یہ تحریر بہار

تازہ ہوں پھر داغ دل اہل دل اے نسیم آ سیر کو
اس چمن کے واسطے لازم ہے تدبیر بہار

زیست کا میری ہے کہ رہن جنس غم نقد شباب
او متاع جوش وحشت وقف تسخیر بہار

مجھکو بھی رنگیں نوائی سے ہے ذوق اے باغباں
مر گئے گھٹکر قفس میں ہم تو تقدیر بہار

گوش گل راز آشنائے رنگ ستی ہی نہیں
ورنہ سوسن سے زبان حال تقریر بہار

سا شد اس رخ کے یہ شور شکست رنگ گل
عذر بدتر از گنہ ہے طرز تقریر بہار

قطرہ قطرہ کچھ نہیں جز شور نیرنگ مآل
ماجرائے گریۂ شبنم ہے تقریر بہار

نیم بسمل ہو گیا یارب دل وحشی مزاج
یہ نسیم صبح کے جھونکے ہیں یا تیر بہار

سامنے نقشا یہ کس گل کا کھنچا اے چشم شوق
موج تحریک نظر گویا ہے زنجیر بہار

ہم صفیری کو دعائیں دو وہ ناموزوں سہی
رعب تم کر لائے موزوں تیرو شمشیر بہار

[illegible] ۱۹۱۶ [illegible]

اُس نیند کے ماتے کو جگا شور مچا کر
اے نالۂ ہنگامہ فزا حشر بپا کر

نظارہ سراپا ہوئے تم جلوہ دکھا کر
آنکھوں سے نہاں رہتے ہو آنکھوں میں سما کر

اے تو بھی درد اُٹھ کے ترے پاس بٹھا دے
بیدرد بھلا دیکھ تو محفل سے اُٹھا کر

میں عاشق دلدادہ ہوں مجبور وفا ہوں
مختار ہے تو دل کا وفا کر کہ جفا کر

زیب سر دامن تو ہے خون اہل وفا کا
کچھ رنگ نہ لائے کہیں رنگ اپنا جما کر

کہتی ہے مری یاس پذیری کہ خدارا
امید اجابت کو نہ ممنونِ دعا کر

کیا سچ ہے کہ رہتے ہو قریبِ رگ گردن
اور پھر نہیں ملتے ہو گلے سامنے آکر

اب حشر کا اُٹھنا بھی ذرا اُٹھ کے دیکھو
جاتے ہو کہاں خاک نشینوں کو مٹا کر

کھلجائیگا پردہ مری رسوائی غم کا
یوں پردے میں بے پردہ ستمگر نہ رہا کر

اچھا نہیں دست نگاریں سے کوئی پھول
تربت کو چمن مایۂ نقشِ کفِ پا کر

تا لے نہوے سلسلہ جنبانِ اثر حیف
ہر چند پھرے عرش کی زنجیر ہلا کر

مقصود ہے ایجاد جفا عذر جفا سے
وہ کہتے ہیں ہم سنتے ہیں تو شرح وفا کر

کیوں مجھسے گلہ شورش پامالی دل کا
رفتار سے کہدے کہ قیامت نہ بپا کر

سر سبز نہوگا نہوا کوئی مداوا
بیمار ترے دیکھ چکے زہر بھی کھا کر

اُکھڑوا نہ سیہ خانۂ زنجیر کی کڑیاں
رم شیوۂ سودا کو نہ پابند بلا کر

کیا خوب سراغِ دلِ گم گشتہ نکالا
ہم کھوئے گئے آپ کسی کوچے میں جا کر

نظارہ گدازی میں کہاں لطفِ تجلی
محجوب ہے اک پردہ نشیں پردہ اُٹھا کر

روٹھیں نہ شبابِ ستم آرا کی اُمنگیں
اتنا تو نہ افسوس ہلاکِ شہدا کر

ہر ذرۂ بیتاب ہے لبریزِ قیامت
دیکھو یہ تماشا بھی مری خاک اُڑا کر

بلبل کی فغاں ہے گل و شبنم کا فسانہ
کیا ہنستے ہو آشفتہ نواؤں کو رلا کر

ترکش سے نکالی ہے زباں تیرِ ستم نے
اے دل دہنِ زخم کو آغوش کشا کر

گردش مری تمہیدِ سکونِ ابدی ہو
کونین سے کھو جاؤں نشاں آپ کا پا کر

عبرت نہ بشارت۔ مگر اے بیکسیِ ذوق
چشمِ نگراں کو رہے گوشِ شنوا کر

اللہ ترے خامے کی دشوار نگاری
مختار لکھا ہے ہمیں مجبور بنا کر

یا بیخودیِ شوق میں تھے اُس سے ہم آغوش
یا آپ سے جاتے رہے ہم آپ میں آ کر

جو درد کا درماں نہ ہو تدبیر وہ کیا ہے رعب
تقدیر ہے جو کچھ ہے دعا کر کے دوا کر

خفا کردے ہیں کو جان سے نطق آزما ہو کر
کوئی جادو جگا لے چشمِ فتاں سرمہ سا ہو کر

رہے آشفتۂ حرماں گرفتارِ بلا ہو کر
بڑھا طولِ امل کا سلسلہ زلفِ رسا ہو کر

کھلا ہر زخمِ دل کیا آہ سوزاں سے ہرا ہو کر
مرے گلزارِ رنگیں میں سموم آئی صبا ہو کر

تغافل کی ادا سے مار ڈالا ہے زمانے کو
نزاکت پر ستم اب کس لئے تیغ آزما ہو کر

تبسم میں وہ طرزِ جنبشِ لب تھی تقاضائی
ادا سے جانستاں نے جان لی ہے جانفزا ہو کر

متاعِ وصل تھی سرمایۂ نام و نشاں ہم کو
سراغ اب کیا ملے کھوئے گئے تم سے جدا ہو کر

مبارک شوق خود بینی حجابِ خود نمائی میں
اُٹھا دے گا یہ پردہ رازِ فطرت برملا ہو کر

الٰہی کچھ تو امید اثر کی آبرو رہتی
مجھی پر آہِ سوزاں آگ برساتی رہا ہوکر

کوئی فتنہ اُٹھائیں گے قیامت بنکے اُٹھینگے
سرِ رہ آج ہم بیٹھے ہیں تیرا نقش پا ہوکر

کہیں رسوا نکردے ضبطِ غم کو سامنے اُنکے
سکوں سیرا تپش ہوکر خموشی التجا ہوکر

وہ مجبورِ تغافل ہیں مری بے اختیاری سے
کہ لب پر نالہ بھی آیا تو حرفِ مدعا ہوکر

نگاہیں دل بڑھاتی ہیں ادائیں جان لیتی ہیں
وہ امید آفریں ہوکر یہ مایوسی فزا ہوکر

شناسا غیر کا کیا ہو ترا پہچاننے والا
ہوئے ہم آپ سے بیگانہ تیرے آشنا ہوکر

نیا نغمہ سنائے کوئی اہلِ بزمِ عبرت کو
خموشی میری سازِ بینوائی کی صدا ہوکر

حریمِ ناز میں ہم بے نیازِ رنجِ ہستی تھے
مقدر میں تماشا دیکھنا تھا کیا سے کیا ہوکر

دلِ تنگ آپ کا گھر ہے تو سمجھیں آپ گھر اپنا
کشائش کی طلب میں ہے ابھی یہ عقدہ وا ہوکر

کرے گا میری محویت کا عالم تجھ پر آئینہ
ترا آئینہ محوِ جلوۂ حیرت فزا ہوکر

بھلا ہم اور تجھے رسوا کریں اے اعتبارِ غم
اُٹھائیں نازِ ہستی بے نیازِ ما سوا ہوکر

نظر کے سامنے اور صورتِ تارِ نظر نہاں
یہ شانِ پردہ آرائی غضب ہے خود نما ہوکر

الٰہی میرے دردِ لیے دوا کی بات رکھ لیتا
کہ مرگِ ناگہاں آئی ہے امیدِ شفا ہوکر

نہیں منت کشِ تابِ بیاں شرحِ تپش ورنہ
یہ ساری شوخیاں رہجائیں تفسیرِ حیا ہوکر

ارے پیماں شکن سے کاروانِ زیست رخصت ہے
صدا آئی شکستِ دل کی آوازِ درا ہوکر

شبِ فرقت میں آخر آنیوالی تھی اجل آئی
مگر اک جانستاں انکا وعدۂ صبر آزما ہوکر

حریفِ امتحانِ تاب فرسا کون ہوتا ہے
جفا تیری رہیگی میری ممنونِ وفا ہوکر

بتوں نے دیر میں اتنا ستایا اے معاذ اللہ
کہ آخر سوئے کعبہ کو سدھارے پارسا ہوکر

ردیف (ض)

آہ اے حسن عمل فرط زیاں روز جزا
قصر جنت ہمیں ملتا ہے کسی گھر کے عوض

غیرت عشق وہ کافر ہے کہ چھونے بھی نہ دے
سنگ اسود ترے دروازے کے پتھر کے عوض

سختی عشق بتاں جھیلنے کو چاہیے تھا
زیب پہلو کوئی پتھر دل مضطر کے عوض

کیوں دل آزردہ ہو قاتل کی نزاکت اے شوق
چشمک ابرو کی ہے کافی مجھے خنجر کے عوض

زار اتنا ہے کہ آج ایک شکن سی ہم کو
نظر آئی سر بستر ترے لاغر کے عوض

اپنے در سے کوئی بیدرد جو اٹھواتا ہے
خود ہی دینا ہے نہ اٹھ جائیے بستر کے عوض

سوگ رکھوائے ترے حسن وفا نے اے رعب
ظلم کا تو نے حسینوں سے لیا مر کے عوض

ردیف (ل)

تنگ ہوں جی سے مجھے جاں ہے دوبھر قاتل
فیصلہ کر کہیں لے ہاتھ میں خنجر قاتل

سر فروشوں کا ہے مجمع ترے در پر قاتل
ہاں دکھا تیغ ادا کا کوئی جوہر قاتل

سخت جاں میں ہوں نزاکت سے ہے بخوبی واقف
کچھ سمجھ بوجھ کے لے ہاتھ میں خنجر قاتل

امتحاں گاہ محبت میں نہیں غیر کو دخل
وہ نہیں ہیں جو کریں گے یہ مہم سر قاتل

کسکے پنجہ میں پھنسا دل جسے سب کہتے ہیں
شوخ سفاک جفا پیشہ ستمگر قاتل

کسکا سر تن سے اتارا کہ فلک پر ہے دماغ
پاؤں رکھتا ہی نہیں آج زمیں پر قاتل

کشش شوق شہادت کا اثر دیکھو ذرا
کہ ہے میری ہی طرف دیدۂ جوہر قاتل

سخت جانی سے مری کھلگئی ساری قلعی — نوک کی اب نہیں لیتا ترا خنجر قاتل
کوئی غیرت سے گلا کاٹ کے مرجائے گا — غیر پر وار کرے سوچ سمجھکر قاتل
جو ریجھا کے ہے سہنے کی مجھے بھی عادت — تو جو بیوجہ ستانے کا ہے خوگر قاتل
واہ وا ذبح کس انداز سے رُک رُک کے کیا — مرمٹی میری قضا تیری ادا پر قاتل
دیکھ اندھیر دم ذبح یہ اے حسرت دید — رخ چھپائے ہے تہ زلف معنبر قاتل
چھائی جاتی ہے جو ہر وار پر اک سستی سی — خط شمشیر بھی کیا ہے خط ساغر قاتل
سر بسر میری خطا ہی نہیں کچھ اسکا قصور — قتل قاصد کو نکر پھر پیمبر قاتل
دیکھا آئینۂ رخ میں ترے ابرو کا جو عکس — نظر آیا ہمیں خنجر تہ خنجر قاتل
سخت جانی سے مری ہوکے دوچار آخر کار — کٹ گئی شرم سے شمشیر دو پیکر قاتل
پردہ ہٹنا تھا کہ دیدار طلب ٹوٹ پڑے — صبح محشر ہے ترا عارض انور قاتل
مجھسے ہر وقت کچھی پر ہی رہی آمادہ — تری تلوار ہے یا میرا مقدر قاتل
جب گلا کاٹ چکا کہنے لگی حسرت دید — دم نزاکت کو ذرا لینے دے دم بھر قاتل

کاش خنجر کی طرح رعب دم دعوی خوں
خود لپٹ جائے گلے سے سر محشر قاتل

یہ جو دل میں ہے ترے تیر کا پیکاں قاتل — تجھسے بڑھکر ہے مری جانکا خواہاں قاتل
نوک میں کم نہیں تجھسے ترا پیکاں قاتل — بنگیا دل میں مرے آتے ہی ارماں قاتل
نگہہ یاس سے میری نہ لڑے آنکھ تری — ہاتھ سے چھوٹ نہ پڑے خنجر براں قاتل
بیگناہی سے ہے کیا شوق شہادت کو گلہ — قتل کرکے مجھے ہوتا نہ پشیماں قاتل
دیکھ دامن کو ذرا خون کے چھینٹوں سے بچا — ذبح کا سیکھ طریقہ مرے ناداں قاتل

شوق کا خون نکر میں ترے ہونٹوں کے نثار
کہدے منہ سے بھی لگا ہونگی طرح ہاں قاتل

نفع کیا قتل سے جب وار ہوا اتنا اوچھا
ناز کی پر دہنِ زخم ہے خنداں قاتل

تیغ باندھی ہے کمر سے جو پئے مشقِ ستم
قتل کر قتل مجھے میں ترے قرباں قاتل

فیصلہ کر کہیں انکے تن وجانکا اُٹھکر
سر بکف بیٹھے ہیں کچھ بے سرو ساماں قاتل

چیر کر سینہ مرا دیکھ تو کیوں ہے یہ خلش
دل میں ارماں ہے کوئی یا ترا پیکاں قاتل

سامنے آتے ہیں جلوہ نما بدر و ہلال
رو برو تیغ کے تیرا رخ تاباں قاتل

پاس اگر زانوِ نازک کا نہو تا دمِ ذبح
ہم دکھاتے اثر شورش پنہاں قاتل

ستم آرائی سے ہے پردہ نشینی محجوب
تیغ کیوں یوں سر مجمع ہوئی عریاں قاتل

زہرِ غم نے خجل آبِ دمِ خنجر سے کیا
نذر بیداد کروں کیا تن بیجاں قاتل

رنگ لایا اثر جذب محبت پسِ قتل
آپ بھی پہلوِ بسمل میں ہے رقصاں قاتل

کیا سبکدوش کیا سر تھا وبال گردن
سرگرانی کو نہ بھولے گا یہ احساں قاتل

خود پکارینگے ترے دست نگارین سر حشر
خون ناحق بھی رہا ہے کہیں پنہاں قاتل

اسکے پانی سے جو سیراب ہوے جان آئی
تیرا خنجر ہے ہمیں چشمۂ حیواں قاتل

جان لیکر نہ سلامت کوئی خود گم نکلا
ترا کوچہ ہے عجب بھول بھلیاں قاتل

شکوہ بیوجہ کشی سے ہے گرانجانی کو
کی نہ اتنی ہی بھی مشکل مری آساں قاتل

کٹ کے رہجائیں گے گل شرم سے پیشِ بلبل
کیوں ہوا عازم گلگشت گلستاں قاتل

جسطرف دیکھیے کشتے ہی نظر آتے ہیں
ترا کوچہ ہے کہ ہے گنج شہیداں قاتل

مرحبا کی لب ہر گور سے نکلی آواز
کبھی گذرا جو سوے گورِ غریباں قاتل

ظلم ہے دادِ ستم بوالہوسوں سے چاہے
کاٹ کر آہ سرِ کشتۂ حرماں قاتل

حوصلہ شوق شہادت کا نہ نکلا افسوس
ہوگیا یہ بھی ترے وصل کا ارماں قاتل

رعب کے قتل کا راز اوچھپائے سے چھپے
رنگ لائیگا یہ خونِ سر داماں قاتل

شب وصل اُنکا حجاب اول اول
وہ شوخی بھرا اجتناب اول اول

وہ ہمدم مرا اضطراب اول اول
وہ اُس شوخ کا اجتناب اول اول

یہ کہتی ہے اب دل سے حرماں نصیبی
بہت رہ چکے کامیاب اول اول

خیال شبِ وصل تک اب نہیں ہے
نظر آتے تھے ایسے خواب اول اول

نہ آخر دکھاتا اثر جذب کب تک
رہا خوب اُنھیں اجتناب اول اول

لکھا میری تقدیر کا ورنہ قاصد
وہ لکھتے تھے خط کا جواب اول اول

خجل ہیں کہ ہم کیوں نہ دنیا سے اُٹھے
اُٹھا کر تمھارا عتاب اول اول

وہ شرم اب کہاں آئینہ دیکھکر تم
ہوا کرتے تھے آب آب اول اول

عذابِ جہنم کی غایت سمجھئے
فراق بتاں کے عذاب اول اول

بنے بندے اُس بت کے اے شیخ آخر
بگڑتے تھے کیا کیا جناب اول اول

مساوات اب ہوگئی یاد گیسو
بہت دل کو تھا پیچ و تاب اول اول

مرا عشق ہے قابل داد جنبے
تمھیں کو کیا انتخاب اول اول

یہ مصرع نہیں ملا

سنبھلنے تو دیتی نظارے کو حیرت
...

کسیکے غش آنے کا کچھ دھیان کرتے
اُلٹتے وہ کم کم نقاب اول اول

لگا کر دل اے رعب دی جان آخر
سمجھنا تھا خانہ خراب اول اول

ردیف (م)

کب تک جدا رہیں کسی رشکِ قمر سے ہم
کب تک کریں گلہ فلک کینہ ور سے ہم

نوعِ بشر کی پاتے ہیں ترکیب شر سے ہم
رکھیں امید خیر بھلا کس بشر سے ہم

دکھلائے اسقدر تو گراں خاطری اثر
مر کے بھی اُٹھ سکیں نہ کسی بت کے در سے ہم

غربت میں پاکے زار صبا نے کیا سلوک
پہونچے وطن میں پیشتر اپنی خبر سے ہم

بخت سیاہ کا جو بڑھا یو ہیں سلسلہ
لپٹیں گے مثل زلف کسیکی کمر سے ہم

بیٹھے ہیں اس غرض سے کہ ہوجائیں پیچ خاک
اُٹھیں گے فتنہ بنکے تری رہگذر سے ہم

غیروں کے کہنے سننے سے آیا تمھیں خیال
درگذرے ایسے لطف و کرم کی نظر سے ہم

دل کو ہجوم عشق نے گھیرا شبِ وصال
حسرت یہ پوچھتی تھی کہ نکلیں کدھر سے ہم

پھوٹی ہوئی ازل ہی سے قسمت ہے کیا کریں
سر پھوڑیں خاک جاکے کسی سنگِ در سے ہم

قربان بدگمانیِ دل پر ہے جذب شوق
پہلے پہونچ چکے ہیں کہیں نامہ بر سے ہم

کوچہ کو تیرے عرصۂ محشر بنائیں گے
اک روز نالہ ہائے قیامت اثر سے ہم

گم گشتگی ہماری ہے منظور اہلِ دید
پنہاں بہ شکل تارِ نظر ہیں نظر سے ہم

وصف جبینِ روشن جاناں کی فکر ہے
مضموں کوئی اُڑائیں بیاضِ سحر سے ہم

دیکھیں گے کسطرح انھیں بیتاب سچ تو ہے
محجوب کسقدر ہیں دعا کے اثر سے ہم

پاتے ہیں رعب بزمِ سخن میں مقامِ صدر
فیضِ جلال مستند و معتبر سے ہم

گل شرم سے ہو شمع جو ہو انجمن میں تم
مرجھائیں گل حیا سے اگر ہو چمن میں تم

آہیں رہیں جو یوہیں شرر زا جناب دل
آگ ایکدن لگاؤ گے چرخ کہن میں تم

کہہ دو سوال وصل پہ اکبار منہ سے ہاں
اتنی ہی بات رکھے ہوئے ہو دہن میں تم

بوسے غزال چشم جو میں نے کہا انھیں
شاخیں نکالتے ہو عبث کیوں سخن میں تم

اک دل بتائیں نسخۂ اکسیر ہم تمھیں
ہو جاؤ خاک یاد بت سیمتن میں تم

کب سے تلاش کرتے ہوا ے منکر و نکیر
کس ناتواں کو ڈھونڈھ رہے ہو کفن میں تم

ہم مر چکے تھے آنکھ کے ملتے ہی جی اٹھے
اعجاز رکھتے ہو نگہ سحر فن میں تم

محشر خرامیاں یہ عنادل کے سامنے
کچھ گل کترنے والے ہو شاید چمن میں تم

ہر اک مکاں کی رونق و زینت ہو اک ہمیں
ہم دشت میں ادھر ہیں ادھر انجمن میں تم

ہر دم غضب ہے جعد معنبر کا کھولنا
نافے کا خوں کرو گے کسی دن ختن میں تم

کیوں بجلیاں گراتے ہو ہنس ہنس کے پیش گل
آئے ہو شاید آگ لگانے چمن میں تم

جاتے ہو سیر گل کو پہنکر لباس سرخ
قاتل زمانے بھر کے ہو اس بانکپن میں تم

کہتے ہیں اپنی جان تمھیں سارے اہل دل
اک معجزہ دکھاتے ہو آواگون میں تم

میں رکھ سکے جو ہر دل خوں گشتہ کیا کروں
جڑ والو اس عقیق کو بھی نورتن میں تم

میلے لباس پر بھی قیامت کا حسن ہے
رکھتے ہو ایک آن ہر اک پیرہن میں تم

ساغر بکف چلے ہو پئے شغل میکشی
لالہ کو داغ دو گے پہونچکر چمن میں تم

کب تک برنگ طائر بسمل جناب دل
تڑپو گے یاد قاتل ناوک فگن میں تم

مجھ منکسر کا ہے دل صد چاک کسلئے
کنگھی کرو نہ زلف شکن در شکن میں تم

کس برق وش سے آنکھ ملائی سفر میں رعب
کچھ بیقرار سے ہو مرے جاں وطن میں تم

دشت میں جان حزیں نذر قضا کرتے ہیں ہم — حق ترا اے گردش قسمت ادا کرتے ہیں ہم

زہر کھانیکو ہیں تدبیر شفا کرتے ہیں ہم — آج وزدیوں کو ممنون دوا کرتے ہیں ہم

تم ہمیں دشنام دیتے ہو دعا کرتے ہیں ہم — کیوں برا مانو بھلا اچھا برا کرتے ہیں ہم

سوز بیتابی کو برق ماسوا کرتے ہیں ہم — اے دل وارفتہ تیرا ہی کہا کرتے ہیں ہم

نامرادی میں کمال سعی بیجا اصل نہ پوچھ — اعتبار نالہ ہائے نارسا کرتے ہیں ہم

جا دل خود سر بلا سے ہو بلا گردان زلف — اب کنارہ تجھسے کا فرماجرا کرتے ہیں ہم

او بت اس بیداد پر اک آہ کتنی بات تھی — کچھ تو ہے جو اسقدر خوف خدا کرتے ہیں ہم

پھر کرشمہ کچھ دکھانا چاہتی ہے دل کو یاس — پھر امید وعدۂ صبر آزما کرتے ہیں ہم

کھو گئے خود از رہی محویت تلاش یار کی — یعنی اکثر جستجو اپنی کیا کرتے ہیں ہم

اے نگاہ ناز کب تک جان و دل بیتاب برق — دیکھ ادھر بھی اب کہ عرض مدعا کرتے ہیں ہم

زخم دامن وار ہیں خمیازہ کش بہر نمک — زہر خند ضبط کو شور آشنا کرتے ہیں ہم

قہر ہے اے لطف ایذا یوں تڑپنا بعد ذبح — اک جفا جو کو پشیمان جفا کرتے ہیں ہم

بات رکھ لیں محشر آشوبی کی اچھا یوں سہی — دل کو پامال خرام حشرزا کرتے ہیں ہم

شوخی پرسش مسلّم لیکن اے پاس ادب — ضبط بیجا کرتے ہیں کتنا بجا کرتے ہیں ہم

شاہد حسن ازل ہے طالب عشق ابد — ابتدا کو مایہ دار انتہا کرتے ہیں ہم

جوہر حیرانی دل عرض مشق جلوہ ہے — آئنہ اک نذر حسن خود نما کرتے ہیں ہم

کیوں نہ اس در پہ تڑپکر حشر برپا کیجئے — انتظار انقلاب دہر کیا کرتے ہیں ہم

ناز ہمت بے نیاز جلوۂ کونین ہے — ان کرشموں کی طرف کب اعتنا کرتے ہیں ہم

جھوٹے وعدے کی خوشی میں آپ سے جاتے رہے — رات دن اب منتظر اپنے رہا کرتے ہیں ہم

کسقدر وضع خموشی سے نواپرداز غم | ہائے چشم سرمہ گیں کو خفا کرتے ہیں ہم
لذت تعزیر کا حق ہے سزاوار خطا | کچھ خطا کرتے نہیں بیجد خطا کرتے ہیں ہم
اُف رے لطف ہمکلامی امتیاز اتنا نہیں | وصف گیسو یا تمنائے بلا کرتے ہیں ہم
کرچکی مایوس چتون ہچکیا غمزہ جوا سب | کس مزے کی چھیڑ ہے پھر التجا کرتے ہیں ہم
شوق بیداد آفرینی ذوق خونریزی غلط | نازکی پر اُنکی کیا کیا افترا کرتے ہیں ہم
ذرہ ذرہ ہے تجلی زار خورشید جمال | واہ کس عالم میں چشم شوق وا کرتے ہیں ہم
حیف اُس دل کو کہ تھا ردکردۂ ارباب دید | محرم راز حریم کبریا کرتے ہیں ہم
اُنکا انداز تغافل ہے نوا یجاد جفا | تازہ پھر آئین حرمان وفا کرتے ہیں ہم
مرگ ہستی تھا طلسم فرصت موہوم زیست | مٹکے اے ذوق فنا کسب بقا کرتے ہیں ہم
بیخودی آئینۂ حیرت ہے فرصت مفت شوق | بزم میں نظارہ اک بیدید کا کرتے ہیں ہم
پاس تمکیں ہو حریف ذوق بیتابی محال | مژدہ جوش درد اب محشر بپا کرتے ہیں ہم
شیوہ ہائے جانستانی کا ہائے انداز طلب | اے ستمگر دل کو پہلو سے جدا کرتے ہیں ہم
پھر نوائے حق سے شور آگیں ہو اجزائے فضا | پھر تپش کو زخمۂ ساز آنا کرتے ہیں ہم
حیف اگر آئینۂ دل ستہ نو جلوہ دوچار | بس اسی امید پہ مشق صفا کرتے ہیں ہم
اے ادائے ناز تیری بے نیازی دیکھکر | جان کو شرمندۂ ناز قضا کرتے ہیں ہم

[illegible] رعب شعر و شاعری معلوم شغل ہجر ہے [illegible]
چند نالے ہیں کہ موزوں کرلیا کرتے ہیں ہم

کیا جیتے جی اُٹھیں گے ترے آستاں سے ہم | ہاں تو اٹھائے گا تو اُٹھینگے جہاں سے ہم
ہوں سرخرو سے سجدہ ترے آستاں سے ہم | فرصت طلب بس اتنے ہیں عمر رواں سے ہم

غماز راز عشق ہے وہ غمزۂ نہاں — اے ضبط بے محل تجھے لائیں کہاں سے ہم

مشقِ ستم ہو کسلئے مایوس بعد قتل — لے جی اُٹھے تری نگہِ جاں ستاں سے ہم

تاب آزمائے ضبط ہے وہ شوخیٔ نگاہ — اے عشق ڈر رہے تھے کسی امتحاں سے ہم

مرہونِ مشتِ خس نہوئی سُستِ ہمتی — کچھ منفعل ہیں برق سے کچھ آشیاں سے ہم

ہو خاک اپنی اور ترے کوچے کی سرزمیں — رکھتے ہیں اک امید ابھی آسماں سے ہم

ممکن جو ہو تو فرصتِ راحت کا اک نفس — بدلیں ہزار زندگیٔ جاوداں سے ہم

اے شورشِ جنوں وہی سامانِ عافیت — باز آئے شیوۂ خردِ نکتہ داں سے ہم

تیری گلی کو صحن گلستاں بنائیں گے — رنگین نگاریٔ مژۂ خونچکاں سے ہم

اک اک نگاہِ شوق ہے طومارِ عرضِ حال — کہنے کو چپ ہیں کچھ نہیں کہتے زباں سے ہم

سودائے غم کی نذر ہوئی سب متاعِ شوق — راحت میں ہیں کشاکشِ سود و زیاں سے ہم

طرح صلائے جلوہ سرِ طور کیا ضرور — بس بس کہ بے نیاز ہیں کون و مکاں سے ہم

اُس رہگذر میں کاش یہ فتنہ ہو پائمال — تنگ آئے ہیں بہت دلِ محشر نشاں سے ہم

ذوقِ نوا رسائیٔ منزل کا ہے کفیل — بیخود ہیں نالۂ جرسِ کارواں سے ہم

اک پیکرِ جمود ہے افسردگی سے اب — دلکو کبھی ملاتے تھے برقِ تپاں سے ہم

مقصود سوزِ غم تھا یہی گلشنِ خلیل؟ — جلتے ہیں اپنے نالۂ آذر فشاں سے ہم

حسن نمود پیشہ ہے شوق آزما ہنوز — ہے ہے شباب رفتہ کو لائیں کہاں سے ہم

غم ہے زیادہ حوصلۂ اعتبار سے — فارغ ہیں پردہ داریٔ رازِ نہاں سے ہم

سامانِ برق و شعلہ ہوا سوزِ اضطراب — بارے خجل نہیں ہوسِ آشیاں سے ہم

تحریکِ ہر نفس میں ہے اظہارِ دردِ دل — واقف ہیں خوب رعب کی طرزِ بیاں سے ہم

ردیف (ن)

دل وجاں بردہ بربودہ صبر وقرارازمن
بگو دیگر چہ میخواہی کنوں اے عشق یارازمن

چناں بے اعتبارم نزد آں کافر کہ پیشِ او
خدارا اگر خدا گویم ندارد اعتبارازمن

سرے دارد سرم با نرگس مستانہ ساقی
نخواہد رفت تا صبح قیامت ایں خمارازمن

بنازم ایں دلال وغنج راکاں دلبر خود بیں
در آغوش تصور نیز می گیرد کنارازمن

کدامی جلوہ ام نجود نمود از گوشۂ بامے
کہ سرزد نعرۂ اِنّی آنا بے اختیارازمن

ندارم کار باد وشیزگانِ گلشنِ جنت
کہ دل بردست از پہلو یکے عذرا نگارازمن

پریشانی ازاں زلف پریشاں عاریت دارم
نباشد کس پریشاں روزتر در روزگارازمن

ہوائے باغ داری داغہائے دل تماشا کن
بیا بنگر کہ گل کردست زیبا نوبہارازمن

مرا برحال خود بگذار وبگذر ازمن اے واعظ
ندارم با تو من کارے ترا خود گو چہ کارازمن

مپرس ازگردش طالع چہ گویم وہ چہ برگشتہ
دلاں زمن چرخ ازمن ودوستاں ازمن نگارازمن

بشوق ضرب شمشیرت سرم بار بیست برگردن
خدارا ہاں خدارا دست اے قاتل بدارازمن

سرت گردم چہ بودے گاہے از با ناز میگفتی
بگو آخر چہ داری آرزوائے رعب زارازمن

پتھر وہ دل ہے جسمیں کسی بت کا غم نہیں
پھوٹی ہوئی وہ آنکھ ہے ہر دم جو نم نہیں

کسدن سر نیاز کیا ہمنے خم نہیں
کی تیغ ظلم آپ نے کسدم علم نہیں

آنکھوں کا کب خیال تری اے صنم نہیں
کب دل کو شوق صید غزالِ حرم نہیں

وہ خار کونسا ہے جو لیتا قدم نہیں
کیا دشت میں ہیں آبلہ پا محترم نہیں

کسدن نئی جفائیں انوکھے ستم نہیں
ایجاں یہی جفا و ستم ہیں تو ہم نہیں

پیغام مرگ ہے تری تیغ دودم نہیں
ظالم غضب ہے قہر ہے طرز ستم نہیں

غم دیجے رنج دیجے کوئی رنج و غم نہیں
شکوہ زباں پر آپ کا لائیں وہ ہم نہیں

ہاں دیکھو مسکراتے ہو کہکر صنم نہیں
اقرار سے تمھارا یہ انکار کم نہیں

دیتا کب ایک پردہ نشین دلکو غم نہیں
کب شکوہ ہائے درد نہاں کرتے تم نہیں

کیوں اُسکے بام کو نہ کہوں جو تھا آسماں
علیے سے کچھ وہ غیرت خورشید کم نہیں

اک گونہ ربط شیخ کو ہے میکشوں سے بھی
کیونکر کہوں جناب کا دم مغتنم نہیں

آنکھیں ہیں تیری تفرقہ پرداز انجمن
دو شخص ملکے بیٹھتے اک جا بہم نہیں

دوزخ میں جلوہ گر ہیں گل گلشن جناں
کوئے رقیب میں ترے نقش قدم نہیں

کیوں توڑتا ہے او بت پیماں شکن بھلا
مجھ منکسر کا دل تری جھوٹی قسم نہیں

معلوم ہے ہمیں ترے عشق دہن کی راہ
کہتا ہے کون جادۂ ملک عدم نہیں

بنت العنب کی حرمت صحبت کا ذکر کیا
دیر مغاں ہے شیخ یہ بیت الحرم نہیں

اغیار قتل گاہ میں بلوائے جاتے ہیں
اے بخت کیا کسیکے گنہگار ہم نہیں

چلتا رہیگا دور فلک تک اسیطرح
ہم میکشوں کا جام ہے یہ جام جم نہیں

واعظ بتوں میں جلوہ جو ہمکو نظر پڑا
کسطرح وہ بیاں ہو کہ کچھ کیف و کم نہیں

اُس مو کمر کا وصف دہن کیا رقم کروں
عنقا کے پر کا ہائے میسر قلم نہیں

ٹوٹے گا توڑ کر تری تیغ دودم کا دم
مجھ سخت جاں کا دم ہے یہ تیری قسم نہیں

کہتے ہیں رند شیخ کے منھ سے لگا کے جام
ہاں پی کبھی جا شراب ہے کمبخت سم نہیں

اک دو قدم چلے تھے کہ فتنہ اٹھا دیا
ٹھوکر بھی آپ کی قدم عیسے سے کم نہیں

پیدا ہوا دہن ترے انکار وصل سے
لائی خبر عدم کی تری ایصنم نہیں

اے وائے شوق کہتی ہے اُس ناز کی تیغ
اس سخت جاں کے قتل کا مجھ میں تو دم نہیں

محفلمیں اُنکی کھیل کے جاتے ہیں جان پر
دیکھیں رقیب آج نہیں ہے کہ ہم نہیں

کہتا ہے جذب دل کہ کسی شوخ کا وصال
دشوار اسقدر نہیں چنداں اہم نہیں

رفتار ناز یار کے میں لکھ رہا ہوں وصف
اک حشر کا ہے شور صریر قلم نہیں

افسوس کشتِ غم تجھے سینچوں میں کسطرح
انسو برائے نام بھی آنکھوں میں نم نہیں

فرقت میں کون کون نہیں اپنا غمگسار
اندوہ و غم نہیں ہے کہ رنج و الم نہیں

لیں بل کی شانۂ دل صدچاک سے مرے
ایسے تو تیرے گیسوے پرپیچ و خم نہیں

مہلت جناب دل ہوئی جاتی ہے دیکھئے
یا درد آپ کا نہیں یا آج ہم نہیں

کیوں شیخ سچ بتاؤ خدا کی قسم تمھیں
کعبے میں جو کبھی تھے وہی یہ صنم نہیں

اے غم گھر ایک پردہ نشیں کا ہے میرا دل
جمتا یہاں ترا نظر آتا قدم نہیں

قہر و عتاب میں بھی ہم پا رہے ہیں لطف
اچھا نہیں سہی جو نگاہِ کرم نہیں

اے دل نہ موڑے آنکھ بھلا وہ غزال چشم
کیونکر کہوں طبیعت آہو میں رم نہیں

مجھ سخت جاں سے نزع میں کہتا وہ بعد قتل
خنجر میں دم نہیں ہے تو تجھمیں بھی دم نہیں

کالے کے باندھ دینے کا لکھتا ہوں اک فسوں
اشعار وصف زلف میں کرتا رقم نہیں

رضواں سے ہم اُلجھ گئے دھوکا جو یہ ہوا
اُس حورش کا کوچہ ہے خلدِ ارم نہیں

سیدھا کرونگا میں فلک کجروش کو آج
آہوں کے تیر یا نہیں یا اُسکا خم نہیں

بھر لاکے اشک آنکھ میں مجھ بادہ کش کے بعد
کہتا ہے جام بادہ کہ افسوس جم نہیں

کب دل میں ایک بت کے دہن کا نہیں خیال
کسدم نظر میں نقشۂ ملکِ عدم نہیں

ہمت سے کر رہی ہیں خجل ناتوانیاں | سائل اجل ہے جانکنی ور مجھ میں دم نہیں
اے مدعی عطاے خدا ہے سخنوری | دو روشہ مال خال واب وجد وغم نہیں

مر جاؤ رعب ہجر میں جینے سے فائدہ
کچھ تم نے زہر کھانے کی کھائی قسم نہیں

فرقت میں سیر گل کی خوشی غم سے کم نہیں | ہنسنا گلوں کا گریۂ شبنم سے کم نہیں
انس اے غزال چشم ترا رم سے کم نہیں | دشمن بھی کم نصیبیوں میں کچھ ہمسے کم نہیں
تم سنگدل اگر ہو صنم ہم ہیں سخت جاں | کب تم سے کم ہیں ہم بھی جو تم ہم سے کم نہیں
نکلی ہے جان اس لب نوشیں کی یاد میں | کچھ شہد بھی ہمارے لئے سم سے کم نہیں
اے غفلت آشنا مرے حق میں شب فراق | تیرا خیال مونس و ہمدم سے کم نہیں
قاتل کا اپنے ہاتھ سے یہ خون پونچھنا | ہم زخمیوں کے واسطے مرہم سے کم نہیں
دیکھیگا اے فلک دل سوزاں کے داغ کیا | ہر ایک تیرے نیّر اعظم سے کم نہیں
عشاق کا نہ چوتھے فلک پر ہو کیوں دماغ | وہ بے شک مہر عیسئ مریم سے کم نہیں
مجھ سادہ دل کے واسطے اے شوخ سادہ رو | پیمان سست وعدۂ محکم سے کم نہیں
نظارہ تیرے رخ کا ہے کیا مایۂ نشاط | غمگیں بھی تیری بزم میں خرّم سے کم نہیں
اے چرخ مجھ ستائے ہوئے پر یہ جور و ظلم | کیا تو بھی میرے ظالم اظلم سے کم نہیں
اس بت کے عشق میں ہے مجھے زندگی عذاب | کچھ سوز ہجر نار جہنم سے کم نہیں
لاحول کیجے نام نہ لے اسکا اے پری | موذی رقیب دیو مجسّم سے کم نہیں
جب دیکھئے ہے چاہنے والوں سے اک بگاڑ | انکا مزاج کاکل برہم سے کم نہیں
زندہ ہوں ایک غیرت عیسیٰ کے ہجر میں | تار نفس بھی رشتۂ مریم سے کم نہیں

اس دل وہی سے جو ہے غرض جانتا ہوں میں
او جانستاں ولا ہے ترے دم سے کم نہیں

یکساں ہر اک سے ربط ہے اُس پر غرور کو
اغیار سے زیادہ نہیں ہم سے کم نہیں

کس کشتۂ نگاہ کا لایا ہے سوگ رنگ
ایجاں صفِ مژہ صفِ ماتم سے کم نہیں

ایک ایک بھولے پن میں ادائیں ہیں سیکڑوں
طفلی تری شباب کے عالم سے کم نہیں

یہ تیغ مجرموں کے لئے ہے تو وہ کمند
زلف اُنکی بھی تو ابروئے پُرخم سے کم نہیں

بیمارِ غم سے اُس لبِ جاں بخش کا ہے قول
اعجاز میرا عیسیٰ مریمؑ سے کم نہیں

اک گندمی صنم کا خطاوارِ عشق ہوں
میرا گناہ لغزشِ آدم سے کم نہیں

ہیں عاشقانِ کعبۂ رخ اُسکے تشنہ لب
چاہِ ذقن بھی آپ کا زمزم سے کم نہیں

اے شیخ سادہ دل مرا جامِ شراب دیکھ
تو ہے سکندر آج تو میں جم سے کم نہیں

ہمدم برنگِ شمع گلستاں میں صبحِ وصل
ہنسنا ہمارا گریۂ شبنم سے کم نہیں

دشمن سے وہ گلے ملے قربان بخت کے
ہمکو تو ہائے عیدِ محرم سے کم نہیں

تن تن کے سبکو سینے کا دکھلاتے ہیں ابھار
محفل میں اُنکی غیر بھی محرم سے کم نہیں

اے غیرتِ مسیح ترے بزمِ ناز میں
خاموشی اپنی روزۂ مریم سے کم نہیں

عاشق وہ ہیں کہ خلد میں حوروں کو دل دیا
موت اپنی بھی حیات کے عالم سے کم نہیں

اے بخل عام تیرے تصدق سے آج کل
جو ہے زر اکریم وہ حاتم سے کم نہیں

نکلا ہوں جسکے کوچہ سے ہے گندمی وہ شوخ
میں اپنے جدِ امجد آدم سے کم نہیں

کیجے سوال وصل پس و پیش کیا ہے رعب
بڑھکر سے بڑھکر اُنکی ہے ہاں کم سے کم نہیں

کیوں طور پر ہے طول سوال و جواب میں
موسیٰ خبر بھی ہے کہ ہو کس سے خطاب میں

ہمنے سوال بوسہ کیا اضطراب میں
بوسہ نہیں تو گالی ہی تم دو جواب میں

اے شیخ تو بھی آ کبھی بزم شراب میں
کمبخت ہو بھی جا کہیں داخل ثواب میں

اللہ ری حیا کہ جو آئے بھی خواب میں
چہرے کو وہ چھپائے ہوئے تھے نقاب میں

فریاد کی جو عرصۂ روز حساب میں
ہو کر خجل ہم اُن سے پڑے کس عذاب میں

ہم پھر سوال وصل کریں اضطراب میں
تم پھر نہیں نہیں کہو یونہیں جواب میں

اُس چشم نیم خواب کا ہے نصف شب خیال
اب آنکھیں اپنی خواب نہ دیکھیں گی خواب میں

پروا ہماری اُس بت بے پیر کو کہاں
مست مے غرور ہے ظالم شباب میں

پوچھے نہ کچھ بھی غیر سے دربان آپ کا
اور حکم اندر آنے کا لے میرے باب میں

قرباں ایسے پردہ نشیں کے کہ رات کو
یوں بے نقاب سامنے آ جائے خواب میں

تھی چلبلاہٹ اُنکی شب وصل بھی وہی
آغوش میں بھی میرے تھے ایک اضطراب میں

کیا ٹکڑے ٹکڑے ہائے کیا بے وفا نے دل
میرے ہی خط کو پھاڑ کے بھیجا جواب میں

جانے بھی دیجئے کہیں ذکر سوال وصل
اک بات تھی کہ کہہ گئے ہم اضطراب میں

جو وصف بیت ابروئے جاناں میں شعر ہے
میں نے لکھا اُسے سخن انتخاب میں

ہمدم خیال خواب بھی خواب و خیال ہے
کمخواب پوش جب سے وہ دیکھا ہے خواب میں

اُس گلبدن کے پھول سے رخسار کا عرق
دکھلا گیا بہار گل تر گلاب میں

فرقت میں ہائے رونق بزم طرب کہاں
درد اک بھرا ہے نالۂ چنگ و رباب میں

انکار وصل کیجئے پھر جان لیجئے
ہم جان دیں گے آج نہیں کے جواب میں

اُس زلف کا خیال ہے کیا کیا و بال جاں
فرقت کی رات کٹتی ہے پیچ و تاب میں

ہاں اے سوال بوسہ پر اے شوخ گالیاں
پاتا ہوں لطف کا میں مزا اس عتاب میں

یکتا ہے تو سہی ہیں آئینہ دے زرا　دکھلائیں اک حسیں تجھے تیرے جواب میں

کرتے ہیں رند آپ کو یاد اے جناب شیخ　تشریف لائیے کبھی بزم شراب میں

ہر تار زلف کا دلِ سوزاں کو ہے خیال　ڈورے ہزاروں دیکھیے ہیں اک کباب میں

وہ شعلہ رو نقاب میں بھی بے نقاب ہے　حسنِ نقاب سوز چھپے کیا نقاب میں

ہم ہوں کہ غیر کوئی کرے وصل کا سوال　اُنکی زبان پر ایک نہیں ہے جواب میں

کس روز غیر پر نہیں ظالم نگاہِ لطف　کس دن نہیں ہم آتے ہیں تیرے عتاب میں

زاہد چنا ہے حور سے بھی بڑھکے اک حسیں　کرتے ہیں ہم کہیں غلطی انتخاب میں

مرنے سے پہلے تھوڑی سی پی کر تو دیکھ شیخ　آبِ بقا کا خاص اثر ہے شراب میں

دیکھیں بری نظر سے نہ اغیار بد نظر　مکھڑا چھپا لو تم سرِ محفل نقاب میں

بے پردگی کا لطف شب وصل کیا کرے　وہ چشم شوخ پردۂ شرم وحجاب میں

دے ایک بت ہمیں عوض حور روز حشر　یہ التجا کریں گے خدا کی جناب میں

ملکِ عدم کی ساری حقیقت ہے مندرج　اُس بت کے نقطۂ دہنِ لاجواب میں

چاند ایسے رخ کو چاند کی لگ جائے گی نظر　سوئیں نہ بام پر وہ شبِ ماہتاب میں

اُسکی خبر بجائے جواب خط آئے گی　یہ تھا نصیب قاصد ناکامیاب میں

ساقی کی چشم مست دکھاتی ہے عکس سے　جام شراب اک ہمیں جام شراب میں

نیند اپنی اڑ گئی صفت سایۂ پری　اک غیرت پری سے لگی آنکھ خواب میں

جامِ بلور میں نظر آئی شراب سرخ　آتش دکھائی سحر سے ساقی نے آب میں

کیا جانے کیا رقیب نے اُنکو پڑھا دیا　میرا ہی نامہ بھیجا ہے واپس جواب میں

ہاں جوش سیل اشک ندامت مدد کر آج　روز جزا ہے نار سقر التہاب میں

ہم بھی نگاہِ شوق کی تیزی دکھائیں گے
یونہیں سہی چھپائیے منہ کو نقاب میں

کیا خوف ہے رعب پرسش روز شمار کا
میرا شمار کیا ہے میں ہوں کس حساب میں

اک گل سے دل کو عشق ہوا ہے شباب میں
کیا خوب گل نیا یہ کھلا ہے شباب میں

آئی بلا سر اپنا پھرا ہے شباب میں
سودا کسی کی گیسوؤں کا ہے شباب میں

خونریزی سر بسر وہ بنا ہے شباب میں
جو دیکھیے وہ بانکی ادا ہے شباب میں

طفلی ہی میں وہ شوخ تھا اک فتنۂ زماں
پتلا بلا کا اب تو بنا ہے شباب میں

اے شیخ قول پیر مغاں ہے کہ میکشی
پیری میں ناروا ہے روا ہے شباب میں

انگیا کسی حسین کے ہوئے او ہی کچھ آپ
کھنچنے کو مجھ سے کس نے کہا ہے شباب میں

مسکن ہے تیرا سایۂ دیوار اے پری
دیوانگی اک اپنی ادا ہے شباب میں

کہتے ہیں نزع میں سرِ بالیں وہ بیٹھکر
دنیا سے کوئی یوں بھی اٹھا ہے شباب میں

جب دیکھیے حسینوں سے اک چھیڑ چھاڑ ہے
سچ پوچھیے تو کیا ہی مزا ہے شباب میں

جوبن ابھار پر ہے قیامت کا ہے اٹھان
کرنے کو کوئی حشر بپا ہے شباب میں

کہتی ہے انکی شرم سے شوخی یہ بار بار
آنچل سے منہ چھپانا برا ہے شباب میں

لیں ہمنے اپنے ہاتھ سے مول اشکباریاں
دل ایک شعر رو کو دیا ہے شباب میں

اللہ رے چودھویں برس اسکا کمال حسن
اک چودھویں کا چاند بنا ہے شباب میں

لپکا تھا انکی دید کا آنکھوں کو پڑ گیا
حافظ ہمارے دلکا خدا ہے شباب میں

جوبن نہ لوٹ لیں یہ کسی رند دیکھنا
غیروں سے تمسے ربط بڑھا ہے شباب میں

کہنا کسیکا دیکھ کے وہ مجھکو جاں بلب
کہیے ارادہ خیر سے کیا ہے شباب میں

رندوں سے دختِ رز کو کرے محتسب جدا — اک تاک جھانک میں بھی مزا ہے شباب میں

طالب ہیں ایک پردہ نشیں سے وصال کے — آنکھوں پر ابھی پردہ پڑا ہے شباب میں

آنچل بہت سنبھالنے والے ہمیں بتا — جوبن کہیں چھپائے چھپا ہے شباب میں

حوروں کا انتظار کہاں تک بقول داغؔ — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

جن عاشقی کا رعبؔ کے سر پر سوار ہے — دیوانہ اک پری کا ہوا ہے شباب میں

کچھ دیر قیام اپنا ہے اِس دارِ فنا میں — اے وائے کہ ٹھہرے بھی تو کس کہنہ سرا میں

پورے ہیں اگر آپ تو ہوں جور و جفا میں — پلہ ہے ہمارا ابھی گراں مہر و وفا میں

تاثیر نہیں عہدِ بتاں ہوش ربا میں — نالوں میں نہ آہوں میں فغاں میں نہ بکا میں

کہتے ہیں کہ دیکھیں تو اثر آہِ رسا میں — نیزے سے کلیجے کو ذرا چھیلے وہ تھا میں

دم نکلا ہے یا دلبرِ اعجاز نما میں — دیں قتل مجھے حضرتِ خضر آبِ بقا میں

اے شوخ کوئی ربط بھی آنکھوں میں حیا میں — یہ مست گرفتار ہیں کیوں زہد و ریا میں

کیوں خون نہ ہو خشک دمِ عرضِ تمنا — جوہر ہے قضا کا تری شمشیرِ ادا میں

لپٹا ہے غبار اُس سے یہ کس خاک شدہ کا — کچھ گرد نظر آتی ہے دامانِ قبا میں

خورشید صفت گُم ہے نشانِ نقشِ قدم کا — اللہ رے مری گرم روی راہِ فنا میں

تقسیم ہوئی روزِ ازل ساری درازی — میری شبِ فرقت میں تری زلفِ رسا میں

میں زار کسی گل کی گلی میں صفتِ خار — کھٹکا ہی کیا دیدۂ نقشِ کفِ پا میں

اُن مست نگاہوں سے کہو فیصلہ کر دیں — کچھ بحث شبِ وصل ہے شوخی و حیا میں

غربت میں شب و روز تصور ہے وطن کا — پھرتی ہیں نظر میں وہی صبحیں وہی شامیں

بے جان لئے ہنسنے تو ٹلتے نہیں دیکھا	ایجان ادا آپکی شاید ہے قضا میں
ایسا ہی جو لاغر مجھے ہونا تھا الٰہی	ہونا تھا کوئی تار کسی تنگ قبا میں
صورت نہ سحر کی نظر آئی کبھی یا رب	کیا طول مری عمر کا ہے شام بلا میں
دے اور کہیں جا کے دُھائی اے شب فرقت	تو پھنس گئی کا ہیکو مرے ساتھ بلا میں
موے کمر یار سے کیوں دیجیے تشبیہ	سرخاب کا کچھ پر تو نہیں بالِ ہما میں
آنکھوں میں کھٹکتا ہی رہا ہمقفسوں کی	میں زار عجب خار ہوں گلزار فنا میں
اے وعدہ فراموش تو اچھا ہے مسیحا	بیمار ترا مر گیا اُمید شفا میں
شوخی تری آنکھوں کی یہ کہتی ہے شب وصل	مجھکو نہ قرار آئے گا آغوش حیا میں
ہر بات فقط دل سے ہوا کرتی ہے ہمدم	تاثیر کہاں عاشق بیدل کی دعا میں
ہمتو بخدا دیکھتے ہیں اے بت گلرو	فیض دم عیسیٰ ترے دامن کی ہوا میں
لاتی ہے شمیم ایک گل مہر لقا کی	لگجائے کہیں آگ نہ دامانِ صبا میں
طول اور سیاہی میں نہیں فرق سرمو	ایجاں ترے گیسو ہیں مری شام بلا میں
کہتے ہیں کہ ہم بادہ کشوں سے نہ اُلجھئے	اے شیخ بگڑ جائیں گے پھر آپ ذرا میں
زینت بھی ہے اور کھیل بھی اللہ ری طفلی	رنگتے ہیں لباس اپنا وہ خونِ شہدا میں
اُس نرگس مستانہ میں جادو ہے کہ اعجاز	لے لیتے ہیں دل اک نگہ ہوش ربا میں
کیا جوش کشش ہے کہ کبوتر کو نہیں بار	نامہ مرا کس شوق سے اُڑتا ہے ہوا میں

یوں چوری کا الزام لگایا کرو اے رعب
دیکھا بھی ہے دل تمنے کفِ دزدِ حنا میں

کس طرح عزیز اُس سے کروں جان بھلائیں	کہتی ہے قضا ہوں کسی ظالم کی دائیں

کوچے سے جو اُس غیرت لیلیٰ کے چلا میں
بازیچۂ طفلاں صفت قیس ہوا میں

جی میں ہے دکھاؤں اثر آہ و بکا میں
اُس کوچہ میں اب جا کے کروں حشر بپا میں

ہاں وحشت دل دشت نوردی کا ہے اب لطف
پُرخار ہے صحرائے جنوں آبلہ پا میں

اک بام پہ آتا ہے نظر طور کا جلوہ
للہ مجھے کوئی سنبھالے کہ چلا میں

میں نے کہا اے بت نظر رحم ہو مجھ پر
جھنجلا کے وہ بولا کہ نہیں تیرا خدا میں

وہ خوگر آزار ہوں اے بانی بیداد
اب قہر میں بھی لطف کا پاتا ہوں مزا میں

ہوتا ہوں جو شاکی میں کبھی درد نہاں کا
وہ شوخ یہ کہتا ہے کہ دیکھوں تو ذرا میں

میں آہ جو کرتا ہوں تو کہتا ہے وہ بیباک
ہاں دل میں کہاں درد ہے دیکھوں تو ذرا میں

میں دیر نشیں کعبہ نشیں حضرتِ شیخ آپ
اے قبلۂ حاجات کجا آپ کجا میں

ہاں پردہ دری کی مجھے تہمت نہ لگانا
اے پردہ نشیں لے ترے کوچے سے چلا میں

دبتا ہے حیا سے کہیں اُبھرا ہوا جوبن
تم لاکھ چھپایا کرو کچھ دیکھ چکا میں

کچھ بھی نہیں معلوم کہ پہلے سحر وصل
پہلو سے اُٹھا کوئی کہ دنیا سے اُٹھا میں

پاس اپنے بٹھا غیر کو پہلو میں جگہ دے
لے خوش ہو ستمگر تری محفل سے چلا میں

گمنام مجھے کہکے کیا کرتے ہیں سب یاد
دنیا میں بھی نام و نشاں چھوڑ گیا میں

اے غیرت گلشن چمنستانِ جہاں میں
تو گل ہے تو ہوں بلبل آشفتہ نوا میں

اتنا تو بتا دے مجھے اے بیخودیِ شوق
کس گھر کی طرف آپ سے آپ اُٹھکے چلا میں

تو نے مجھے اُٹھکر کسی محفل میں بٹھایا
اے درد تری جان کو دیتا ہوں دعا میں

اندھیر شب غم کی سیاہی نے کیا کیا
ڈھونڈا ملک الموت نے لیکن نہ ملا میں

یوں یاس سے کہتا ہے مرا نخل تمنا
کمبخت ترے ہاتھ سے پھولا نہ پھلا میں

غیروں کی یہ طاقت کہ مجھے آنے سے روکیں / یوں ہی تو ضرور آپکے کوچہ سے گیا میں

مجھ رند سے اے حضرت شیخ آپ کو کیا کام / دل میں تو ذرا سوچیے کیا آپ ہیں کیا میں

محفل میں نظر جب وہ بت سادہ رُخ آیا / حیرت اسے کہتے ہیں کہ آئینہ بنا میں

کیا کیا نہ ترے عشق میں اے بانیٔ بیداد / رسوا ہوا بدنام ہوا خوار ہوا میں

بتلا تو سہی اے صنم سنگدل آخر / سر پھوڑوں کہاں جا کے ترے در کے سوا میں

فریاد کروں حشر میں کیا خاک الٰہی / قاتل کا گنہگار محبت بھی تو تھا میں

کہنا نہ سنا عشق سے کیا کیا نہ کیا منع / اب حضرت دل آپ پشیمان ہیں یا میں

دیوانے نے لیلےٰ کا بہت شکوہ کیا رعب / مجنوں سے جو اک روز قضا کار ملا میں

کسی کے گھر سے ہم بے آبرو ہو کر نکلتے ہیں / یہ کینے کب اے گردونِ دوں پرور نکلتے ہیں

وہ بزم غیر میں جانیکو بن ٹھنکر نکلتے ہیں / مری بگڑی ہوئی تقدیر کے جوہر نکلتے ہیں

تلاش یار میں جب گھر سے ہم باہر نکلتے ہیں / بنا کر جستجوئے شوق کو رہبر نکلتے ہیں

نکلنے دے گرانجانی اگر کچھ پر نکلتے ہیں / قفس سے ہم نہ جیتے جی نہ مرنے پر نکلتے ہیں

گلی سے انکی جب ہم بادلِ مضطر نکلتے ہیں / تو کیا گھبرا کے اپنے گھر سے وہ باہر نکلتے ہیں

مری تقدیر کے بل حد سے یہ باہر نکلتے ہیں / کہ تیرے گیسوئے پرپیچ کے ہمسر نکلتے ہیں

شرارت سے لگا کر جسکو وہ ٹھوکر نکلتے ہیں / ہزاروں اس لحد سے فتنۂ محشر نکلتے ہیں

سرشک افشانیوں نے ایک بھی آنسو نہیں چھوڑا / جگر دل دونوں ابتو خوں ہو ہو کر نکلتے ہیں

تصور ہے دمِ گریہ جو اُن ترچھی نگاہوں کا / بجائے اشک آنکھوں سے مرے نشتر نکلتے ہیں

رگ دل میں رگ جاں میں خلش ہے انکے مژگاں کی / ترے نشتر سے بھی فصاد یہ نشتر نکلتے ہیں

لیے جاتے ہیں ہمکو حضرت دل اُنکے کوچہ میں
جنھیں سمجھے تھے رہزن اب وہی رہبر نکلتے ہیں

نزاکت نے نہیں دی ہے اجازت خیر ہو یارب
مجھ ایسے سخت جاں پر لیکے وہ خنجر نکلتے ہیں

تپش کا تیری کوئی برق وش محو تماشا ہے
ترے ارماں تو اے دل مضطر نکلتے ہیں

فلک کے بھی جو حصے میں نہ آئے ہیں نہ آئینگے
وہ میری گردشِ تقدیر میں چکر نکلتے ہیں

وہ بت مجھ سخت جاں کی قبر کھدواتا ہے یوں کہکر
مرے دروازے کے قابل یہاں پتھر نکلتے ہیں

بجا ہے جان کا جانا ہے ہمدم دل کا آجانا
اُنھیں کو جانستاں کہتے ہیں جو دلبر نکلتے ہیں

بہار آئی ہے جذبِ شوق کوئی رنگ لائیگا
نئے کچھ گل کھلیں گے بلبلوں کے پر نکلتے ہیں

دکھا جا لاگ وحشی بعد مرگ اے دستِ شوق اپنی
کہ وہ دامن اُٹھائے قبر سے بجکر نکلتے ہیں

قیامت کی طرح آتے ہیں وہ گورِ غریباں میں
نکلتے ہیں تو شکلِ فتنۂ محشر نکلتے ہیں

مبارک ہو چمن اے ہمصفیران چمن تمکو
برنگ خار تھے ہم زار اور لاغر نکلتے ہیں

اُڑاؤں لاکھ خاک دشت وحشت گرد باد آسا
مگر یوں بھی کہیں تقدیر کے چکر نکلتے ہیں

لحاظ شوق بھی ہے وصل میں پاس نزاکت بھی
مرے دل سے مرے ارمان رہ رہ کر نکلتے ہیں

گماں شورِ قیامت کا ہے یارب سننے والوں کو
یہ کس کوچے سے نالاں عاشقِ مضطر نکلتے ہیں

جھجک اُٹھا ہے قاتل مضطربِ شوق شہادت سے
نگاہ یاس کے ارماں تہِ خنجر نکلتے ہیں

جو دیکھا مرے رعب کا تابوت جاتا ہے تو وہ بولے
جنازے ایسے میرے کوچے سے اکثر نکلتے ہیں

میں نشۂ مست سرخوشی چشم دیدہ ہوں
یعنی خمِ الست کا صہبا کشیدہ ہوں

بس اے ہوائے کشمکش آب و اختلاط
میں وحشی رمیدہ ہوں اور آرمیدہ ہوں

محو تلاش یہ ہوں کہ اتنی خبر نہیں
کیا جستجو ہے کسلئے از خود رمیدہ ہوں

طرز ادائے شوق ہے ناکام اعتبار
تاثیر محض ہو کے نگاہوں سے چھپ گیا

نیرنگ پیچ و تاب ہوں سودائے زلف میں
طول امل سے ہے رازِ مری طول زیست کا

میں اور وانمائی حیرت نہیں نہیں
کھتا ہے میرا ذوق غم اندوزی ابد

حیرت نے کر دیا تری تصویر کا جواب
وارفتگی میں گرمیِ ہنگامہ سوز ہے

شرمندۂ اثر ہوں نہ منت پذیر ذوق
میں درس آگہی ہوں پئے رہروانِ شوق

اُس رہگذر میں اُڑکے پکارا مراغبار
آہ اثر ندیدہ ہوں اشک چکیدہ ہوں

میں اُسکی بزم ناز میں رنگ پریدہ ہوں
یعنی بلاکشیدہ ہوں آفت رسیدہ ہوں

کتنی شب فراق کا محنت کشیدہ ہوں
آئینہ طلب ہوں کہ از خود رمیدہ ہوں

پامال حسرتِ غم نا آفریدہ ہوں
یعنی اب اپنے آپ سے بھی میں کشیدہ ہوں

محفل میں اسطرح ہوں کہ خلوت گزیدہ ہوں
حرف نگفتہ ہوں سخن ناشنیدہ ہوں

گم کردہ کارواں ہوں غریب جریدہ ہوں
آشوب گاہ حشر کا میں شور دیدہ ہوں

اے رعب تو ہے اور عجز ظرفِ آزمائے عشق
ساغر کشیدہ میں نہیں لذت چشیدہ ہوں

بڑی حسرت سے فرقت میں مریضِ ناتواں اُٹھے
فلک کو دیکھ لیتے ہیں زمیں کو دیکھ لیتے ہیں

آئینہ دارِ جوش تماشا ہے ہر کہیں
شوخی دکھائے جلوۂ حیرت اثر کہیں

گرم تپش ہو بلبل بے بال و پر کہیں
بجلی گرے تو خانۂ صیاد پر کہیں

مخفی ہے رازِ الفتِ ابدی عمرِ دراز کا
کہدو لب حیات فزا سے کہ مر کہیں

تیرے نیاز مند ہیں اور ذوق عجز و ناز
یہ راز کھل نہ جائے ترے ناز پر کہیں

وہ سنگ در ہے سجدہ فروز جبین غیر
اپنا سر کبھی پھوڑ لیجئے تو کس امید پر کہیں

ہر ذرہ اُس گلی کا ہے لبریز انقلاب
لب تک تو آئے نالۂ محشر اثر کہیں

خوگر ہوئے ہیں جور تغافل کے اہلِ درد
ظالم کوئی نیا ستم ایجاد کر کہیں

رخصت طلب وہ جانِ قیامت ہے صبحِ وصل
محشر بپا کرائے فلکِ فتنہ گر کہیں

جلوہ بھی اک کرشمۂ حیرت ہے یا نصیب
دیکھے تو چشمِ شوق مجھے آنکھ بھر کہیں

رسوائے پاس ضبط ہوں اب آشیانکی خیر
آہِ شرر فشاں نہو گرم اثر کہیں

عمرت دراز اے شبِ غم کیا ترے لئے
دورِ سپہر کو نہیں ملتی سحر کہیں

خلوت ہو انجمن ہو ہم اور لذتِ عتاب
چھپتا نہیں چھپائے سے ذوقِ نظر کہیں

اچھا نہیں سہی وہ تبسم نمک فشاں
شور آفریں ہو خندۂ زخم جگر کہیں

محویتِ تلاش نے آخر یہ کھو دیا
پائی نہ تیرے بیخبروں کی خبر کہیں

بیتاب جوشِ جلوہ ہے وہ حسن خودنما
دھوکا نہ آج دے مجھے تابِ نظر کہیں

منظر بہت بلند ہے چشمِ غیور کا
پڑتی ہے بامِ طور پہ اپنی نظر کہیں

محوِ طلب کو فرصتِ ہستی کا کیا خیال
منزل سے دل لگاتے ہیں اہلِ سفر کہیں

فتنے تھے کب سے حشر خرامی کے منتظر
پامال میرا دل ہو سرِ رہگذر کہیں

بے لطفیِ شباب کا رعب اسقدر گلہ
جینا وبال ہے تو مری جان مر کہیں

ذوق ایذا کچھ سوا پایا دلِ افگار میں
عالمِ لذت نہاں ہے زخم دامن دار میں

وقف جور ضبط ہے سرجوشیِ اظہارِ غم
گریہ ہے بیتاب کیا کیا چشمِ سحر آثار میں

وعدۂ شب دلفریب اتنا کہ خود گم کر گیا
انتظار اپنا ہے ہمکو انتظارِ یار میں

مایۂ کلفت تصور ہے خیالِ خواب کا
کیوں کھٹکتا ہے یہ کانٹا دیدۂ بیدار میں

اللہ اللہ التفات کم بھی تھا کیا جانفزا | جان کیسی آگئی اک جان سے بیزار میں

چشم تر دیکھو حریف طعن کم جوشی نہیں | شور دریا ہے ہمارے ساغر سرشار میں

خیر یوں ہی ملگئی گردوں سے جانکاہی کی داد | لطف حرمان ابد ہے کوشش بیکار میں

شوخی بے اعتنائی کیوں امید افزا ہوئی | لیجئے پھر درد سا اُٹھا دل افگار میں

لو نوید پرسش پنہاں نے کھوئے سارے لطف
رعب کیا خوش تھے ہجوم حسرت آزار میں

انیس دل ہم اک بیدرد کا غم کر کے اُٹھے ہیں | جہاں سے درد کا ساماں فراہم کر کے اُٹھے ہیں

خجل محفل میں پاس وضع کو ہم کر کے اُٹھے ہیں | کسی غیر آشنا سے شکوۂ غم کر کے اُٹھے ہیں

یہاں کے رہنے والے شور محشر پر نہ چونکیں گے | ترے کوچے سے وہ شور و فغاں باہم کر کے اُٹھے ہیں

غضب ہے قہر ہے کیوں بیٹھ جائیں دل نہ مستوں کے | کہ وہ محفل سے لطف کیف مے کم کر کے اُٹھے ہیں

یہ ہم تصریح مطلب کر کے اُٹھے اُف رے خاموشی | کہ گویا اُنسے عرض حرف مبہم کر کے اُٹھے ہیں

وہ ہو بیٹھے خفا شوق جفا سے ناز کی دیکھا | مرے جاں آپ تصدق قتل عالم کر کے اُٹھے ہیں

اُٹھے ہیں بے پیے کیا بزم صہبا سے کہ ساغر کو | وہ رشک چشم اشک آلودہ جم کر کے اُٹھے ہیں

بھلا سنتا ہے کب محفل میں درد دل وہ بے پروا | کلیجا تھام کر بیٹھے فغاں ہم کر کے اُٹھے ہیں

مرے جاتے ہیں ہم دنیا سے اُٹھکر پشیماں ہیں | کسی کو ہائے کیا رسوائے عالم کر کے اُٹھے ہیں

لگائیں غیر بیٹھے قہقہے غیرت نہ کیوں آتی | ہم اُنکی بزم سے فریاد پیہم کر کے اُٹھے ہیں

سحر ہوتے ہی میں دنیا سے اُٹھا ہوں شب وعدہ | وہ پہلو سے اُٹھے ہیں و مرا غم کر کے اُٹھے ہیں

اُٹھے ہیں بزم مے سے ہم شکست اعدا کے ہونیکو | شراب خوش مزہ میرے لئے سم کر کے اُٹھے ہیں

خموشی میں سنایا بیٹھکر ہنسنے وہ غمنامہ | کہ وہ بھی سرنگیں آنکھونکو پرنم کر کے اُٹھے ہیں

بٹھاکر درد نے اُس بزم میں رسوا کیا ہمکو
متاعِ ضبط وقفِ چشمِ پرنم کرکے اُٹھتے ہیں

مآلِ عشق ہم حرمانِ شوقِ دل سمجھتے ہیں
ترا سب ماحصل اے سعی بیجا حاصل سمجھتے ہیں

کسی تیغِ نگاہِ ناز کا بسمل سمجھتے ہیں
تری طرزِ تپش کو کچھ ہمیں اے دل سمجھتے ہیں

دکھائی فیضِ ازخودرفتگی نے شانِ یکرنگی
تغافل جنکی خو ہے وہ مجھے غافل سمجھتے ہیں

خوشا تیغ آزمائی کی ادا اُن سخت جانوں نے
قضا کو جو شہیدِ شوخیِ قاتل سمجھتے ہیں

ہمیں او بے نشاں راہِ طلب میں تیری مٹ جانا
یہ نیرنگِ فریبِ دوریِ منزل سمجھتے ہیں

رہائی پائی قیدِ کلفتِ اسبابِ ہستی سے
ترے دیوانے کو ہم ایک ہی عاقل سمجھتے ہیں

سلامت اشکباری چھیڑئیے کیوں داستانِ غم
سمجھنے والے سارا ماجرائے دل سمجھتے ہیں

ترے ابرو کا بل نکلے تو کھل جائے گرہ دل کی
اسیکو ہم تو اپنا عقدۂ مشکل سمجھتے ہیں

تڑپتا ہے کچھ اس انداز سے بسمل سرِ مقتل
تماشا دیکھنے والے تجھے قاتل سمجھتے ہیں

ترے لذت کشِ آزار ہیں یہ خوگرِ ایذا
وفورِ درد کو درمانِ دردِ دل سمجھتے ہیں

گراؤ ناز سے تم ہنسکے بجلی خرمنِ دل پر
یہی ہم مزرعِ اُمید کا حاصل سمجھتے ہیں

سوال دید ہے حسرت نگاہی چشمِ گریاں کی
وہ اسے طرزِ خموشی مطلبِ سائل سمجھتے ہیں

ادا فہم ستم ہیں کیوں نہ خود کاٹیں گلا اپنا
اشارے تیرے ہم اے ابروِ قاتل سمجھتے ہیں

وہ خوش ہوتے ہیں کیا گلشن میں غنچوں کے چٹکنے سے
مگر اندازِ آوازِ شکستِ دل سمجھتے ہیں

وہ تڑپاتے ہیں دل میں چٹکیاں لے لیکے شوخی سے
مری بیتابیوں کو گرمیِ محفل سمجھتے ہیں

دلِ مہجور میں وہ حوروش دل اُسکی خلوت میں
وہ اک جنت ہے دوزخ میں یہ اک دوزخ ہے جنت میں

غنیمت ہے چمکنا میرے داغِ دل کا فرقت میں
یہی اک شمع روشن ہے شبستانِ محبت میں

سرِ محشر جو گرمِ فتنہ خیزی ہو خرام اُس کا
تو سب فتنے ابھی چھپ جائیں دامانِ قیامت میں

نویدِ اے معصیت کاری کہ جوش آیا برابر کا
ادھر اشکِ ندامت میں اُدھر دریائے رحمت میں

سکوں بھی ہے رمِ وحشت خیالِ دشت پیما سے
سفر کا رنگ پیدا ہی مری طرزِ اقامت میں

ہزاروں عکس اک آئینہ اک عکس آئینے لاکھوں
کہیں کثرت ہے وحدت میں کہیں وحدت ہے کثرت میں

ہوئے آہ ہرزہ گردی خندہ زن ہے دیکھکر کیا کیا
خیال آرائیاں صبحِ وطن کی شامِ غربت میں

تجلی آشنا تیرا ہے اک تصویرِ محویت
تماشائی کو سکتہ ہے تو آئینہ ہے حیرت میں

گلے پر میرے خنجر چل گیا بے منتِ قاتل
رگِ گردن کھنچی یوں خود بخود شوقِ شہادت میں

کہاں معنی شناس ایسا کہ سمجھے دیکھکر صورت
مرا عشقِ مجازی ورنہ کچھ ہے حقیقت میں

ہوا شوقِ ستم کا خوں کہ خنجر اُٹھ نہیں سکتا
تڑپتی ہیں اُمنگیں اُنکی آغوشِ نزاکت میں

نمِ ابرِ فنا ہے آب و رنگ گلشنِ ہستی
ہم آئے سیر کو بھی کس تماشا گاہِ عبرت میں

نمکداں لا ادھر قاتل کہ پھر شورِ تبسم سے
جما ہی لی وہاں زخم نے ذوقِ اذیت میں

نہیں حوروں سے مطلب اُسکے دیوانوں کو اے رضواں
تری جنت کی جانب بھی نکل آئے ہیں وحشت میں

نتیجہ کیسا اے حرماں نصیبی شغلِ فرقت ہے
فغاں شوقِ اثر میں ہے دعا حرصِ اجابت میں

ادھر یہ پاسِ خود داری کہ میرا عجز و ذلت ہے
اُدھر طرزِ تغافل وہ کہ داخل اُنکی عادت میں

خدا کا شکر ہے سنگِ درِ اُس بت کا جبیں اپنی
اب آئندہ جنابِ رعب جو لکھا ہو قسمت میں

ترا جلوہ ہے محویت فزا غیروں کی محفل میں
جوابِ مرگ جیسے خوابِ راحت چشمِ غافل میں

وصال آساں ہے لیکن بدگمانی سے ہوں مشکل میں
وہ عالم آشنا دل میں ہے اور دل ہے اُسکی محفل میں

پڑا ہے جوش رشک عشق یارب کس مشکل میں
کہ جو ہے قیس کے دل میں وہی لیلےٰ کے محمل میں

تپاں ہیں آرزوئیں میرے بسمل خانۂ دل میں
بعینہ جیسے پروانوں کا عالم تیری محفل میں

تن بسمل سراپا مایۂ شوق شہادت تھا
رہا ہر قطرۂ خوں نکلے جوہر تیغ قاتل میں

خدارا پاس عشق بدگماں اے شوخی لیلیٰ
کہ رنگ اضطراب قیس ہے آغوش محمل میں

شکست جزو جزو آئینۂ شوق تماشا ہے
تماشا آکے دیکھو میرے حسرت خانۂ دل میں

دل بیتاب سوز رشک دشمن کی شکایت کیوں
ارے اک شمع یہ بھی جل رہی ہے تیری محفل میں

امید بستہ موقوف نگاہ ناز ہے یعنی
کشاد دل کی آسانی پڑی ہے ایک مشکل میں

کہاں دریا ہے مقصد وقف طول آرزو ہے دل
فنا ہوگا یہ قطرہ وسعت دامان ساحل میں

کوئی مجھسا نہو بے اعتبار رشک بیتابی
خلش بڑھ بڑھ کے کہتی ہے کہ تیرا تیر ہے دل میں

تو پیدا ہے لذت آوارگی کیا راحت افزا ہے
مری منزل فراموشی نشاط قطع منزل میں

نکلوایا مجھے آخر کو جوش عرض مطلب نے
خموشی تھی یہ فریاد آفریں اس کی محفل میں

مرا شوق شہادت وجہ رنج ناز کی کیوں ہو
روانی تیغ کی ہے جنبش ابروئے قاتل میں

مدار زیست ہے مشغول تدبیر عیش رہنا
کہ حرمان ابد مضمر ہے میری سعی کامل میں

مدد اے جوش وحشت تازہ رہ پیمائے الفت ہوں
وفور شوق سے گھبرا گیا ہوں پہلی منزل میں

چپ ان آنکھوں کی ایما فہم طرز سرمہ سائی ہے
اشارہ پائیں کہنے کا تو پھر کیا کیا نہیں دل میں

ابد گردش ہے حیران طلسم جادۂ الفت
یہاں منزل ہے گم آشوب گاہ قطع منزل میں

خدا کے واسطے اے ضبط ایذا کیا قیامت ہے
کہ قاتل مضطرب ہے انتظار رقص بسمل میں

نہ دیکھو یوں نگاہ تیز سے تم آئینہ دیکھو
کہ کھنچ جانے کی بھی خو ہے ادھر مد مقابل میں

ذرا اک وار اے ترک تیغ کم نگاہی کا
ابھی کچھ حوصلہ باقی ہے تیرے نیم بسمل میں

دکھا جلوہ کہ دعوی رعب کی ہستی کا مٹ جائے
کیا ہے جمع کچھ خرمن امید برق حاصل ہیں

وہ ادائیں بھی تو یارب جی کی خواہاں ہوگئیں
جو مری قسمت سے وقف لطف پنہاں ہوگئیں

اُف وہ شرمیلی نگاہیں دشمن جاں ہوگئیں
شوخیاں جوش تپش کی ورد پنہاں ہوگئیں

سوز دل کی گرمیاں اُبھریں کہ پنہاں ہوگئیں
میری آہیں شمع کا دود پریشاں ہوگئیں

ضعف کیسا جو تڑپنے کی امنگیں دل میں تھیں
وہ ہلاک جنبش لبہائے خنداں ہوگئیں

خود مری بیچارگی ہے چارہ سازی کی کفیل
درد نے جو لذتیں بخشیں وہ درماں ہوگئیں

غم غلط کرتی ہیں کچھ آنکھوں کی رنگیں کاریاں
دم جہاں گھٹنے لگا خونابہ افشاں ہوگئیں

تیرہ سامانی پریشاں طالعی آشفتگی
یہ بلائیں ہیں کہ ملکر شام ہجراں ہوگئیں

لذت مشکل پسندی نے مٹا دیں کلفتیں
جسقدر دشواریاں تھیں کتنی آساں ہوگئیں

کب مری آشفتگی تھی اسقدر ساماں طلب
ہائے کیوں رخ پر ترے زلفیں پریشاں ہوگئیں

اے خوشا راحت کہ میں ہوں دربدری بیکسی
حد سے بے سامانیاں گذریں تو ساماں ہوگئیں

دیکھو ادھر اکافر نگاہی کی وہ شوخی کیا ہوئی
شرم کیوں اب کہ تیری آنکھیں مسلماں ہوگئیں

تو رہے آباد تیرے دم سے اے نیرنگ شوق
کتنی دنیائیں تھیں حسرت کی کہ ویراں ہوگئیں

تو نے او جلوہ فروز آئینہ دیکھا ہی نہیں
کیوں تماشا میری آنکھوں کا کہ حیراں ہوگئیں

دامن صحرا حریف پنجۂ وحشت نتھا
ساری چاکدستیاں نذر گریباں ہوگئیں

ضبط شوق خانہ ویراں خود ہے سامان جنوں
خاک اُڑانے کی تمنائیں بیاباں ہوگئیں

چارۂ وحشت ہوئی گم کردہ سامانی مجھے
بڑھ گئیں دلتنگیاں اتنی کہ زنداں ہوگئیں

دل نہ اب دلکا ہوا ئے مقتضائے جوش غم
چند بوندیں تھیں کہ نذر چشم گریاں ہوگئیں

میری جانبازی تھی ظالم سزاوار دیت — جانستانی کی ادائیں کیوں پشیماں ہوگئیں
جلوۂ نظارہ فرسا نے کچھ اُلٹی تھی نقاب — بڑھتے ہی سمٹیں نگاہیں یہ کہ مژگاں ہوگئیں
اُف کمال ضعف پر یہ آتش پنہاں کا جوش — ٹھنڈی سانسیں جسقدر تھیں آہِ سوزاں ہوگئیں
قطرہ ہائے اشک رنگیں نے دکھائی کیا بہار — میری پلکیں اے عجب اک گلچیں کا داماں ہوگئیں

[illegible]

اب کیا رہا ہے زندگی مستعار میں — خوش کس امید پر ہوں غم روزگار میں
کروٹ جو لی تو جان تھی جسم زار میں — تکلیف کچھ اجل کو نہ دی ہجر یار میں
لو پھر نگاہ تیز ہوئی لالہ کار زخم — لو پھر بہار آئی دل داغدار میں
یہ کسکے جھوٹے وعدے کی لذت نے کھو دیا — ہم اپنے منتظر ہیں شب انتظار میں
پرواز رنگ باغ ہوئی یا کسکے بوئے گل — بادِ نسیم کے نفس مشکبار میں
سعی عمل ہمیشہ رہی بے مآل کار — مجبوریاں بھری ہیں مرے اختیار میں
حشر آفرینیوں میں ہے گویا مرا غبار — وہ گرد جو تپاں ہے تری رہگذار میں
اُس گردش نگاہ کی نیرنگ کاریاں — چھپتی ہیں کوئی پردہ لیل و نہار میں
یا شوق مضطرب مرے دل میں سکوں پذیر — یا کیف مے تری نگہ شرمسار میں
مٹنا ہمارا سہل ہے اُٹھنا محال ہے — بیٹھے ہیں نقش پا کی طرح کوئے یار میں
سب کچھ ہوں میں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — ہر چند کچھ نہیں نگہ اعتبار میں
ہر گردش نگاہ ہے میخانہ آفریں — اُف تیری چشم مست کا عالم خمار میں
ہاں اپنی خاک اُڑائیے پردہ اُٹھائیے — دنیائیں ہیں نہاں اسی مشتِ غبار میں
مجھسے شکایتیں ہیں مرے اضطراب کی — کیا تیری شوخیاں ہیں ترے اختیار میں

وہ غمزہ رعب پھر کہیں تاب آزما نہو
چٹکی یہ کس نے لی دل امید وار میں

وہ جو خود بیں ہیں تو اک آئینہ اچھا دیکھیں
اپنے حیران تماشا کا تماشا دیکھیں

جسکو آوارۂ سر کوچۂ تقویٰ دیکھیں
آنکھ اُٹھا کر بھی وہ اُس دلکو نہ صلا دیکھیں

پوچھنے والے ترے حسن کی کیفیت کے
کیوں نہ محویت ارباب تماشا دیکھیں

اک وہ آنکھیں کہ رہیں محو رخ لالہ و گل
اک وہ نظریں کہ جمال چمن آرا دیکھیں

خود نمائی ہے خریدار متاع حیرت
بوالہوس کیوں تجھے او آئینہ سیما دیکھیں

تاب نظارہ نے دیکھا نہیں آئینہ ابھی
پردہ اُس رخ سے جو اُٹھے تو تماشا دیکھیں

کچھ نمک بھی ہو تو پھر لطف ہے ورنہ کب تک
اے لب زخم ترا خندۂ بیجا دیکھیں

ہمکو بھی ضبط کا دعویٰ ہے بلا سے کچھ ہو
ہاں اداے نگہ حوصلہ فرسا دیکھیں

جل رہے ہیں کہ ٹھکانے نہ لگا خرمن زیست
آہ بے صرفہ کو تا چند شرر زا دیکھیں

سامنے سے نہ ہٹائیں وہ ابھی آئینہ
عکس کو اپنے ذرا محو تماشا دیکھیں

خرمن آرزوے دید ہے اک حاصل عمر
ہاں کرشمہ کوئی اے برق تجلی دیکھیں

ہمتو خاموش بحسرت نگراں ہیں اے کاش
وہ ذرا دلکشی عرض تمنا دیکھیں

حیف وہ غیرت الفت کہ ہمیں جینے دے
ساتھ اپنے بھی جو ظالم تجھے تنہا دیکھیں

اے تو دل ہی نہیں نذر کو ایمان کیسا
شوخی شیوۂ کافر نظری کیا دیکھیں

سر محفل یہ تڑپنا تو نہ دیکھا تھا کبھی
غیر کو آج کس انداز سے دیکھا دیکھیں

ششجہت کیا کہ نکل آئے ہیں کونین سے دور
لیجئے کسطرف اب شورش سودا دیکھیں

پردہ پوشی کہیں اب اے اجل آخر کب تک
لوگ اک پردہ نشیں کا تجھے رسوا دیکھیں

ایک وہ خاک کہ میدانِ قیامت میں اُڑے — ایک وہ حشر کہ اُس کوچے میں برپا دیکھیں

شہروں سے کہیں بہتر گھر آباد سرِ شک — مری آنکھوں نہیں پھیریں وہ تہی دنیا دیکھیں

ہر طرف دیکھنے والے دمِ زینت سرِ بزم — اک نظر رعب کے جانب بھی خدا را دیکھیں

غمِ انجام دورِ جام نہیں — گردشِ چرخ بھی مدام نہیں

شوخیِ جلوہ میں کلام نہیں — طور لیکن کسی کا بام نہیں

ساقی اک شوخ لالہ فام نہیں — کون کہتا ہے مے حرام نہیں

گردشِ چرخ سے حریفِ طلب — ساقیا اب بھی دورِ جام نہیں

تیغِ قاتل کو کہتے ہیں خونریز — غمزۂ جانستاں کا نام نہیں

کعبہ ہاں ہاں خدا کا گھر زاہد — ان بتوں کا مگر مقام نہیں

ہم نہیں طالبِ سکوں اے چرخ — حیف اگر گردشِ مدام نہیں

درد سے ضعف کر رہا ہے خجل — بیقراری کو بھی قیام نہیں

غم میں ہستی کا وقفۂ موہوم — روزِ محشر ہے جسکی شام نہیں

گردشِ چشم ہی سہی ساقی — نشہ موقوف دورِ جام نہیں

پیچ و تابِ خیالِ صید میں ہیں — واللہ اپنا رہینِ دام نہیں

تیرا جلوہ ہے برقِ غوغا سوز — اب وہ ہنگامہ زیرِ بام نہیں

جورِ گردوں کا محوِ تحسیں ہوں — مقصدِ نالہ انتقام نہیں

مجھ سے محفل میں ہمکلام ہیں وہ — یوں تمکیں کہ ہمکلام نہیں

اُف ادائے تبسمِ پنہاں — ناتمامی میں بھی تمام نہیں

ہائے یہ اشک آگئے کیوں اے چشم — جیسے دل میں لہو کا نام نہیں
غمزۂ بیتاب دشنہ آرا ہی — ناز کہتا ہے قتلِ عام نہیں
سرخوش ضبط اشک ہیں آنکھیں — بادہ اپنا حریف جام نہیں
کچھ تمنا کرے خدا نکرے — تیرے ناکام کا یہ کام نہیں
تیری روزی سے تیرہ روزی ہے — صبح وشام اپنی صبح وشام نہیں

[illegible]

کیا کہا رعب کون ہے کیا خوب
کسی گمنام کا یہ نام نہیں

[illegible]

سوا التفات ایک ترے اجتناب میں — کیوں لطف کے مزے نہ اُٹھاؤں عتاب میں
شوخی ہجوم شرم سے ہے پیچ وتاب میں — اُف بیحجابیوں کی ادائیں حجاب میں
اچھا سوال قتل سہی اضطراب میں — خاموش کیوں ہے شوخی بر جواب میں
کیوں خود تڑپ بچاؤں کہ قدرت نے بھر دیا — رنگ اُنگلی شوخیوں کا مرے اضطراب میں
ممکن برائے امن کہاں گوشۂ پناہ — فتنوں کا دور ہے ترے عہد شباب میں
کب دیکھتا ہوں طور کا جلوہ عیاں سہی — تو کھپ گیا مری نگہِ انتخاب میں
برباد ہو کے بھی ترے سودائیانِ زلف — مانند گرد باد رہے پیچ وتاب میں
جوش محیط گریہ ہے پابند قید ضبط — گردش یہاں بھنور کو نہ موج اضطراب میں
مطلب یہاں کچھ اور ہے عرضِ سوال سے — کافی ہے عذر بیدہنی گو جواب میں
ہر حال میں ہے حیرت نظارہ پردہ دار — تم رخ چھپاؤ یا نہ چھپاؤ نقاب میں
اللہ میرا خانۂ دل اور ترا خیال — آباد بس یہ گھر ہے جہان خراب میں
فرقت میں نیند آنے کا الزام دیگئے — لو وعدہ کرگئے وہ کہ آئینگے خواب میں

ساقی تری نظر کے کرشمے ہیں ورنہ ہم
مستی کا رنگ دیکھے ہوئے ہیں شراب میں

قول و قسم غلط ہے اخفائے راز غم
کیوں اپنے غمگسار کو ڈالوں عذاب میں

یہ فتنہ انقلاب دو عالم کو کم نہیں
کیوں رنج اٹھائے حشر تمہارے شباب میں

اللہ تیرے جلوۂ آشوب زا کی شان
موسیٰ کا ذکر کیا کہ ہے طور اضطراب میں

اک زلف کا ہے دھیان بس اے خواہش سکوں
راحت سے کر رہا ہوں بسر پیچ و تاب میں

افسانہ زیست کا نہیں کچھ یاد بعد مرگ
اتنا خیال ہے کبھی جاگے تھے خواب میں

اپنی تلاش ہے کہیں ملتا نہیں پتا
یارب کدھر نکل گئے ہم اضطراب میں

کہتے ہیں رعب مضطرب الحال مر گیا
اے چرخ دیر کیسلئے اب انقلاب میں

جان بھی جائے تو مرنے کی تمنا نکریں
ہم کبھی درد کو مشتاق مداوا نکریں

لاکھ دکھ اٹھائیں مگر شکوہ تمہارا نکریں
تمکو شرمندہ کریں جور سے حاشا نکریں

ذوق آزار سے وابستہ ہے امید حیات
یہی اچھا کہ وہ بیمار کو اچھا نکریں

ایک شوخی کے کرشمے ہیں کہ خونریز ہیں
اک تغافل کی ادائیں ہیں کہ پروا نکریں

رقص بسمل کا تماشا ہے اگر مد نظر
اسقدر آپ مجھے خوگر ایذا نکریں

ناز کو ضبط ہے منظور تو شوخی کو تپش
کیا کریں اے خلش درد نہاں کیا نکریں

امتحان تاب نظر کا یہ قیامت کیسی
آپ موسیٰ سے کبھی کیوں وعدۂ فردا نکریں

یک بیک انکی نظر جیسے پھری یا قسمت
اب کبھی شکوہ ترا اے مرگ مفاجا نکریں

آستاں پر ترے مقبول نہیں سجدۂ شوق
کیا کریں سر کو جو ہم ہدیۂ سودا نکریں

تازہ منظر سے کوئی ذوق نظر کو مطلوب
میری آنکھیں مجھے محجوب تماشا نکریں

دیکھ سکتا ہوں کہیں رنگ پریدہ انکا
مجھکو وہ منفعل عرض تمنا نکریں

جوش غم دیدۂ بے نم سے خفا ہے لیکن
نکیا ضبط کو ہنسنے کبھی رسوا نکریں

وصل موہوم کے مژدہ کو ہے اک نذر حقیر
ورنہ اسے غم کبھی ہم جان کی پروا نکریں

خوش ہوں کیا انکی عنایت سے کہ ڈرتا ہوں کہیں
دل کو مایوس غم حوصلہ فرسا نکریں

جلوۂ مرگ سے ہے تحریک نظر پر موقوف
حیف اگر اتنی بھی زحمت وہ گوارا نکریں

ناز کا حوصلہ کچھ پست ہوا جاتا ہے
شوق سے ظلم کریں وہ مگر اتنا نکریں

غیرت حسن کا ہر شیوہ ہے دشوار پسند
دیکھئے رعب کو تا چند وہ رسوا نکریں

ناتواں تیرے تڑپنے سے تو معذور نہیں
درد دل آج نہیں یا دل رنجور نہیں

مانع جلوہ نقاب رخ پر نور نہیں
شعلہ فانوس میں ظاہر ہے کہ مستور نہیں

دل خود سر کو تری زلف نے سجھا نے اپنا
ایک مختار یہ دیوانہ ہے مجبور نہیں

شب کا کچھ واقعہ جھک جھک کے بیاں کرتی ہے
ورنہ بیمار تری نرگس مخمور نہیں

ناتواں میں ہوں سبکدست مرا جذب رسا
آپکے پاس پہونچ جاؤں تو کچھ دور نہیں

سرفروشوں سے تغافل بھی روا ہے شاید
قتل ناحق کا ترے عہد میں دستور نہیں

قوت حوصلہ شرط آپکے جلوے کے لئے
تاب نظارہ کا یہ قول کہ منظور نہیں

لطف میخانہ کہاں انجمن خلد سہی
صاف کہدوں مئے اطہر ہے انگور نہیں

ضعف سے تاب تپش بھی نہیں اسے تیر نگاہ
یعنی آغوش کشا اب دل مہجور نہیں

تو گرا شوق سے تجلی کوئی اے جلوہ یار
خرمن دل تو ہمارا ہے اگر طور نہیں

تم شیدائی خوئے ستم کیوں یہ ستم
ہم بھی مختار نہیں آپ بھی مجبور نہیں

میری کم حوصلگی نے مجھے بدنام کیا
ورنہ اتنا تو ستمگار وہ مشہور نہیں

ضبط سے شکوہ ہے رسوائی غم کو یعنی
آج خوننابہ فشان دیدۂ ناسور نہیں

جلوہ آنکھوں میں ہے اور دوست ہے آنکھوں سے نہاں
پاس بھی میرے نہیں مجھ سے اگر دور نہیں

تیرے خنجر میں رگ دیدۂ جوہر سے عیاں
حیف اگر راغب کا خوں قاتل مغرور نہیں

ہجوم داغ سے کب سینہ لالہ زار نہیں
خزاں کا ہو جسے کھٹکا یہ وہ بہار نہیں

حریف راز نہاں ظرف راز دار نہیں
خوشی یہ غم کو مبارک کہ غمگسار نہیں

کرینگے زیست کو مجبور مرگ ہم اکدن
یہ کوئی دل تو نہیں جسپر اختیار نہیں

بجز اُمید یہاں اور کیا ہے اجل مراد
اُمیدوار محبت اُمیدوار نہیں

کسیکی بزم میں یہ پاس تمکنت کا ستم
تڑپ رہا ہے مرا دل کہ بیقرار نہیں

نشاط مرگ سے اندوہ زیست مٹ نسکا
سرور نشہ باندازۂ خمار نہیں

وہ ایک جلوہ تمہارا کہ پردہ سوز حجاب
اور ایک راز ہمارا کہ آشکار نہیں

خرام ناز ہے یوں بے نیاز فتنہ گری
کسیکے کوچے میں جیسے مزار نہیں

بس اک فسردہ دل ہے بہار ہو کہ خزاں
وہ ہم نہیں کہ وہ نیرنگ روزگار نہیں

اداشناسی عفو و کرم ہے قابل داد
گناہگار تمہارا گناہگار نہیں

پسند مشکل و دلبستگی قیامت ہے
حریف حوصلہ سعی کشود کار نہیں

کھلی ہوئی ہے حقیقت ہماری ہستی کی
تمہارا عہد وفا ہے کہ اُستوار نہیں

بھلا نیاز اجل ہم کرینگے جان عزیز
غم فراق نہیں؟ آرزوئے یار نہیں

کشاد چشم ہے محروم ناز کم نگہی
تمہاری شرم کو شوخی کا اعتبار نہیں

سنیں ذوق آشنائے غم فغاں بے صدا میری
شکست رنگ کی آواز ہوں ٹوٹا ہوا دل ہوں

کہیں صورت نگہ میں ہے حقیقت [illegible]
کہوں کیا معنی دشوار ہوں مضمون مشکل ہوں

بھلا یہ رقص دلکش اس نے پہلے کس نے دیکھا تھا
وہ بسمل ہوں کہ خود عذر آفریں جور قاتل ہوں

کوئی سمجھے تو لبریز نوا ہے عرض خاموشی
نم اشک ندامت ہوں نگاہ چشم سائل ہوں

تری محفل میں یا شمع کشتہ کی [illegible] مجھ کو
[illegible] جل جانے کے قابل ہوں

نگذرا آپ سے کھویا مجھے نو واشناسی نے
کہ کوسوں دور ہوں منزل سے اور نزدیک منزل ہوں

کمال اہل فن کیوں شکوہ سنج رشک ہو میرا
کمال نقص میں آخر عجب آخر میں بھی کامل ہوں

وہ دیکھ کر مجھے در پہ کسی کا فرماتا
ترا ابھی گھر کہیں خانہ خراب ہے کہ نہیں

ہمیں ضرور ہے عشق اک حسین سے اے ناصح
پھر آپ جانئے آخر شباب ہے کہ نہیں

اگرچہ پردہ نشینوں نے شوق کہنا ہے
مگر خدا کی قسم ہر عجب [illegible] نہیں

کلام اپنا وہ اتنا نہیں عجب شاہ آبادی
کہ حاسد خاک ہو ہو جاتے ہیں سنکر یہ جلتے ہیں

اس انجمن سے جو اٹھتے ہی درد اٹھتا ہے
تو بیٹھ جاتے ہیں اور دل کو تھام لیتے ہیں

کسی کا دھیان [illegible]
ہم اپنے دل سے یہ دو تین کام لیتے ہیں

[illegible]

ہم آج اپنا دل تجھ سے جان لیتے ہیں

وہ دیکھتے ہی جو دیتے ہیں رسید دشنام
تو جانتا ہوں کہ میرا سلام لیتے ہیں

جو پوچھتا ہوں کہ دل لے ہیں دوست کس کے آپ
تو مسکرا کے وہ دشمن کا نام لیتے ہیں

السلام اے مریم اعجاز را روح الامیں
خاک بزرگو سے غنیمت ہے یہی گرد و نشیں

منزل گور کی سمت اہل سفر جاتے ہیں
رخصت اے کشمکش زیست گزر جاتے ہیں

گر ز غربت حرف را فی ظاہرست انیکہ ام
ور ز حیرت دم زنی پیداست از تصویر من

نقاب رخ سے اٹھنے کو چمکنے کو ہے اک تجلی
سنبھل اے ناقت دیدار وہ جلوہ دکھاتے ہیں

ردیف (و)

ظلم پر چرخ ہے تیار اگر ہونے دو
وصل کی شب کی جو ہوتی ہے سحر ہونے دو

خاک اُڑائیگا بہت قبر پر آکر واللہ
مرے مرنیکی تو اُس بت کو خبر ہونے دو

ناوک انداز ہوئی جب نگہ ناز اُسکی
دل پکارا کہ مجھے سینہ سپر ہونے دو

وصل کے لوٹتے ہیں ہم کبھی تصور میں مزے
وہ عدو سے ہیں اگر شیر و شکر ہونے دو

دل میں عشق آتا ہے رخصت ہو تم اے صبر و شکیبا
اب تمناؤں سے آباد یہ گھر ہونے دو

سحر وصل ہے تم نام نہ لو رخصت کا
پہلے صاحب مرا دنیا سے سفر ہونے دو

میں نہ باز آؤنگا نظارۂ جانانسے کبھی
جمع ہیں بزم میں غماز اگر ہونے دو

سر جُھکانا تہ شمشیر کوئی کھیل نہیں
پہلے میرا سا رقیبوں کا جگر ہونے دو

تم نہ کچھ رنج کرو گھر کو سدھارو اپنے
حال میرا ہے اگر نوع دگر ہونے دو

ہوکے بیتاب اِدھر خود ہی چلے آؤگے
ٹھہرو ٹھہرو مرے نالوں میں اثر ہونے دو

دونو زلفین رخ روشن کو چھپالیں شب وصل
ایسا اندھیر نہ اے رشکِ قمر ہونے دو

ایک تقدیر جو یاور نہیں تو کچھ بھی نہیں
یوں کسی میں ہیں اگر لاکھ ہنر ہونے دو

صلح کل اپنا تو مذہب ہے نہیں جنگ سے کام
خیر اگر ہے کوئی آمادۂ شر ہونے دو

خانۂ یار رہے دل غیر سے خالی رکھو
رعب کینہ کا بھی اسمیں نہ گذر ہونے دو

اے صنم پہلو میں دل ہو دل میں تیر اگر نہو
حیف اُس پہلو میں کیوں دل کی جگہ پتھر نہو

کہتے ہیں لازم ہے عاشق کو بہت مضطر نہو
کون اتنا کہسکے اُنسے بھلا کیونکر نہو

ہوں وہ ناکامِ شہادت سر بکف جاؤں اگر
پاس اُس قاتل کے میرے قتل کو خنجر نہو

کہہ رہی ہے گل سے بلبل کی پریشاں طالعی
دیکھوں تو کیونکر ترا اک اک ورق ابتر نہو

وصف لکھوں کس طرح اُس مصحفِ رخسار کا
جب قلم کے واسطے جبریلؑ کا شہپر نہو

جسں قدر اغیار ہیں انصاف سے فرمائیے
کونسا انمیں بشر ہے جو سراسر شر نہو

شیخ کعبے میں رہے جاکر برہمن دیر میں
ہائے اے بت تیرے در پر اور مرا بستر نہو

حضرت موسیٰ کوئی کوٹھے پر آئے تو ہی
میرا ذمہ طور سے جلوہ اگر بڑھکر نہو

مبکشو ہمت کرو دیکھو یہ بات اچھی نہیں
گردش گردوں رہے اور دورۂ ساغر نہو

آپ پر ہم جان دیں اور آپ چاہیں غیر کو
آپ ہی کہیئے کہ پھر کیوں زندگی دوبھر نہو

ہو وفا تجھمیں اگر واللہ پھر تو اے صنم
کوئی کعبے کے بتوں میں بھی ترا ہمسر نہو

مجھسے فرماتے ہیں ظلم اپنی تو عادت ہو گئی
تم نہیں ہو جور اُٹھانیکے اگر خوگر نہو

اک قیامت کی ہے برپا شور نے جس حشر کے
وہ کہیں اُس فتنۂ دوراں کی ٹھوکر نہو

دل ہی کیا وہ دل نہو جس دل میں اک دلبر کا درد
آنکھ ہی وہ آنکھ کیا جو آنکھ ہر دم تر نہو

موسم گل فصل لالہ صحن گلشن روز ابر
آج کیوں رندوں میں دورِ بادۂ احمر نہو

بے طرح اوبت جبیں سائی کی ٹھہری دیکھئے
عاشقوں کے سر نہوں یا تیرا سنگ در نہو

خط کسی کاغذ پر اُس پردہ نشیں کو کیا لکھوں
جب میسر رشتۂ مریم سے مسطر نہو

آنکھ جادو آفریں ہے زلف افسون جنون
دل ترا دیوانہ کیونکر اے پری پیکر نہو

کیا خطا دلبر کی کیا چرخ ستمگر کا قصور
ہمنشیں جب کوئی قابو اپنے ہی اوپر نہو

میری حیرت کی ہے یہ تصویر اے آئینہ رو
ورنہ تیرا روزن دیوار یوں ششدر نہو

رعب تیرے عشق میں مرجاوگے حیف ہے
آج اُسکی قبر پہ پھولوں کی بھی چادر نہو

نہیں زیر زمیں بھی چین ہم آفت کے مارونکو
قیامت ہے کہ وہ ٹھکرا کے چلتے ہیں مزارونکو

سمجھتا کیا ہے شیخ خام طینت بادہ خوارونکو
ابھی دیکھا نہیں کمبخت نے ان پختہ کارونکو

سر محفل عدو سے وصل کا اقرار کرتے ہو
سمجھتے ہم بھی ہیں چشم سخنگو کے اشارونکو

مٹے راہِ طلب میں یہ کہ نقش پا کی صورت ہیں
ستائیگا فلک کیا خاک اب ہم خاکسارونکو

اشارہ چاہئے ابرو کا حاجت کیا ہے خنجر کی
تمہارے سرفروشونکو تمہارے جاں نثارونکو

نہیں معلوم ہے شب کو جہاں چھپ چھپ کے جاتے ہو
خبر ہر روز کی ہے یار ملجاتی ہے یارونکو

تری جامہ دری کا دست وحشت واہ کیا کہنا
کیا ہے ایک میرے جیب اور دامن کے تارونکو

بگڑتا کیا اگر دم بھر عیادت کو چلے جاتے
تسلی تم ذرا دے آتے اپنے بیقرارونکو

تہِ خنجر تو رکھا سر ہمیں نے ورنہ اے قاتل
ترا جاں باز دیکھا ایک دو کو کیا ہزارونکو

علاقہ دیر سے رکھے برہمن کا نہ بندہ
جو دیکھے شیخ بھی اے بت ترے زنار والونکو

بہانہ بوسہ دینے کا ہے ایجاں مانگتے ہو دل
سمجھتا خوب ہوں میں بھی تمہارے استعارونکو

فلک بھی زخمی تیغ جفا کرتا ہے یا قسمت
ہم اپنے خستہ جانونکو ہم اپنے دل فگارونکو

مزا اے میکشو آئیگا دخت رز کی صحبت میں
پکڑ لاؤ کہیں سے ایک دو پرہیزگارونکو

جو تیری نرگس مستانہ کے متوالے ہیں اے ساقی
وہ دیوانوں سے بڑھکر جانتے ہیں ہوشیارونکو

ابھی تو دیکھئے کیا کیا جوانی رنگ لائیگی
سنا ہے رعب صاحب چاہتے ہیں گلعذاروں کو

اپنے سودائی کو تم کہکے اُٹھاتے کیوں ہو
حشر میں اور نیا حشر یہ ڈھاتے کیوں ہو

جان اک چشمک ابرو کے ہے قبضہ میں مری
تم مرے قتل کو تلوار اُٹھاتے کیوں ہو

اُنکا کہنا دمِ نزع کہ آنے سے مرے
تم میں جان آئی تو پھر جان سے جاتے کیوں ہو

مجلس وعظ نہیں محفلِ رندان ایشیخ
تم جو آتے ہو یہاں راگ بیلاتے کیوں ہو

کشتۂ ناز کی تربت کو نہ ٹھکرا کے چلو
ایک سوتے ہوئے فتنے کو جگاتے کیوں ہو

سخت سرکش ہے دبے گا نہ یہ اُبھرا جوبن
کچھ بھی حاصل ہے دوپٹے سے چھپاتے کیوں ہو

ہوش میں پا کے مجھے اُنکا یہ کہنا شب وصل
تم جو بیخود ہو تو پھر آپ میں آتے کیوں ہو

چور مشہور نہ ہو جاؤ کہیں مردم میں
دل چُرا کر مری جاں آنکھ چُراتے کیوں ہو

تم رقیبوں سے بگڑ جاؤ نہ مانونگا کبھی
مجھکو ایجان سر بزم بناتے کیوں ہو

مر گیا عشق کا اک نام ڈبونے والا
ماتم غیر میں تم اشک بہاتے کیوں ہو

نہیں دیتے ہو جو بوسہ عوض دل تو نہ دو
گالیاں مفت میں تم ہمکو سناتے کیوں ہو

غش نہیں چال یہ دم باز نے پھیلایا ہے
غیر کو لخلخۂ زلف سونگھاتے کیوں ہو

جان من کوئی چڑھائے نہ تمھیں نظروں میں
آنکھیں ہر ایک سے اس طرح لڑاتے کیوں ہو

ہمکو محفل سے اُٹھانا جو نہیں مدّ نظر
اپنے پہلو میں رقیبوں کو بٹھاتے کیوں ہو

خیر ہے گل تو کھلایا نہیں دشمن نے کوئی
قبر پر آج مری پھول چڑھاتے کیوں ہو

اپنے کشتوں کے مزاروں کو نہ ٹھکرا کے چلو
مٹنے والوں کے نشاں تک بھی مٹاتے کیوں ہو

کہہ دو کچھ منہ سے کبھی اُترے ہوئے چہرے کی طرح
کسکے پہلو میں تھے شب ہمسے چھپاتے کیوں ہو

نزع میں پاکے مجھے ہائے کسیکا کہنا | تم وفادوست ہو پھر آنکھ پھراتے کیوں ہو
رعب تم چاہتے ہو ہجر کی شب مرجانا | غم کسیکا جو نہیں زہر تو کھاتے کیوں ہو

سہرا بن نواب باقر علیخاں صاحب [illegible]

[illegible] تماشا دیکھتے جاؤ [illegible]

تماشا سوزی برق تجلا دیکھتے جاؤ | ابھی غش کھاکے گر پڑتے ہیں موسےٰ دیکھتے جاؤ
دل بیتاب کا ایجاں تڑپنا دیکھتے جاؤ | تماشا اک ذرا برق تپاں کا دیکھتے جاؤ
بنی اللہ ہر چشم تماشا دیکھتے جاؤ | تحیر خیزی حسن خود آرا دیکھتے جاؤ
دم وصل انکی شرمیلی نگاہیں دیکے کہتی ہیں | ہوا جاتا ہے اب خون تمنا دیکھتے جاؤ
جب آئے ہو تو بیٹھو اور بھی دم بھر سرہالیں | کسی ناشاد کا دنیا سے اٹھنا دیکھتے جاؤ
لب جاں بخش کی خیرات صدقہ یار کی آنکھوں کا | مریض ہجر کو اے رشک عیسیٰ دیکھتے جاؤ
بہت بڑھ بڑھ کے یکتائی کا دعوی کررہے ہو تم | مقابل آئنہ آنے دو اچھا دیکھتے جاؤ
کسی کوچے سے مجھکو لیچلا ہے جانب صحرا | جنوں کی خاک بیزی کا تقاضا دیکھتے جاؤ
خبر آنیکی سنکر انکے شادی مرگ ہو جانا | مری تقدیر کا بننا بگڑنا دیکھتے جاؤ
بہت کچھ راہ دیکھی موت کی بیمار فرقت نے | چکاتا ہے خود اپنا آج جھگڑا دیکھتے جاؤ
جنازہ دھوم سے اٹھنے کو ہے اک مرنیوالیکا | چلو آئے تو ہو یہ بھی تماشا دیکھتے جاؤ
وہ گستاخانہ میرا گھورنا انکو سر محفل | بدل کر ناز سے آنکھ انکا کہنا دیکھتے جاؤ
قسم ہے ابروے پر خم کی سیدھا کرکے چھوڑونگا | لگے پھر بل کی لینے مجھسے اعدا دیکھتے جاؤ
رہا یوہیں بتونکا دھیان اگر دلکو تو کچھ دنمیں | ہوا جاتا ہے یہ کعبہ کلیسا دیکھتے جاؤ
کسی مست خرام ناز سے حسرت یہ کہتی ہے | نگاہ شوق کا صدقہ خدا را دیکھتے جاؤ
لڑکپن میں غضب ڈھاتا ہے جو آفت کا پرکالہ | جوانی میں وہ کیا کچھ قہر ہوگا دیکھتے جاؤ

پھر اگر آنکھ ایک آشنہ رو کا بوسۂ رخ پر
یہ کہنا - بس نہیں ہم منہ تمہارا دیکھتے جاؤ

گلہ اب ہو نہ شوقِ وصل کی چالاک دستی کا
تمنا خیزی طرزِ دل آرا دیکھتے جاؤ

مرے پھولوں میں ہنسکر کر دیا ثابت کہ قاتل ہو
تم اپنی چلبلاہٹ کا تقاضا دیکھتے جاؤ

جمالِ حیرت افزا کی تمنا اے جنابِ دل
محال اندیشی شوقِ تماشا دیکھتے جاؤ

نہ چھانی ہائے رعب اچھی طرح خاک انکے کوچے کی
سبکدستی پائے وحشت پیما دیکھتے جاؤ

غزل

چند نیم بہجر یار فسردۂ وصل یار کو؟
جاں بلبم ز انتظار طاقت انتظار کو؟

حال تباہ تا کجا نالہ و آہ تا کجا؟
روز سیاہ تا کجا مہر رخ نگار کو؟

رنج و عذاب تا بکے سینہ کباب تا بکے
چشم پر آب تا بکے راحت جان زار کو؟

ساحت باغ دلکشا بزم نشاط جانفزا
ساغر و بادہ غم زدا ساقی غمگسار کو؟

از گل و لالہ و سمن فصل بہار جوشزن
باغ ہمہ چمن چمن زمزمۂ ہزار کو؟

باد بہار می وزد جاں کنمش فدا سزد
رنگ نشاط می رسد فسردۂ از بہار کو؟

اے مہربان من روح من و روان من
مضطرب است جان من صبر کجا؟ قرار کو؟

جان بغم ساق تو پارہ دہ فراق تو
خاصہ در اشتیاق تو در خور اعتبار کو؟

رعب کمین غلام تو مست شراب جام تو
وہ کہ چند ز دام تو ناوک دل شکار کو

غزل

تاب غم خمار کو؟ بادۂ خوشگوار کو؟
ساغر غم فشار کو ساقی غمگسار کو؟

صدمۂ ہجر در دراز درد فراق جانگزا؟
شوق وصال غم فزا ذوق وصال یار کو؟

بزم نہ جوش میکشاں خوش چمنی ست گلفشاں
بہر نشاط سر خوشاں ساقی گلعذار کو؟

در سخن نسفتنی سوز نہاں نگفتنی — راز در دل نہفتنی محرم و رازدار کو؟
یاس توئی امید دل روئے تو کام دید دل — دیدن تست عید دل عید طرب نگار کو؟
اے بت باوفائے من لبِ خوش ادائے من — من ز تو دور وائے من خنجر آبدار کو؟

بوکہ ز اعتنائے تو دست دہد لقائے تو
ورنہ بجا سوائے تو رعب ترا قرار کو؟

رنگ رخ اُڑ کے کہیں پردہ در راز نہ ہو — خامشی بڑھ کے سراپردۂ آواز نہ ہو
دل جو تڑپے بھی تو بے پردہ ترا راز نہ ہو — یہ ہے وہ ساز کہ ٹوٹے بھی تو آواز نہ ہو
کب ہو دنیائے دل آشوبگہ فتنۂ شوق — محشر آرائے تغافل جو ترا ناز نہ ہو
ہائے بیمار کی پرسان ہو اور وہ جنبشِ چشم — پھر بھی مجبور ترشح کوئی اعجاز نہ ہو
دل سمجھتا ہے کہ تو اور جواب آرنی — رشک کہتا ہے کہ ظالم تری آواز نہ ہو
کھل ہی جائے گا مرے غم میں وہ جوڑا اک دن — کیا مرے دل کی گرہ ہے کہ کبھی باز نہ ہو
فتنۂ شور قیامت کا مدارِ آشوب — حیف اگر تیری جوانی کا سرآغاز نہ ہو
اب نہ وہ دل ہے نہ وہ کشمکش بیم و امید — بیکسی یوں بھی کہیں خانہ بر انداز نہ ہو
لذت درد نہاں دل کو مبارک لیکن — پردے پردے ہی میں بے پردہ ترا راز نہ ہو
جان وہ کیا کہ نہ ہو گرم گداز تپ و تاب — دل وہ کیا سوز محبت سے جو بے ساز نہ ہو
کاش تو ہو مرا دشمن کہ تری گردش چشم — چرخ کجباز نہ ہو طالعِ ناساز نہ ہو
شہرۂ جوشش پنہاں کسے منظور مگر — رنگ رخ میرا کہیں مائل پرواز نہ ہو

جلوہ ہے مفت نظر رعب ادھر لا دل صاف
آہ ایسے میں جو تو آئنہ پرداز نہ ہو

جوشِ حیرت نے بنایا ہے تماشا مجھکو
اک نظر دیکھ تو اے آئنہ سیما مجھکو

تو بھی ڈھونڈھے تو نہ پائے کہیں اصلا مجھکو
جستجو نے تری کونین سے کھویا مجھکو

یاد ہے جنبشِ لب کی وہ ادائے دلکش
مار ڈالے نہ کہیں معجزِ عیسیٰ مجھکو

ہرزہ گردی سے ہے آوارہ مزاجی محبوب
کھو دیا اے طلب انگیزی سودا مجھکو

بیکسی چاہتی تھی ہجر میں احساں کرنا
آپ کے غم نے نہ چھوڑا کبھی تنہا مجھکو

اُسکی شوخی سے سنوں طعنۂ افسردہ دلی
ضبطِ الفت نے کیا اور بھی رسوا مجھکو

عدم آباد میں حاصل تھا فراغِ خاطر
عشقِ بے مشغلہ نے ڈھونڈھ نکالا مجھکو

دہنِ غنچہ ملا ہے تو زبانِ سوسن
بات اُس بزم میں آتی نہیں گویا مجھکو

اُف ترے جلوے کی وسعت طلبی کا نیرنگ
ایک حسرتکدہ تنگ ہے دنیا مجھکو

غیر عبرت نہیں جولانِ تصور کا مآل
کیوں بصیرت نے دیا دیدۂ بینا مجھکو

شکلِ آئینہ سراپا ہوں خوشا محویت
کاش دیکھے بھی کوئی دیکھنے والا مجھکو

دشمنوں پر ترے ایفا کا گماں آج نہ کل
مژدۂ مرگ تو ہو وعدۂ فردا مجھکو

ضبط ہنگامہ فزائی ابھی اے جوشِ تپش
حشر کرنا ہے کسی کوچے میں برپا مجھکو

اب سوئے شہر نہ لیجائے تقاضا کے جنوں
اپنے دامن میں چھپا لے کہیں صحرا مجھکو

مجھ سے شرمانے کی حاجت نہیں اے حسنِ غیور
جان اک پیکرِ خاموش تمنا مجھکو

کھو کے ڈھونڈھا کرو اب تم کہیں ملسکتا ہوں
کیوں نگاہِ غلط انداز سے دیکھا مجھکو

ہاں مٹا دے کہ ترے عہد کے چہرے کا ہی داغ
میں ہوں تصویرِ وفا چاہیئے مٹنا مجھکو

سوزِ رشکِ شجر و سنگ سے جلنا کب تک
پھونکدے پھونکدے اے برقِ تجلا مجھکو

گرد ہستی میں ہے پوشیدہ جہانِ خورشید
ذرے ذرے میں نظر آتی ہے دنیا مجھکو

شور ہستی نے کیا خواب عدم سے بیدار
کیا مقدر نے دکھایا ہے تماشا مجھکو

خود سرِ راہ طلب گم ہوں تجسس کس کا
کھو گئی دلکشی نقش کفِ پا مجھکو

تجھسے اے فیض ازل کونسی نعمت مانگوں
خیر ملجائے غمِ حوصلہ فرسا مجھکو

کیا کہوں رازِ نہاں اک حرم ناز کا تھا
کردیا فطرت بے ظرف نے رسوا مجھکو

ہیں وہ ناداں کہ نہیں اپنی حقیقت کی شناخت
اہل دل جانتے ہیں تیرا شناسا مجھکو

حیف اگر عذر کرے غمزۂ دشوار پسند
رعب کہتا ہے کہ مرنا ہے گوارا مجھکو

وہ بیخود تیرا محو دید اے آئینہ سیما ہو
کہ شکل آئنہ اک دیدۂ حیراں سراپا ہو

اُڑا اے قیس خاک اپنی اور محو تماشا ہو
تعجب کیا ہے دیوانے اسی پردے میں لیلیٰ ہو

کہاں یہ لذت آباد دوام یاس کی راحت
قیامت تک مرا دل ہو مری حسرت کی دنیا ہو

کیا ہے جمع کچھ خرمن نظر ہائے پریشاں کا
کبھی شاید ادھر بھی ملتفت برق تجلی ہو

مزا پایا ہے وہ غم میں کہ گردوں سے یہ کہتا ہوں
غم امروز ہو میرے لئے جو رنج فردا ہو

یہ رنگ جلوہ فرمائی یہ طرز چہرہ آرائی
خدارا سچ کہو تم کس کے نیرنگ تمنا ہو

فروغ جاوداں اس کے لئے ہے جو ترے در پر
بشکل مہر کیسر اک جبین سجدہ فرسا ہو

سر شورش اثر کو راحت اندوز گریباں کر
عجب کیا بند ہو کر دیدۂ غفلت نظر وا ہو

نقاب آزردہ طلعت کیوں ہو روشن نگاہ تماشا کیا
تجلی وہ کہ ظاہر ہو قیامت وہ کہ برپا ہو

عذاب یاس و آشوب تمنا آہ کیا کہئے
مشیت نے یہی چاہا کہ دنیا مجھکو عقبیٰ ہو

کرشمہ اک ذرا آشوب کار فرمائی کا
متاع عقل و دیں پامال غارت ہو تو اچھا ہو

پچھے دل کو ہوئے نالۂ بے صرفہ کیوں چھیڑے
یہ برق خرمن تاثیر کیوں گرم تقاضا ہو

نمود اک دم کی کیا بحر حوادث کے تلاطم میں
ارے غافل حباب آسا سراپا چشم بینا ہو

رم وحشت بس اپنے آپ ہے ایجاد وسعت ہے
نہیں تنگ اسقدر صحرا جو گام جادہ پیما ہو

تجلی سرمہ بخش چشم سنگ ہو تجمل کیا معنی؟
ہمارا خرمن دل ہو یہ برق بے محابا ہو

مرا سر یکقلم سجدہ ہوا اور سجدہ ترے در کا
مری ہستی سراپا درد ہو اور درد تیرا ہو

دعا دیتا ہے گر دل میرے بے تاثیر نالوں کو
سلامت تا قیامت رعب کے سچے ہوا خواہ ہو

شورش ایجاد اگر آگہی بیداد نہو
عرصہ تنگ فضا محشر فریاد نہو

کون کہتا ہے خموشی سخن ایجاد نہو
بات اتنی ہے فقط شکوۂ بیداد نہو

دلنوازی میں تری یار رہے کیا کم لیکن
دل ہی قسمت سے ملا وہ کہ کبھی شاد نہو

تیرا پامال خرام اور رہے محروم عروج
کیا یہ ممکن ہے کہ مٹی مری برباد نہو

زندگی اپنی کس امید سے وابستہ کرے
خود فراموش ترا وہ کہ تجھے یاد نہو

خرمن ہوش پراگندہ فراہم کرلوں
برق نظارہ ابھی حسن خداداد نہو

عالم آشوبی نیرنگ قیامت کیا ہے
تیری شوخی تو کہیں اور ستم ایجاد نہو

غم ہستی کی تلافی ہے اجل پر موقوف
اور اگر مر کے بھی خوش آپکا ناشاد نہو

بات پوچھے نہ صبا منہ نہ لگائے صرصر
کیوں مری خاک ترے کوچے میں برباد نہو

میرا جو لانگہ وحشت رہے ویرانہ مرا
یہ گھر آباد جبھی تک ہے کہ آباد نہو

کم نگاہی تری کیوں وقت عتاب نہاں
جور وہ کیا کہ تقاضا گر فریاد نہو

پائمالی کی تمنا میں پڑا ہوں سر راہ
ڈر ہے یہ بھی کوئی تقدیر کی افتاد نہو

رخصت شرح وفا ہے سر محشر لیکن
کہیں دن بھر میں اگر ختم یہ روداد نہو

کیوں خفا موج تبسم سے ہو وہ لعل خوش آب
خامشی میری اگر تشنۂ فریاد نہو

واہ وہ ضبط تقاضا کہ نبھوے عاشق
آہ وہ وعدۂ فردا کہ تجھے یاد نہو

منظر جلوہ ہے گستاخی حیرت سے بلند
جوش نظارہ یہاں آئینہ ایجاد نہو

تو نے خوش ہو کے کہا بندۂ ناشاد اپنا
رعب کیوں پھر غم کونین سے آزاد نہو

کیا ہی کھینچے ہیں مجھ سے وہ اتنا جو کہدیا
یوسف کے ایک مد مقابل تمھیں تو ہو

پردہ میں دل کی لیلی پردہ نشین ہے کون
محمل یہ ہے تو صاحب محمل تمھیں تو ہو

اٹھکر اُڑائے جاتے ہو کیوں عاشقوں کے رنگ
سب کہہ رہے ہیں رونق محفل تمھیں تو ہو

عیادت کرنے والوں کو گمان تار بستر ہو
مریض اُلفت موئے کمر اتنا تو لاغر ہو

کبھی ہم اک شکن سی دیکھ آئے ہیں سر بستر
وہ شاید اے مسیحا دم ترا بیمار لاغر ہو

نکیوں شاعر ہوں ہم اے رعب جب استاد ہوں اپنا
جلال ایسا سخن دان و سخن سنج و سخنور ہو

ردیف (لا)

اے رعب آنکھ کھول کے فصل بہار دیکھ
نقش و نگار ہستی ناپائدار دیکھ

ردیف (ی)

اے جذب عشق کیا گلہ اس رشک حور سے
شرمندگی ہے خود ہمیں اپنے قصور سے

واعظ نہیں ہے ڈر ہمیں روز نشور سے
امید مغفرت ہے خدائے غفور سے

وجد آگیا جو نغمۂ شور نشور سے
عشاق جھومتے ہوئے نکلے قبور سے

فرمائیے کہ ضبط ہو نالہ تو کسطرح
میں تنگ ہوں حضور دلِ ناصبور سے

عاشق سبھی ہیں حضرتِ زاہد خطا معاف
کیوں قبلہ آپکو نہیں کیا عشق حور سے

بیٹھے رقیب بزم میں یوں آپ کے قریب
دیکھوں میں کسطرح یہ ستم ہائے دور سے

دھوکا ہوا کہ ہے کسی پازیب کا یہ شور
اکبار چونک اٹھے ہم آوازِ صور سے

او بےخبر میں اسکے سوا اور کیا کہوں
سمجھے خدا الجھے ایسے بتِ پُرغرور سے

ہوئے جو اک نظر میں وہ سب لن ترانیاں
کسنے جھلک دکھائی یہ موسیٰ کو طور سے

کیا ذکر ہجر وصل میں جانے بھی دیجئے
مجھکو نہیں ہے کوئی شکایت حضور سے

پیتا ہوں ہجر یار میں ہمدم لہو کے گھونٹ
کیا کام مجھکو ساغر عیش و سرور سے

اُس بت کی زلف و رخ میں ہے یوں ربط جسطرح
اسلام کو ہے کفر سے ظلمت کو نور سے

واعظ سمجھ حرام نہ مے کو کہ روز حشر
محروم تو رہیگا شرابِ طہور سے

رہیے گا آجکل کے فقیروں سے رعب دور
دنیا کو لوٹتے ہیں یہ کمبخت زور سے

پیماں بھی ہے قسم بھی ہے قول و قرار بھی
یہ سب سہی پر آپ کا کچھ اعتبار بھی

تنگی بھی اسکی راحت جاں ہے فشار بھی
آغوشِ یار ہے مجھے کنجِ مزار بھی

ہمدم نہ پوچھ ہجر میں کیا حال ہے مرا
کچھ آرزو و شوق بھی ہے انتظار بھی

یہ کیا کہ غیر ہاں کو تہ تیغ وہ کریں
قاتل کے مجرموں میں ہے اپنا شمار بھی

شب بھر رہے ہیں رونق بزم رقیب [illegible]
[illegible] کچھ تھا بھی

اُنکو ہمیں سے ملتی ہے جور و جفا کی داد
ٹھہراتے ہیں ہمیں کو وہ تقصیروار بھی

دیکھیں شب فراق ہو کسکی دعا قبول
مضطر ہے جان بھی یہ دلِ بیقرار بھی

یارو نہیں کی بسر کبھی تنہا رہا نہ میں
غم اُسکا میرے ساتھ ہے زیرِ مزار بھی

کیا کیا ہوے ہیں عشق میں کیا کیا نہونگے ہم
بدنام بھی ذلیل بھی رسوا بھی خوار بھی

پرہیز ایسے وقت میں زاہد حرام ہے
گلزار بھی ہے مے بھی ہے وہ گلعذار بھی

کیا پوچھتے ہو بوسہ سرِ بزم کیوں لیا
دل پر بھلا کسیکو ہے کچھ اختیار بھی

مرنے کے بعد وہ مری مٹی میں ہیں شریک
ایکاش آج دل سے نکالیں غبار بھی

مجھ دل جلے پر آنچ تک آئی نہ ہجر میں
آہیں ہزار بار ہوئیں شعلہ بار بھی

دکھلا رہا ہے سینۂ پُرداغ اک سماں
اپنے جنوں کے ساتھ ہے جوشِ بہار بھی

یوہیں رہا جو ظلم تمھارا تو کیا عجب
ہوجائے رازِ عشق نہاں آشکار بھی

رندوں کو کیا ڈراتا ہے واعظ زباں سنبھال
ہے کوئی چیز رحمتِ پروردگار بھی

سچ ہے بُری گھڑی کا بھی ساتھی نہیں کوئی
بیمار بھی ہوں خود ہی میں تیماردار بھی

اُٹھتا ہے کس سے منتِ دستِ جنوں کا بار
رکھتے نہیں ہیں جیب میں ہم ایک تار بھی

مجبور دست شوق کو کرتی ہے وصل میں
شوخیِ چشم بھی نگہِ شرمسار بھی

کھلتا ہے جھوٹ سچ ابھی قاتل کے روبرو
ہم بھی ہیں آج مدعیِ نابکار بھی

خاک اُس گلی کی چھانتا پھرتا ہے رات دن
دیوانہ رعب اگر ہے تو ہے ہوشیار بھی

وہ بتِ بے پیر کیا دشمن ہے چرخِ پیر بھی
بے اثر آہیں بھی نکلیں نالۂ شبگیر بھی

کچھ خطا کرتے تو دیتے تم انھیں تعزیر بھی
جان من عشاق کا کچھ جرم ہے تقصیر بھی

چتون ابرو بھی نگاہِ ناز کی چشمک بھی ہے
پاس ہے اُس ناوک افگن کے کماں بھی تیر بھی

گر گیا سب کی نظر سے میں کسیکے عشق میں
ہاتھ سے دل کیا گیا جاتی رہی توقیر بھی

واہ کیا کہنا ترا اے نالۂ خارا گداز
ہو چلا ہے نرم دل اب وہ بتِ بے پیر بھی

آئینہ کی کیا حقیقت اے بتِ آئینہ رو
دیکھکر تجھکو تو حیراں ہے تری تصویر بھی

بدگمانی نے کہا دل سے ہوئی جب اُنکو دیر
ہے شبِ وعدہ قیامت اسقدر تاخیر بھی

مجھکو آتا ہے نظر بھر رات اک یوسف لقا
یا الٰہی ہے کوئی اس خواب کی تعبیر بھی

عشق میں اک سیمتن کے نقد جاں ہنے دیا
خاک تربت کو ہماری کہتے ہیں اکسیر بھی

نقش دیوار اے صنم ہیں دیکھکر صورت تری
ہم بھی تیرا آئینہ بھی خود تری تصویر بھی

مجھکو اے زاہد کسیکے عارض و خط کا ہے عشق
حافظِ قرآن بھی ہوں میں حافظِ تفسیر بھی

قتل کرنیکا ہے شوق اُنکو شہادت کا ہمیں
لڑ گئی ہے سخت جانی اب تری تقدیر بھی

ہو چلا کچھ کچھ خیال اُس کو مرا شکرِ خدا
بے اثر آہوں میں اب پیدا ہوئی تاثیر بھی

رعب کو کس جرم پر کرتا ہے وہ سفاک قتل
دل کا آجانا ہے شاید داخلِ تقصیر بھی

وہ گل ہے فصل گل ہے مئے لالہ فام ہے
کیوں واعظ اب بھی پینے میں کوئی کلام ہے

کچھ خیر تو ہے کسلئے یہ ازدحام ہے
میرا لہو بہاؤگے یا قتلِ عام ہے

جو ان بتوں کا روزِ ازل سے مقام ہے
کعبہ جناب شیخ اُسی گھر کا نام ہے

منظور امتحان ہے نظارہ بازوں کا
پردہ اُٹھا ہے رخصتِ دیدِ عام ہے

قاتل بھلا عدو کا کہاں یہ جگر یہ دل
سر رکھنا زیر تیغ ہمارا ہی کام ہے

بوسے وہ دستِ شوق بڑھا جب شب وصال
کچھ اور قصد ہے تو ہمارا سلام ہے

یہ کیوں کہوں کہ آپکا عاشق نہیں ہوں میں | اتنا گنہگار تو بیشک غلام ہے
وحشت سے تنگ میں ہوں رقیبوں کا انکو پاس | اک جا مجھے قرار نہ اُن کو قیام ہے
ادنیٰ سے تیرے جور کا شکوہ ہر ایک سے | یہ شان غیر کی ہے اُسیکا یہ کام ہے
واعظ ہمارے ساقی گلفام کو تو دیکھ | یہ کیا کہا کہ بادۂ گلگوں حرام ہے
کچھ اس روش کی تھی ستمگر قاتل کی چال ڈھال | محشر میں بھی یہ شور اُٹھا قتل عام ہے
آیا ہے خوب کوچۂ زلف آپ کو پسند | کیا اے جنابِ دل کوئی دلکش مقام ہے
کیوں تا ابد چلا نکرے میکشوں کا جام | اے دور چرخ یہ بھی کوئی جم کا جام ہے
اک شور ہے کہ آگیا مجنوں کا یادگار | جانے سے میرے نجد میں کیا دھوم دھام ہے
ایفائے عہد میں جو ہیں ایسے ہی پورے آپ | بس ایک روز کام ہمارا تمام ہے
بنت العنب کو کہتا ہے واعظ برا بھلا | بے شرم کو حیا ہے نہ منہ میں لگام ہے
وحشت سے اب یہ ہے ترے مجنوں کی کیفیت | مشرق میں گر ہے صبح تو مغرب میں شام ہے
اے شیخ میرے سامنے چلتی ہے تیری کیا | میں رند پختہ کار ہوں تو نیم خام ہے
یہ دیکھ کر ہوا تہ و بالا عدو کا دل | ہم محو دید ہیں کوئی بالائے بام ہے

کہتا وہ ہائے میرے تجاہل شعار کا
کیا تم عجب جو سنا ہے تمہارا ہی نام ہے

محبت میں جو یکتا عشق میں کامل نکلتا ہے | وہ دنیا میں تمہارا عاشق بیدل نکلتا ہے
جبیں پر چین ہے بل ابرو میں ہاتھ میں خنجر | الٰہی خیر گھر سے خشمگیں قاتل نکلتا ہے
نگاہ حضرت پیر مغاں کا دیکھو اثر زاہد | کہ میخانے سے ہر مدہوش لایعقل نکلتا ہے
نہیں رکھنے کی چشم خونفشاں سینہ میں کچھ باقی | کبھی ٹکڑا جگر کا گاہ لختِ دل نکلتا ہے

توقع وصل کی ہوتی ہے مانع جان دینے سے
جو کام آسان ہم سمجھے تھے وہ مشکل نکلتا ہے

یہ مانا ہم نے جل بجھتے ہیں عاشق مثل پروانہ
مگر ارمان کسکا یوں سر محفل نکلتا ہے

گرا ہے سر جو کٹکر پاؤں پر اُس ترک کے میرا
قدمبوسی کا ارماں اب دل بسمل نکلتا ہے

کوئی آغاز الفت ہی میں مرجائے تو بہتر ہے
کہ آخر سعی عاشق کا یہی حاصل نکلتا ہے

کہیں کیا حضرت زاہد جسے ہم سجدہ کرتے ہیں
خدا کی شان ہے وہ بت اسی قابل نکلتا ہے

وہ بیشک عاشقوں میں آپکے ہے عاشق کامل
کہ جسکو دیکھتا ہوں رعب کا قائل نکلتا ہے

ہماری جان دم نزع کیا نکلتی ہے
کہ حسرت دل درد آشنا نکلتی ہے

وہ عندلیب ہوں ہوتا نہیں جو نغمہ سرا
تو صاف آہ و فغاں کی صدا نکلتی ہے

ادھر تو دیکھ لے او جانیوالے صبح وصال
یہ جان ہی تن بیجاں سے کیا نکلتی ہے

وہ ٹل بھی جائے یہ جاتی ہے جان ہی لیکر
قضا سے بڑھکے کسیکی ادا نکلتی ہے

جو دل لگاتے ہیں دیتے ہیں جان آخر کار
اس ابتدا کی یہی انتہا نکلتی ہے

ٹھہر ٹھہر کے وہ قاتل جو وار کرتا ہے
دہان زخم سے بھی مرحبا نکلتی ہے

یہ کہہ رہی ہے تری چشم شوخ خلوت میں
کہ آنیوالی ہے شوخی حیا نکلتی ہے

نشاں اثر کا سر عرش تک نہیں ملتا
جو ڈھونڈنے کو ہماری دعا نکلتی ہے

نکال تو ہی دل رعب سے بتوں کی چاہ
مرے نکالے سے کب اے خدا نکلتی ہے

جب انجمن میں مرا رشک حور ہوتا ہے
نگاہ شوق سے کیا کیا قصور ہوتا ہے

نگہ کے سامنے سب کچھ ظہور ہوتا ہے
دو چار کب ترا حسن غیور ہوتا ہے

جب اپنے ہاتھ میں جام بلور ہوتا ہے
تو نور آنکھوں میں دلمیں سرور ہوتا ہے

شب وصال میں شرما کے رہگیا کوئی
کہا جو میں نے کہ اب کچھ قصور ہوتا ہے

میں بھولتا تھا گلہ جرم کیوں نہیں ہوتا
ضرور ہوتا ہے ہاں ہاں حضور ہوتا ہے

دیا یہ حضرت یعقوب نے سبق ہمکو
جمال دوست بھی آنکھوں کا نور ہوتا ہے

ذرا سی پیجئے تو اے شیخ مردہ باطن و کلیم
ابھی ابھی تجھے کشف القبور ہوتا ہے

یہ کیسی پردہ نشینی ہے میرے پردہ نشیں
کہ ذکر تیرا بہت دور دور ہوتا ہے

ضرور کیجئے عاشق کو اپنے ہاتھ سے قتل
حضور عشق بڑا ہی قصور ہوتا ہے

فسانۂ شجر طور سے ہوا یہ عیاں
کہ نار میں بھی نہاں سرّ نور ہوتا ہے

نہیں یہ شور اذاں وقت صبح وصل اہل
قیامت آنیکو ہے نفخ صور ہوتا ہے

ترا بہشت بھی واعظ ہے ایک میخانہ
سنا ہے دور شراب طہور ہوتا ہے

مجھے وہ لکھتے ہیں خط بھی تو چھیڑنے کیلئے
سلام غیر کو بین السطور ہوتا ہے

پکار اٹھتے ہیں مثل کلیم ہم ارنی
کبھی گذر جو سر کوہ طور ہوتا ہے

ہمارے میکدہ میں شیخ کیا نہیں ہوتا
شراب ہوتی ہے جام بلور ہوتا ہے

قصور تاب نظر کا ہے ورنہ بر سر بام
ہمیشہ جلوہ گر اک رشک حور ہوتا ہے

جو سنتے ہیں کسی پازیب کا لحد میں شور
تو ہمکو شبہۂ شور نشور ہوتا ہے

شراب رعب اگر پیجیے تو ابر کے دن
کہ جوش رحمت رب غفور ہوتا ہے

دل ہر گھڑی خیال دہان و کمر میں ہے
نقشہ کھنچا عدم کا ہماری نظر میں ہے

اسے بیخودی برائے خدا تو ہی دے جواب
مہماں پکارتا ہے کوئی آج گھر میں ہے

کہتے ہیں لوگ حشر جسے مثل نقش پا
ہر ہر قدم بچھا وہ تری رہگذر میں ہے

دونوں کوئی گھڑی کے ہیں مہمان صبح وصل
باقی مجھی میں دم ہے نہ شمع سحر میں ہے

کہتا ہے یوں پکار کے وہ حسن بے نقاب
ہاں تاب دید دیدۂ نظارہ گر میں ہے

دست جنوں کے فیض سے رشتہ ملا ہوا
دامان و جیب عاشق شوریدہ سر میں ہے

یاد آیا کسکا ناوک دلدوز یا خدا
پہلو جو آج درد بدلتا جگر میں ہے

اُس سنگدل کا دل نہ پسیجیگا زینہار
کیوں اشک تر کا جوش مری چشم تر میں ہے

کرتا ہے قتل تیر اُکن انکھیوں سے دیکھنا
تلوار کا اثر تری ترچھی نظر میں ہے

کیا خوب یہ سلوک کیا بیخودی نے آج
ہم آپ میں نہیں کوئی مہمان گھر میں ہے

جاتا ہوں جسطرف ہے غم عشق ہمرکاب
مجھکو حضر میں چین نہ راحت سفر میں ہے

اُس جنگجو نے بھیجا ہے بانکا جواب خط
خنجر بجائے نامہ کف نامہ بر میں ہے

کیوں ہو نہ مجھسے اُنس کہ دونو ہیں ہمصفیر
میری شب فراق فراق سحر میں ہے

اُس مہ کے گھر سے غیر نکوں فال کو نکال
یارب زحل یہ کسلیئے برج قمر میں ہے

وابستہ ہے کمر سے تری رشتۂ فنا
پنہاں عدم ترے دہن مختصر میں ہے

مولوی ... صفحہ

کرتا ہے سجدہ رعب سا آزاد الصنم
یہ خاصکر خواص ترے سنگ در میں ہے

... قضا سے پہلے

جان لی یاس نے تاثیر دوا سے پہلے
موت آئی ہمیں امید شفا سے پہلے

امتحاں گاہ محبت میں نہ ٹھہرے اغیار
دیکھکر جور و جفا اُنکی وفا سے پہلے

مانگتا رو کے دعائیں تکا میں شب وصل
سجدہ اُس بت کو کیا شکر خدا سے پہلے

ملک الموت بھی منھ دیکھکے رہجائیں مرا
وہ مسیحا اگر آجائے قضا سے پہلے

بہر کے پابوسیِ قاتل کو گیا خون اپنا
سرخرو ہو گئے ہم آج حنا سے پہلے

مرا سفاک ہے بوجہ کشی کا خوگر
جرم ثابت نہیں کرتا ہے سزا سے پہلے

قتل عاشق کیلئے کھینچتے ہیں پھر تلوار
ذبح فرماتے ہیں وہ تیغ ادا سے پہلے

پیشروِ وادیِ پرخار جنوں کا میں ہوں
قیس کیا جائیگا مجھ آبلہ پا سے پہلے

آج وہ غیر کے مہماں ہیں اے جذبۂ دل
کچھ اثر تو ہی دکھا آہِ رسا سے پہلے

شاید اُس گل کی جدائی میں بہل جائیگا
صبحدم باغ میں جاتا ہوں صبا سے پہلے

کیا ہی اچھا ہو مری جان کہ ہم تم باہم
فیصلہ ملکے کریں روزِ جزا سے پہلے

اُنکی شوخی نے نکالے مرے ارمان شبِ وصل
بے حجابی نے کیا کام حیا سے پہلے

پھر بتاؤنگا دلِ گمشدہ کا تمکو پتا
پوچھ لینے دو مجھے دزدِ حنا سے پہلے

نزع میں دیکھکے منھ پھیر لیا ظالم نے
اس ادا نے مجھے مارا ہے قضا سے پہلے

باغ میں جاکے کسی گل کا تصور جو بندھا
روئے ہم بلبلِ آشفتہ نوا سے پہلے

عرض مطلب کوئی کیا ایسے جفا جو سے کرے
قتل کر ڈالے جو عاشق کو خطا سے پہلے

بے حجابانہ وہ اے رعب ملے وصل کی رات
میری تقدیر کھلی بندِ قبا سے پہلے

شوخی بھی آنکھ میں سرِ محفل حیا بھی ہے
میرا بھی پاس اُنکو ہے کچھ غیر کا بھی ہے

دلمیں بھی گھر ہے آنکھ سے میری جدا بھی ہے
بیگانہ بھی وہ شوخ ہے اور آشنا بھی ہے

آرامِ دل بھی ہجر میں ہے غم فزا بھی ہے
ارمان کسیکا درد بھی ہے اور دوا بھی ہے

انجام آخر اے شبِ غم کچھ ترا بھی ہے
کہتے ہیں ابتدا کیلئے انتہا بھی ہے

کہنا نہ مانتا دلِ خود سر خطا بھی ہے
تو اب کسیکی زلف میں آخر پھنسا بھی ہے

خنجر بکف وہ شوخ ہے بگڑا ہوا بھی ہے
آج امتحاں مرا بھی ہے اغیار کا بھی ہے

کہتے ہیں دیکھکر وہ مجھے اپنی بزم میں
کیوں آئے کچھ غرض بھی ہے کچھ مدعا بھی ہے

پاتا ہے میرے دلمیں جگہ کون دیکھئے
ایمان بھی ہے وہ بت کافر ادا بھی ہے

پچھتائیے گا مجھسا وفادار کھو کے آپ
میرے ہی دم تک آپکی مشق جفا بھی ہے

بدلے حنا کے خون ہو قاتل کا دست یوں
آخر ہمارے قتل کی کچھ خونبہا بھی ہے

نیرنگیاں عجب ہیں تری اے خیال یار
درماں بھی تو ہے درد دل مبتلا بھی ہے

صحت مریض عشق کو ہو گی نہ جیتے جی
جب دم نکلگیا تو اُسے دم شفا بھی ہے

آئینہ دیکھتا ہے سر بام بیٹھکر
خود بیں وہ خود پسند بھی ہے خود نما بھی ہے

نازک مزاجیاں ہیں تری مانع فغاں
ضبط آشنا بھی دل مرا درد آشنا بھی ہے

کون امتحان قتل میں پورا ہو دیکھئے
ہم بھی ہیں آج مدعی ناسزا بھی ہے

میں کیا بتاؤں حضرت عشق آپکا لقب
آفت بھی ہے غضب بھی ہے قہر خدا بھی ہے

جاری ہیں کیوں زبانپر اسطرح گالیاں
مانگا ہے کس نے بوسہ کوئی ماجرا بھی ہے

لے جان کون دیکھئے دونوں میں وقت نزع
وہ خوش ادا بھی ہے سر بالیں قضا بھی ہے

دشمن ہے بیقرار انھیں کچھ خبر نہیں
نالہ مرا رسا بھی ہے اور نارسا بھی ہے

آواز بازگشت ہیں ہم رند واعظا
جسنے ہمیں کہا ہے کچھ اُسنے سنا بھی ہے

پلہ گراں ستم کا رہیگا نہ میرے بعد
جب تک ہوں میں وہ شوخ جفا پر تلا بھی ہے

عاشق ہیں بیخطا بت قاتل خدا سے ڈر
یہ جور یہ جفا یہ تعدی روا بھی ہے

چھیڑا ہے آکے میکدے میں زاہدوں کا ذکر
اے محتسب تو تو رجبی ہے پارسا بھی ہے

یہ کثرت دکھاتی ہے وحدت کسیکی
ہزار آئینے ایک صورت کسیکی

وہ ٹھکرائے کیا خاک تربت کسیکی
اجازت بھی دے جب نزاکت کسیکی

بنو لی حیا سے شرارت کسیکی
نہ نکلی شبِ وصل حسرت کسیکی

سُنا جب کہ ہے غیر حالت کسیکی
وہ اتنا ہی بولے کہ قسمت کسیکی

سرِ بزم ادھر اک نظر دیکھ لینا
نہیں یہ بھی کچھ کم عنایت کسیکی

بُرا تھا مرا حال ہنگامِ رحلت
گلے ملکے جب روئی حسرت کسیکی

ہوئی وصل کی صبح سوئے نہ کیونکر
کہ شب بھر کی جاگی ہے قسمت کسیکی

نظر حور پر ہم نہ ڈالیں گے زاہد
سمائی ہے آنکھوں میں صورت کسیکی

وہ فرماتے ہیں جب ستم پیشہ ہیں ہم
تو کیوں آئے ہم پر طبیعت کسیکی

یہ سر اور زانو اُس آئینہ رو کا
دمِ نزع چمکی ہے قسمت کسیکی

تری بزم میں کوئی کیا خاک آئے
نہ عزت کسیکی نہ وقعت کسیکی

کہے کون اُس رشکِ عیسیٰ سے اتنا
تجھے بھی ہے لازم عیادت کسیکی

گھلا کر نکر خوں مرے دل کو اے غم
کہ اس آئینے میں ہے صورت کسیکی

جو وہ رشکِ گل آئے گا فاتحہ کو
نہ پھولے سمائیگی تربت کسیکی

کہا جب نہ ملئے رقیبوں سے ایجاں
وہ بولے تمھیں کیا طبیعت کسیکی

وہ کھولے ہوئے بال کوٹھے پر آئے
ضرور آئیگی آج شامت کسیکی

خمارِ شب وصل افسانہ خواں ہے
دمِ صبح سوئے گی قسمت کسیکی

جو ایسا ہی بیتاب رکھنا تھا دل کو
بنانا تھا یارب شرارت کسیکی

خدا جانے کیا کیا بیاباں دکھائے
یہ سودا کسیکا یہ وحشت کسیکی

پس مرگ مٹی مجھے کوئی دیتا — نکلجاتی ابتو کدورت کسیکی
جو سچ پوچھئے آپ کیا جانیں ناصح — نہ آئے کسی پر طبیعت کسیکی
کرم کی نظر داورِ حشر ادھر بھی — ملے داد روزِ قیامت کسیکی
سرِ بزم غیروں سے ہنستا ہے وہ گل — کہیں رنگ لائے نہ غیرت کسیکی
پتا ہے یہ مشہور اُن کی گلی کا — بنی ہے وہاں ایک تربت کسیکی
نظر آئی اک حور کہتا ہے زاہد — کہیں دیکھ لی ہو نہ صورت کسیکی
جگہ غیر کی خانۂ دلمیں کب ہے — نکل کر کہاں جائے حسرت کسیکی
شب وصل کیا کہدیا ہے کمر نے — کہ روٹھی ہے مجھسے نزاکت کسیکی
پڑا ہے بطرح بدزبانی کا لپکا — بگڑتی ہی جاتی ہے عادت کسیکی
پھرا سے شیخ رندونمیں تم راگ لائے — ابھی ہو چکی ہے بُری گت کسیکی
کسی زلف کی مانگ لائی سیاہی — بلائے شب تارِ فرقت کسیکی
شب وصل نکلی ہے کیا بے تحاشا — مرے دل سے گھبرا کے حسرت کسیکی
جو ہوتا ہے وہ سادہ رو محو تزئیں — دکھاتی ہے آئینہ حیرت کسیکی

ذرا رعب صاحب کی صورت تو دیکھو
یہ شکل اور اُسیر محبت کسیکی

پھنسے رہئے زلفونمیں اے دل کسیکی — یہی ہے سزا آپکی خودسری کی
سرِ بزم سب سے ہنسی دل لگی کی — یہیں سے فقط آپ نے بے رخی کی
عنایت کہے دیوانے پر اک پری کی — سراسیمہ گردی کی آوارگی کی
شبِ ہجر کچھ انتہا بھی ہے اے دل — تری بیقراری تری بیکلی کی

یہی مونس ہجر ہو خیر یا رب — مری کس مپرسی مری بیکسی کی
انھیں یوں ہیں مدت سے ہے ربط ہمسے — کبھی دوستی کی کبھی دشمنی کی
مسیحائے دوراں ہوئے آپ تو کیا — دوا اپنے بیمار کی بھی کبھی کی
تقاضائے صحرا کرے لاکھ وحشت — ہمیں چھاننا خاک اُنکی گلی کی
سبھی کچھ جوانی میں ہوتا ہے ناصح — خطا ہمنے کیا کی اگر عاشقی کی
ادا سے شب وصل کہنا کسیکا — کہو اب تو ہمنے تمھاری خوشی کی
عبث کھینچکے زلفوں میں برہم ہوا دل — سراسر خطا اسمیں ہے آپ ہی کی
فلک پیر اور نوجواں تیرا عاشق — نہ کیوں ٹھہرے ناجنس سے دشمنی کی
جو دیکھا کبھی شیخ کو رند بولے — تری شان یہ بھی ہے شکل آدمی کی
نہیں آیا اچھی طرح موسم گل — کہ ٹھہرائی ہمنے گھریاں دری کی
تری جانستانی کے انداز تو دیکھے — نرالی ادائیں تری دلبری کی
نکوئی گلہ غیر کا ہے نہ اُن کا — مقدر نے کی اپنے جو کچھ بدی کی
سُنے کون رندوں میں واعظ کی باتیں — کہاں قدر بے وقت کی راگنی کی
ہمیں اک رہے مورد قہر ظالم — نگاہِ غضب غیر پر بھی کبھی کی
نہ پوچھ اپنے بیمار فرقت کی حالت — کہ طاری ہے کیفیت اک جانکنی کی
کشیدہ ہر اک سے ہیں کیا غیر کیا ہم — طبیعت ہی اُنکی ہے خوگر کجی کی
ہوئے بھی وہ مہماں تو گھر میں نہ تھے ہم — عنایت رہی رات بھر بیخودی کی
رقیبوں سے باتیں ہیں کیا میٹھی میٹھی — ہمیں پہ عنایت ہے کچھ روکھی پھیکی

مقطع: نہیں رعب کمبخت پر جن کا سایہ — محبت ہے دیوانے کو اک پری کی

جب ڈر یہ ہے کہ ہمکو نہ رسوا کرے کوئی
کیوں راہ و رسم غیر سے پیدا کرے کوئی

کیا خوب آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھا کرے کوئی
رخ سے نقاب کسلئے اُلٹا کرے کوئی

مضمون دہانِ یار کا باندھا کرے کوئی
ممکن نہیں کہ حل یہ معما کرے کوئی

کہتے ہو انتظار ہمارا کرے کوئی
اچھا جو تم نہ آؤ تو پھر کیا کرے کوئی

یہ لن ترانیاں ارنی گو سے طور سے
کیا خوب بند چشم تماشا کرے کوئی

دیکھو تو لیکے آئنہ چہرہ اُتر گیا
اتنا بھی غم نہ مرگ عدو کا کرے کوئی

بولے وہ سنکے عاشقِ شوریدہ سر کا حال
ناحق مجھے نہ خلق میں رسوا کرے کوئی

آنکھیں ملیں تو ہو ترے جلوہ کی نگہداشت
دل دے خدا تو تیری تمنا کرے کوئی

جاتی ہے جان ایک مریض فراق کی
تمنے تو کہدیا ہے کہ پھر کیا کرے کوئی

لاکھوں دعائیں اُس لب جانبخش پر نثار
ہر وقت شوق سے ہمیں کوسا کرے کوئی

عیسیٰ سے تیری نرگس بیمار کا ہے قول
میرے مریض عشق کو اچھا کرے کوئی

دم ٹوٹنے کو ہے خبر اُس دلشکن کو دے
اسوقت ایک کام ہمارا کرے کوئی

پامال اپنے وحشی لاغر کو کر دیا
اب کسکو خار دامن صحرا کرے کوئی

اللہ یہ بھی ہجر میں معشوق بنگئی
کب تک اجل کا راستہ دیکھا کرے کوئی

بے پردہ ہو کلیم وہ حسن نظارہ سوز
پھر دیکھیں تاب دید کا دعویٰ کرے کوئی

مجنوں کا جذب عشق سوے دشت لیچلا
اے حسن پردہ داری لیلیٰ کرے کوئی

مشتاق سب کھڑے ہیں قیامت میں صف بصف
محشر خرام ناز سے برپا کرے کوئی

بگڑا ہے زلف سے دل خود سر تو مجھکو کیا
روٹھے ہوے کو اپنے منایا کرے کوئی

ہاں شوق سجدہ کہتی ہے اک بت کی رہگذر
سر اپنا وقف نقش کف پا کرے کوئی

آخر مٹیگا یہ قصر کہن اے فلک ترا
تا چند ضبط آہ شرر زا کرے کوئی

لے لیکے قرض بادہ فروشونسے پی ہے مَے
تم پر جناب شیخ جو دعوی کرے کوئی

اے شوقِ نالہ خاطرِ نازک کا پاس کر
ایسا نہو کہ شکوہ بیجا کرے کوئی

انجام جب یہی ہے کہ غش کھاکے گر پڑے
کیوں آرزوے برق تجلا کرے کوئی

بولا جنوں یہ دامنِ یوسف کو دیکھکر
اب پارہ پارہ جیب زلیخا کرے کوئی

اچھا نہیں ہے شرم سے بت بنکے بیٹھنا
شوخی کا بھی تو وصل میں کہنا کرے کوئی

کہتی ہے بار بار مری تیرہ اختری
شکوہ نہ چرخ کا نہ کسیکا کرے کوئی

تم دو قدم نہ چلکے عیادت کو آسکو
یوں ایڑیاں پڑا ہوا رگڑا کرے کوئی

دل ناز پر ہے لوٹ بناوٹ ہی کیوں نہو
من من کے ہے وصل میں نگڑا کرے کوئی

یہ کیا کہا کہ رعب کی کیا قدر و منزلت
پیدا تو ایسا چاہنے والا کرے کوئی

جنگ عادت ہے کینہ جو تیری
مار ڈالیگی مجھکو خو تیری

دل میں او گل ہے آرزو تیری
یعنی اِس غنچے میں ہے بو تیری

لامکاں تک مجھے پھرا لائی
بے نشاں میرے جستجو تیری

لنْ ترانیْ کا شور ہے سرِ طور
اور ہے آواز ہو بہو تیری

سُنکے موسٰی سے رات کی باتیں
آگئی یاد گفتگو تیری

پھر ہے ہم نیاز مندوں سے
بے نیازانہ گفتگو تیری

دل بھیجا نہ اُنکا اے دُرِ اشک
رہی کیا خاک آبرو تیری

پردۂ گوش تک کھنچ آیا دل
سُنکے پردے سے گفتگو تیری

حشر میں بھی وہی ہے رنگ مزاج
اُف رے جلا دخلق خو تیری

لوٹ جائیں کلیم اگر سُن لیں
پیاری پیاری یہ گفتگو تیری

اک نہ اکدن رہیگی کھو کے مجھے
لامکاں واسطے جستجو تیری

وہ سبب ہیں مری تباہی کے
مری تقدیر اور خو تیری

کچھ مشابہ ہے رنگ میں مانا
لائے گا گل کہاں سے بو تیری

رات کی داستان صحبت غیر
کہتی ہے چشم رازگو تیری

خوش ہوں برق آشیاں جلاے مرا
گرمیاں ہیں یہ شعلہ خو تیری

دم نکل جاے یہ اگر نکلے
جان ہے میری آرزو تیری

لوگ سب اپنی اپنی دھن میں ہیں مست
رعب ہے اور آرزو تیری

جنوں کا تھا یہ قول اکثر زلیخا کے گریبانسے
ملا دونگا ترا رشتہ کبھی یوسف کے دامانسے

گلہ ہے شوق کو وست جنون فتنہ ساما نسے
ارے کمبخت اُلجھا تھا کسی ظالم کے دامانسے

خلش نے اسکی ربط اتنا بڑھایا او تغافل خو
کہ دل کو عشق ہے اب تجھسے بڑھکر تیرے پیکانسے

شکایت بے رخی کی کوئی کرتا ہے شب وعدہ
بتا اے بیخودی کیا کیجئے عذر انکے بہانسے

شرر زائی اگر یہ ہے تو گھر دونگا خدا حافظ
تمہیں خبر اِس بُرائی حجت کی اکدن آہ سوزانسے

کسی سفاک غفلت آشنا کی یاد ابرو میں
ہم اپنا خود گلا کاٹینگے ایدل تیغ براں سے

بقدر شوق ہوتی کاش وسعت کوئے لیلی کی
غرض کیا وحشت مجنوں کو تھی کوہ و بیابانسے

سخنور سیکھ لیں اوبت سخنگوئی سخندانی
تری چشم سخنگو سے مری طبع سخندانسے

گلہ اے پاس غیرت سامنے غیروں کے اپنوں کا
دل بیکس ہو کیونکر نالہ کش جور عزیزانسے

ازل سے دیکھتے ہیں ہم کہ مشقِ فتنہ خیزی میں
قیامت دو قدم پیچھے رہی رفتار جاناں سے

مرا دل وحشت آباد تمنا ہے بجا کہئے
خیال یار کی دامن کشی اس محشرستاں سے

ترا اقرار بھی رکھتا ہے اک انکار کا پہلو
نہیں سے ہے جو کچھ مطلب وہی مقصود ہاں سے

نماز عید قرباں۔ رخ بسوے کعبۂ ابرو
وضو اے طفل دل کر پہلے آب چشم گریاں سے

یہی تھا مقتضائے عشق و حسن آگ گل کہ زینت ہو
جگر کو میرے داغوں سے جبیں کو تیری افشاں سے

عیاں ہے صاف اگر چشم حقیقت بیں ہو آہو سے
نہاں ہے طور کا جلوہ ہر اک نخل گلستاں سے

قیامت ہے کسی پردہ نشیں کا پردہ در ہونا
سرشک چشم ہی محجوب کیا کیا درد پنہاں سے

سوال بوسہ پہ اے رعب اور وہ بھی یوں سر محفل
نکلوائے گی اک دن ناصبوری بزم جاناں سے

نگاہ لطف سے اغیار کامیاب رہے
ہم انکی بزم میں لذت کش عتاب رہے

الٹ ہی دیگئے کوئی دم میں تختۂ تربت
جو یوں ہیں قبر میں ہم محو اضطراب رہے

یہ دو ہی رونق دنیا ہیں رہتی دنیا تک
ہمارا عشق رہے آپ کا شباب رہے

الٹ بھی دو کہیں پردہ دکھا بھی دو جلوہ
بلا سے مجھکو نہ موسیٰ کی طرح تاب رہے

تجھے تو ننگ ہے اے حسن خود نما یہ حجاب
غضب ہے ہائے وہ رخ اور تہ نقاب رہے

نہ پوچھ عشق میں کیونکر گذاری اے ہمدم
ذلیل و خوار رہے خستہ و خراب رہے

زہے نصیب کہ انکو مرا خیال تو ہے
یہ التفات ہے کیا کم کہ اجتناب رہے

ہزار عرض تمنا اور ایک خاموشی
سوال کے تو مطابق کوئی جواب رہے

پھرتے ہیں محو تلاش اک حور طلعت کیلئے
ہم نہیں جنت میں آسودہ حور جنت کیلئے

مل گئے ہیں خاک میں اک فتنہ قامت کیلئے
ہم قیامت تک نہ اٹھینگے قیامت کیلئے

آئے تھے دنیا میں خالی پاس اپنے کچھ نہ تھا
ایک سا دل لائے تھے وہ بھی نذر حسرت کیلئے

آج اٹھیے پردۂ عارض کسے کل تک قرار
وعدۂ فردا تمہارا رکھئے قیامت کیلئے

لاکھ بار ایسے مرض پر کیجئے صحت نثار
اس سے بہتر قسمت کہ تم آئے عیادت کیلئے

لیچلے ہیں دل میں داغ حسرت صبح وطن
چاہئے کچھ ہدیہ آخر شام غربت کیلئے

چاہئیں کیا روز محشر دعوی خوں پر گواہ
شوخیاں قاتل کی کافی ہیں شہادت کیلئے

ہند میں تنگ آ گئے ان کافروں کے ظلم سے
رغیب انصاری ہے اب آمادہ ہجرت کیلئے

ہم تو جب جانیں مریض عشق کو اچھا کریں
یہ نہیں مردے جلا کے او مسیحا ہو گئے

جنوں میں جیب کا میری جواب ہو جائے
فلک کا دامن اگر دستیاب ہو جائے

جو روبرو ہو مرے سبزہ رنگ کا لب لعل
حیات چشمۂ خضر آب آب ہو جائے

اٹھائیں آنکھ جو حوریاں نصیب نظارہ
نگاہ بھیل کے رخ پہ نقاب ہو جائے

لکھوں جو اس رخ روشن کا وصف دیوانیوں
ورق ورق آفتاب ہو جائے

جی میں ہے سوز دروں کے ہمزباں ہو جائیے
فرقت دلدار میں گرم فغاں ہو جائیے

دیکھ سکئے غیر کے پہلو میں کیوں تصویر یار
ہاں تصور تجھی سے بدگماں ہو جائیے

ڈھونڈھ ہی آخر نکالیگا کہیں پیک خیال
آپ چھپ کے لاکھ پردوں میں نہاں ہو جائیے

جا ہو تجئے اوسکے آکر ن کوچۂ دلدار میں
لاغری سے شوق دل سے ہمعناں ہو جائیے

نقش اس موئے کمر کا کھینچ کر دکھلائیے
دیتی اتنے غم سے گھل کر ناتواں ہو جائیے

ہمکنارہی کا اگر اُس قدِ قامت سے ہے شوق
قد خمیدہ ہجر میں شکل کماں ہو جائیے

ہائے وہ ہم اور وہ یار و نکی بزم آرائیاں
کیوں نہ اے عیش گذشتہ نوحہ خواں ہو جائیے

شوق پا بوسی میں اکثر میرے سر کا ہے یہ قول
اک بت غافل کا سنگ آستاں ہو جائیے

دل ہے سوزاں تپ ہجراں سے جگر جلتا ہے
یہ ادھر اور وہ پہلو میں اُدھر جلتا ہے

کونسی شمع کا پروانہ ہے یارب خورشید
یوں جو چوبیس گھڑی آٹھ پہر جلتا ہے

سانس لینے میں نکلتا ہے دھواں سا ہر بار
دلِ مرا آتشِ پنہاں سے مگر جلتا ہے

آگ سی کچھ مرے پہلو میں لگی ہے شب ہجر
دل یہ جلتا ہے الٰہی کہ جگر جلتا ہے

میری آنکھوں میں جہاں تیرہ ہے صبح شب وصل
کیوں چراغ اب ترا اے شمع سحر جلتا ہے

یہ مصرع درست یا نہیں ہوا

جاگزیں خانۂ دلمیں ہے کوئی پردہ نشیں
داغ دل سے مرے طاؤس کا پر جلتا ہے

جی کبوتر کا نہ لے گرمیِ مضمونِ تپش
دیکھ اے سوز نہاں دیکھ یہ گھر جلتا ہے

شعلہ ریزی ترے نالوں نے یہ کی اے بلبل
جسمیں خط باندھتا ہوں وہی پر جلتا ہے

باغ میں چار طرف ہر گلِ تر جلتا ہے

کونسی آگ جلاتی ہے کہ یارب ہر دم
رعبِ آشفتہ دل و خاک بسر جلتا ہے

قسمت کی شکایت ہے نہ کچھ چرخ کہن کی
خود دل ہی نے ڈالی ہے بنا رنج و محن کی

اور فلک آنکھیں ہوئیں اُس صید فگن کی
اب خیر الٰہی ہو غزالانِ ختن کی

خاموش ہے یا ہوا سُن کے فغاں مرغ چمن کی
غنچوں نے یہ سیکھی ہے ادا کس کے دہن کی

کھلنے کو ہے مشکل کوئی کہ لاسے وہ نیا رنگ
ہمراہ عدو ٹھہری ہے گلگشت چمن کی

آواز سنا کر کلمہ اپنا پڑھایا — کیا بات ہے ادبت ترے انداز سخن کی
روشن ہے نتیجہ کہ شب تار لحد میں — آتی ہے سپیدی بھی نظر صبح کفن کی
کیا خاک اُسے صحبت یاران وطن یاد — غربت ہی میں گذری ہو جسے آوارہ وطن کی
ابر بھی شار و نمیں اُن آنکھوں سے نہیں کم — تاثیر ہے صحبت میں عجب اہل سخن کی
بلبل کو اسیری سے یہ بیگانگی اچھی — قسمت تو ملی سبزۂ دیوار چمن کی
کیا کام کیا واہ تری تیغ دودم نے — اے ترک مٹی آج اذیت سر و تن کی
پھر جی میں ہے سیر عدم آباد کو چلئے — پھر آج مجھے فکر ہے مضمون دہن کی
عریانی وحشت کا تقاضا ہے پس مرگ — کسطرح مجھے عار گوارا ہو کفن کی
یہ سادہ مزاجی بھی ہے خونریز زمانہ — کیا بات ہے قاتل ترے بیساختہ پن کی
نو عمر اُٹھے عشق میں دنیا سے ہزاروں — بیداد اُٹھائی نہ گئی چرخ کہن کی
برہم ہو جو وہ زلف پریشاں تو خطا کیا — پھبتی شعرا نے کہی کیوں مشک ختن کی

غربت میں ہوں وہ تنگ وطن کیا کہوں اے رعب
کلیاں بھی تو پھرتی نہیں آنکھوں میں وطن کی

دل کو ہم رہن ہوائے زلف جاناں کر چکے — یعنی اس غنچے کو نذر سنبلستاں کر چکے
تیرے ہاتھوں پاس عشق اے چشم گریاں کر چکے — ضبط اک پردہ نشیں کا درد پنہاں کر چکے
آج کیوں ملنے لگا شوق شہادت کا مزاج — سن لیا ہے قتل کا میرے وہ ساماں کر چکے
تم کو اے یوسف خبر کیا حضرت یعقوب کی — دونو آنکھیں وہ جواب چاہ کنعاں کر چکے
کوئی پاس وضع کی حد بھی تحمل تا کجا — ضبط نالہ ہم اب اے گردون گرداں کر چکے
میرے ماتم میں کھلا جوڑا خدارا باندھیے — روح کو میری بہت اے جاں پریشاں کر چکے

بیدید کوئی تیر نگاہِ غلط انداز — کرتی ہے کھٹک میں جو کئی پھانس جگر کی
وحشت ہوئی کیوں نازکش دشت نوردی — آشفتہ ہے ویرانہ ادائی مرے گھر کی
آنا کسے معلوم مگر جانے کی تیرے — اک درو نے اٹھکر دل خود گم کو خبر کی
وندان ہیں ترے آبدہ نیم تبسم — آب آب ہوئی جاتی ہے آبتاج گہر کی
انداز کشا و آئنہ وار طلب دید — کہتی ہے یہ کیا نرگس حیران ترے در کی
آرام ابد بعد فنا کیا ہے بتا دو دل — اک منزل موہوم ترے گرم سفر کی
ساغر کا وہی دور وہی حلقۂ زندان — ہنگامہ فزائی نہ چلی دور قمر کی
اے گردش افلاک ترا رنگ ہے درکار — تصویر اُتاریں گے کسی طرز نظر کی
ہو سرمہ کش دیدۂ آشوب قیامت — بیتاب ہے کیوں گرد ترے رہگذر کی
دلمیں مرے وہ درد کہ دشمن ہے دوا کا — لب پر مرے وہ آہ کہ شاکی ہے اثر کی
کونین کو حیران صفا کیوں نکرے دل — تصویر اس آئینے میں ہے آئینہ گر کی

بو ۱۹۰ء — رو کر عدم ضبط کے طعنے نسنو ہم عجب
اسطرح بجھائے سے بجھی آگ جگر کی

قابو میں شبِ ہجر نہ دل ہے نہ جگر ہے — پہلو میں یہ بیتاب اِدھر ہے وہ اُدھر ہے

بو ۱۹۰ء — یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا
یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا — رسائی میرے نالو نکی فضائے لامکاں تک ہے
بتائیں کیا تجھے اے ہمدم جہاں تک ہے وہاں تک ہے

حافظ خدا ہی اب فلکِ فتنہ گر کا ہے — کچھ اور قصد آہِ قیامت اثر کا ہے
سارا سلوک جذب کے اُلٹے اثر کا ہے — شکوہ عبث ہمیں فلکِ فتنہ گر کا ہے
سر پھوڑنے کا قصد ہر آشفتہ سر کا ہے — حافظ خدا ہی آج ترے سنگِ در کا ہے

ظاہر ہے عشق و حسن کا آپسمیں ارتباط … میرا تنِ نزار جواب اُس کمر کا ہے
آشوب حشر کہتے ہیں جسکو وہ ہو نہو … فتنہ اُٹھا ہوا کوئی اُس رہگذر کا ہے
یہ ظلم دیکھئے وہ مجھے کوئے غیر میں … لیجاتے ہیں کہ راستہ یہ میرے گھر کا ہے
خود کہہ رہا ہوں واہ رے اے نازکی طبع … مضمون جو ذہن میں کسی نازک کمر کا ہے
اللہ کھو گیا ہوں یہ کسکی تلاش میں … اب انتظار خود مجھے اپنی خبر کا ہے
جسکا ذرا سا عکس تھی موسیٰ کی برق طور … منظور وہ میری چشم حقیقت نگر کا ہے
بگڑی ہوئی یہ کونسی تقدیر بنگئی … یہ بن سنور کے آج ارادہ کدھر کا ہے
اُس بیخبر نے دی خبر اے آرزوے مرگ … مہماں مریضِ ہجر ترا رات بھر کا ہے
کیونکر نہ بدگماں ہوں کہ لیتے ہیں مجھسے خط … کیوں تیغ پھرا ہوا سا مرے نامہ بر کا ہے
محشر جو دیکھنا ہو تو ٹھکراتے جائیے … رستے میں مرقد آپ کے شوریدہ سر کا ہے
سیدھا ہوا نہ مجھسے کبھی چرخ کج مدار … کیا یہ بھی ہم ادا تری ترچھی نظر کا ہے
محشر میں اوس پڑ گئی نا بہ جحیم پر … یہ بھی کرشمہ اک مرے دامانِ تر کا ہے
زاہد وہاں دکھا تو کوئی ایسا حور وش … مانا ترا بہشت جواب اُنکے گھر کا ہے
میدانِ حشر میں سر محشر آئی خبر … آنا قیامت آپ کے شوریدہ سر کا ہے
دو سرخ سرخ اشک گرے ہیں جو آنکھ سے … یہ لخت دل ہے اور وہ ٹکڑا جگر کا ہے

تجھسے زباں دراز کو کیوں چپ لگی ہے مرے رعب … غم میرے بیجان کس دہنِ مختصر کا ہے

لاکھ آغوش کشا تابِ نظر ہو جائے … پردہ وہ مہر وش اُلٹے تو سحر ہو جائے
وہ نگوں بخت ہوں پیدا جو اثر ہو جائے … آہ سوزاں مرے خرمن کو شرر ہو جائے

صف الٹ جائے جہاں زیر و زبر ہو جائے
نگہِ تفرقہ زا تیری جدھر ہو جائے

غیر کے خط کی رسائی نہو اُن تک اے رشک
کاش یہ بھی مرے مرنے کی خبر ہو جائے

غیر سے آنکھ لڑائیں تو نہ آئے وسواس
میں نظر بھر کے جو دیکھوں تو نظر ہو جائے

بیکسی میری دکھائے اثر اے دردِ فراق
آپ سے آپ انھیں میری خبر ہو جائے

کام بنتا بھی بگڑ جائے یہ تقدیرِ الٹی
نفع تدبیر سے چاہوں تو ضرر ہو جائے

وعدۂ وصل وہ فرمائیں تو پھر رات کہاں
شام ہونے بھی نہ پائے کہ سحر ہو جائے

کچھ تو کام آئے یہ تارِ نظر اے دیدۂ شوق
زلف کیطرح ہم آغوشِ کمر ہو جائے

وا کیا آہ فلک سا نے مری بابِ قبول
اب تو نکہت دعا رہنِ اثر ہو جائے

یاد احباب چلو لیکے وطن سے اے رعب
کچھ تو غربت کیلئے زادِ سفر ہو جائے

نسیم صبح جو یوں عطر بار آتی ہے
گلی سے تیری یہ اے گلعذار آتی ہے

لحد میں جان بھی وقتِ فشار آتی ہے
کہ یاد تنگیِ آغوشِ یار آتی ہے

نہ نیند مجھکو شبِ انتظار آتی ہے
نہ موت تجھکو دلِ بیقرار آتی ہے

خجل ہے شوق سے او شوخ بے حجابیِ وصل
یہ شرم آنکھ میں کیوں بار بار آتی ہے

شہید ہیں ترے اے رشکِ حور یا محبوب
کہ موت بھی جنھیں کرنیکو پیار آتی ہے

غمِ فراق ہے وہ دردِ جانگزا جسکو
دوائے مرگ بس اک سازگار آتی ہے

کوئی عدو سے نہیں لب بلب تو رہ رہکر
لبوں تک آج یہ کیوں جانِ زار آتی ہے

جنون نے دم نہ لیا تھا ابھی کہ پھر اے شوق
قیامت آتی ہے فصلِ بہار آتی ہے

شبِ فراق ڈرا اور ہو دراز کہ آج
زبان پہ صفتِ زلفِ یار آتی ہے

گھٹا کی شکل ہیں دیکھو بڑھی ہوئی رندو
نوید رحمت آمرزگار آتی ہے

پس فنا تو بجھاتی نہ دل جلوں کا دل
نسیم کیوں سوے شمع مزار آتی ہے

فسردہ ہو کے نہ کیا شگفتہ غنچۂ دل
خزاں کے بعد سنا ہے بہار آتی ہے

دل شکستہ میں آتا ہے ایک گل کا خیال
پھر اپنے اجڑے چمن میں بہار آتی ہے

ہم اور لطف ہم آغوشی عروس اجل
نوید وصل دم احتضار آتی ہے

مگر یہ رعب ہے نالاں کہ تیرے کوچے سے
صدا ے نالہ بے اختیار آتی ہے

خوب ایدل تو ہنسا اُنکی عنایت پر مجھے
ایک دن رونا ہے خون ہر رنگ قسمت پر مجھے

کہہ رہا ہے یہ دل بیتاب اُنکے ہاتھ میں
صدقے کر کے پھینکدو اپنی شرارت پر مجھے

ساتھ غیروں کے نہیں لایا چراغ اک شمع رو
اب بھی آیا ہے جلانے میری تربت پر مجھے

میرے اعمال ور اس قابل کہ ہو جائیں قبول
ناز جتنا ہو وہ کم ہے تیری رحمت پر مجھے

حسن انجام اس سے بہتر کیا ہو ای آغاز عشق
جان دینا خوب ہے ایک اچھی صورت پر مجھے

دوست دشمن آسمان بے مہر وہ ظالم خلاف
رحم آتا ہے دل بیکس کی حالت پر مجھے

او تلون دوست رہتی میرے ہی ملیں مقیم
اعتماد اتنا تو ہوتا تیری حسرت پر مجھے

میرا ویراں خانۂ دل اور ایسا میہماں
کیوں ترس آئے نہ ظالم تیری حسرت پر مجھے

غیر کی محفل میں وہ کھا کھا کے رہنا پیچ و تاب
میری غیرت پر انھیں اور اُنکی عادت پر مجھے

وہ حسیں اسے غیرت عشق اور مجھ پر مہرباں
تو کہیں رشک آنہ جائے اپنی قسمت پر مجھے

یاد آئیگی تری محشر خرامی روز حشر
دیکھنا غش ہنستے ہنستے شور قیامت پر مجھے

سخت جانی کا ہوا ہو یوں کیے قاتل نے شوق
جان دے قربان کر اپنی نزاکت پر مجھے

حرفِ مطلب سنکے وہ ہونا کسیکا خشمگیں
پیار آجانا کسیکی پیاری صورت پر مجھے

مضطرب ہے جلوہ گاہِ یار میں کیا تابِ دید
چاہتی ہے ہو تقدم آج حیرت پر مجھے

ہوگیا ہے کسقدر دل خوگرِ قہر و عتاب
اور کچھ ہوتا ہے شک اُنکی عنایت پر مجھے

کاش ہوتا اختیار اے مقتضائے حسن و عشق
اپنی شوخی پر اُنھیں اپنی طبیعت پر مجھے

دیدنی ہے خودفروشی حسن کی جسنے کیا
میرے دل پر اُنکو مائل اُنکی صورت پر مجھے

کیا ہوس کیا عشق دونوکو مٹایا آرزوئے قتل
ادّعا پر غیر کو شوقِ شہادت پر مجھے

ہاں اجازت مل گئی اُنکی تو اے پاسِ ادب
ہو مگر قدرت بھی جب عرضِ شکایت پر مجھے

رہگیا منہ دیکھکے عصیاں کا جوشِ انتقام
ناز ہے اے مغفرت اشکِ ندامت پر مجھے

کیا کروں اے جوشِ رشکِ اختلاطِ غیر حیف
اختیار اُنپر نہ قابو ہے طبیعت پر مجھے

کھینچ رہیگا یوں کوئی اسکا نہ تھا ہرگز یقیں
کیسے کیسے تھے گماں جذبِ محبت پر مجھے

جاں بلب ہے اور کسی اُمید پر مرتا نہیں
رعب آتا ہے تعجب تیری حالت پر مجھے

غزل دیگر

دکھاتا ہے یہاں ہر جام کیفیت دو عالم کی
سمجھتے ہیں حقیقت بادہ کش کیا ساغرِ جم کی

درازی تمسے کرتی ہے بیاں میرے شبِ غم کی
گرہ ایک ایک کھل کھلکر تمھاری زلفِ پرخم کی

ترے گیسو پریشاں ہیں خوشا قسمت مرے غم کی
اجل میری بلاگرداں ہے اس اندازِ ماتم کی

گرانباری نے بعدِ مرگ کیا تاثیر دکھلائی
نہ اُٹھی اُنکے در سے لاش اُنکے کشتۂ غم کی

اجازت ہی نہیں ہے ضبطِ رازِ عشق کی ورنہ
دکھا دیتے تمھیں دریا دلی ہم چشمِ پرنم کی

اثر ہوگا نہ کچھ یہ کیا کہا اچھا مرا دمہ
نہ تڑپو تم جو سنکر داستاں میرے شبِ غم کی

دمِ صبحِ شبِ وصل ایک ہے انجام دونوں کا
کہ ہے میری طرح اب شمع بھی مہماں کوئی دم کی

بڑھا آغوش میں لینے کو شوق خانہ ویرانی
مرے شاخ نشیمن پر کبھی بجلی اگر چمکی

لبوں کو تو نہیں تکلیف قم دیتا تو جانے دے
ترے کشتے کو ہے منت کشی عار ابن مریم کی

یہ اک قطرہ ہے چشمہ عالم آشوبی کے طوفاں کا
نہ پوچھو حال دل فرقت میں اک آشوب عالم کی

گلوں کے خندۂ بیجا نے وقت صبح کیا کہیئے
ڈبوئی آبرو کیا گریۂ خاموش شبنم کی

غضب کی بیقراری ہے قیامت کی ہے بیتابی
یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا

کہا جب میں نے غم سے جان دیدو نگا تو وہ بولے
چلو مرجاؤ مرجانے کی دیتے ہو کسے دھمکی

پریشاں روح کو کیا کیا ہے کھولکر جوڑا
کہا کسنے انھیں شرکت کو ہے بزم ماتم کی

نیاز عشق اسے کہتے ہیں ناز حسن کے آگے
ادھر تلوار اٹھی گردن تسلیم ادھر خم کی

دوبالا کر دیا لطف آپ نے رندوں کی محفل کا
جناب شیخ صاحب واہ کیا بات آپکے دم کی

دکھاتے جانستانی کا کرشمہ نیچا تو نکو
عنایت کم نگاہی نے تو کی لیکن بہت کم کی

ملا کر سودۂ الماس اک جان ملاحت نے
بڑھا دی راحت افزائی مرے زخموں کے مرہم کی

اجازت دے خدارا اے حجاب ناز خودداری
بہت بیتاب ہے شوخی کسی آشوب عالم کی

کوئی ساعت کا مہماں ہو تو ہو فخر کا ساماں ہے
نہ پوچھو اپنے غم میں حالت اپنے رعب پرغم کی

۲۰ جون ع

ادھر کیوں ملتفت ہو غمزۂ حاضر جواب اسکا
یہ مانا رعب ہمنے گردن تسلیم بھی خم کی

بالائے بام جلوہ گر اک رشک حور ہے
دیکھے نہ اب تو تاب نظر کا قصور ہے

اللہ کسکا جلوہ متاع غرور ہے
کچھ اب نہ وہ کلیم نہ وہ کوہ طور ہے

نزدیک تر ہے یار مگر پھر بھی دور ہے
یعنی وہ ناز لطف یہ شان غرور ہے

سو سطی نظر فریب کسیطا ظہور ہے
مجھے ہوئے ہو نار جسے تم وہ نور ہے

لایا نکوئی ہدیہ پئے نذر شانِ عفو
کتنا قصور وار ہے جو بیقصور ہے

موقع ہے آج حوصلہ ونونکا آزما
اے برقِ حُسن یار یہ دل ہے وہ طور ہے

پردہ اُٹھا تو دیکھئے آئیگا کیا حجاب
وہ جلوہ صبر سوز ہے دل ناصبور ہے

اے اقتضائے ضبط سنبھلنا کہ جوشِ غم
مصروفِ آزمایش طبع غیور ہے

کیا کھئے ہجر میں کسی نفرت شعار کے
اظہار غم سے بھی دل مضطر نفور ہے

اے جذبِ المدد کہ ہے سرگشتگی فزوں
میں ناتواں ہوں سنگ درِ اُس بت کا دور ہے

محشر اُٹھیگا آپ کے کوچے سے ایک روز
ہر نالہ میرا ہم اثرِ شورِ صور ہے

وعدے کی شب ہے بیخودی شوق رکھ معاف
مہماں کا کچھ لحاظ تو آخر ضرور ہے

خود وا دے رہا ہے تقاضائے حسن عشق
تجھسا ستم شعار نہ مجھسا صبور ہے

میرے دل شکستہ میں ٹوٹی ہر ایک اُمید
ہر آئنہ اِس آئنہ خانے میں چور ہے

یارب سوال وصل ہوں یا غم ہجر غیر
اتنا جو مجھسے وہ ستم آرا نفور ہے

کُھل جائے چشم شوق تو آنکھیں ہی کھل نجائیں
سمجھے ہوئے ہیں پاس جسے ہم وہ دور ہے

چھپتا نہیں نگاہ میں نیرنگ نخل طور
یعنی بلند منظر چشم غیور ہے

سب مٹ گئیں وہ سرخوشیانِ ذوقِ عشق میں
رنج خمار اب ہے نہ لطف سرور ہے

اک طور پر ہے جلوہ مگر ایک جلوہ گر
عالم اسیر سلسلۂ نار و نور ہے

اے شیخ کھو دیا ہمیں جسکی تلاش نے
وہ بے نشاں صنم نہ پری ہے نہ حور ہے

جز لَن ترانِی اور یہاں کچھ نہیں جواب
کس انتظار میں آدِ فی گوے طور ہے

تم جسکا دو جواب وہی ہے سوال خوب
تم جسکی دو سزا وہی اچھا قصور ہے

نیرنگی خیال سے راحت فزائے دل
غافل فریب خوردۂ ذوق حضور ہے

ردیف ی

مشکل بہت ہے یہ فن آساں نما اسے
اے رعب شاعری میں جسے کچھ شعور ہے

یہ شور افزا کبھی بیتابی محشر اثر ہوگی — کہ میرے درد کی اس بے خبر کو بھی خبر ہوگی
کسی کے کان تک پہونچیگی یارب کارگر ہوگی — کبھی میری فغاں بھی مرگ دشمن کی خبر ہوگی
دل بیتاب کو شب بھر یہ کہہ کہکر تسلی دی — ٹھہر ظالم قیامت آئیگی یعنی سحر ہوگی
ترے پامال کیا چونکیں گے آشوب قیامت سے — اٹھیگا جس سے یہ فتنہ وہ تیری رہگذر ہوگی
شب غم اور محشر کے برابر ہم نہ مانیں گے — اگر اتنی بڑی ہوگی تو یہ شب مختصر ہوگی
مزا انجبا ہے دلکو عکس تاثیر دوا سے — ترقی درد کی کچھ اور بھی اے چارہ گر ہوگی
شب فرقت میں ہوگا اور کون اپنا شریک غم — وفا سے نارسا ہوگی فغاں بے اثر ہوگی
خدا حافظ ہمارا ہے وصل کی شب تو کہ اب ہمکو — بلا کا سامنا ہوگا قیامت کی سحر ہوگی
سو مقتل خراماں ہونے میں جو یوں لچکتی ہے — بنا ہوگا جس سے خنجر وہ یہی نازک کمر ہوگی
ترے آشفتہ کیا جانیں قیامت کسکو کہتے ہیں — تری اٹھتی جوانی ہو نہ ہو اے فتنہ گر ہوگی
نقاب اس رخ سے اٹھتے ہی کہ خورشید سحر چمکا — نتھا معلوم اتنی وصل کی شب مختصر ہوگی
عبادت ہو چکی یونہیں سہی تو گھر ہمارا آئیے — بسر ہو جائیگی جس شکل سے اپنی بسر ہوگی
مٹی ہے اس خرام ناز کی ہنگامہ خیزی پر — جدھر تو پاؤں رکھیگا قیامت بھی ادھر ہوگی
دکھائیگا تماشا جوش اشک انفعال آخر — جو اب یا دامن تر روز محشر چشم تر ہوگی
خدا جانے رہا یہ خون ناحق کس کی گردن پہ — خبر کیا تھی جواب خط قضائے نامہ بر ہوگی
نقاب الٹیں گے وہ بیتاب ہوگا دیکھنے والا — تہ بام ایک بجلی ایک بجلی بام پر ہوگی
بہت شہرہ ہے یارب گرمی خورشید محشر کا — ہمارے روز جدائی کی وہ شاید دوپہر ہوگی

قیامت ہے کسیکا حشر میں یوں بے نقاب آنا — اس انداز تجلی کی کسے تاب نظر ہوگی

کسی دن جان سے جانیکا بھی ارمان نکلیگا
تو یہ مرگ اے رعب اُنکے آنیکی خبر ہوگی

تسکیں وہی اے شوخ تری درد فزا ہے — بیتابی دل کل سے بھی کچھ آج سوا ہے

خاموش ہے گو رعب مگر پھر ہے سخنور
تم دل سے تو پوچھو کبھی دل میں ترے کیا ہے

مرتے دم تک مری رفاقت کی — واہ کیا بات تیری حسرت کی
کل ہے فردا سے وعدہ دیدار — شوق نے آج ہی قیامت کی
آپ آرام کیجئے شب وصل — ہم کہانی سنائیں فرقت کی
مری بیتابیوں میں بھی اے شوخ — کچھ ادا ہے تری شرارت کی

خود ہی کھائیں گے ہم گلا اپنا
کون سے بد دعا نزاکت کی

خموشی میری گویا داستان سنج مصیبت ہے — گلہ ہے کچھ کسیکا کچھ مقدر کی شکایت ہے
دکھایا جوش غم نے صبح وصل انداز یکرنگی — کہ اُنکا قصد رخصت ہے ہمارا عزم رحلت ہے
وجود مہر کا آئینہ ہے ہر ذرۂ امکاں — یہ عالم آئینہ خانہ ہے یا اک بزم حیرت ہے
وہاں شور تبسم بھی نہیں ہے آفت بیدردی — دل زخمی یہاں ہے اور درد ذوق لذت ہے
تماشا ایک نیرنگ فریب حسن کا کہئے — نہ اُنکو ہم سے نفرت ہے نہ غیروں سے محبت ہے
دل مایوس ہیں ناکامیوں نے کچھ نہیں چھوڑا — کبھی تھی کوئی حسرت اب تو حسرت کی بھی حسرت ہے
قیامت کی نگی برپا قیامت تیرے نالوں نے — وہ کہتے ہیں ہمارا جلوہ موقوف قیامت ہے

نہ یوں قامت کو تکلیف خرام حشر گستر دو
قیامت میں قیامت اٹھاؤ گے کیا قیامت ہے

ہم از خود رفتہ وہ خود بیں ادھر حسرت ادھر تمکیں
شب وعدہ یہ فرقت وصل ہے یہ وصل فرقت ہے

یہ مہر و ماہ و انجم سب ہیں تیرے نور کے مظہر
تری اک تاب وحدت برق خرمن سوز کثرت ہے

خدا شاہد کہ خود ہی کاٹ لیتے ہم گلا اپنا
تری مشق جفا کیواسطے شوق شہادت ہے

نہیں منت کش تاب گذارش حال دل اپنا
کہ مایوسانہ خاموشی بیان درد فرقت ہے

جرس کا نالہ آواز شکست رنگ ہے گویا
کہ دل سے کاروان صبر کی اے عشق رخصت ہے

ہجوم نامرادی بھی ہے پاس طبع نازک بھی
نہ تاب ذکر غم ہمکو نہ ذوق عرض حاجت ہے

تقاضائے غم پنہاں ہے شاید مانع گریہ
کہ چشم خشک وقف ضبط اشک گرم حسرت ہے

شب وعدہ نہ ٹپکے اشک شادی چشم پرنم سے
مدوائے بیخودی آج امتحان ضبط الفت ہے

بنائے بات ہاں اے فرصت عرض سخن کوئی
بگڑ جانے کو ہے ہمسے میان انجمن کوئی

وہی اک پھول ہے رنگ چمن گو ہو چمن کوئی
وہی ہے ایک شمع انجمن ہو انجمن کوئی

حریف شوق دل کیا ہوگا انداز سخن کوئی
کرے پیدا تو پہلے بات کرنیکو دہن کوئی

شہید چشم کیوں منت کش اعجاز عیسیٰ ہو
دکھا اپنا کرشمہ اے نگاہ سحر فن کوئی

جواب عرض مطلب پا گئے طرز خموشی سے
نہ ہمسا نکتہ داں کوئی نہ تمسا کم سخن کوئی

رہا لذت سے بھی محروم اف بے ذوق نمک پاشی
نہوتا زخم دلکو دیکھکر یوں خندہ زن کوئی

شہادت گاہ محشر جوش ہے بزم نظر بازی
ادھر بھی ناوک دلدوز او ناوک فگن کوئی

بیاباں مرگ ہوں غربت مجھے یہ کہکے روتی ہے
نہوا اتنا بھی محو لذت یاد وطن کوئی

ادھر یہ بیخودی خلوت میں گویا بزم ہیں ہم ہم
ادھر وہ تمکنت گویا نہیں رکھتا دہن کوئی

ہوئے ہیں خوگر صحرا نوردی اُسکے دیوانے
نئی گردش کرے ایجاد اب چرخ کہن کوئی

غبار دشت نے کی جسم پوشی تیرے وحشی کی
نہ آیا راس جب عریاں تنی کو پیرہن کوئی

خموشی میں بیاں کر دیں گے ہم سب داستان غم
نہ ہو جوش اثر سے شاکی تاب سخن کوئی

خفا ہو کر دکھا نطق آزمائی سر مسائی کی
نیا جادو جگا ہاں اے نگاہ سحر فن کوئی

یہ خنجر بازیاں آئینہ خانے میں نہیں اچھی
نہ دیکھے تیزی تیغ نگاہ دلشکن کوئی

ابھی وہ شعلۂ آواز ہے گرم جہاں سوزی
نجائے طور پہ جلنے کو مشتاق سخن کوئی

مرے دم تک ہے ذوق کاوش اور لطف گرانجانی
پھر ایسا بیستوں کوئی نہ ایسا کوہکن کوئی

خدا جانے تری شوخی پر اوخونریز کیا گذرے
سر میدان حشر آئیگا جب رنگیں کفن کوئی

قیامت خوب ڈھائی شوخی محشر خرامی سے
نکالو فتنہ خیز اب اس سے بھی بڑھکر چلن کوئی

خفا ہے شان خود بینی سے کیا شوق خود آرائی
اُٹھائے پردہ دکھلائے تو زیور کی پھبن کوئی

نہ نکلی آرزوئے ہمکلامی وائے ناکامی
ادھر ہے بیزباں کوئی اُدھر ہے بیدہن کوئی

ادھر شوق شہادت امتحاں آرائے شوخی ہے
اُدھر فرط حیا سے سرنگوں ہے خندہ زن کوئی

نسیم باغ جنت سے بہار افزائے داغ دل
یہاں بھی رنگ لائے گا مرا دیوانہ پن کوئی

[illegible]

غریب آشفتہ سر ناکام شوق آزار کش خوں دل
نہوگا اے رعب سا بھی مورد رنج و محن کوئی

پیرہن میرا ہے عریانی مری
گھر مرا ہے خانہ ویرانی مری

میری دولت درد سامانی مری
میری قسمت مفت ارزانی مری

ہرزہ گردی بیکسی کوچے سے دور
خندہ زن ہے چاک دامانی مری

اُسطرف وہ اور اُنکا آئینہ
اِسطرف میں اور حیرانی مری

سخت مشکل ہے جنوں اور پاس وضع
کھو نہ دے مجھکو تن آسانی مری

مر کے بھی در سے نہ اُسکے اُٹھ سکوں
یوں بٹھا وے اے گرانجانی مری

دیکھکر محشر میں شانِ عفوِ عام
کیا پشیماں ہے پشیمانی مری

کسکے زلفوں کے تصور میں ہے جمع
یہ لگا ہونگی پریشانی مری

یا نہیں اُس بت کا سنگِ آستاں
یا نہیں تحریر پیشانی مری

تو ہے اور وہ کاکل آرائی تری
میں ہوں اور یہ دل پریشانی مری

وہ ہیں اور اُنکی نشاط اندوزیاں
میں ہوں اور اندوہ سامانی مری

پھر کھبی آنکھوں میں اک بانکے کی نوک
پھر بڑھی خوننابہ افشانی مری

کسکے جلوے کا ہوں یارب محوِ دید
کسکا آئینہ ہے حیرانی مری

تنگ کس دیوانے کو ہے پیرہن
جب اجازت دے بھی عریانی مری

بیخودی کا ہو برا وعدے کی شب
خود کرے مہمان مہمانی مری

نکتہ سنجوں میں سخنگو چشم یار
نکتہ فہموں میں سخندانی مری

روئیں ہم تاب نظر کو وہ کہیں
کوئی دیکھے جلوہ ارزانی مری

انتہائے آرائے حُسن و عشق ہے
خود نمائی اُنکی حیرانی مری

زلف پہونچی اُس پری کی تا کمر
یا بڑھی حد سے پریشانی مری

کہیے بے برگی کہ میرا ساز و برگ
کہیے دشواری کہ آسانی مری

غم سے مرتا ہوں مگر مرتا نہیں
کسقدر مشکل ہے آسانی مری

باغ ہستی میں اسیر درد ہوں
ہمصفیرو کیا خوش الحانی مری

جورِ عشق میں روتا ہوں صبحول کو رعب
نوحہ خوانی ہے غزلخوانی مری

مانا کہ نہیں اُنکو کچھ مرگ عدو کا غم | آنکھوں میں پھر اس آنسو بھر لانے کو کیا کہیے

(۲۷ جون سنہ ۱۹۱۷ء)

بوسہ لب و گیسو کا مانگا تو یہ فرمایا
میخوار کی کیا سنیئے دیوانے کو کیا کہیے

موت کیا ہے نہیں معلوم مگر آج اے یاس | حسرت ایک ایک مرے دلسے جدا ہوتی ہے
چشم آئینہ سیر بزم ہے دیکھی بھالی | تیرے چہرں سے کہیں عہدہ برآ ہوتی ہے
پردہ اُلٹا مگر آنکھیں نہ ملائیں ظالم | ہائے شوخی بھی تری عین حیا ہوتی ہے
وصل کہیے کہ وصال ایک ہے مطلب یعنی | موت ہی درد محبت کی دوا ہوتی ہے
روندتا ہے مری تربت کو کوئی حشر خرام | اک قیامت ہے کہ ہر روز بپا ہوتی ہے

(۲۷ جون سنہ ۱۹۱۷ء)

کھلی آنکھیں یہ کھلا محو تصور ہوکر
حیرت آئینہ دلدار نما ہوتی ہے

بس اے دل باز آ ضبط فغاں سے | نکل جائے نہ دم سوز نہاں سے
نہ گرتے تیری چشم ناتواں سے | ترے بیمار اُٹھ جاتے جہاں سے
یہ سنکر ہاتھ اُٹھانا امتحاں سے | یہ جاں بخشی اوائے جانستاں سے
وہ بت کیا جانے فرق نفی واثبات | نہیں اسکی نہیں ممتاز ہاں سے
یہ تنجانے ہیں گویا گرم اظہار | کہوں کیا حال سوز دل زباں سے
ہیں کھودے تلاش اک بے نشاں کی | گزر جائیں کہیں نام و نشاں سے
دکھادو جان لینے کی ادا ہاں | اشارہ اک نگاہ دلستاں سے
وہیں کا پھر ارادہ حضرت دل | ابھی اک چوٹ کھا آئے جہاں سے
مدد اے تاب گویائی کہ آج | سنیں گے حال دل میری زباں سے

مہک تیری نہ یوں پھیلی تھی اگل
یہ بو پھوٹی ترے رنگِ بیانسے

فلک کافی ہے آہ گرم بلبل
تری بجلی رہے دور آشیانسے

شکست رنگ کیوں غمازہ ہوتی
گلہ ہے شوخیِ دردِ نہانسے

تماشا ہے بقا سو ہوم لیکن
شبِ غم بڑھکے عمرِ جاودانسے

جبیں کو میری سجدیسے ہے اک عشق
مرے سجدے کو تیرے آستانسے

مٹیں سب آرزوئیں دلکی اے یاس
یہ یوسف چھٹ گیا ہے کاروانسے

خموشی میری محشر جوشِ تاثیر
قیامت میرا کچھ کہنا زبانسے

ہوا پہلے سے از خود رفتہ تر قیس
یہ لیلےٰ نے کہا کیا ساربانسے

مقدر بلبلِ بے برگ تیرا
ملا ہے آج گلچین باغبانسے

مرے طالع کی گردش کا تسلسل
کہیں بڑھکر ہے دورِ آسمانسے

دہن اُسکا ہے گویا میری ہستی
کھلا یہ بھید طبعِ نکتہ دانسے

کشاکش سخت جاں اے وائے حرماں
نزاکت تنگ شوقِ امتحانسے

برا ہو ہمنفس ذوقِ فنا کا
کہاں لایا ہمیں ظالم کہانسے

کیا ہے اُس دہن کے عشق نے گم
مجھے اب کون لائے لامکانسے

گلہ کچھ ہمصفیرو تکو جو ہے رعب
نہیں واقف تری طرزِ فغانسے

چمک دردِ نہاں کی مرگِ عاشق کا اشارا ہے
یہ داغِ دل نہیں ہے صبحِ ہستی کا ستارا ہے

وہ برقِ صبر سوز آج اس ادا سے پرتو آرا ہے
کہ دل آئینے کا آئینہ ہے پارے کا پارا ہے

کہاں تک وضع کیسا پیرہن قیدِ پیرہن رہنا
ہمیں اے پاسِ وحشت ننگِ عریانی گوارا ہے

شہید ناز ہوں محشر میں ہے یہ دعوی خوں بہا ۔ تم اتنا ناز سے کہدو کہ یہ کشتہ ہمارا ہے
اب اے مایوسی جوش تمنا کام کر اتنا ۔ جفائیں اسکی پنہاں ہیں تغافل آشکارا ہے
سکھایا یہ چلن کس دلکی طرز پائمالی نے ۔ تری رفتار ہم بھی مانتے ہیں محشر آرا ہے
جگر ان سخت جانوں کے کہ چار آنکھیں کریں تجھسے ۔ ہمیں تو اک نگاہِ شرمگیں نے مار اُتارا ہے
غش آکر رہگیا خوش قسمتی موسیٰ کی تھی ورنہ ۔ فنائے ہستی نظارگی تیرا نظارا ہے
نہ کہتا تو تو ویراں میرے حسرتخانۂ دل کو ۔ یہ وہ محفل ہے ظالم جسکا تو خود محفل آرا ہے
وفور ضعف کا ہے ہمنفس جوش گرانجانی ۔ ہمیں کب تیرے در پر بیٹھکر اُٹھنے کا یارا ہے

نگاہِ حسرت آگیں اور پاس ضبط غم کبتک
سمجھ لو رعب اکدن راز پنہاں آشکارا ہے

گرمی ضبط فغاں گو تپش ایجاد رہے ۔ لب خاموش نہ منت کش فریاد رہے
قید سے گھر کے چھٹے دشت میں آزاد رہے ۔ خانہ ویرانیِ وحشت کا گھر آباد رہے
غم کونین وہ بھولے جسے تو یاد رہے ۔ شاد اگر ہے تو وہ ہے جو ترا ناشاد رہے
ہم ہیں اور لطف پریشانی و آشفتہ سری ۔ دل رہے الفت گیسوے بلا زاد رہے
دیدۂ جوہرِ شمشیر کی صورت دمِ قتل ۔ ہم بھی حیرت زدۂ شوخیِ جلاد رہے
نکہت گل تھی آکے نہ شمیمِ کاکل ۔ باغ ایجاد میں ہم کسلئے برباد رہے
سرمگیں آنکھ کی چشمک سے کب امید جواب ۔ گو مری طرزِ خموشی سخن ایجاد رہے
تا بمنزل بھی پہونچ جائیں گے گرتے پڑتے ۔ جادۂ عشق میں افتادہ پا افتادہ رہے
ہائے محشر کے دن اس وعدۂ فردا کے نصیب ۔ جو نہ خود تجھکو نہ بھولے وہ کو ترے یاد رہے
دل سے ابتک نگئی حسرت انداز کشی ۔ یہ ستمکش رہے اور وہ ستم ایجاد رہے

شوخی سرمہ ہوا اس چشم سخنگو سے خفا
خاموشی اتنی تو شور افگن فریاد رہے

باغ فردوس کا اے حور لقا کیا مذکور
خوش فضا وہ بھی ہے کوچہ ترا آباد رہے

فکر امروز نہ اندیشۂ فردا یعنی
تیرے ناشاد ترے غم میں بہت شاد رہے

ایک وہ شکوۂ بیداد کہ عاشق بھولے
ایک وہ عذر تغافل کہ تجھے یاد رہے

ہائے تکلیف جفا اور نزاکت تیری
کون بیدرد ہے جو شاکیِ بیداد رہے

باغ امکاں میں ہیں ہم صبح نفس مثل نسیم
بس تعلق ہے تو اتنا ہے کہ آزاد رہے

دیکھ رفعت طلبی اپنے ہوا خواہوں کی
ہوگئے خاک بھی ہم مٹ کے تو برباد رہے

سخنِ عشق کی برداشت بھی ہے داد طلب
بیستوں کو غم جاں کا وہی فرہاد رہے

خوشنوائی تری تقدیر کہ ہم ہو کے اسیر
قفس آوارۂ دلجوئی صیاد رہے

آئنہ خانہ بنا ٹوٹ کے آئینۂ دل
تیری صورت سے یہ حیرتکدہ آباد رہے

ضعف سے ہم کو نہ تو تاب نفس اور وہ کہیں
مشق فریاد باندازۂ بیداد رہے

وائے اے جوش جنوں بیکسیِ ذوقِ خلش
رگِ سودا کو غمِ نشترِ فصاد رہے

تاب نظارہ کا بہتر ہے کہ پردہ رہجائے
پسِ پردہ ہی ترا حسنِ خدا داد رہے

ذکر اغیار مبارک دم بزم آرائی
بھول جانے کیلئے رعب تجھے یاد رہے

نالۂ درد کہ مایوس اثر رہتا ہے
نخل الفت ہے کہ ناکام ثمر رہتا ہے

بیخودی دلکشی وعدہ ہوں ایفا معلوم
انتظار اپنا مجھے آٹھ پہر رہتا ہے

اک مراد دل ہے کہ حیرت زدۂ نیم نگاہ
اک ترا آئنہ جو پیش نظر رہتا ہے

آتش افروز جزا عدل ہو دیکھیں سر حشر
پردہ کیونکر ترا اے دامنِ تر رہتا ہے

یادگارِ عیشِ وصل اے رعبؔ تھے انفاس حنا
وہ بھی نذرِ غم ہوئے باقی خدا کا نام ہے

شروعِ درد اور بسمل ابھی سے
یہ کیا او ناشکیبا دل ابھی سے

یہ نالے اور آغازِ محبت
ابھی سے کیوں حجابِ وصل ابھی سے

اُدھر ہے تیغ اُٹھانے کا ارادہ
اِدھر جانباز ہیں بسمل ابھی سے

مرے گھر آتے ہی او شوخ شرم آئی
یہ پردہ درمیاں حائل ابھی سے

ہوا قیس ایک ہی جلوہ میں بیہوش
پھر اُٹھا پردۂ محمل ابھی سے

شروعِ عشق و فکرِ وصل اے دل
خیالِ سعیِ بے حاصل ابھی سے

کلیجا تھا سیے للہ پہلے
نہ سُنیے داستانِ دل ابھی سے

تری اُٹھتی جوانی رنگ لائی
ہزاروں ہو گئے بسمل ابھی سے

جنوں اور ابتدائے عشق ہی ہیں
ہوئے ہم رعبؔ کے قائل ابھی سے

حرمانِ لطفِ زیست کو آوارہ کر گئے
یعنی حریفِ لذتِ آزار مر گئے

وہ بوالہوس کہ درد جدائی سے مر گئے
تمکینِ ضبطِ عشق کو بدنام کر گئے

درسِ غنائقی شوخیِ آغازِ بے رخی
دیکھا نہ آخر آپ کے بیمار مر گئے

ان مضطرب نگاہوں سے دل بدگماں ہوا
بیدرد کچھ بتا تو یہ ناوک کدھر گئے

اُف ضبطِ غم کہ نالۂ دل بنکے اشکِ گرم
آنکھوں تک آئے اور وہیں آکر ٹھہر گئے

حالِ دلِ فگار بھی ہنس ہنس کے پوچھنا
یوہیں سہی نمک تو وہ زخموں میں بھر گئے

کونین اور تجسسِ گم گشتگانِ شوق
کیا جانے کسطرف ترے آشفتہ سر گئے

وہ گل ہی جب نہ سیر کو آئے تو کیا بہار
یہ واغہائے دل مرے جی سے اُتر گئے

او غفلت آشنا ترے امیدوار وصل
جینے سے تنگ آئے کچھ ایسے کہ مر گئے

طولِ امل سے ہم ہوے رسوائے پاس وضع
محفل میں بے بلائے سخن مختصر گئے

طولِ شب فراق کا جھگڑا ہی چک گیا
لو آج صبح ہو گئی بیمار مر گئے

ہنگامہ گرم سازیِ آشوب دیکھنا
محشر میں دھوم سے ترے شوریدہ سر گئے

بیکس ہو تو خدا نکرے اے امید وصل
اچھا اگر مریض شب ہجر مر گئے

اندازِ جانستاں تھا کوئی شیوۂ حجاب
وارفتہ شوق دید کہ جی سے گذر گئے

اے رعب زیست لذتِ غم کی کفیل تھی
جی میں یہ کیا جناب کے آیا کہ مر گئے

جزو جزو تن نمونہ اضطرابِ دل کا ہے
شوق میرا حوصلہ گو یا مرے قاتل کا ہے

آج تک ہنگامہ زا عالم کسی بسمل کا ہے
مضطرب ہر ذرہ خاکِ کوچۂ قاتل کا ہے

قیس کی ہے خاک بربا د اسطرف گرمِ تپش
وقف پیچ و تاب اُدھر پردہ کسی محمل کا ہے

وائے ناکامی جو ہو یاس رسائی سدِ راہ
آسرا اے ذوق گردش دوریِ منزل کا ہے

دور گرداب اضطراب موج کی لذت کہاں
ہائے وہ قطرہ کہ دامن آشنا ساحل کا ہے

عشق ہے اور نامرادی موت کہتے ہیں جسے
وہ بھی اک مقصد ہماری سعیِ بیحاصل کا ہے

دیدۂ نم دیدہ کس جلوہ کے ہیں فیض آشنا
پنجۂ مژگاں نہیں عالم دامن حائل کا ہے

تیری شوخی کی بھلا تصویر کیونکر کھینچیے
بس یہی نقشہ ہمارے اضطرابِ دل کا ہے

لذتِ ایذا سے ہے کیا کیا خجل پاسِ ادب
لیجیے قاتل کو شکوہ شوخیِ بسمل کا ہے

وقف دشواری یہاں ہے ہمتِ مشکل پسند
سہل سمجھے آسان ہو جانا مری مشکل کا ہے

لو اُٹھا اُس رخ سے پردہ سامنے آئے ذرا
تاب کس نظارہ کی ہے حوصلہ کس دل کا ہے

اُف مری بیتابی شوقِ شہادت کا اثر
مضطرب اللہ اکبر حوصلہ قاتل کا ہے

عرصۂ امکاں نمک زارِ ملاحت کیوں نہو
رقص گاہ شوق تیرے زخمیِ بسمل کا ہے

اک وہ کم طالع کہ سر ہے پائمال نازِ تیغ
اک وہ خوش قسمت کہ کشتہ پرسشِ قاتل کا ہے

اپنے حیرانِ تماشا کو اُٹھا کر دل نہ توڑ
کم سے کم یہ بھی اک آئینہ تری محفل کا ہے

وحشتِ سودا اور ترا سرگشتۂ شوقِ طلب
ایک جادہ ہے کہ خضر رہنما منزل کا ہے

منظر لطفِ تغافل ہے نہ رشکِ مدعی
خلد کو کیونکر کہوں نقشا تری محفل کا ہے

اے سر وارفتگی مشق صفائے دل کہاں
کب ہے جلوہ منتظر اک جوہرِ قابل کا ہے

شوخیاں بیتاب ہیں اک جلوۂ مستور کی
ٹوٹنا بہتر طلسمِ ہستیِ باطل کا ہے

بس اوائے تیر بیجا اے نگاہِ دلشکن
اس سے بڑھکر مدعا کیا رعبؔ نازک دل کا ہے

کیا دل لیجئے اب موت کا پیغام آتا ہے
نظر پہلے سے اس آغاز کا انجام آتا ہے

خوشا مشق تصور پھر گیا آنکھوں میں وہ جلوہ
نوید اے غش کہ پھر لب پر کسی کا نام آتا ہے

ہلاکِ طرز کافر ماجرائی ہم بھی ہیں دیکھیں
ادھر کب وہ حریفِ شیوۂ اسلام آتا ہے

نہ پہلی اُسطرف بہنے دے اے اضطرابِ دل
خیالِ اعتبارِ طالعِ ناکام آتا ہے

نہ لطفِ کاہشِ جاں ہے نہ ذوقِ کاوشِ ہجراں
تجھے بیدرد کیا معلوم دل کس کام آتا ہے

دلِ درد آشنا ہے اور دوامِ جوشِ بیتابی
زبانپر نکلے شوقِ وصل تیرا نام آتا ہے

خدارا جنبشِ چشم و نگاہِ شرمگیں وا نے
تجھے بھی کچھ جوابِ گردشِ ایام آتا ہے

سرِ اہلِ ہوس کو کیا غرض سودائے گیسو سے
کہ اس صحرا میں طائر آپ بیدام آتا ہے

رنگ بے تاثیری سوزِ فغاں دیکھا کئے
دل جلے حسرت سے سوئے آسماں دیکھا کئے

ہر رگِ گردن کو کیا کیا خوں فشاں دیکھا کئے
قتل کا رنگیں تماشا سخت جاں دیکھا کئے

حسرتِ کاشانہ سوزی کا مقدر دیکھنا
برق چمکا کی ہم اپنا آشیاں دیکھا کئے

حسن نیرنگِ مظاہر ہے نظرگاہِ خیال
ہم اس اک آئینے میں سارا جہاں دیکھا کئے

مر گئے بشرکت سہی لیکن یہ کیا اے جوشِ رشک
غیر کیوں طرزِ نگاہِ جانستاں دیکھا کئے

صبر کیوں تڑپا نہیں یارب گر گئیں بجلیاں
پاسدارِ ضبط سوئے آسماں دیکھا کئے

اور کیا کرتے ترے تمکیں کے کشتے ہجر میں
ور وہ تڑپا کیا دلکو تپاں دیکھا کئے

ہمقفس تڑپا کئے اے غیرتِ عشق اور ہم
فصلِ گل میں بھی نگاہِ باغباں دیکھا کئے

راز کہکر واہ ری نادانیِ آغازِ عشق
دیر تک ہم رنگِ روئے رازداں دیکھا کئے

بے اجازت سجدہ اُس در کا خوشا آشفتگی
اور پھر لطفِ عتابِ پاسباں دیکھا کئے

جانفزا تھی جان لینے کی ادا سے ناتمام
وہ بھی ظرفِ اعتبارِ نیم جاں دیکھا کئے

میرا جلنا سوزِ پنہاں سے دکھاتا کیا اثر
شعلہ رویونکا تماشا تھا دھواں دیکھا کئے

محشرِ تاثیر تھا ہنگامۂ شوقِ طلب
راہرو بھی نقشِ پائے رفتگاں دیکھا کئے

دیکھنے والے جسے سمجھے تھے عالم نزع کا
اک تماشا تھا کہ تیرے نیم جاں دیکھا کئے

دھیان اُس رخسارِ رنگیں کا امید افزا کہاں
اشکِ خوں پرور کی رنگ آمیزیاں دیکھا کئے

حُسنِ مطلق آشنائے جلوہ بے قید محال
تیرے حیرانِ تماشا لامکاں دیکھا کئے

سخت جاں مقتل میں محوِ لذتِ امید و بیم
اور وہ کچھ دور رہ کے تیغِ امتحاں دیکھا کئے

پاشکستہ تھے رہِ الفت میں ہم مجبورِ شوق
جستجو انگیزیِ سنگِ نشاں دیکھا کئے

رعب سا کوئی نہو بے اختیارِ اضطراب
جسکو وہ ہمنشیں کہتے محفل میں تپاں دیکھا کئے

دل مرا لذت کش ایذا عنایت آپکی
جانفزائے درد بیدرماں ہے فرقت آپکی

ایک ہی شئی ہے وہ بیتابی کہیں شوخی کہیں
عشق نے کردی ہے پیدا دل میں عادت آپکی

حضرت دل بت پرستی حق پرستی ہے یہاں
دعوی عشق مجازی کیا حقیقت آپکی

وائے مایوسی کہ عرض گریہ ہائے شوق پر
ہنسکے اک بیدرد کا کہنا کہ قسمت آپکی

غیر سے یوں بے تکلف ہیں وہ میرے سامنے
شوق بھی کہتا ہے دل سے واہ غیرت آپکی

مظہر آسایش کونین کیا وصل آپ کا
محشر آشوب عالم کیا ہے فرقت آپکی

شوق جانبازی سر مقتل مٹا جاتا ہے آہ
خون ناحق لیتی ہے سر پر نزاکت آپکی

میرے ہونے کیا اٹھا سکتے زمین و آسمان
اب کھلا بار امانت کیا ہے الفت آپکی

نزع میں ہے ایک شرح داستان حسن و عشق
پوچھنا انکا مرا کہنا عنایت آپکی

ہم دکھائیں لطف پامالی ذرا مشق خرام
دیکھتی ہے راہ کب سے اک قیامت آپکی

شرح بیتابی کا تحسین بھی ہے کیا اچھا جواب
کہتے ہیں وہ شوخ ہے کتنی طبیعت آپکی

آہ جوش درد سے مجبوری پاس ادب
دیکھئے آہی گئی لب پر شکایت آپکی

ہائے پرسش کی ادا نے مار ڈالا رعب کو
اے اجل اتنا تو کہدینا عنایت آپکی

پرعب

شوخی ذرا دکھا کوئی حسن غیور کی
کھل جائے آنکھ محو تجلائے طور کی

مشق کشش ہے حسن ازل کے ظہور کی
سوجھی ہے تیرے محو تصور کو دور کی

تم شوخیاں دکھاؤ ادائے غرور کی
ہم داستاں سنائیں دل ناصبور کی

پروانہ ظہور نہ دے جوشش حسن کو
بیدرد لو بجھا کے نہ اٹھ شمع [illegible] کی

محروم دید گو آدنی گو رہا مگر
آنکھیں تو کھولدیں ترے جلوہ ظہور کی

اپنے سے بھی کشیدہ ہے تیرا ادا شناس
کیا بات ہے کرشمۂ شانِ غرور کی

اک رنگ بے ثبات مری پاسِ وضع کا
اک وضع لازوال تمہارے غرور کی

وہ خود شناس ہوں کہ شناسا سے وحشتی ہوں
شوخی چھپی نہ غیب میں جوشِ حضور کی

اک محشرِ نظارہ ہے آشوبگاہِ حشر
تقدیر دیکھئے مرے شوقِ غیور کی

ہم آج بھی ہیں بیخودِ ہنگامۂ ازل
حشر آفرینیاں نہ چلیں شورِ صور کی

دیگا نوید جلوہ کبھی بڑھ کے سوزِ دل
نارِ کلیم کیا ہے بشارت ہے نور کی

ایک ایک قطرہ خون کا طوفانِ برق ہے
بیتابیاں نہ پوچھ دلِ ناصبور کی

محویتِ نیاز کا رنگِ ادا تو دیکھ
تصویر کھینچ دی ترے نازِ غرور کی

رہنے دے اے رعب صافیِ ندوہ کی تلاش
یہ انجمن ہے دُردکشانِ سرور کی

نومبر ۱۹۱۵ء

نشہ پیا ہے ہوس بھی نظر اٹھ جانے سے
ہائے وہ بادہ کہ چھلکے ترے پیمانے سے

بن گیا دردکدہ آ کے دیوانے سے
اُف وہ آواز کہ آج آتی ہے ویرانے سے

ہم بھی ہیں نشہ طلبگارِ نگاہِ سرجوش
ساقیا کچھ تو چھلکتی ہوئی پیمانے سے

مشاعرہ ۱۹۱۵ء

ہم اور افسردگی بیٹھے کہ اٹھے تیری محفل سے
نہ گردش کو طلب سر کی نہ شورش کو غرض دل سے

غضب کا ربطِ جذبِ شوق تھا عاشق کو قاتل سے
رگِ گردن لپٹ کر رہ گئی شمشیرِ قاتل سے

نہیں معلوم اسے نیرنگ سوزِ شعلہ گلگشت
لگی آگ آتشِ گل سے کہ فریادِ عنادل سے

تجلی سے رنگ ہے تصویر کا گویا نکلنا ہے
نہ کھلتا تیری تصویرِ خیالی کا مرے دل سے

قدم اٹھا کہ وہ کیوں منتِ آئے ہو تری گردش
نہ گھبرا اے تن تو ہم نارسائی شوقِ منزل سے

سما کر آنکھ میں آنکھوں سے پردہ کیا تماشا ہے
بس اب مشق تجلی اس حجابِ نیم حائل سے

جو سچ پوچھو تو جوشِ اختلاط آشوبِ خاطر تھا
مزہ اس کس مپرسی کا کوئی پوچھے مرے دل سے

تلافی خودکشی سے کی ہے محرومِ قضا پھر کر
تماشا کش گاہ شوق مرگ یعنی کوئے قاتل سے

غضب ہے مضطرب ہونا کسی جانِ نزاکت کا
عوض ہے مقتضائے ضبطِ غم بیتابیِ دل سے

نہ پوچھو فرصتِ ہستی میں کیا کیا سختیاں جھیلیں
اٹھایا یہ وقفۂ موہوم لیکن کتنی مشکل سے

جنوں کی خانہ بربادی عروجِ گرد کلفت ہے
لپٹنا وہ غبارِ قیس کا لیلیٰ کی محمل سے

ترے سرگشتہ ہیں اور گردشِ جاوید کی لذت
کہ لاکھوں بار جا جا کر پھر آئے حدِ منزل سے

مری امید کیوں ذوقِ آشنائے کامیابی ہو
شکایت مقصدِ موہوم کو ہے سعیِ باطل سے

کچھ افسردہ ترا شوریدہ سر زنداں میں بیٹھا تھا
قدم رکھتے ہی کیا جان آگئی شورِ سلاسل سے

ہلاکِ ذوقِ رسوائی ہیں ولکی حسرتیں یارب
اٹھایا کس نے محفل سے اٹھے ہم کس کی محفل سے

دلِ برباد کا ہر ذرہ اک عالم ہے الفت کا
مری دنیا کی آبادی کوئی پوچھے مرے دل سے

سفینہ ہے مرا ہم آب اور لطفِ شورشِ طوفاں
تکلف برطرف نا آشنا ہوں ننگِ ساحل سے

وہ جلے یوں داغِ عصیاں حشر کے دن آبِ رحمت سے
کہ ہوں پانی پانی خجلتِ اشکِ ندامت سے

نہ کیوں کٹ جائے بسمل جذبۂ شوقِ شہادت سے
شکستہ دل تھا کشتہ بیداد نزاکت سے

گریز آمادہ ہے رنگِ چمن بھی میری وحشت سے
نہ آزاد ہے گل سے تو گل وارستہ نکہت سے

تغافل کم تھا بیمارِ غم کی جان لینے کو
[illegible] کیا غرض کیا ہے عیادت سے

[illegible]
کبھی بہار آئے نظر [illegible] سے

[illegible]
[illegible]

دوئی کا پردہ کیا ہوگا حجاب چشم وحدت بیں
عیاں ہے ایک شکل آئینہ زار بزم کثرت سے

شہید التفات ناگہاں ہوں اے خوشا قسمت
کسی نے مار ڈالا جنبش چشم عنایت سے

کبھی دیکھو بہار سیر گاہ داغ دل آکر
چٹخنے ہیں پھول کچھ ہنسنے بھی گلزار محبت سے

نہیں معمورۂ ہوش و خرد کا سر میں اب سودا
خراب آباد وحشت میں بسر کرتا ہوں مدت سے

دہان زخم میں نعمت خور شور شکر خندہ
نمک جتنا بھی چھڑکو تم نہ منہ پھیرینگے لذت سے

امید و یاس میں باہم کشاکش تھی قیامت کی
شب فرقت میں نکلی جان لیکن کس مصیبت سے

رہا خلوت نشین بتخانۂ اہل ہوا ہو کر
کہ میں نے سامنے دیوار اٹھا دی گرد کلفت سے

خدا نا کردہ دل سے تیر اگر نکلے تو مر جائے
ترے آزار کش کو جان آتی ہے اذیت سے

الٰہی کیا ہے مرگ حیلہ جو کو انتظار آخر
ہے مایوس وہ بھی تو اک بیمار فرقت سے

مری ہستی کا نقشہ یک قلم تصویر ناکامی
اثر سے نالہ مستغنی دعا فارغ اجابت سے

وہ ہنگامہ ذرا مٹنے کو ہے محشر خرامی پر
لڑا دیتے نہیں اک دن قیامت کو قیامت سے

سیہ روزی [illegible] مری دنیا کی بگڑی گی
مری صبح وطن ممتاز کیوں ہو شام غربت سے

مرا غوغائے نالہ کچھ نہیں جز رنج بے حاصل
مرا طالع ہے تو فرصت تجھے کب خواب راحت سے

ترا دیوانہ سرگرم طلب تھا تیرے کوچے کا
دماغ آشفتہ گزرا ہے شمیم آب و جنت سے

لگا رکھے وہ اپنی بزم آرائش میں آئینہ
کھنچا کیوں صورت تصویر اپنی محو حیرت سے

نہ رکھ بیٹھا رہے شوق خود نمائی اپنی شوخی کو
ارے او مضطرب چلیے نکل آغوش خلوت سے

لب لعل نمک پرور کو تکلیف تبسم دے
کہ میرے زخم دل ہیں حق طلب شور ملاحت سے

[illegible] آئی جلوہ افروزی وہ مہر نیم کا عالم
کھلی آنکھیں تو وقت ہے اٹھی نظر تو حیرت سے

حیا کو [illegible] بھی تھی شوخی کی [illegible]
[illegible] بھی [illegible] ہے آخر طبیعت سے

یہ رقص آموز بسمل تھی روانی کسکے خنجر کی ‌ ‌ کہ حیرانی تماشا کردنی ہے چشم جوہر کی
وہ دشت نجد خاک اُڑتی ہے جسمیں قیس مضطر کی ‌ ‌ شبیہ نقش اول ہے مرے اُجڑے ہوئے گھر کی
دکھاؤ انقلاب آرائیاں چشم فسوں گر کی ‌ ‌ کہ چل نکلی ہے گردش آسمانِ فتنہ پرور کی
نیاز برق ہونیکو ہے ہستی جسم لاغر کی ‌ ‌ کھٹکتا ہے یہ کانٹا آنکھ میں چرخ بد اختر کی
سفارش ہے نزاکت کی کہ شکوہ سخت جانی کا ‌ ‌ یہ کیا مڑ کے آخر کہہ رہی ہے باڑھ خنجر کی
ہلاکِ شیوۂ بیقدریِ اظہار الفت ہوں ‌ ‌ سنی جب سرگذشت اُسنے کہا خوبی مقدر کی
چھپے اہل نظر سے تو تو جب چھپنے بھی دے تجھکو ‌ ‌ نمود خود نمائی تیرے حسن جلوہ گستر کی
سوال جان ہے اول اُٹھا نگاہ محبت میں ‌ ‌ کیا قربانِ خنجر سر تو ہٹنے یہ مہم سر کی
تماشا ہے دل صافی کی بزم آرائی حیرت ‌ ‌ یہی ہے جلوہ گاہ ناز اک آئینہ پیکر کی
نہیں آنسو تو خونِ دل بہانے پر قناعت ہے ‌ ‌ گداز غم میں دیکھو سیر چشمی دیدۂ تر کی
بیانِ مدعا اور مدعی کا منھ تری قدرت ‌ ‌ سرِ بزم اُسنے یا رب اتنی جرأت کی تو کیونکر کی
متاع ہوش و طاقت نذر تمہید تجلی ہے ‌ ‌ کلیم اچھا اگر اُسکی نقاب رخ کہیں سرکی
ہماری سخت جانی کا گلہ ہے اور بھلا او بت ‌ ‌ اگر تقدیر ملتی تیرے دروازے کے پتھر کی
کشادہ دیدۂ دیدار جو کا عادت نقشہ ہے ‌ ‌ نہ میری شکل محویت نہ حیرانی ترے در کی
حریف ساز خاموشی نہیں ضبط نوا گویا ‌ ‌ ہوئی ہے پردہ در کیا پردہ داری راز مضمر کی
بس اے انداز چشم سرمگیں نطق آزمائی کیوں ‌ ‌ ترے چلتے نہ چلنے پائیگی فریادِ مضطر کی
نہ تم آنکھیں پھراتے عاشق برگشتہ قسمت سے ‌ ‌ نہ چلتی کج مداری گردش چرخ ستمگر کی
پئے خواب اجل افسون عیسی تھا اک افسانہ ‌ ‌ ترے کشتے کے کام آئی تو شوخی تیری ٹھوکر کی
نیاز عشوۂ برق تجلی کیا ہو نظارہ ‌ ‌ کھچی ہے آنکھ میں ناز آفرینی تیرے تیور کی

شب غم جوش اشک آوازۂ شور قیامت تھا
بیاض چشم گریاں تھی سفیدی صبح محشر کی

مژہ خون وفا کا پوچھئے شمشیر قاتل سے
کہ روئی مدتوں آنسو لہو کے آنکھ جوہر کی

ستارہ خوب چمکا ظلمت تاریک روزی کا
مری صبح جوانی شام تھی کس تیرہ اختر کی

خراب نشہ چشم مست ساقی کے ہیں سب کشش
یہ ساری انجمن کھوئی ہوئی ہے ایک ساغر کی

نہال طور میں پستی کی بھی کیا شاخ نکلی ہے
تعلی دیکھئے میرے نگاہ عرش منظر کی

ہراس دامن افشانی سے امین ہے غبار اپنا
سلامت نازنینی تیرے دست ناز پرور کی

کسے معلوم کیا عالم ہے شور شگاہ امکا نکا
کہ ہستی نام اک تہمت پریشانی تھی دم بھر کی

[illegible] | اُٹھی چشم سخنگو اور بنا تصویر خاموشی
سخن فہمی بھی ہے تحسین طلب آہ رعب سخنور کی | [illegible]

تیری حیرت اے دل صد چاک کام آئینکو ہے
رخ سے آئینے کو قربت زلف سے شانیکو ہے

خانہ بربادی کے رونق طرفہ کاشانیکو ہے
مجھسے دیوانیکی حاجت تیرے ویرانیکو ہے

کیا نہیں جلنے کو کافی شعلۂ سوز نہاں
جستجو ہے شمع کیوں اے عشق پروانیکو ہے

سلسلہ طول امل کا سرگذشت عشق زلف
خاتمے سے کیا علاقہ میرے افسانیکو ہے

التفات نرگس مخمور سے یوں دل ہے مست
جیسے سرشاری بھر شیشے سے پیمانیکو ہے

شغل تھی مشق ستم اور کھیل جاں بازونکا قتل
اب شکایت درد کی بیدرد کے شانیکو ہے

سہل ہے کوئی بلا گردانی گیسوے یار
سینہ چاکی سے نصیب اتنا شرف شانیکو ہے

گرد کلفت کم نہیں کچھ خاک اڑانے کیلئے
وحشت گردی تھی غرض کیا تیرے دیوانیکو ہے

بے رخی تیری کسے کرتی ہے ظالم کا مایاب
آشنا کو جو شکایت ہے وہ بیگانیکو ہے

خانہ سوزی کا کرشمہ کوئی اسے برق تپاں
روشنی کی آرزو میرے سیہ خانیکو ہے

جنس عرفاں کی ہے کچھ قیمت تو نقد جو دی
ہوش دیوانیکو نافع ہے نہ فرزانیکو ہے

شمع کو جذب اثر کرتا ہے مجبور گداز
ہائے پھر سوز تپش سے کام پروانیکو ہے

حاصل کشت عمل میں رنگ سرسبزی کہاں
برق خرمن کا تجسس میرے ہر دانیکو ہے

اے نشیلی آنکھ کی شوخی ادھر بھی اک نگاہ
کچھ تو مے چھلکے جو گردش آج پیمانیکو ہے

پھر کوئی چھینٹا کم از کم بادۂ بے کیف کا
پھر کہیں اے جلوۂ مستانہ ہوش آنیکو ہے

بے نوائی کا گلہ کیا شعر گوئی ہی سہی
اے رعب اچھا شغل یہ بھی جی بہلانیکو ہے

[illegible] ۱۹۱۶ پنجشنبہ

مرگ آشفتہ گیسو کا جو ساماں ہوجائے
خواب ہستی کی طرح وہ بھی پریشاں ہوجائے

ہاں اشارہ کوئی اے جنبش مژگاں ہوجائے
نشتر غم خلش افزائے رگِ جاں ہوجائے

اُف ترا لطف کہ بیداد نمایاں ہوجائے
جانستانی کی ادا پرسش پنہاں ہوجائے

لازم بزم شب غم ہے بلاؤں کا ہجوم
زلف شبگوں نہیں تیری کہ پریشاں ہوجائے

لیجئے پھر دہن زخم ہیں آغوش کشا
پھر ذرا شور تبسم نمک افشاں ہوجائے

ترا جلوہ جو کہیں گرم نظر سوزی ہو
خلوت ناز ابھی حشر کا میداں ہوجائے

دلکو افسانہ سناتا ہوں سیہ روزی کا
کچھ دراز اور الٰہی شب ہجراں ہوجائے

چمنستان محبت کا گل رنگیں ہے
اشک خونیں کہ نیاز سر مژگاں ہوجائے

قسمت اُس ناز کش مشق ستم کی جس پر
وہ ستم پیشہ ستم کرکے پشیماں ہوجائے

ہائے مجبوری وحشت کہ دم جامہ دری
ہر رگ پنجہ مثل تار گریباں ہوجائے

بے محل چپ نظر آتے ہیں اسیران جنوں
شور زنجیر ذرا سلسلہ جنباں ہوجائے

جلوۂ مرگ ہی انجام شب غم ہو کہیں
دیدۂ شہاں کی چمک صبح فروزاں ہوجائے

حسن بے پردہ کو ہے اپنا تماشا منظور
حیرت شوق ذرا آئنہ ساماں ہو جائے

لذت زخم وہ آشوب ملاحت نہ سہی
شور تلخی ہی مری مجھکو نمکداں ہو جائے

مانع لطف ہوئی ناز کی سہل انگاری
نہیں دشوار یہ مشکل اگر آساں ہو جائے

حیف وہ سوز کہ در پردہ رہے گرم نمود
داغ دل ایک چراغ تہ داماں ہو جائے

شیوۂ ناز ادب آموز نہیں ورنہ ابھی
محشر آباد فغاں شہر خموشاں ہو جائے

وہ ہیں بیتاب تماشا مری بیتابی کے
تہ و بالا نہ کہیں عالم امکاں ہو جائے

ضبط آوارگی اے خانہ خرابی کب تک
ہاں مرا گھر مری وحشت کا بیاباں ہو جائے

واہ آشوب گدازی ترے جلوے کی کہ یوں
منتشر بزم نظر ہائے پریشاں ہو جائے

جرأت وحشت گستاخ سے ہے ایجاد پسند
تیرا دامن نہ کہیں میرا گریباں ہو جائے

سر بلندی کہیں پائے ترا پامال خرام
خاک ہو جائے تو گرد سر داماں ہو جائے

دیکھنا بیکسی حسرت صحرا گردی
تنگی دل ترے دیوانے کو زنداں ہو جائے

یوں دکھا جلوہ کہ ہر دیکھنے والے کے لئے
تیرا آئینہ مرا دیدۂ حیراں ہو جائے

کلفت زیست کجا مرعب کجا راحت مرگ
حیف وہ درد کہ شرمندۂ درماں ہو جائے

غیر تو غیر نگاہی سے شکایت کیا ہے
قہر اگر نام ہے اسکا تو عنایت کیا ہے

حسن الزام کی پیدا کرو حاجت کیا ہے
قتل کر ڈالئے ہمکو تو قباحت کیا ہے

تجھکو پہچانتے ہیں دیکھنے والے میرے
تیرا آئینہ ہے گویا مری حیرت کیا ہے

بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں خوشا خواب اجل
دیکھا اب کہ مآل شب فرقت کیا ہے

اک کرشمہ تری شوخی کا ہے [illegible] مجاز
اور اس بزم نمایش کی حقیقت کیا ہے

لازم زیست یہاں کچھ نہیں جز کاہشِ روح
رنج کہتے ہیں اگر اسکو تو راحت کیا ہے

تم ذرا ناز سے کھنچ جاؤ تو عالم ہو شہید
تیغ اٹھانے کی نزاکت کو ضرورت کیا ہے

خارِ غم کی خلش آرام فزا ہے یعنی
ہمکو معلوم نہیں ذوق اذیت کیا ہے

آپکی حشر خرامی کہ مری بیتابی
اور ہنگامۂ آشوب قیامت کیا ہے

تیر ناوک تو نہیں کوئی کہ ہو تجھکو عزیز
دل سے میرے کبھی نکلے تو وہ حسرت کیا ہے

چشم بیمار پہ اپنے کبھی کرتے ہیں قیاس
کیا خبر ہے انھیں بیمار کی حالت کیا ہے

کم نہیں خاک اڑانے کو غبار خاطر
ایجنوں بادیہ گردی کی ضرورت کیا ہے

غیرتِ حسن کو منظور ہے پردہ ہیں ظہور
ورنہ یہ انجمن افروزی فطرت کیا ہے

جانستانی کو تو ہے نیم نگاہی کافی
اسقدر دلکشی ناز کی حاجت کیا ہے

اک دل خونشدہ پہلو میں ہے ہم سے پوچھو
درد کہتے ہیں کسے درد کی لذت کیا ہے

میں کہیں عرصۂ امکان سے تو دور آنکلا
مقتضا اور ترا اے رم وحشت کیا ہے

کچھ نظر میں نہیں جز نیستی ہست نما
یا الٰہی یہ تماشا گہہ عبرت کیا ہے

تحفۂ دل کا عوض چاہتے ہیں ایک نگاہ
ورنہ اس جوہر کمیاب کی قیمت کیا ہے

وائے حرمان کہ قیامت تھی مدار امید
کیا قیامت ہے وہ کہتے ہیں قیامت کیا ہے

یہ تلون نہ یہ نیرنگ نہ یہ طرز ادا
تیری شوخی سے بھلا برق کو نسبت کیا ہے

لطفِ موہوم تمہارا مری ہستی کی نوید
سچ کہا پھر تو کہو تیری حقیقت کیا ہے

دلمیں اک درد ہے اور درد ہے سامانِ جبلت
ہم نہیں جانتے آزار محبت کیا ہے

جرأت شوق کو ملتا نہیں شوخی کا محل
محشرستانِ حیا ہے تری خلوت کیا ہے

فرصت عمر کب اتنی کہ یہ قصہ چھیڑوں
ہائے کیوں آپ نے پوچھا تری حسرت کیا ہے

آپ ہی آپ کبھی چُپ کبھی دل سے باتیں
خیر ہے رعب! یہ انداز طبیعت کیا ہے

تپاں ہے نالۂ آتش نشاں اثر کے لئے
عبث یہ سر و چراغاں جلا شرر کے لئے

دعائیں کیسی شب ہجر کی سحر کے لئے
کہ یہ بھی شغل ہے اک سعیٔ بے اثر کے لئے

لگائے آگ نشیمن کو سوز بیتابی
یہ مشت خس ہے تپاں برق یا شرر کے لئے

مرے زمانۂ تاریک کے نصیب میں تھی
بس ایک شب کہ ترستی رہی سحر کے لئے

نمک فروش ہے شور تبسم پنہاں
نوید ذوق جراحت دل و جگر کے لئے

حریف خانہ خرابی ہو کلفت تعمیر
یہ ننگ ہم نہ گوارا کرینگے گھر کے لئے

دلیل گرم روان فنا ہے شیوۂ شمع
کہ جز گداز نہیں زاد اس سفر کے لئے

مٹے ہوؤنکو اڑا لیگئی صبا آخر
کہ داغ گرد نہیں تیری رہگذر کے لئے

مری گران نفسی گرمی اثر سے ہے پاک
یہ سنگ وہ ہے کہ جلتا رہا شرر کے لئے

خوشا مآل کہ اک بے نشانکا شوق طلب
ہمیں سے کھو کے رہا ہمکو عمر بھر کے لئے

کہاں سے لائے دل ناشکیب اک بیدل
کرشمۂ غلط اندازی نظر کے لئے

کھلے بھی جلد کہیں راز مضمر ہستی
یہ مبتدا ہے بہت مضطرب خبر کے لئے

طلسم سجدہ فریب آستان دیر سہی
مری جبیں ہے فقط تیرے سنگ در کے لئے

نمود برق و شرر اور داغ بے اثری
تپش ہے دل کے لئے سوز ہے جگر کے لئے

فریب زیست تھا رعب جز کشاکش مرگ
مرے حیات ابد کے لئے تو مر کے لئے

مومن نہیں تو رعب سا دیوانہ چاہئے
اے شمع طور ہاں کوئی پروانہ چاہئے

جوش گل تھا مائیہ آشفتہ سامانی مجھے
تا قفس پہونچا گیا ذوق تن آسانی مجھے

ہوں سراپا چشمہ ساز رشک غم مانند شمع
کر دیا جوش گداز درد نے پانی مجھے

محشرستان انا الباقی ہے میرا جزو جزو
قہر ہے قید طلسم ہستی فانی مجھے

جنبش لب آرزو خیز اور تبسم ناتمام
مار ڈالیگی ادا ے لطف پنہانی مجھے

تا عدم پھیلی تھی خوشبو گلشن ایجاد کی
کیا ہوا ئے سیر نے مٹی مری برباد کی

شاکی حسن طلب ہے دلکشی فریاد کی
اللہ اللہ بے نیازی شیوۂ بیداد کی

میرے جانب اٹھ گئی محفل میں چشم سرمہ سا
طرز خاموشی نے کس آواز سے فریاد کی

اک نیا عالم ہے تیری زلف کا ایک ایک پیچ
دیدنی ہے نوگرفتاری دل آزاد کی

ہمکو ورد کردہ ہی ٹھہرایا تغافل نے تو خیر
یوں سہی بیداد اٹھائیں گے غم بیداد کی

میری ہستی بادۂ ہستی سے تھی وسعت طلب
شوق نے کیفیت ذوق فنا ایجاد کی

ہاں بچھڑے تیرے دیوانوں کو گلشن کی نسیم
ہے ہوا خواہی کریں گے نکہت برباد کی

سخت جانی نے مری بسمل نزاکت کو کیا
کٹ گئی جوہر فروشی خنجر فولاد کی

اعتبار دعوی ہستی ہے میرا اعتماد
اصل استحکام ہے سستی مری بنیاد کی

دم الجھتا ہے نمود جلوۂ کونین سے
کیا نشاط آباد ہے دنیا ترے ناشاد کی

اور بھی اب وقف استغنا ہے ناز التفات
نامرادی التجا کی بیکسی فریاد کی

اللہ اللہ عالم شوق و ہجوم بیخودی
ہمنے دنیا سے الگ دنیا نئی آباد کی

گو بھلا دے تیری غفلت نے دئے ظالم مگر
بات رکھ لی خود فراموشی نے تیری یاد کی

اف نگاہ یاس بسمل تھی کہ درس ضبط ناز
سیکھیں کیا کیا تڑپ کر شوخیاں جلاد کی

آنکھ والوں نے یہ کچھ دیکھا کہ آنکھیں کھو گئیں
اسکا پردہ ہے نمائش عالمِ ایجاد کی

کرچکا تھا غمزۂ غفلت ادا یا بند زیست
خودکشی نے دستگیری کی ترے ناشاد کی

باقی جو اضطرابِ عجز کا نیرنگ دیکھ
ہلگئی بنیاد ساری قصرِ استبداد کی

ایک دیوانے سے تھا آباد اک وحشت کدہ
سرگذشت اتنی ہے ہر عیبِ خانماں برباد کی

رواں شدہ ہے گلہائے زخم تن کیلئے
خزاں کا داغ کہاں اس کھلے چمن کے لئے

سکوت اُسکا تکلف نہیں دہن کے لئے
کہ عذرِ تنگی جا ہے وہاں سخن کے لئے

ہمیں غرض نہیں اسے بخشش ازل دل سے
ضرورت آپڑی اک شوخ دلشکن کے لئے

بجا خفا ہوئی وہ چشم سرمہ سا سرِ بزم
خموشیوں میں بھی ہیں مزے سخن کے لئے

زبانِ بوالہوس اور لذتِ غزل خوانی
مذاقِ درد کہاں مرغِ نغمہ زن کے لئے

ہم اور غربتِ جاوید کیا خبر ہمکو
وطن ہے کس کے لئے کون ہے وطن کے لئے

ترے سکوت کی کیا بات واہ وا لے بت
سخن بنا نہیں گویا ترے دہن کے لئے

بہانہ جوئے تپش ہے دل پسند مزاج
ذرا سی بات ہے اُس چشم سحرفن کے لئے

ابھی انفعال ہو دل سے ہوائے ناز و نعم
کہ ہم بنائے گئے ہیں غم و محن کے لئے

دلِ فسردہ کے نالے کہاں شرارہ فشاں
یہ عندلیب تڑپتی رہی چمن کے لئے

گذشتہ گرمیٔ محفل کی یاد میں ہوں تپاں
جلے نہ شمع کوئی یوں بھی انجمن کے لئے

یہ بل ہیں میرے مقدر کے ورنہ یاد بھی ہے
وہ پیچ و تاب تری زلف کا شکن کے لئے

درست ہے یہ ہو کہیں ساز نغمۂ منصور
کہ وا رہیں ہے بہت مضطرب رسن کے لئے

نہیں اجازتِ اظہارِ راز کیا کہئے
زبان پاسکے بھی ترسا کئی سخن کے لئے

جواب عرض وفا اُنسے اور کیا ملتا
نوید حسرت نو حسرت کہن کے لئے

الٰہی اک دل سوز آشنا گداز پذیر
کہ شمع کی ہے ضرورت اک انجمن کے لئے

پسند دل ہوا غربت میں ایک حسن غریب
سفر سے رعب نے تحفہ لیا وطن کے لئے

محو آئینہ گداز آئینہ آرائی ہے
وہ بھبوکا مری حیرت کا تماشائی ہے

عکس کے داغ سے فارغ تری یکتائی ہے
آئنہ دیدۂ حیران تماشائی ہے

ہائے دل پاس یہاں ہے نہ شکیبائی ہے
ناز اُدھر مضطرب حوصلہ فرسائی ہے

منتشر جذب تصور سے ہوئی بزم خیال
وہی میں ہوں وہی تم ہو وہی تنہائی ہے

قابل سیر نہیں کشمکش آباد فنا
ہمکو اے خواہش تقدیر کہاں لائی ہے

کھلگئی آنکھ وہ آئینہ دکھایا تو نے
تیرا حیرت زدہ خود اپنا تماشائی ہے

ہر زباں پر مرا افسانہ ہے لیکن اب تک
شوق اُسی طرح تقاضا گر رسوائی ہے

ہائے سر غیر کا اور تیرا در پاک او بت
داغ دل مجھکو مری ناصیہ فرسائی ہے

دود پنہاں کی ترقی ہے کہ رونے کا پیام
ہاں برسنے کو ہے بادل کہ گھٹا چھائی ہے

دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں دلکا مطلب
خامشی میری ہم آوازۂ گویائی ہے

امتحاں ضبط محبت کا ہے منظور اُنھیں
یوں ہی ہنسنے بھی رونے کی قسم کھائی ہے

ہاں نمائش نہ ہو منظور تو کیا آرائش
خود نمائی تری ممنون خود آرائی ہے

دیکھنا چھیڑتی ہے مجھکو گلستاں کی نسیم
لیکے بوسہ ترے رخسار کا اترائی ہے

دل حسرت زدہ اک زحمت پہلو ہے مگر
قدر کرتا ہوں کہ پھر تیر آشنائی ہے

آ ادھر تجھکو لگا لوں گلے اے شاہد مرگ
کشتۂ زیست ہوں ہنگام مسیحائی ہے

خوش ہے وہ پا کے مرے دل کو زبس افتادہ
جیسے ظالم نے کوئی چیز پڑی پائی ہے

یاد منزل ہوئی کیوں لذت گردش میں مخل
مجھسے آزردہ مری بادیہ پیمائی ہے

مدعا اور ہے اے سنگ در یار اپنا
سجدہ کرکے بھی وہی شوق جبیں سائی ہے

کاش آئے اُنھیں بیمار کے جینے کا یقیں
ورنہ آج تو کروٹ بھی بدلوائی ہے

کس میسری میں ہوں اک محشر نیرنگ خیال
واہ کیا انجمن آرا مری تنہائی ہے

درس عبرت ہوں سراپا کہ فلک بھی شب و روز
میرے نیرنگ مقدر کا تماشائی ہے

جا نہ آیوں ہی او وعدہ فراموش نہ آ
ہمنے بھی آپ میں آنے کی قسم کھائی ہے

خود فراموش ہیں فرقت زدہ ہر چند مگر
یاد کچھ کچھ وہ کسی وقت کی یکجائی ہے

درد شورش طلب اور کاہش افسردہ دلی
نالہ پامال تمنائے فلک سائی ہے

کشمکش زیست کی ہر وقت کا مرنا جینا
اجل آئی ہے تو کیا جان میں جان آئی ہے

آپ میں آئے ز خود رفتہ تو یہ راز کھلا
خود شناسی میں یہاں راز شناسائی ہے

پردہ اُٹھجائیگا چہرے سے حقیقت کے کبھی
کیوں مجاز اسقدر آمادہ رسوائی ہے

اُسکا ملنا نہیں معلوم مگر ہاں اکثر
بیخودی راہ طلب میں مجھے کھو آئی ہے

بزم عالم کو اُلٹ دے کہیں ایسا تو نہو
دل بیتاب کہ مجبور شکیبائی ہے

آشنا کسکی ہے بیگانہ ادائی تیری
ناشناسائیوں کو دعوائے شناسائی ہے

عبرت آگینی اظہار وفا کیا کہئے
اب وہاں اور بھی شوق ستم آرائی ہے

عشقبازی کا مآل آج سمجھ میں آیا
جان پر کھیلنے کی رعب نے ٹھہرائی ہے

اُس انجمن میں ہیں وارفتہ بار پائے ہوے
گئے وہ آپ سے جو آپ میں ہیں آئے ہوئے

پھر اک نظر کہ رہے درد کیوں چھپائے ہوئے — یہ دل ہے نیم نگاہی کی چوٹ کھائے ہوئے

نوید حشر نہ ہو انقلاب بزم کہیں — اُٹھے ہیں مضطرب الحال دل دکھائے ہوئے

بڑے مزے کا ہے پردہ بڑے مزے کی نمود — رہو نظر کی طرح آنکھ میں سمائے ہوئے

وہ خوش کہ بات تغافل کی رنگ ہی اور ہم — خموش کیوں ہیں انھیں حال دل سنائے ہوئے

یہ رنگ دیکھیے آنکھوں سے لخت دل نکلے — لہو میں ڈوبے ہوئے اشک میں نہائے ہوئے

تجھی سے کرتے ہیں فریاد تو سنے نہ سنے — فلک کے پیسے ہوئے بخت کے ستائے ہوئے

یقیں انھیں مرے احوال کا نہیں آتا — کہ اس طرح کے ہیں قصے بہت بنائے ہوئے

نظر لڑانے میں اُف تیرے ناز تاب گسل — کہ دل پکار رہا ہے مجھے بچائے ہوئے

نگاہِ شوخ کی تمکیں دل حریف کہاں — قدم اکھڑ گئے آخر جمے جمائے ہوئے

چلیں نہ کس لئے آشوب دہر کے جادو — کہ تیری چشم فسونگر کے ہیں جگائے ہوئے

سمجھ کے فتنہ خرامی کہ ہم کبھی پہلو میں — دل لیے پارۂ محشر کو ہیں چھپائے ہوئے

یہاں ضعیف سا توبہ کا عذر اُدھر ساقی — وہ بخت گیر کہ چھوڑے نہ بے پلائے ہوئے

یہ کیسی پرسش پنہاں نے پھر کیا خود گم — کہاں گئے مرے ہوش و حواس آئے ہوئے

جلیگا شعلۂ غم میں دل تپاں آخر — کہ شمع سے ہے یہ پروانہ لو لگائے ہوئے

ہم اور شوق میں تکرار نعرۂ اَرِنی — وہ اور حوصلۂ دید آزمائے ہوئے

کرشمہ ریز ہو وہ چشم انقلاب آرا — کہ پھر رہا ہے مرا نالہ حشر اُٹھائے ہوئے

نشاں لہو کے نہ اب اُس گلی میں قربانی — مٹے ہوئے ہیں کچھ آثار کچھ مٹائے ہوئے

یہ انجمن ہے یا جو کھوئے ہوئے سے بیٹھے ہیں
جناب ساحر عجب ہیں کس نشاں کو پائے ہوئے

وصل ابد ہو بیخودی جستجو مجھے
کھو جاؤں دو جہان سے کہ پا جائے تو مجھے

اللہ یوں جلائے کوئی شمع رو مجھے
اپنے سے آئے گرمی محفل کی بو مجھے

مقبول عشق چیز دلِ بے آرزو نہیں
مایوس کر رہی ہے مری آرزو مجھے

رنگیں کسیکے عالم شوخی کو دیکھنا
آنکھوں سے جا رہے اشک بہانا لہو مجھے

کیوں غمزۂ شور طرزِ خموشی سے ہو خفا
وہ چشم سرمہ سا ہے لب گفتگو مجھے

آشفتہ حالیوں نے بنا یا بگاڑ کر
افسانہ تیرے گیسو و نکاہو مجھے

خانہ خراب ہستی خانہ خراب ہوں
در در پھرا رہی ہے تری جستجو مجھے

بس آبروئے ضبط سے میں ہاتھ دھو چکا
اے چشم نم پرست ڈبوئیگی تو مجھے

خو کردۂ فراغ ہوں حرمان و یاس کا
بس چھوڑ میرے حال پہ اے آرزو مجھے

خود بینیوں سے پوچھ کہ حیرت نے کسلئے
آئینہ کر دیا ہے ترے روبرو مجھے

کعبے میں قبلہ کیا؟ مگر از روئے مصلحت
اُسکی گلی میں دفن کریں قبلہ رو مجھے

وحشت میں گھونٹنے کو گلا یادگار جیب
کافی ہے ایک تار بھی زیب گلو مجھے

کھویا گیا کہ آپ سے باہر نجا سکا
پاتے ہیں وہ بھی منفعلِ جستجو مجھے

نازک مزاجیاں ہیں مری ساز اضطراب
بہتر یہ ہے کہ بزم میں چھیڑے نہ تو مجھے

دل پھٹ گیا ہے بے رخی التفات سے
تار نظر ملے کوئی بہر رفو مجھے

میرا جمیت حریف بہار و خزاں نہیں
کیوں چھیڑتی ہے اے ہوسِ رنگ و بو مجھے

وہ ہے کہ وضع ناز کو غارتگری سے کام
میں ہوں کہ پاس کشمکشِ آبرو مجھے

وعدے کی دلکشی ہوئی تمہید بیخودی
تم سے خجل کریگی تغافل کی خو مجھے

ضبط نگاہِ ناز نہیں اُسکے بس کی بات
خاموشیوں سے تھے گلہ گفتگو مجھے

آئینۂ فروغ تجلی ہے شش جہت
لو کھو کے خود وہ ڈھونڈھتے ہیں چار سو مجھے

زخم شگفتہ رنگ سے دل باغ باغ ہے
اس گل سے کس بہار کی آتی ہے بو مجھے

دیکھا بھی؟ کب تامل میں تھا عشوۂ فنا
ظالم نگاہ پھیر کے دیکھ اور تو مجھے

دیر و حرم سے ہے سر سودائے کفر و دیں
شرمندہ کر رہی ہے تری جستجو مجھے

رنگیں چمن نے غنچۂ تصویر کر دیا
گویا دہن ہے مہر لب گفتگو مجھے

وجد آفریں ہے خلعت ہستی برائے جان
اس پیرہن سے آتی ہے یوسف کی بو مجھے

نیرنگ گریہ دیکھ تمنائے دل نہ پوچھ
ہر قطرہ خوں ہے خون ہزار آرزو مجھے

اک بخیہ گری یاد تو کاہش فزا ہے رعب
کیا بھول ہی گئی اجل حیلہ جو مجھے

تشنہ کامی کی رعایت ذبح بسمل میں رہے
کچھ برائے نام پانی تیغ قاتل میں رہے

تیرے از خود رفتہ تھے ہم عالم دل میں رہے
عمر بھر خلوت میں یعنی تیری محفل میں رہے

یاس غارتگر کے ہاتھوں مٹ گئی اک اک امنگ
اب تمنا تیری تنہا خانۂ دل میں رہے

زیب حسن خود نما ہلکا سا پردہ چاہیے
قیس کے دل میں رہے لیلی کہ محمل میں رہے

ہاں مری ذوق خلش کا دل نہ ٹوٹے دیکھنا
تیر کھینچو تم مگر پیکاں مرے دل میں رہے

بے دم خنجر سر مقتل کٹے اہل ہوس
ہم نگاہ تیز بنکر چشم قاتل میں رہے

تفرقہ کہیے کہ یکجائی خوشا جذب خیال
وہ ہمارے دل میں اور ہم انکی محفل میں رہے

اب سفینہ ہے مرا اور شورش آباد محیط
کون پامال سکون آغوش ساحل میں رہے

فارغ سعی طلب اور مضطرب امید پر
ہم تن آسانی کے ہاتھوں سخت مشکل میں رہے

آئینے پر یہ نگاہ تیز فرسا قہر ہے
کچھ تو ہمت اسطرف تا مقابل میں رہے

سوز بیتابی فروغ گرمی ہنگامہ تھا
ہم برنگِ شمع محفل اُسکی محفل میں رہے

اُف ری خودبینی کہ دیکھا اپنا جلوہ تا ابد
ایک آئینے میں وہ بیٹھے مگر دل میں رہے

راحت آباد ابد ہے کشورِ گم گشتگی
ہمتو منزل میں رہے گو قطع منزل میں رہے

حاصل کشتِ عمل جز سوز بیتابی نتھا
مضطرب ہم انتظار برق حاصل میں رہے

رشک باہم کا ہو منظر جز و جز و آئینہ
ہاں تری صورت مرے ٹوٹے ہوئے دل میں رہے

سایہ پرور دستم ہیں یاد ایا میکہ ہم
عافیت سے دامنِ شمشیر قاتل میں رہے

دل نہیں زنداں ہے اک ناکامیِ جاوید کا
قسمت اُس امید کی جو رعب کے دل میں رہے

ادائے خندۂ قاتل ہے شورا فزا قیامت کی
خوشا قسمت کھلی قسمت مرے ذوقِ جراحت کی

یہاں تھی آزمایش جلوہ ریز یہا قامت کی
قیامت ہی قیامت ہیں یہ تمنے کیا قیامت کی

رہا کر غمزۂ بیتاب کو قیدِ تغافل سے
بھلا کب تک ہم اور ولدار یاں ذوقِ اذیت کی

ستمگر ہاں قیامت ڈھا قیامت کا تجھے ڈر کیا
قیامت بھی ہے پامال شوخی تیرے قامت کی

یہ رنگ محشر آرائی قیامت تک نہ ممکن تھا
ترے قامت نے رکھ لی بات آشوبِ قیامت کی

کہیں کیا تجھسے مر مر کر بسر کی کتنی مدت تک
ہماری زیست اک شب کی تھی اور شب تیرے فرقت کی

خدارا اے خیالِ دوری و نزدیکی منزل
نہ رکھ تہمت مری آوارگی پر رنگ راحت کی

اسی انداز سے بیٹھے رہو خاموش محفل میں
کہ یہ تمکین ہے اک تصویر گویا میری حیرت کی

سوا اسکے کہ ہے اک فسروفانی جنس ممکن کا
حقیقت کچھ نپائی تیرے جویا ئے حقیقت کی

جہاں میں آکے دل ٹوٹنے کا ساماں رعب کیا پایا
مگر اک زندگانی وہ بھی کاہش دیدہ کلفت کی

مجبور کیا ہمیں قضا نے | مختار کیا تمھیں خدا نے

وہ عیش گذشتہ وہ ترانے | سب ہو گئے خواب اور فسانے

رکھا پامال غم و فا نے | پیسا مجھے خود میری جفا نے

پایا نہ بہار نے ترا رنگ | ہر چند کھلائے گل صبا نے

پہونچا ہوں کہاں کہ مجھسے مجھکو | کھویا مری سعی نارسا نے

منھ اُسکو لگائے گی قضا کیا | پوچھا نہ جسے تری ادا نے

کھولا مری خامشی کا پردہ | سرجوشی عرض مدعا نے

بدلا مجھے یا تیری نظر کو | بے مہری چرخ فتنہ زا نے

او پردہ نشیں یہ دلفریبی | غارتگری اور کھلے خزانے

آئینہ ترا مجھے بنایا | خود بینی حسن خودنما نے

دلشاد کیا مریض غم کو | مرنے کی نوید جانفزا نے

کیا یاد کریں گے تجھکو اے برق | مرغانِ چمن کے آشیانے

بیگانہ کیا ہر اک سے مجھکو | اک تیری نگاہِ آشنا نے

خاموش ابد ہمیں بنایا | ناکامی شوق التجا نے

تجھسے رہی چشم لطف موہوم | دھوکے دئے عمر بیوفا نے

پہلو سے کہاں گیا مرا دل | تو جانے کہ تیرا ناز جانے

اے کاوش غم نچھوڑ زندہ | محنت اپنی لگا ٹھکانے

مشتاق اجل کی بات رکھ لی | ظالم ترے جور نا روا نے

روٹھا وہ کرشمۂ تغافل | کس پر چلے آپ قہر ڈھانے

بو ضبط کا پھر مزاج پوچھا / اک عشوۂ طاقت آزمانے
شرمندۂ کوشش قضا ہوں / مارا مجھے درد بے دوا نے
کھینچی ترے تمکنت کی تصویر / بت ہمکو بنا دیا خدا نے
یوں ضبط ادائے جانستانی / شوخی سے یہ کیا کہا حیا نے
یا میری فغاں نے حشر اٹھایا / یا تیری نگاہِ سرمہ سا نے

مفلس احباب کو کیا ہے
نایابی مایۂ وفا نے

ترے کوچے کیجانب فتنہ بیتابانہ آتا ہے / مگر پھر خاک اڑانیکو ترا دیوانہ آتا ہے
بجا ہے آپکو مدِ نظر کب میری پامالی / بھلا شوخی کو ضبطِ لغزشِ مستانہ آتا ہے
خفا ہے مے سے مستی ساقیا گردش ان آنکھوں کو / ذرا دیکھیں تو کیونکر دورِ پیمانہ آتا ہے
قیامت شورشِ ہنگامہ کی تمہید تھی یعنی / کوئی دم میں سرِ محشر ترا دیوانہ آتا ہے
نہیں لطف نہانسے آشنا نازِ غرور اسکا / تبسم بھی لبوں تک صورتِ بیگانہ آتا ہے
نگاہِ مست ساقی کھینچتی ہے دور سے مجھکو / وہ میکش ہوں کہ استقبال کو میخانہ آتا ہے
اجازت اسے ادائے سرکشی اک شمعِ محفل کی / دلِ بیتاب کو بھی شیوۂ پروانہ آتا ہے
سنائیں آپکو وہ گفتگو ہمکو نہیں آتی / خموشی میں ادا ہوتا ہے جو افسانہ آتا ہے
کشش مقتل کی ہے شوق آزمائے قاتل بسمل / یہ بیتابانہ جاتا ہے وہ بیباکانہ آتا ہے
تپاں ہے برق اور میں مضطرب ہائے شوقِ بربادی / اب شوقِ خرابی جانبِ کاشانہ آتا ہے
جنون کی ہرزہ گردی مایۂ حبِ وطن ٹھہری / ہمیں گھر یاد آتا ہے جہاں ویرانہ آتا ہے
فروغِ رخ مقابل شمع کے کیا کہا ہے شک افزا / تری محفل میں جلنے کے لئے پروانہ آتا ہے

یہ مستی کا عالم خود ہے سامان بلانوشی
مرے ساتھ ابر رحمت بھی سوئے میخانہ آتا ہے

نہیں سرمایہ غیر از کفر پاس اپنے بجز خجلت
کوئی غارتگر دیں ہے کہ بیتابانہ آتا ہے

گزرنے کو ہے شب کب تک گزشتہ سرگزشت آخر
تجھے اے رعب کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

میرے گلشن میں بجز ہنگامۂ وحشت نہیں
خاک اڑاتی ہے صبا بھی نکہت برباد بھی

واہ ری روتی ہوئی قسمت خوشا سعی فضول
ہنستی ہے مجھپر مری ناکارگر فریاد بھی

تیرے بندوں کو سوا تیرے کسی سے کیا غرض
تجھسے ہے جنکو تعلق ہیں وہی آزاد بھی

فنا سے ہستی موہوم ہے بقا کے لئے
نوید عیش ابد جان مبتلا کے لئے

ہوس پرست بھی مرنے لگے خدا کے لئے
ادا تمہاری کھلونا ہوئی قضا کے لئے

تری جفائیں سلامت کہ جستجو تھی ہمیں
محل صرف کی سرمایۂ وفا کے لئے

نگاہ گرم کی تکلیف کیوں کرے کوئی
مری تپش ہے بہت برق ماسوا کے لئے

ہوئے ہم آپ سے بیگانہ پھر بھی یا قسمت
تڑپتے ہیں کسی بیگانہ آشنا کے لئے

خجل کریں مرے ہمدرد چارہ ساز ونکو
یہ ننگ بھی سہی اک درد بیدوا کے لئے

رخ یقیں سے کہیں اٹھ چکے حجاب گماں
کہ ابتدا مری ہیکل ہے انتہا کے لئے

بغل میں اک دل آزار دوست رکھتے ہیں
کسیکے حوصلۂ جور ناروا کے لئے

طلسم زلف سے نکلے بھی دل تو جائے کہاں
جگہ بھی ہو کہیں اس محشر بلا کے لئے

ہمیں تو تنگ خلائق ہیں اعطائے ازل
تلاش کسکی ہے خوبان مدعا کے لئے

وہی زبان سے بیدرد مژدۂ بیداد
ارے [illegible] کہیں خدا کے لئے

ہم اور فغان کا مبدل بخامشی ہونا
تشبیہ کرتے ہیں تمہید التجا کے لئے

ہوئی ہیں جمع پریشاں نگاہیاں کتنی
تمہارے جلوۂ نظارہ آزما کے لئے

نوید وصل بہ پیغام جز فریب نہیں
بہانہ چاہئے صبر گریز پا کے لئے

ادھر تو دیکھئے کیوں ضبط شیوہ ہائے ستم
وفا ہے مضطرب اندازۂ جفا کے لئے

مرے ہی دم سے ہیں بیتابیوں کے ہنگامے
کہ درد پھر نہ ملیگا کہیں دوا کے لئے

حرم نشینوں میں رعب اور یہ کفر کی باتیں
بتوں کا تذکرہ مرد خدا خدا کے لئے

سر وہی جب مرے قاتل کی مقتل میں چمکتی ہے
رگ گردن یہاں شوق شہادت میں پھڑکتی ہے

اجی توبہ وہ آئیں گے بھلا ٹھوکر لگا نیکو
مری تقدیر اس حسرت میں ناحق سر پٹکتی ہے

ہمارے اس جلے دل کی لگی میں لاگ ہے کوئی
بجھاؤ جسقدر کمبخت کو اتنی بھڑکتی ہے

وہ ظالم جھومتا آتا ہے کیا کھولے ہوئے زلفیں
لچکتی ہے کمر یا ابر میں بجلی چمکتی ہے

مرے سینہ میں دل ہے پھانس کا ہونا نہیں یارو
پہیلی بوجھئے وہ چیز کیا ہے جو کھٹکتی ہے

ترا راز محبت سات پردوں میں نہیں چھپتا
جو پی جاتا ہوں آنسو آنکھ سے حسرت ٹپکتی ہے

نہ ہو ٹکڑا جگر کا شمع لانا جلد دیکھوں تو
کوئی شے آنسوؤں کے ساتھ آنکھوں سے ٹپکتی ہے

سہارا زندگی کا جس تمنا کو سمجھتے تھے
وہ اب اے رعب حسرت بنکے آنکھوں سے ٹپکتی ہے

پاک اس بت کا دہن ہے تہمت تقریر سے
رکھتے ہیں وابستگی ہم غنچۂ تصویر سے

کوشش تدبیر کیوں مجبور ہو تقدیر سے
درد کو میرے غرض درمان بے تاثیر سے

مایۂ رنگ فنا ہو مجھکو فرط لاغری
کاش مٹ جاؤں لپٹ کر آپکی تصویر سے

جان ہی لینے کو تھی مایوسیِ ذوقِ خلش
ناوکِ دلدوز پہنچا وقت پر تقدیر سے

جذب نے ڈھایا ہے قاتل کی نزاکت پر ستم
ہر رگِ گردن لپٹ کر رہ گئی شمشیر سے

ایک نقاشِ تصور لا کر رنگ آمیزیاں
اُف وہ تقریریں کہ ٹپکیں آپ کی تصویر سے

شرحِ سوزِ غم رہینِ سعیِ خاموشی نہیں
قطع ہوتی ہے زبانِ شمع کب گلگیر سے

کھینچ سکتے ہو تو کھینچو تم مگر یہ جان لو
آرزوئیں دل کی لپٹی ہیں تمہارے تیر سے

میری ہستی مٹ کے سرتاپا ہوئی تیری نمود
اُٹھ گیا آخر حجابِ رنگ اس تصویر سے

جانتا ہوں بے نیازی تیری اور شوقِ ستم
دل بڑھا ذوقِ خطا کا وعدۂ تعزیر سے

شوخیِ محشر خرامی کر چکی ہے پائمال
بچ کے او ظالم ہماری خاکِ دامنگیر سے

نامرادی ہائے جذبِ ذوقِ ایذا کچھ نہ پوچھ
تیر بھی کترا کے نکلا پہلوئے نخچیر سے

آئینے نے آئنہ تجھکو دکھایا ہو نہ ہو
میری حیرانی نمایاں ہے تری تصویر سے

مژدۂ دلداری و ترکِ دل آزاری ہے کیا
آپ نے پوچھا تو ہوتا عاشقِ دلگیر سے

اے ہوائے خانہ بربادی دل آزردہ نہ ہو
سست بنیادی ٹپکتی ہے مری تعمیر سے

کیا بگاڑا تھا عدم میں فطرتِ بیدرد کا
کس تظلم کے لئے بدلے مری تقدیر سے

نقشِ حیرت کر دیا رعبِ سخن پرداز کو
بات کرنا سیکھ لے کوئی تری تصویر سے

گلستاں آفریں تھی گلفشانی خونِ بسمل کی
بہار آ گئی ہے رنگینی فضائے کوئے قاتل کی

نہ کام آئی عطا کوشش کسی کے فیضِ شامل کی
قسم کھاتی ہے ناکامی بھی میری سعیِ باطل کی

امید افزا ہے تمہیدِ شہادت شوقِ بسمل کی
رگِ گردن کے کھنچنے میں کشش ہے تیغِ قاتل کی

خوشا میرے دلِ سوزاں کی بیتابی کا ہنگامہ
یہی اک شمع ہے گرمی ہے جس سے تیری محفل کی

کمال عشق نے آئینہ داری حسن کی بالکی
نہ تیری طرز خود بینی نہ حیرانی مرے دل کی

خدا کیواسطے اے سخت جانی کیا قیامت ہے
کہ مجھسے روٹھی جاتی ہے نزاکت تیغ قاتل کی

ہوے چپ داغہائے دل کا جلوہ دیکھنے والے
کہاں میرے گلستاں میں نوا سنجی عنادل کی

تری راہ طلب میں جز طلب مطلب نہیں اپنا
بھلا یا ویسے منزل کو خوشی نے قطع منزل کی

مرا رنگِ خموشی ہے کہ ہے آئینۂ حیرت
مری بزمِ تصور ہے کہ تصویر اُسکی محفل کی

مبارک جوش سرگرمی برائے خرمن اندوزی
جھلکنے کو ہے قسمت آرزوئے برقِ حاصل کی

نمایش ناز کی اور آئنہ پیشِ نظر رکھکر
کوئی دیکھے کشش تجھسے ترے مدِّ مقابل کی

تڑپ ہو یا چمک بجلی نے سب رنگ اُڑائے ہیں
یہ دردِ دل کی ہے تصویر وہ بیتابی دل کی

اُٹھے پردہ کہیں ٹوٹے طلسمِ پیکرِ ہستی
حجاب حق ہیں رنگ آمیزیاں اس نقشِ باطل کی

تماشا تھا مری محویت نظارہ کا عالم
مجھے اُٹھوا کے رونق تو نے کھو دی اپنی محفل کی

نہیں دشوار چنداں قید آب و گل سے چھٹ جانا
تن آسانی ہے سدِ راہ اپنی حل مشکل کی

ترے غم نے کیا ہے نعمت کونین سے فارغ
بھلا کیا تجھسے مانگے سیر چشمی تیرے سائل کی

[illegible] تقریب [illegible] مشاعرہ [illegible] کلکتہ [illegible]

جنابِ رعب کی تقدیر اور تجھ تک پہنچ جانا
کرم تدبیر ناقص کا عنایت شوق کامل کی

گو آنکھ دل چرانے کا اقرار کر گئی
محجوب کیوں ہو شرم وہ شوخی مکر گئی

چال اُسکی اہلِ حشر کو پامال کر گئی
اے رشک اُف ایک کیسی قیامت گزر گئی

پردہ کسیکے شیوۂ تمکیں کا رہ گیا
اچھا ہوا کہ آہ مری بے اثر گئی

اے مرگ آ کہ روزِ شبِ زندگی سیاہ
بیکار عمر بھر کی دعائے سحر گئی

بیٹھا ہوں نے کام ہمار کیا تمام
بس ناز ودلبری کہ طبیعت ٹھہر گئی

چھیڑا تبسم نمکین نے ہزار شکر
شورش فزائی لبِ زخمِ جگر گئی

شادی تو یہ وعدہ کی تھی مژدۂ اجل
تم آتے ہی رہے شبِ فرقت گزر گئی

پامال بیدلی ہوں تری رہگذر سے دور
وہ شانِ اضطراب قیامت اثر گئی

مشقِ تپش نے کر دیے بازو قفس میں شل
بس اے ہوائے گل ہوسِ بال و پر گئی

بعد فنا بھی داغ وفا ہے جبینِ عشق!
یہ کسکی خاک آپکے دامن میں بھر گئی؟

خوکردہ ہو گئی شبِ غم کی بلا نصیب
تکلیف انتظارِ طلوعِ سحر گئی

ناکام آرزو ہوں ملی عمر جاوداں
بھولی ہوئی تو کیا ہے قضا میری مر گئی

افسردگی سے گل ہوئی وہ شمعِ اضطراب
ہنگامہ گرم سازی سوزِ جگر گئی

غفلت تو دیکھئے نہ کھلی آنکھ عمر بھر
کیا رات تھی کہ سوتے ہی سوتے گزر گئی

جز بیدلی مآل تماشا نہیں رہا
وہ عبرت آفرینیِ ذوقِ نظر گئی

شکر ترے خرام کا پامال کیا ہوا
اٹھکر تری گلی سے قیامت کدھر گئی

اہلِ وطن کو مرگِ غریبی کے بعد رعب
سنکر پیامِ شوق ہماری خبر گئی

خبر بھی کچھ تجھے اے عندلیبِ خوشخواں ہے
سحر کو غل ہے ترے خوابِ گل پریشاں ہے

ہر ایک نفس آپکا راحت نصیبِ حرماں ہے
برا وہ درد کہ رسوائے رنج درماں ہے

یہاں خزاں میں بھی ہر زخم سینہ خنداں ہے
خراشِ ناخنِ وحشت بہار ساماں ہے

ہر ایک فصل میں رنگِ فسردگی ہے وہی
خزاں ہے کہ بہار آئے ہمکو یکساں ہے

دل شکستہ ترے جلوہ کا ہے محوِ خیال
یہ ہے وہ آئنہ خانہ کہ تیرا حیراں ہے

خجل ہوں کوششِ اخفائے راز سے کیا کیا
کہ رنگِ چہرہ خود اظہارِ درد پنہاں ہے

رہے مرا دل بیتاب گرم سوز گداز
یہی تو شمع شب افروز بزم امکاں ہے

دماغ نکہتِ گل یا فراغ سیر کسے ؟
یہاں بہار میں دل اور بھی پریشاں ہے

بجائے شورِ تبسم نگاہ مست سہی
نمک گراں ہے تو ہو نرخ مے تو ارزاں ہے

چلے اب اور کہیں دشت سے بھی دیوانے
دلیل راہ وہی شوق خانہ ویراں ہے

خیالِ وصل کا حاصل ہے گرمی آغوش
دل تپاں نہیں پہلو میں برق سوزاں ہے

ستم ہے شوخیِ مشقِ ستم کی بیکاری
مٹا کے مجھکو وہ بیداد گر پشیماں ہے

خود اپنی خاک اُڑاؤں کہ پاک ہو جھگڑا
مرا جنوں عبث آوارۂ بیاباں ہے

کچھ اور سخت ہوا عقدہ سعی ناخن سے
جو یہ نہو تو کشایش کی مشکل آساں ہے

فضائے سینہ ہے ظلمت سرائے تیرہ دلی
اندھیرے گھر کا چراغ ایک داغ ہجراں ہے

بھلا ہو بیکسیِ غم میں کس میرسی کا
یہی تو ایک مصیبت زدوں کی پرساں ہے

پہونچ وسعتِ میدان حشر بس وہ بھی
مرے جنوں کیلئے تنگنائے زنداں ہے

حصول نقد لقا ہے کمال نفع کلیم
متاع ہوش کا نقصاں بھی کوئی نقصاں ہے

ملا ہے اور نہیں ملتا خوشا کرشمۂ ناز
وہ مجھسے عمر رواں کی طرح گریزاں ہے

جنوں نے دست درازی میں کیا اُٹھا رکھا
دریغ اب بھی گریباں اگر گریباں ہے

ہمیں دکھائیگی کیا آئنہ تجلی طور
کھلی ہوئی ترے جلوے سے چشم حیراں ہے

نہیں بجز نفسے چند زندگی نہ سہی
خوشی یہ ہے کہ غمِ زندگی فراواں ہے

دکھائے سوزِ تپش نازِ لن ترانی کو
وہ دل کہ برق تجلی کا محشرستاں ہے

ہوا نہو کوئی بازار حسن میں گاہک
وفا کی جنس بہا جنس کتنی ارزاں ہے

بتاں دیر کہ ایسوں کے پوچھنے والے
حریم کعبہ ہے اور رعب نامسلماں ہے

میں ہوں مقتل میں تو یوں بسمل کفِ قاتل میں ہے
میں سمجھتا ہوں کہ گویا تیغ تیرے دل میں ہے

ذوق نظارہ وداع جلوۂ قاتل میں ہے
اک نگاہ واپسیں اب دیدۂ بسمل میں ہے

پردہ میں بھی پردہ دار حسن لیلےٰ ہے حجاب
چشم مجنوں کا کوئی پردہ مگر محمل میں ہے

عشق جو مشہور ہے شاید اسی کا نام ہو
کچھ کھٹک سی ہے جگر میں اور کچھ دل میں ہے

کسقدر سرمایۂ جنس طلب کا ہے بدل
نقد حرماں جو ترے در پر کفِ سائل میں ہے

جوش غم میں کیا کہوں عالم دلِ بیتاب کا
کشتی طوفاں زدہ دریائے بے ساحل میں ہے

اللہ اللہ آرزو بھی ہے تمہاری تم بھی ہو
باہمہ تنگی یہ گنجائش ہمارے دل میں ہے

راحتِ وارفتگی ہے رنج گردش کا مآل
رہ نورد شوق کا اب ہر قدم منزل میں ہے

تابشِ رخ نے چراغ آنکھوں میں روشن کر دئے
شمع کا ہم جلوہ پروانہ تری محفل مین ہے

دونوں دنیائیں نئی ہیں عشق کے نیرنگ کی
قلزم خوں آنکھ میں دریائے آتش دل میں ہے

ضبط کا کچھ مدعا ہے درد کا کچھ مقتضا
راز تیرا دل میں ہے لیکن بڑی مشکل میں ہے

اے غمِ حرماں غنیمت ہے نشاطِ کار بھی
کچھ نہ کچھ راحت تو رنجِ سعیِ بیحاصل میں ہے

جلوہ گاہِ خاص میں ہے حسن کی کچھ اور شان
قیس کے دل میں ہے جو لیلےٰ وہ کب محمل میں ہے

فتنۂ فطرت ہے کن سودا سرشتوں کا خمیر
ایک ہنگامہ بپا دنیائے آب و گل میں ہے

کہہ رہا ہے کچھ رگِ ذوقِ فنا کا اضطراب
جذبۂ حق بھی ہماری ہستی باطل میں ہے

دیدۂ خونبار کا رنگیں تماشا دیکھئے
سامنے آنکھوں کے ہے جو کچھ ہمارے دل میں ہے

پانوں پڑتی ہے رسائی بھی زہے شوقِ طلب
راہ میں پہلا قدم ہے دوسرا منزل میں ہے

اے صفائی دل دکھا آئینۂ پرتو پذیر
حسن مطلق انتظار جوہر قابل میں ہے

خون کی گلکاریاں اجرِ شہادت ہو گئیں
گلشنِ جنت کا جلوہ دامنِ قاتل میں ہے

آپ ہی فرمائیے کیا ہو اگر ہو آشکار
آپکا وہ رازِ جو نہاں ہمارے دل میں ہے

پیشی [illegible]

ہم بھی دیکھ آئے ہیں اک تصویرِ ازخود رفتگی
رعبؔ ہے خلوت نشیں ہر چند اُس محفل میں ہے

نشہ افزا ہر قدم پر لغزشِ مستانہ ہے
عالمِ رفتارِ ساقی اک جہاں میخانہ ہے

آشنائی سے وہ حسنِ آشنا بیگانہ ہے
عقل اک حیرت زدہ ہے ہوش اک دیوانہ ہے

سوزِ غم سے ہے تپاں وہ دل کہ ہے گرمِ گداز
شمع روشن تیری بزمِ شوق میں پروانہ ہے

ہائے مجبوری ترا دل میرے دل سے کیا ملے
یہ ہے اک شور شکدہ وہ اک تغافل خانہ ہے

گم ہوا ہنگامۂ وارفتگی میں اضطراب
بال عنقا میری محفل میں پرِ پروانہ ہے

تیرے دیوانے کہاں آئے ہیں بھلا اپنکو بھی
گلشن ایجاد بھی دیکھا تو اک ویرانہ ہے

کیوں ہو مفت نشہ سرخوشی نگاہِ مست کی
دیکھ اے ساقی چھلکنے کو ترا پیمانہ ہے

جی لگا کر آپ اگر سنئیے تو عرضِ حالِ دل
واقعہ ہے درحقیقت ورنہ اک افسانہ ہے

اپنے ازخود رفتہ کو پہچانتے ہیں آپ بھی
آشنا کا آشنا بیگانے کا بیگانہ ہے

ہجرِ ساقی میں کوئی تکلیف بزمِ مئے نہ دے
مجھکو میری گردشِ سر گردشِ پیمانہ ہے

اشکباری سے ہے روشن شمع کا انجام کار
سرمۂ چشمِ وفا خاکسترِ پروانہ ہے

سرخوشی اُس رند کی جس سے مرے ساقی کی آنکھ
ہر نگاہِ مست کے پردے میں اک میخانہ ہے

تیرے اشکِ بے بہا کی مجھسے قیمت پوچھئے
قطرہ قطرہ قلزمِ غم کا دُرِ یکدانہ ہے

[illegible] پیشی

واقعاتِ غم مؤثر ہیں مگر اتنے نہیں
رعبؔ کا افسانہ جب سنئیے نیا افسانہ ہے

مانگ اے دلِ بے مایہ کوئی بوند جگر سے
وہ دیدۂ تر کیا کہ لہو رونے کو ترسے

کیا کام مرے نالۂ سوزاں کو اثر سے
آزاد ہے سرو شجرِ بارِ ثمر سے

زحمت نکر و چھیڑنے کی تیرِ نظر سے
دم لو ابھی رِستا ہے لہو زخمِ جگر سے

پردے میں تو ہے اور کبھی بے پردہ تجلّی
دیکھے کوئی اے شوخ تجھے میری نظر سے

خوابِ اجل آئیگا تو کھل جائیں گی آنکھیں
امید بندھی ہے شبِ ہستی کی سحر سے

ردکردہ ترے اور کہاں رہنے کے قابل
کعبے کو چلے جائیں گے اُٹھکر ترے در سے

منظر کوئی دلچسپ دکھائی نہیں دیتا
محروم تماشا رہے ہم ذوقِ نظر سے

ملتا نہیں آشوبِ قیامت کو بہانہ
کچھ گرد اُٹھے کاش تری راہگذر سے

محشر میں کیا اور بھی رسوائے ندامت
پونچھے مرے اشک اُسنے مرے دامنِ تر سے

اپنے دلِ روشن میں اسے دیکھ رہا ہوں
بے پردہ ہے آئینہ گر آئینہ نگر سے

مٹنا ہے تو مٹنا ہے ترے نقشِ قدم پر
دنیا سے اُٹھینگے تو اُٹھینگے ترے در سے

تہمت زدہ آرامِ اقامت کے ہوئے ہم
دم لینے کو ٹھہرے تھے ذرا رنجِ سفر سے

دم حوصلہ فرسا سہی اے ضبط نہ گھبرا
آنکھوں سے گریں اشک تو گر جائیں نظر سے

یہ منظرِ دیوانہ فریبی رہے آباد
جائے گی کہاں خانہ خرابی مرے گھر سے

کچھ آپ میں اے رعب تمھیں ہم نہیں پاتے
کھوئے سے گئے ہو چلے آتے ہو کدھر سے

۹ جون ۱۹[illegible]ء

تو نہ ہمت ہار او بیداد گر بیداد سے
ہو رہیگا حشر بھی برپا مری فریاد سے

پاکے فیضِ خود فراموشی تمھاری یاد سے
گم ہوئے جو یا تمھارے عالمِ ایجاد سے

کون مجبورِ فغاں ہوگا تری بیداد سے
مشورہ کر اے فلک میرے ستم ایجاد سے

دور میں تیرے ہے جورِ لطف پرور کا رواج
آسماں بیداد سے فارغ ہے میں فریاد سے

سخت جانو پر یہ تیزی کام آنے کی نہیں
خنجر فولاد کھنچنا سیکھ لے جلاد سے

کیوں رہوں پابندِ ہستی اے سروارستگی
لے نکل مجھکو کہیں شورشگہ ایجاد سے

وادیِ مجنوں حریفِ وحشتِ مجنوں نہیں
مانگ لے ویرانگی میرے جنوں آباد سے

اہلِ محفل کا تماشا تھا عروجِ دودِ شمع
دل اُڑے پروانے کے خاکستر برباد سے

چشم تر نے دل سے سیکھی شورشِ افشائے راز
درس رسوائی لیا شاگرد نے اُستاد سے

اسقدر لذت شناسِ ذوقِ غم پیدا کہاں
جذبۂ شادی کو وحشت ہے ترے ناشاد سے

اس سے بڑھکر سوزِ غم کا اور کیا ہوگا اثر
بیکسی گرمِ تراوش ہے لبِ فریاد سے

خوش نگاری پیکرِ شیریں کی تھی منظورِ عشق
رنگ شوخی بھر دیا خونِ سرِ فرہاد سے

یا وہاں ذوقِ نوا اندرِ تغافل ہوگیا
یا یہاں وہ دلکشی جاتی رہی فریاد سے

حشر اُٹھا لیکن تجھے معلوم بھی ہے کیوں اُٹھا
رعب کی فریاد سے یعنی تری بیداد سے

اِدھر خامشی التجا ہوگئی
اُدھر بے رُخی اعتنا ہوگئی

یہ جاں پروری کیا سے کیا ہوگئی
کہ پرسش پیامِ قضا ہوگئی

مٹا کر مجھے رنج و افسوس کیا
چلو ایک مشقِ جفا ہوگئی

اُبھر کر تمنائے حرماں نصیب
مری کوششِ نارسا ہوگئی

کیا کسکی حسرت نگاہی نے سحر
کہ شوخی طلسمِ حیا ہوگئی

وہ دم بھر کی فرصت کہ تھی زندگی
ترے غم میں نذرِ فنا ہوگئی

نہاں میری ہستی پر ہے تیرا راز
خبر یہ وہ مبتدا ہوگئی

کہاں چشمِ حیرت نظر میں سِرشک
وہ آب آفرینی ہوا ہوگئی

سیہ کاریوں نے مری صبح زیست ۔ مرے حق میں شام بلا ہو گئی

ترا قد ہوا اپنی حد تک بلند ۔ قیامت کی بس انتہا ہو گئی

شکایت میں ہے کس تلون کا رنگ ۔ جہاں لب تک آئی دعا ہو گئی

وہ شوخی ہوئی اضطراب آزما ۔ قیامت پھر آخر بپا ہو گئی

نہ آیا کبھی تیری غفلت میں فرق ۔ مگر یہ بھی میری وفا ہو گئی

ملی واہ کیا رعب کو چپ کی داد ۔ خفا نرگس سرمہ سا ہو گئی

تو مورد ستائش میں بیکسی کا شاکی ۔ خوبی تری جفا کی قسمت مری وفا کی

شور آزما تھی شوخی حسن کرشمہ زا کی ۔ جب تک ہنسا کئے گل بلبل فغاں کیا کی

فیض جنوں نہیں کچھ مخصوص جیب و دامن ۔ عریاں تنی رہے کیوں محروم سینہ سا کی

بیمار غم سدھارا تیمار دار خوش ہیں ۔ مقصود ہے دعا کا تاثیر ہے دوا کی

وارفتہ ذوق حرماں تدبیر بے اثر کا ۔ دلدادہ ہر رہ کوشش تقدیر نارسا کی

نیچی نظر بہت کم دیکھی ہے جان لیوا ۔ شوخی نے بات رکھ لی ظالم تری حیا کی

ہم تو نیاز غم ہیں ناز کمال عبرت ۔ اس ابتدا سے ظاہر حالت ہے انتہا کی

حد نامرادیوں کی یہ ہے کہ تھکے آخر ۔ اپنے سے ہاتھ اٹھایا تیرے لئے دعا کی

ارزاں ہے درد اسکا عمر رواں کے بدلے ۔ قیمت نہیں کچھ ایسی اس جنس بے بہا کی

لخت دل آخری بھی ہمراہ اشک ٹپکا ۔ اتنی سی تھی نشانی صبر گریز پا کی

خواب ابد کا ضامن عذر شکستہ پائی ۔ ہم کو عبث جگایا آواز نے درا کی

رعب غم آشنا کا رنگ شکستہ دیکھو ۔ تصویر ہے سراپا حرمان مدعا کی

غزل مشاعرہ مرادآباد منعقدہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء (جمعہ) باہتمام اڈیٹر صاحب اردو بردولتکدہ جناب امداد حسین خاں صاحب رئیس اعظم بصدارت مولانا رنجور جعفری رئیس عظیم آبادی ۔ ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء ارسال نمودہ شد

نہ دیکھا غمزدوں نے کچھ سوا کنج نشیمن کے
رہے گلشن میں گلشن سے الگ گردِ گروہ گلشن کے

ہوائے خانہ بربادی ہے درپے میرے مسکن کے
یہ معمورہ غضب ڈھائیگا صحرائے جنوں بنکے

کہیں چمکائے طالع کو سیہ بختان گلشن کے
فروغ آتش گل جلیں ہیں برق نشیمن کے

غرض یہ ہے کہ دل تڑپا کرے شوقِ جراحت میں
فریب صید ہیں غمزے نگاہ ناوک افگن کے

تغافل ہے جفا میں اسقدر غدر جفا بھی
کہ دشمن دوست ہیں جو دوست ہیں اُس دوست دشمن کے

مری بیتابیوں پر بیدماغی کس لئے ظالم
کرشمے ہیں نگاہ ناز کے نیرنگ چتون کے

سواد طور ہے یا سرمۂ اکسیر خاموشی
تماشا ہیں تماشائی تجلی گاہ ایمن کے

غبار پائمال ناز میں آشوب ساماں ہیں
وہ ذرے جو بلا گرداں ہیں تیرے دور دامن کے

مبارک عافیت گاہ نشیمن ہمنواؤں کو
یہاں تار نگاہ برق ہیں تنکے نشیمن کے

بہار گل فسونِ جوش وحشت ! اے معاذ اللہ
تری رنگینیاں کچھ کم نہیں پیرہن گلشن کے

اجازت ہمکو بھی وا امتحاں سنج نوائے غم !
نہیں موقوف بلبل مختلف شیوے ہیں شیون کے

یہی گھر کعبۂ امن و اماں ہے تیرہ روزی کا
زمانے کی بلائیں طوف میں ہیں میرے مسکن کے

خطا کوشی ہنر پوشی جفا کاری دل آزاری
یہی دو چار حق دوستی ہمسر ہیں دشمن کے

تباہی کا ہے ساماں خود مری آشفتہ سامانی
غم گیسو کدھر آیا ہے طوفان بلا بنکے

ہمیں کو سور و بختی بنایا دور گردوں نے
ہمیں آماجگاہِ مشق ہیں سنگِ فلاخن کے

بلا سے شش جہت ہو جلوہ زار برق بربادی
دکھائیں جذب اپنا چار دانے میرے خرمن کے

زرا پر چھپ گئے اور بجلیوں کی رو ہوئی پیدا
خواصِ کہربا رکھتے ہیں کیا تنکے نشیمن کے

جنوں سے منفعل ہوں کر دیا شغل سینہ کوبی
کروں کیا دونوں ہاتھوں کو گریباں کے دامن کے

بتاں ہیں وادی سینا میں میری خاک کے ذرے
کہ گرمِ پرفشانی ہیں پتنگے شمع ایمن کے

مسلماں کوئی اے بت تیرا بندہ ہی نہیں گویا
وفا محصور ہے حلقے میں زنار برہمن کے

لگائی برق نے محنت ٹھکانے خوش نصیبوں کی
مجھے دیکھو تہیے میں ہوں اب تک جمع خرمن کے

نپوچھی بات ظالم تیری بے پروا خرامی نے
قیامت پھر رہی ہے گرد کب سے میرے مدفن کے

جنوں زا ہے تراوش خون پائے خستہ کی کیا کیا
مرے صحرا کے کانٹے بن گئے ہیں پھول گلشن کے

تڑپنے سے مرے روشن ہے گھر کاشانہ سوز کا
بھری ہیں بجلیاں آغوش میں میرے نشیمن کے

جناب رعب کو فن سے جو نسبت ہے تو اتنی ہے
کہ اہلِ فن میں بس اک آپ ہیں نام کن فن کے

ایک آبادی اُجڑنے پر بھی کاشانے میں ہے
مجمع ارباب عبرت میرے ویرانے میں ہے

تیرے وارفتہ کو کب تیرے تصور سے فراغ
آپ میں آنا بھی داخل آپ سے جانے میں ہے

اب نہیں کا پھر رونگی اس گرمیِ محفل کو شمع
اضطراب سوز ہی سے جان پروانے میں ہے

اللہ اللہ قرب فیضِ سرخوشی کی دلکشی
شیشے میں جو تھی وہی مے کہ پیمانے میں ہے

وہ سمجھتے ہیں کہ عشق بوالہوس ہے واقعہ
خوش بیانی کو بھی کتنا دخل افسانے میں ہے

گرمیِ محنت کہیں تمہید بربادی نہو
برق کی شوخی مرے خرمن کے ہر دانے میں ہے

فصلِ گل سے کم نہیں نیرنگِ دنیائے خیال
کسقدر نازک مزاجی تیرے دیوانے میں ہے

جذبِ وحشت کھینچتا ہے کیوں بیاباں کیطرف
یا الٰہی کیا خرابی میرے ویرانے میں ہے

عافیت دلمیں ہے سودائے سوادِ زلفِ یار
چاک ہے سینہ بڑی خوبی یہی شانے میں ہے

جاں گدازی شمعِ سوزاں کی ہے گرمِ امتحاں
حوصلہ کتنا پرافشانی کا پروانے میں ہے

تو سلامت واہ اے محویتِ ذوقِ وصال
زندہ رہنے میں بھی وہ لذت کہ مرجانے میں ہے

بندۂ بیدار باطل بندۂ حق ہو غلط
کعبے میں بھی خود پرستی پیشہ بتخانے میں ہے

رعب کی روداد غم اور آپکی بزمِ نشاط
کونسی دلچسپ کیفیت اس افسانے میں ہے

محویتِ خیال سے دلکو عطا ہوئی
وہ سادگی کہ آئینۂ حق نما ہوئی

کب شغلِ غم کی بے اثری میں خطا ہوئی
دونوں ہیں ایک نالہ ہوا یا دعا ہوئی

خلوت گہہ عدم میں خطا ایسی کیا ہوئی
کیوں صبحِ زندگی مجھے شامِ بلا ہوئی

کیونکر ادا ہو شکر اس انعامِ خاص کا
بخشا ہے اپنا غم بڑی نعمت عطا ہوئی

اُجڑے ہوئے چمن سے قفس تک نجا سکے
کیا جانے اپنی طاقتِ پرواز کیا ہوئی

بسمل تڑپکے سیرِ تزلزل دکھا چکے
بس تیزیٔ نظر کہ قیامت بپا ہوئی

بازیچۂ کشاکشِ امید و یاس کیوں
وہ جانِ ناتواں کہ حریفِ قضا ہوئی

یا جورِ ناز کو مرا حرماں پسند نہیں
یا مدعا سے دست کشی مدعا ہوئی

چشمِ حیا سرشت بھی ہے فتنہ زا مگر
اُف وہ نگاہِ ناز کہ صبر آزما ہوئی

ہاں لذتِ بیاں نے مجھے کردیا خموش
ہاں آپ کی شکایتِ بیجا بجا ہوئی

آپ اور نشاطِ بادہ کشی کیوں جنابِ رعب
آخر وہ پارسائی بے صرفہ کیا ہوئی

اک عندلیب زمزمہ پیرا چمن میں ہے ۔۔۔ اک رعب نالہ سنج تری انجمن میں ہے

ناگفتہ ذوق ہم سخنی جس سخن میں ہے ۔۔۔ وہ میرے دل میں ہے کہ تمھارے دہن میں ہے

مدہوش دورِ چرخ ہوں - اُف نشہ کسقدر! ۔۔۔ اس جام واژگوں کی شراب کہن میں ہے

محویتِ خیال ہے تصویر اتحاد ۔۔۔ وہ انجمن ہے دل میں دل اُس انجمن میں ہے

پوشیدہ میرے گریۂ حسرت فزا کا راز ۔۔۔ تیرے تبسم لب اعجاز فن میں ہے

دل میں ہزار داغ ہیں ہر گل کی یادگار ۔۔۔ بلبل قفس میں ایک شگفتہ چمن میں ہے

اہل وطن کے لطف ہیں یاد اُس غریب کو ۔۔۔ غربت میں جو یہ شاد ہے گویا وطن میں ہے

آشفتگی کا رشتۂ طولِ امل دراز ۔۔۔ دل سینے میں ایک زلف شکن در شکن میں ہے

کہیے ہزار معنی بے لفظ کا طلسم ۔۔۔ اُس حرف بے صدا کو کہ تیرے دہن میں ہے

یہ سب فروغ ہے مرے سوز و گداز کا ۔۔۔ جلنے کو یوں تو شمع بھی اس انجمن میں ہے

پہنا کفن تو کھل گئیں آنکھیں پسِ اجل ۔۔۔ یوسف کی بو بسی ہوئی اس پیرہن میں ہے

راتوں کو اشکباری شبنم عبث نہیں ۔۔۔ کس بلبلِ شہید کی تربت چمن میں ہے

ایجاد حشر اور دل ہنگامہ آفریں ۔۔۔ خلوت میں بھی یہ ہرزہ خیال انجمن میں ہے

کہتے ہیں بیدہن نہیں گو آپ ہیں خموش ۔۔۔ ہمسے جو پوچھیے تو کلام اس سخن میں ہے

بس طرز بے رخی نے مجھے نیم جاں کیا ۔۔۔ قصہ تمام اک نگہ دلشکن میں ہے

افسردگی تو دیکھیے احساس تک نہیں ۔۔۔ دل ہے حباب غم میں کہ مردہ کفن میں ہے

آواز بازگشت ہے گویا شمیم گل ۔۔۔ بلبل کا شور نالہ فضائے چمن میں ہے

کشتہ ہیں ہم اُس آنکھوں کی گردش کے ورنہ کب ۔۔۔ راحت کسیکو دورِ سپہر کہن میں ہے

یوں چپ لگی کہ بزم میں بت بنکے رہگیا ۔۔۔ گویا مری زبان تمھارے دہن میں ہے

ہم اہلِ ضبطِ غم ہیں کہاں کوئی رازداں
اُس جوش گریہ کا کہ لبِ خندہ زن میں ہے

رجب شکستہ حال کی تصویر کھینچیے دل
غربت نصیبیوں کا مرقع وطن میں ہے

حریف تیری مشقِ ستم کہاں کوئی
نہ ہو خدا کے لئے گرم امتحاں کوئی

شہید کم نگہی میں ابھی ہے دم باقی
ادھر تو دیکھئے پھر ناز جانستاں کوئی

ترے خیال کی کیا بات پھر بھی اے بیدرد
حریف درد نہیں لذتِ نہاں کوئی

امید اب بھی تو وابستہ ہے خموشی سے
کہ دلکشا نہ رہا شیوۂ فغاں کوئی

نہ تیرے حسن دل افروز کی کسی کو خبر
نہ میرے سوزِ محبت کا راز داں کوئی

حصول نشۂ معنی حضورِ حسنِ صورت ہے
مرا عشقِ مجازی کیفِ صہبائے حقیقت ہے

تماشائی ہیں محوِ جلوہ گروہ فتنۂ قامت ہے
قیامت کا تماشا ہے تماشے کی قیامت ہے

اُڑاتے ہیں ترے کوچے کی خاک ولامکاں والے
بقدرِ شوق یعنی وسعتِ صحرائے وحشت ہے

وہ بت آئینہ خانے میں ہے تنہا محوِ آرائش
عجب اک انجمن کی انجمن خلوت کی خلوت ہے

گداز دردِ پنہاں پردہ در ہے پردہ داری کا
کہ چشمِ خشک اک سیلاب جوشِ اشکِ حسرت ہے

جواب پرسشِ احوال میرا شرحِ غم سمجھو
کسی بیمار کا کہنا کہ اچھا ہوں عنایت ہے

خوشا ذوقِ آفرینی تیرے تیرِ کم نگاہی کی
دلِ زخمی تقاضا سنج تکرارِ اذیت ہے

یہ درس آموز محویت ہے از خود رفتگی میری
تری بزمِ تماشا اک نمائشگاہ حیرت ہے

تواتر ہے عدم کا یا تغیر ہائے پئے در پئے
یہ ہستی کچھ نہیں ورنہ تو اک نیرنگِ عبرت ہے

قفس گویا بہارستاں ہے اشکِ سرخ بلبل سے
یہ خونیں گریہ رنگیں گلستاں کی حکایت ہے

نہ نکلا کوئی مرگ بیکسی پر گرم دلسوزی
بس اک روتی ہوئی ہی نیم روشن شمع تربت ہے

وہ خود بیں جلوہ فرما او تماشائی ز خود رفتہ
خوشا ہنگامہ آرائی نہ خلوت ہے نہ جلوت ہے

مٹایا لذت حرماں نے ذوق ایسا کہ اب ہمکو
نہ جینے کی تمنا ہے نہ مرجانے کی حسرت ہے

ترے دامن سے ہی وابستہ ہر فتنہ قیامت کا
ترا دامن اٹھا کر ناز سے چلنا قیامت ہے

خدا جانے جنوں کب تنگنائے دہر میں لایا
کھلیں آنکھیں تو وہ ہم ہیں وہ صحرائے وحشت ہے

ترا راز نہاں بے پردہ ہوجائیگا کہتا ہوں
خدارا پھر نہ کہئے گا کہ تیری کیا حقیقت ہے

جنوں اور نامراد خاک بیزی ہے عبث کیا غم
ارے رو کر دہ صحرا غنیمت گرد کلفت ہے

روشن ہے میرا داغ دل اس رخ کی تاب سے
کرتا ہے کسب نور یہ چاند آفتاب سے

سربستہ جو رہا تھا مرے اضطراب سے
آخر کھلا وہ راز ترے اجتناب سے

دنیائے حسن ہے طربستان سرخوشی
کس مست کے کرشمہ دور شباب سے

پردوں میں بھی عیاں ہیں نگاہوں کی شوخیاں
فتنے بڑے ٹپکتے ہیں طرف نقاب سے

او طور والے تاب نظر کا نہیں سوال
شوق اور بڑھ گیا ارنی کے جواب سے

یوں کھو دئے غموں نے جوانی کے ولولے
جسطرح کھینچ لے کوئی مستی شراب سے

حیرت فزا ہیں کیوں مری آئینہ داریاں
ذرہ بھی تھے نمو پذیر آفتاب سے

اک فتنہ گر نے خوگر آشوب کر دیا
فارغ ہے اب زمانہ غم انقلاب سے

جس حال میں ہیں مست ہیں تیرے شراب چشم
کیفیت شراب پاتے ہیں حال خراب سے

واقف ہے خوب وہ نگہ آشنا نواز
اس لطف سے کہ ہمنے اٹھایا عتاب سے

او غفلت آشنا ترے درد فراق نے
اچھی پناہ دی دل غفراں مآب سے

غافل ہیں ۔ گو زمانے نے بیدار کر دیا — ہم جاگ کر بھی خواب سے جاگے نہ خواب سے

فطرت اُٹھانیوالی تھی جن سے خمیر حشر — وہ فتنے مٹ کے رہ گئے تیرے شباب سے

ضبط نگاہ کیا ہو بھلا پردہ دار راز — شوخی ٹپک رہی ہے ادائے حجاب سے

شوخی یہ ہے تو سلب کریگا ترا شباب — رنگینیاں بہار سے مستی شراب سے

دنیا اُلٹ گئی ہے مگر کون کہہ سکے — تیرے شباب سے کہ مرے اضطراب سے

تو نے کہا کہ رعب ہمارا غلام ہے
بندے کو بادشاہ کیا اس خطاب سے

منتظر ہیں مست ہاں چشم طرب گستر اُٹھے — ساقی شرم آشنا سر جوش مے ساغر اُٹھے

جسکی مٹی سے مقدر تھا مرے دل کا خمیر — سالہا سال اُس زمیں سے فتنہ محشر اُٹھے

حُسن بیداد آفریں کا شیوہ بیکاری نہیں — امتحان عشق و ہوس ہی کا سہی خنجر اُٹھے

مئے طلب محنت کش خمیازہ کب تک ساقیا — ہاں سبو کا منہ کھلے شیشہ جھکے ساغر اُٹھے

اُٹھی نظر جھکی ادا سے ہے زمانہ پائمال — کیا قیامت ہو جو وہ چشم حیا پرور اُٹھے

مٹ چکا دل اب کہاں خاک اُس گلی کی حشر زا — چند ذرے تھے کہ لیکر فتنۂ محشر اُٹھے

ضعف نے تڑپا کر بٹھایا راہ میں بیٹھے رہے — شوق منزل میں اُٹھایا درد نے اُٹھکر اُٹھے

غیر تڑپا بھی تو کیا اے شوخ کوچے سے ترے
کوئی اچھا اُٹھنے والا فتنۂ محشر اُٹھے

ظالم ہو ستم کرتے ہو پروا نہیں کرتے — بیجا ہی کرتے ہو کہ بیجا نہیں کرتے

کس کس کو جگر خوں شدہ کیا کیا نہیں کرتے — ہاں درد کو ممنونِ مداوا نہیں کرتے

یوں چپ ہیں ستم دیدہ کہ حالِ دلِ بیتاب — اک راز ہے گویا جسے افشا نہیں کرتے

لب بند ہوگئے اف چاشنئی شور تبسم
اب زخم جگر خندۂ بیجا نہیں کرتے

مرتے ہیں کہ جیتے ہیں مگر جیتے ہیں کیا خاک
وہ لوگ کہ مرنیکی تمنّا نہیں کرتے

وہ لطف ملا جاں بلبی ہیں کہ جفاکش
اب آرزوئے مرگ مفاجا نہیں کرتے

ضبط نگہ ناز و نگاہِ غلط انداز
وہ دیکھ لیا کرتے ہیں دیکھا نہیں کرتے

بے مائیگی حسن و فا بیکسی شوق
ہم اُنسے جفا کا بھی تقاضا نہیں کرتے

تاچند دل جلوہ طلب پیکر سیماب
آئینے کو حیران تماشا نہیں کرتے

بے مشربی ذوق نے رکھا نہ کہیں کا
ہم بزم بھی اب ہمکو احبّا نہیں کرتے

عالم شرف آباد محبت کا نہ پوچھو
رسوا ہے وہی تم جسے رسوا نہیں کرتے

یہ مصرعہ دستیاب نہیں ہوا
کرتے ہیں تغافل مگر اتنا نہیں کرتے

ردیف (ی) کے ۴۰۳ اشعار اور چار متفرق مصرع
تمام ہوئے

گذارش

الحمد للہ و المنۃ کہ اُسکے افضال وکرم سے اس ناچیز کی سعی مشکور ہوئی اور کلام بلاغت نظام حضرت مولانائے مرحوم اعلی اللہ مقامہ از قسم غزلیات و فردیات تمام ہوا جہانتک مجھے دستیاب ہوا میں نے بہم پہونچایا اب ناظرین سے مستدعی ہوں کہ اگر اُنکو کوئی اور غزل مکمل یا ناقص یا شعر مولانائے مرحوم کے دستیاب ہوں یا اُنکے علم و یقین میں وہ شعر یا اشعار مولانائے مرحوم کے ہوں اُنکو از راہ عنایت آمیں بڑھا کر مجھکو شکر گذاری کا موقع دیں اور روح مولانائے مرحوم کو شاد فرمائیں۔ اب دوسرے حصہ میں قصائد عربی و فارسی و اُردو حضرت کے درج کیے جاتے ہیں جنسے ناظرین کو مولانائے مرحوم کی علمیت وجدت و قوت طبع کا اندازہ ہوگا افسوس ہے کہ مولانائے مرحوم کی عمر نے وفا نہ کی اور اُنھوں نے بہت جلد اس دار ناپائدار کو الوداع کہدیا ورنہ اسمیں کلام نہیں کہ ایک عظیم الشان شخصیت دنیا میں ہوتی ہم بہ چند قصیدے جو دستیاب ہوئے ہیں نذر ناظرین کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ قدر داں حضرات اُسکو خلعت قبولیت بخشینگے۔ والسلام

خادم الاطبا حافظ عبد الرحمن تلمیذ جناب عجب مرحوم

جئتك يا رب بقلب سليم

بسم الله الرحمن الرحيم

قصائد عربیہ

بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور منعقدہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۰۸ء روز یکشنبہ۔ نوشتہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۸ء

الیکن یا فی حب لیلی اعوا ذلی
فبا اللوم حسبی زائد غیر زائل

اصاب الذی قال لهوی قاتل الفتی
فانی قتیل با الهوی وهو قاتل

اریح الصبا افدیك روحی واقرئی
سلامی علی لیلی وقولی لها صلی

فانی قد صدت وشط مزارها
رهین المنایا والرزایا العواجل

ولیل کفرع الغید اسود حالك … اتتنی تهادی بین بیض قواتل
مضی فی لذیذ العیش حتی اذا ابدا … الصباح وصاح الدیك صیحة هائل
فواخجلة الاغصان لما تبخترت … بقد کغصن البان ارشق مائل
فلم تر عینی قبلها الغصن مائسا … ولا البدر مختالا کذا فی الغلائل
مزجوجة الارداف قد دق خصرها … مکلثمة عذراء ترب العقائل
خدلجة مثل المسا ازرناهد … مکعبة غیظ الغوانی البهاکل
اعارت محبیها نحول الجسوم عن … موشحها المنهوك والمتضائل
خلیلی مالی کلما اذکر الحمی … بکیت بقانی دمعی التواصل
یحرك اشجانی حنین حمائم … یهیج بلبالی نیاح بلابل
ان احترقت احشائی لیس بعجب … تاجج نیران الجوی فی مفاصل
لحا الله دهرا قد بدا من صروفه … تسفل اشراف ترقی الاراذل
یجور علی الاعیان ارباب سودد … ویرغب فی علاء وغد وسافل
وانی علی رغم الزمان لجاهد … نعم اسوة لی فی جدودی الاوائل
فهم قد سعوا سعیا فنالوا مراتبا … وفازوا من العلیا باعلی المنازل
وسموا بانصار النبی ولقبوا … حماة حماه بالقنا والقنابل
وسلوا سیوفا باترات علی العدی … فغادرن شتی جمع الف جحافل
فکیف بداوت الفضل بی وانا ابنهم … وتلمیذ من قد فاق اهل الفضائل
ملاذی واستاذی معاذی وسیدی … ومولای حاوی الخیر والمجد عاقل
خدین الحجی عبد الرحیم اخی النهی … حلیف المعالی مستطاب الشمائل

مغیث اولی الاقتار والجدب غیثهم — غزیر الایادی مستجار الارامل
حبیب نجیب بارع متورع — ادیب لبیب ذی المآثر فاضل
ذکی تقی زاهد متعبد — حلیم کریم باذل غیر باخل
شریف عفیف مصقع متبحر — صبور شکور ذی عطاء مجامل
امین فطین المعی مهذب — رشید سدید اریحی خلاحل
معول ارباب العقول ملاثهم — وعیمیص حل المعضلات الجلائل
هو العالم النقریس قدوة قادة — هو السید الغطریف راس الاماثل
هو الجاهد الساعی الذی عم جوده — رعی راعی معوان سعی سعی باذل
لمدرسة معروفة بمظاهر — العلوم سمت قدرا رفیع المنازل
فمدرسة فاقت جمیع مدارس — ومأدبة اضحت غنی کل سائل
غلت کاسمها السامی معانا ومنظرا — بکل علوم الدین خیر المشاغل
فلله حامیها وساعی رقیها — مراقی عزّ دائم متواصل
هی الشمس شمس اشرقت ونوالضحی — هی البدر بدر کامل ای کامل
هی النجم نجم صاعد منظر العلی — هی البحر بحر فاقد حد ساحل
تجلت لعین الناظرین کانها — عروس تحلت بالحلی والخلاخل
وزانت سماء تفور نهیا فاصبحت — مآب کرام الناس ماوی الاماثل
فبشری لکم یا طالبی العلم انها — لمدرسة نالتکم خیر نائل
هلم الیها مسرعین فانها — مکتب علوم الدین اجمی الوسائل
ردوا واشربوا ماء الحیاة بحوضها — فتهلکم بالله اشهی المناهل

يدٌ يد ها مبسوطة للحباء و — الفواضل عمت بالهما من فواضل

من احتل مغناها الرحيب مؤملا — فسقيا لما مول وطوبى لآمل

الا ان ها تيكم لفوز بطالب — وماء نظمآن وعل لنا هل

ايا سادة القوم ابن لو لمظاهرا — معلوم الترقی فی المعالی الجلائل

فهذی لعمری نعمة من آلهكم — عليكم فشكرا يا كرام القبائل

حماتيكم ترجی لها وحفاظكم — وانتم لها الاعوان عند النوازل

وان تنصروها فانصروها بنقد كم — والا فهو فی الوعد ليس كماطل

وقولوا لما وافقتموه بفعلكم — فكم قائل قولا وليس بفاعل

انا الرعب ادعو الله من فضله لها — علوا ومجدا كاملا غير خامل

تلازع سمار نفوس بحضرة الحمی — سقى الله ايا ها بطل و وابل

وانتم احق النبات لحبة — مباركة جاءت بسبع سنابل

وصلى اله العلمين على الذی — اتانا بآيات واسنى الدلائل

محمد الهادی الی منهج الهدی — وآل واصحاب كرام افاضل

قصیدہ

ممتدحا القدوة العلماء الراسخين اسوة الفقهاء والمحدثين ختم المحققين راس المدققين شيد دهره فريد عصره مولانا ومرشدنا المولوی ابی مسعود محمد رشيد احمد الكنگوهی عم فيضهم

زارت مريض النوى[1] عنى الخيف على — حيث وما جلست قامت على عجل

[1] قوله زارت الخ فاعل زارت فی البيت اللاحق اعنی خود او فاعل زارت ضمير [illegible] ترجع الی الحبيبة التی التغيب عن اصحابه وقت فلا حاجة الی ذكرها — والنوی بالقطر بعد المراد به البحر والعراق ۱۲ منه

خود حکت بدر لیل الوصل وجنتہا ‏ ‏ ‏ ‏ والجعد اخبر عن ایامی الاول

رعبوبۃ کل شعر من ذوائبہا ‏ ‏ ‏ ‏ فی جید عشاقہا الاسرے کالطول

غزالۃ تقنص الآساد مقلتہا ‏ ‏ ‏ ‏ وہدبہا الریش للاسہام للاجل

احیت عظاما رمیما کلما التفتت ‏ ‏ ‏ ‏ واہلکت کبدا مضنی لمتی تمل

ماست بقد کغصن ناعم خضر ‏ ‏ ‏ ‏ لہ الدلال من الخذلان والخول

تسل من حاجبیہا صارمین معا ‏ ‏ ‏ ‏ وتجرح المبتلی بالاعین النجل

رنت بنشوان لحظ نحو من نظرہا ‏ ‏ ‏ ‏ کانہا استودعت عضبا الی ثمل

عجبت من ظبیۃ وحشیۃ انست ‏ ‏ ‏ ‏ تصطاد افئدۃ لکن بالمقل

تفتر عن اقحوان الثغر ضاحکۃ ‏ ‏ ‏ ‏ کلمع برق بذیل الصبح منسدل

اذا ارادت قیاما للعناق الی ال ‏ ‏ ‏ ‏ کثیب تقعدہا الارداف من ثقل

بالبان شبہت الاقوام قامتہا ‏ ‏ ‏ ‏ من این شابہ معوج بمعتدل

سبع وسبع لہا من عمرہا سنۃ ‏ ‏ ‏ ‏ والبدر من وجہہا فی حمرۃ الخجل

تقاد للصب مقتولا بلا قود ‏ ‏ ‏ ‏ وتطعن القلب بالاجفان کالاسل

یہدی المحب تحیات مبارکۃ ‏ ‏ ‏ ‏ لوردہ وجنتہا من حسرۃ القبل

سلہ قولہ خود الخ الخود الحسینۃ الناعمۃ حکت شابہت الوجنۃ العظم الناتی فی الخد ۱۲ سلہ قولہ رعبوبۃ الجمیلۃ الی من ینظر الیہا و ذوائب جمع ذوابۃ شعر الناصیۃ والاسرے جمع اسیر صفۃ العشاق والطول حبل تشد بہ الدابۃ ویمسک طرفہ الآخر ویشد فی شیء وترسل الدابۃ ترعی ۱۲ سلہ قولہ ماست تبخترت وتمایلت ۱۲ سلہ قولہ رنت الخ الرنو والرنا ادامۃ النظر بسکون الطرف المدنف المریض والنشوان السکران والعضب السیف القاطع الحدید والثمل السکران المناسب ۱۲ سلہ اقحوان الثغر فیہ اضافۃ المشبہ بہ الی المشبہ والمراد من الاقحوان نور ہالان نور الاقحوان ہو المشبہ بہ المتغراسے للاسنان ۱۲ سلہ قولہ یہدی الخ ای العاشق یہدی الی المعشوق تحیات کہ یحصل لہ قبلۃ وجنتہا ۱۲ محمد اسحق عفی عنہ سلہ جمع نجلا فراخ وکشادہ ۱۲

اِحْتَلْتُ فی وصلها جهرا و مختفیا — لم تغن شیئا تد ابیری و لا حیلی

زجرت فی عشقها من جاء ینصحنی — عصیت فی حبها من قام فی عذلی

قد لامنی لائم فیها فقلت له — الیک یا من بلید النفس مرتذل

صددت وما عرفت قدری و منزلتی — شططت وما رحمت مثلی و لم تصل

فتی له همة تعلو مقاصده — ما انفک ذا العزم لا یُصغی الی المزل

ما دام نادیه الا و غادق ارب — ما زال ذا حذر عن صحبة السفل

حتی ترعرع فی علم و فی ادب — و نفسه قط ما مالت الی التذل[1]

انا ابن سادات قوم شاع فضلهم — و سار فی سائر الآفاق کالمثل

قوم[2] من الله انصار بهم لقب — حموا حمی الدین او آووا سبل الرسل

اثنی الرسول علیهم ثم مدحهم — قد جاء فی محکم التنزیل و هو تلی

مع اننی غائر لا ابتغی شرفا — یضاف منی الی آبائی الاول

فهم من المجد قد نالوا منازلهم — ما لی بغیر اجتهاد طالب الحذل

ترکت ملة قوم فی جد و دهم — قد اوقدوا بینهم نارا من الجدل

ان ارتقاء مراقی العز من خطر — لصاحب الهم لا للعاجز الوکل

من خاطر النفس یحظی بالذی قصدت[3] — نعم و ان کان موقوفا علی المهل

---

[1] قوله التذل بسکون الوسط التحسیر المختصر و التذل بضمتین و المهملة خدم الدعوة و الذی بالذال المعجمة حرک وسطه للضرورة ۱۲ [2] قوله قوم بالجر بدل من قوم قبله و بالرفع خبر مبتداء محذوف ای هم قوم لقبهم الثابت من جانب الله تعالی الانصار و حموا حفظوا و الحمی ما یحاط للرعی و یحفظ و آووا من الایواء لا نزال و الاسکان بالمکان ۱۲ محمد اسحق النهتوری [3] خاطر بالنفس اشفاها علی خطرة هلک او نیل ملک و یحظی یعطی ۱۲

ر وم المآثر و الکسلان و اعجبا | شتان ما بین حوز الغر و الکسل
وحلت عن بلدی ولا اهل مغتربا | لما استطبت شذا الارواح فی النقل
وطأت سهلا الی حزن لاصعد فی | کسب المعالی علی اعلی ذری القلل
جبی العلی قد اتی بی سوح حضرة من | اولاه رب العلی بالا نعم الجلل

قصوی مرادی قصارای منتهی ابدا
غوثی ملاذی معاذی منتهی املی

رشید احمد محمود الخصائل ولا | خلارق مرشد اهل العلم و العمل
کنز العلوم و کهف الناس قاطبة | بحر الفهوم وعون الخلق فی الخبل
حوی للطائف طرا غیر ذی عوج | وعی النفائس جواها بلا میل
یا طیب اوصافه فاه الانام بها | حلو مذاقته کالشهد و العسل
ما حد ثوا فی علاه غیر مضطرب | بل الصحیح ولا انکار من رجل
اثار رسوده مقبولة رفعت | مصونة عن قذی التدلیس والعلل
اخبار افضاله مجموع ما حسن | تواترت مثل قطر العارض الهطل
اخلاقه فی حدیث قد رواه صبا | عن الریاض عن الفردوس متصل
بالله من علماء انت یا سندی | تفضیلهم ثابت بالنص وهو جلی

حواشی بین السطور: القصد ۱۲ — المفاخر والمحامد ۱۲ — مسافر ۱۲ — نرم زمین ۱۲ — سخت زمین ۱۲ — بلندی مرتبہ ۱۲ — جمع ۱۲ — عمدہ بیداشتم ۱۲ تیزی خوشبوے ہوا سا ورسفر ہا ۱۲ — جمع معلاۃ مرتبہ بلند ۱۲ — جمع ذروۃ بلندی ۱۲ — اناہ ۱۲ — سلسلہ ہو ۱۲ — اغاثہ ۱۲ — اوآرزو ۱۲ — نے من ۱۲ — جائے پناہ من سبب توجہ ودعائے خود ۱۲ — بدل ما قبلہ ۱۲ — جمیعا ۱۲ — حافظہ ۱۲ — فساد ۱۲ — احاطہ ۱۲ — جمع لطیفہ ۱۲ — جمیعا ۱۲ — خفظ ۱۲ — گویی ۱۲ — لے بگلوا بہا ۱۲ — موصولہ مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — سیا دتہ ۱۲ — تخلیط وتدلیس ۱۲ — السحاب ۱۲ — ریزان ۱۲ — مبتدا وخبر ۱۲ — صفت ۱۲

۵۱ قولہ استطبت ای علمتہ طیبا والشذا قوۃ ذکاء الرائحۃ الارواح جمع ریح والنقل جمع نقلۃ الانتقال ۱۲ ۵۲ سوح جمع ساحۃ الناحیۃ ونضارین ودرالحی ۱۲ ۵۳ ہو غایۃ الامل بان ارضاہ واتباعہ عین ارضاء رب العالمین وعین اتباع فخر المرسلین لانہ محی السنۃ قامع البدعۃ العالم الربانی مجددوقتہ والغوث والملاذ والمعاذ باعتبار التجاء بدعائہ والتعویل علی توجہہ وبذل ہمتہ ۱۲ ۵۴ کہف الناس لان لہ عند اللہ تعالی وجاہۃ وقربۃ فیرجی قبول دعائہ والیشیا برکۃ اولیاء اللہ تعالی تدفع البلایا عن المخلوق وان کانوا مستحقین لحلہا ۱۲

حاشیہ در کنار: ہوالعلم ... ۱۲ — جمع نفیسہ ...

ورثت علما وانت المستحق له — من مصطفى ناسخ الاديان والملل

الله اتاك علما زانه عمل — وانت فى ذاك محفوظ عن الزلل

لله درك مولانا ومفخرنا — من عالم ذى النهى[۱] مفت بلا خلل

علامة قدوة الاخيار منتبه — فهامة اسوة الابرار مكتمل

شيخ امام صدوق حافظ ثقة — محدث حجة عدل من لا زلل

سميدع[۲] لوذعى متقن ثبت — حبر نبيل فقيه غير منتحل

بر كريم تقى زاهد ورع — حلاحل عارف خاش لاله ولى

ذى العقل والعلم نحرير بلا خطا — ذى الفضل والحلم نسيك بلا كلل

صافى المحاسن محتاط حليف تقى — حاوى المحاسن مرتاض اخى نبل

در فريد نقى الاصل ذى حسب — فرد وحيد محق ناقد الدغل

قرم همام لبيب منتهى شرف — قرن اديب فصيح غير مختبل

زال لنجار لقول الله مستمع — حامى الذمار لامر الله ممتثل

يا شمس انك شمس نورها شرع[۳] — عند الهجير وعند الصبح والطفل[۴]

علو جاهك يزرى عز جاهله — الحق يعلو ولا يعلى بمبتذل

الا ان تحتج الفتوى فما اعتمدت — الا عليك الورى فى الحادث الجلل

انت الجواد الذى ما خاب سائله — لا لا ولا خاف موعود من المطل

---

۱ النهى جمع نهية العقل ومفت اسم الفاعل من افتى اى اظهر الفتيا ۱۲ ۲ قوله سميدع بفتح السين والميم وضم السين خطا والسيد الكريم الشريف السخى الموطأ الاكناف والشجاع واللوذعى الخفيف الذكى الظريف الحديد الفؤاد واللسن الفصيح ۱۲ ۳ الله تعالى على الخلق لاظهار احكام الدين وانذار عن المنكرات ۱۲ ۴ الطفل محركا آخر العشى عند الغروب ۱۲

رأى العفاةُ نداك الثمّ فازدحموا — على فِناءك من خاف ومنتعل

لدى غناك سواء لا امتیاز لهم — صفر الایادی واهل المال والدول

ما شان شانك لو عاداك ذو بدع — قد زُيّنت بالسنة الفراء كالحلل

فى قلب شر العدے تاليك مبتدع — جُرح وما جرحه دهرا بمندمل

يهيم فى كل وادی الغی مختبطا — كخبط عشواء او راسلة الهمل

ينفض عن طيب ورد الشرع منقبضا — يميل ميلا الى لا قذار كالجعل

دع ذكر جمع قست بنيا قلوبهم — وقد تنحوا اعمى عن اوضح السبل

ضلوا ضلالا بعيدا عن طريق هدے — خاضوا من الجهل والطغيان فى الخطل

لا تلتفت يا سمام المدعين الى — عدوان قوم غدوا فى الحقد كالجعل

ولا حاق بهم سوء العذاب بما — ظنوا بك الظن عن بغض وعن دخل

كان افئدة الاعداء خافقة — مهابة فى جناحی طائر وجل

لزعم انا فهم ناهيك فضلك يا — غيظ المحسود بفضل الله مكتمل

بذلت همك مقصودا ومنحصرا — فى الفقه فى الدين فى الخلوات والمحفل

كل امرأ فى امور الدهر مشتغل — وانت عن كلها فى احسن الشغل

هذا امديحى فى مدحيك مقتصر — تفصيل فضالك استغنى عن الجمل

سلہ قوله رای العفاة الخ العفاة جمع عافٍ وہو السائل از وحموا احموا جمعوا والحافى الماشى بلا نعل ۱۲

سکہ قوله الهمل محركة السدى المتروك ليلا ونهارا والابل المتروكة سدى من بهلت الابل اى تسيب حيث شارت شاءت على غير طريق ۱۲ سکہ قوله فى الخطل اى الكلام الفاسد الكثير والاضطراب ۱۲

سکہ قوله كل امر الخ ما احسن هذا البيت فى الفاظه فصاحة وفى معانيه بلاغة كيف لا هو بيان للواقع لا مبالغة فيه اصلا ۱۲

قصائد فارسی

جشن

پنجم

یارب ز چیست در چمنستان روزگار
گل گل شگفته گلشن شادی بصد بهار

بربست رفت نالهٔ بلبل ز باغ دهر
هر عندلیب قهقهه ریز است بار بار

دنیا حدیقه ایست گل آگین چو باغ حسن
گیتی صحیفه ایست نگارین چو روی یار

گل یاد میدهد ز گل عارض کسی
دل میبرد ز پهلوی عشاق دلفگار

نرگس که میدهد خبر از چشم نرگسین
دارد برای اهل نظر تیر دلشکار

جوش گل است و نغمه سرائی عندلیب
فصل بهار و زمزمه پردازی هزار

خوبان حور طلعت و گلگشت گلستان
یاران بذله سنج و تماشای لاله زار

زر در کف است گل که زر افشان و شادزی
ساغر بدست لاله که خوش باش دی بیار

خیزد هزار معجز عیسیٰ ز یک وشش
باد نسیم را چو فتد بر چمن گذار

باغ زمانه چهره برافروخت از خوشی
چون عارض نگار خود آرای گلعذار

در هر چمن همی نگرم هر چهار سو
روشن ز جوش لاله و گل شمع صد هزار

قندیل هر شگوفه بهر شاخ گوئیا
دارد نشان روشنی جشن شهریار

سلطان تختگاه خلافت امام دین
شاهنشه سریر امامت هدا شعار

سرو بهار کشور دنیا ملک صفات
شمشاد باغ ملک زمین آسمان وقار

عبدالحمید خان کہ ز عمر و دوش گشتش — برداشتہ است دست دعا در چمن چنار
شاہے کہ زیب گلشن اسلام از و بود — چون رونق بہار عبادت بقلب زار
شاہے کہ پیش عتبۂ والاش باخضوع — باشند جبہ سا ہمہ شاہان نامدار
شاہے کہ نعل توسن او را بسر نہند — از بہر افتخار سلاطین تاجدار
شاہے کہ آستان جلالت نشان او — شد مرجع ملوک عطاکوش و کامگار
شاہے کہ دوستانش گل عیش چیدہ اند — در دست دشمنانش نبود ہیچ جز نجبار
شاہے کہ چون بدید زرافشانی کفش — بحر آب آب گشتہ و شد ابر شرمسار
شاہے کہ داد گستریش کردہ در جہان — انصاف حسب سیّد عمر عادل آشکار
گویم بمدح روشن آن مہر چرخ عدل — خوش مطلع کہ مطلع خور باشدش نثار

مطلع

سلطان دین پناہ شہنشاہ ذی وقار — حامی شرع و سنت محبوب کردگار
ظل الہ آیت حق بر بسیط خاک — انموذجے ز عالم قدسی بروزگار
بر ذات پاک آن شہ نعم المعین دین — محراب و منبر است بمسجد در افتخار
زینت برائے خطبہ بود ذکر خیر او — آرے نماز راست ز الحمد اعتبار
طوفان فتنہ کے برد آنرا ز جا کہ شاہ — کر دست اساس خانۂ اسلام استوار
نازان بذات عالی او بر فروختہ — قسطنطینہ سربسر چرخ کج مدار
ظلم از نہیب معدلتش آنچنان گریخت — کاندر فضائے ملک عدم آمدش قرار
انصاف تا کشید ہمہ جام مے نشاط — بیداد پیچید ہمہ در دِ سر خمار

اے حکمران ملک دو عالم اطاعتت — فرض است بر جمیع غلامانِ حق گزار

شاہا نوشتہ اند فلک را مطیع تو — بر جبہہ اش ز کاہکشان در خطِ غبار

امروز مرجع ہمہ اسلامیان توئی — شد بہر مومنان درِ پاکِ تو مستجار

چون بارگاہ تست معاذ اللہ ار بود — ما را بجانبِ درِ اغیار افتقار

دلدادۂ خیالِ تو قلبِ پُر اشتیاق — جاندادۂ جمالِ تو چشمِ پُر انتظار

از بہرِ دین حمایت تو حصن امن بخش — از بہر کفر تیغ تو برقِ شرارہ بار

مُہرِ تو مہرِ صاحبِ مُہرِ نبوت است — قہرِ تو قہرِ حاملِ شمشیر ذو الفقار

در بزم کائنات توئی شمع دلفروز — در بحرِ شش جہات توئی دُرِّ شاہوار

شور نوالِ تست ختامِ لبِ سوال — صیتِ عطائے تست مرادِ امیدوار

ہندوستان نوالہ خور خوانِ فیضِ تو — اے مستفیض جودِ تو ہر ملک و ہر دیار

نوشید ہر کہ جرعۂ از جام بخششت — بیند مدام حاتمِ طے را باحتقار

خصمت ہمیشہ چادرِ محرومیت بدوش — یارب مدام شاہ بہ مقصود در کنار

در وصفِ دشمنت ز اشعار جملہ غش — در مدحِ دوستت ہمہ نقدِ سخن عیار

باشد کہ از نہادِ بداندیش دولتت — مار زمانہ زود برون آورد دمار

یارب موافقِ تو بدنیا و دین عزیز — یارب مخالفِ تو بکونین خوار و زار

واللیل باد روزے بختِ حسودِ تو — اے طلعتِ منیرِ تو تفسیرِ والنہار

خوانم برائے قطعۂ تاریخِ جشنِ شاہ — یک مطلعِ دگر چو دُرِ شعرِ آبدار

مطلع

جشنے چہ جشن جشنِ طرب خیز و بہجت آر — جشنے چہ جشن جشنِ شہِ صاحب اقتدار

جشنے چہ جشن باعث تعمیر انبساط | جشنے چہ جشن موجب تخریب انتشار
جشنے چہ جشن روشنی دیدۂ سرور | جشنے چہ جشن تیرگی چشم اضطرار
جشنے چہ جشن عیش و نشاط دل حزین | جشنے چہ جشن روح روان تن نزار
جشنے چہ جشن فرحت ہر قلب مضطرب | جشنے چہ جشن راحت ہر جان بیقرار
جشنے کہ چون صبا خبرش برد در جہان | بر فرش خاک ریخت سپہ نافۂ تتار
جشنے کہ چون بشارت جان پرورش رسید | اہل عدم ز خواب عدم گشتہ ہوشیار
جشنے کہ نور مژدۂ جان بخش او فگند | بر خرمن روان عدو شعلہ ہاے نار
جشنے کہ خوش نوید طرب زاش آمدہ | سرمایۂ سرور براے دل فگار
جشنے کہ نام صاحب جشنش چو بردہ ام | زد بوسہ بر زبان لب من صد ہزار بار
عبد الحمید خان شہ شاہنشہان دہر | جان و دلم فداے چنین نام خوشگوار
سلطان ما خلیفۂ ما پادشاہ ما | شاہان دہر بندگیش کردہ اختیار
تمکین سپہر اوست بر و مہر نور زا | اقبال بحر اوست و رو دُرّ آبدار
انعام تو برای اہل زمین است بے عدد | احسان تو بر اہل زمان است بے شمار
اے خسروے کہ غایت اطناب مدح تست | در مذہب ثناگری ایجاز و اختصار
بدگو ہمی خوار و خر مست حرف چون زند | آید ندا ز چرخ کہ عجلاً لہ خوار
نعل سم سمند تو زیبا بر آمدہ | در گوش نو عروس ظفر ہمچو گوشوار
در قبضۂ تو ابلق ایام را عنان | و اندر کف تو اشتر افلاک را مہار
از قوت حمایت اسلام در پناہ | و ز پشتی حمایت ایمان بزینہار
ما بندگان حضرت پاک تو ایم و بس | با دشمنان بکفر نداریم ہیچ کار

جشنِ جلوسِ توز پے بندگانِ تو عیدیست وہ چہ عید طرب ریز و عیش بار
ہر سال باد جشنِ تو شمعِ شبِ وجود اے روشنی مہر زرا ے تو مستعار

رعبِ ثنا طراز تو تاریخ جشن گفت
یاد از برائے این شہ دیہا جشن ہزار

۱۳ ۱۸ ہجری

قصیدہ شکایت زمانہ

رجز

دی شب بسپِ تماز کہ بودم بہ پیچ و تاب سر را نہادہ بر سرِ بالین برائے خواب
خوابم نمی ربود و دو چشم نمی غنود دل با ہزار غصہ و جاں در صد اضطراب
افسانہ خواں اگرچہ فسونہا سے دمید لیکن ز خواب چشم مرا بود اجتناب
گوئی کہ بود دیدۂ من پیر سالخورد تا خواب ازو گریختہ چوں شاہد شباب
گوئی کہ غصہ را ز من آباد کردہ اند قلبم ملال خانہ و چشم کشادہ باب
قلب چہ قلب قلبے وا ز صدمہ داغ داغ چشمے چہ چشم چشمے و از گریہ آب آب
قلب چہ قلب قلبے وا ز داغ چوں چمن چشمے چہ چشم چشمے و پر آب چوں سحاب
دل را بمن مرا بدلِ خویش صد سخن گاہے مرا بدو گہے او را بمن خطاب
دوران در گذشتہ بیاد آمدم ہمے از راحت تو طن و از رنج اغتراب
ناگہ یکے غنودگیم نیک در ربود نے نے کہ جوشِ غم ز خودم کردہ در حجاب
شبگیر دی خیالِ من پیکرے نمود اے وہ چہ پیکرے کہ بدل کردہ جا شتاب
خورشید وش سیتے ز قدم تا بفرق ناز انداختہ بعارض چوں مہ سیہ نقاب
بالائے آن نقاب سیہ زلف خم بخم یعنی دو سایہ جلوہ نما بر یک آفتاب

پیراہن از حریر سیہ کردہ زیب تن
با قامتے کہ در چمنستانِ خوش قدے
در خیمہ اطلسِ شبگون فگندہ رخت
بر مسندے نشستہ بتمکین و عز و ناز
رفتم بہ پیشِ آن بت مغرور و گفتمش
تو با قدے چو سرو زگلزار کیستی
برخیز و رنجہ کن قدم از بہر سیر باغ
از رخ نقاب برفگن اے آفتابِ حسن
گفتا خموش رعب مگو ہرزہ پیش ازین
در پائیش او فتادم و گفتم خطا بخشش
شد نرم از سماجتم آن شوخ سنگدل
مشہور نام من شفقت ہست در جہان
مُردا ید ریغ آنکہ ہمی نام داشت رحم
در ماتم برادر خویشم سیاہ پوش
این گلشن است شیخ مشالیہ جہان
گلگشت گل کجا و من تفتہ دل کجا
باز آمدم ز خواب چو بشنیدم این قدر
نے رحم ماند و نے شفقت در جہاں دریغ
دامان صبر گیر و منال از جفائے چرخ

نظم فارسی موسوم بہ علاج دل جلسہ مدرسہ تکمیل الطب ۱۹۰۶ء

رباعی

صد رنگِ نشاط یا سرود ستارے
صد جوش بہار یا درود یوارے
خوش زمزمہ پردازم و حیرانم رعب
این تکمیل الطب ست یا گلزارے

دیگر

این مدرسہ ہر امید نو مید دہد
تاریکی را ضیائے خورشید دہد
ہان مژدہ بگو مردہ دلان را اے رعب
تکمیل الطب حیاتِ جاوید دہد

ترکیب بند

(بند - ۱)

دلم بُرد ست از پہلو نگارے شوخ طنّازے
بعیّاری ہمہ غنچہ بدلداری ہمہ نازے
نکو روئے نکو خوئے نکو گوئے نکو بوئے
خوش اخلاقے خوش الفاظے خوش آہنگے خوش آوازے
غزل گوئے غزل جوئے غزل خوا ہے غزل خوانے
سخن سنجے سخن فہمے سخن دانے سخن سازے
ملو آن خال ہندو ویش کہ جادوئے نظر بازے
ملو آن زلف جادو کیش کہ ہندوئے رسن بازے
دہانش نقطۂ گویا ز کنہِ لامکان رمزے
میانش نکتۂ گویا ز اسرار عدم رازے
بجا کل سحر بر دوشے بلب اعجاز در دستے
[illegible] بمژگان ناوک اندازے
بسر در گلشن بوستان [illegible]
[illegible]

نیاشد هیچ با سودائیانِ خود سر و کارش
ز نخوت او گرفتارِ خود و گیتی گرفتارش

بند (۲)

ربودست انچنین آشوبِ عالم صبر و آرامم — فزودست انچنین بر بهمزنِ دل درد و آلامم
عجب از انقلابِ دهر کز واژونی طالع — مسیحائے زمان شد موجبِ اوجاع و اسقامم
حیاتِ جاودان بخشد مرا ذوقِ عتابِ او — دهد کاچ انگبینے زان لبِ نوشین بدشنامم
گرفتارم بعشقِ خالِ آن رخسارِ آتشگون — اسیرم کرد چشمم دانهٔ اسپند شد دامم
صداعِ خوذه میگوئی میفزا دردِ سر همدم — که از حدِّ قرانیطس گذشت اعراضِ سرسامم
بجانم گر نفگندست عشقِ پخته کار آتش — چرا شد مستحیل اینک بصفرا البلغمِ خامم
درونم سبزه رنگے مشکموئے سوخت ست از غم — نخواهی یافت جز صفرائے سوداویّه اورامم

بد نسیان گر به پرهیزید از من چاره سازِ من
بسلِّ منجر شود روزے تبِ احشا گدازِ من

بند (۳)

شبابش آمد و حارِ غریزی حدّت افزا شد — مرا سوزِ نهانی التهاب آرائے احشا شد
خیالِ خال و گیسو و خط و ابروئے آن کافر — جنون خیز و جنون ریز و جنون بیز و جنون زا شد
میسّر از احتراقِ مرّهٔ سودا بمغزِ سر — که قطرب مانیا و مانیائے من صبارا شد
نشد ما یخنسِ من منزلِ سرسامِ صفراوی — حجابِ حاجزِ من شاهدِ برسام را جا شد

رہینِ اشتدادِ اشتعال خلاط تا حدے
کہ بلغم خون وخون صفرا وصفرا جملہ سودا شد

دماغم معرضِ آفت چنان کاہستہ آہستہ
دوارم شدر وسدرم صرع وصرعم سکتہ پیرا شد

تپ لیفوریا سے من کنزا سیدت ار صفرا
درونِ گرمِ من برق افگن کشتِ مواسا شد

فغان یاران کہ غارت بردہ است آرامِ جانِ من
ز دل صبر و شکیبِ من ز تن تاب و توانِ من

(بند ۴)

بسوزم در غمِ آن شعلہ روئے خشمگین تا کے
دلِ گرمم رہینِ نالہائے آتشین تا کے

بیادِ آن رخ و چینِ جبین و لعل نوشینش
کشم بارِ گلاب و سرکہ و سرکنگبین تا کے

بشوقِ طوفِ قصرِ آن مسیحا اے اجل آخر
فغانم بگذرد از بامِ چرخِ چارمین تا کے

من آرم سجدہ پیشِ آن بت و او روبگرداند
نیازم آنچنان تا چند و نازش آنچنین تا کے

تنم زار و سرم گردش مدار و دیدہ ام گریان
رخم زرد و لبم خشک و دلم آتش نشین تا کے

کدامین ناخنم این عقدۂ دشوار بکشاید
گرہ در کارِ من تا چند و چینش بر جبین تا کے

بیا اے مرگ اگر آن قاتلِ بدخو نمی آید
رہین این ہمہ درد و المِ جانِ حزین تا کے

چہ سازم سیرم از جان چارۂ دیگر نمیدانم
بہ تکمیل الطب آیم بو کہ خیز و مشکل رہانم

(بند ۵)

بلے آن درسگاہِ طب منور درسگاہ آمد
کہ یک یک ذرۂ تابندہ اش خورشید و ماہ آمد

ندیدم درسگاہے اینچنین حکمت فزا ہرگز — زمن این دعوی و بقراط و افلاطون گواہ آمد
کمین خدمتگزار این ہمایون درسگہ بینی — کہ اندر دانشش دیباچۂ علم و فن را پادشاہ آمد
تو پیدائی تندرستی آرزو دیان مرض ہون — کہ ماوائے شفا این درگہ صحت پناہ آمد
ولیکن تا نہ معاذ اللہ غلط گفتم کہ اسبابے — ہو الشافی سرانیش ہر لب برگ گیاہ آمد
ہر آنکو رو بیاورد از ہمہ درہا سوی این در — یقینم آنکہ از گمراہی خود رو براہ آمد
کسیکہ ز جہل خود بتافت سر ازین فن — بدانم کز علو جاہ اندر تحت چاہ آمد

خوشا این مدرسہ کز گنج شفا را مخزن ست آرے
وگر دامان تکمیل الطب دوست من ست آرے

(بند ۲)

چگویم نام تکمیل الطب لذت بجان بخشد — مرا این نام جان پرور حیات جاودان بخشد
زدو بیتے شور در آید بہ شور شوق طب اینجا — مرا این درسگاہ خوش ہمی بخشد ہمان بخشد
تہیدستان علم و فضل را از یزدلی ہر دم — زر و گوہر صد حکمت و فن بحر و کان بخشد
بخشیدن ندارد بخل استعداد اگر باشد — بطالب ہرچہ بخشد بعد نقد امتحان بخشد
صلائے عام ہر کس را ز دست احسان و ایثارش — بہ خرد و کلان بخشد بہ پیر و جوان بخشد
نہ بیند گو ببین کور اندرون جود و نوالش را — نہانش نیست بخشش ہر کرا بخشد عیان بخشد
زسعی خوش اسیر فتنہ را در جوے باز آرد — بہ اہل ہند یعنی حکمت یونانیان بخشد

یکے دارد تعلق ہم بہ نزدیکان ہم از دوران
خوشی بخشد بہ غمگینان شفا بخشد بہ رنجوران

بند (۷)

ز سعی این درسگاہِ طب تعالی اللہ حیے شانش
کہ باقی شد حکیمے حاذقے یکتائے دورانش

حکیمے اجمل آن عبد العزیز آسمان رفعت
برفعت برگذشت از آسمانہا بام ایوانش

حکیمے خوانم او را یا امامے مرجع حکمت
کہ در حکمت شرف داوست نیز او بر حکیمانش

رسید اندر ہمہ گیتی صلائے فیضِ عام او
فتاد اندر ہمہ آفاق صیتِ بذل و احسانش

حکیمے دیگر آن عبد الحفیظ دور بین باشد
کہ شد این مدرسہ روشن ز مہرِ رائے تابانش

فروغے یافتست از نورِ ذاتش این اقلیم
کہ ہست این مدرسہ گلزار و او فصلِ بہارانش

عجب نبود کہ روزِ حکمت آموزد بہ لقمان ہم
اگر حقا خورد یک لقمہ از حکمت فراخوانش

ایا عبد العزیز اے جانِ حکمت اے روانِ فن
ایا عبد الحفیظ اے کنہ بین اے نکتہ دانِ فن

بند (۸)

شما آرے شما ہستید امروز آفتابِ طب
شما آرے شما مستید امروز از شرابِ طب

شما آرے شما تابان و خوش جوہر کہ میدانم
یکے را آفتابِ طب دگر را ماہتابِ طب

شما آرے شما شافی و خوش نسخہ کہ می‌بینم
یکے را انتخابِ طب دگر را لاجوابِ طب

شما آرے شما دانید یکدیگر جدا کردن
درست از نادرستِ طب صواب از ناصوابِ طب

شما آرے شما فہمید با صد نکتہ پردازی
ہمہ تفصیلِ بابِ طب ہمہ شرحِ کتابِ طب

شما آرے شما بحرید بحرے کاندران زاید
ز فیضِ ابرِ نیسان اندر آن خوش آبِ طب

شما آرے شما بنمودہ اید اہلِ بصیرت را — دریں ہنگامِ پیری جلوۂ حسنِ شباب طب

شما کردید حفظِ آبروئے رفتۂ این فن را
شما دادید آبِ زندگی این مردہ گلشن را

(بند ۹)

ہم آغوشِ اثر رُعب ثناخوان دعا بادا — شما را ہمنشین و ہمنفس حفظِ خدا بادا
شما بہرِ خدا کردید این فن را نگہبانی — خدا از دیدۂ بدبین نگہبانِ شما بادا
شما حاجاتِ رنجوران بر آوردید از ہمت — شما را ہر زمان لطفِ خدا حاجت روا بادا
بداندیشِ شما را روح فرسا زہر رنج و غم — ہوا خواہ شما را نوشِ شادی جانفزا بادا
جمالِ درسگاہے کز شما دارد صد آرائش — ہمیشہ جلوہ آرا با ہمین حسنِ ادا بادا
بود تا رونقِ بزمِ فلک مہر و مہ و انجم — فروغ اندوزِ زیب و زینت بے انتہا بادا
درین گلشن ہر آنکو عندلیبی کرد و وارد — بگلبانگِ ثنا ہمرنگ رُعب خوشنوا بادا

الٰہی از زبان خواہند تا حسنِ بیانش را
بیفزا عز و شان ہم مدرسہ ہم حامیانش را

عشق ہندی و لعبت چینی

مپرس اے ہمدمِ دیرینہ از دردِ نہانِ من — کہ سر تا سر بود آشفتگی از داستانِ من
مگو از موج و کشتی کاضطراب است دلِ ارم — مخوان از برق و خرمن کآتشِ عشق است جانِ من
من و خوکردگی با غم تو گوئی عشق ہا دارد — دلم با لذتِ درد و فلک با امتحانِ من

هیولائے محبت گر بپرسی قالبم بنگر
وگر از جوہر غم دم زنی تیک روانِ من

منم بر خوانِ غم آن میہمانِ غم فراوانی
کہ خوردن را نیاید جز غم من میہمانِ من

غم عشقم ازل زادست لیکن آہ از غم عشقم
کہ ہست آبستن حرمان غم عشقی ازانِ من

خوشم ناید سوادی جز سواد زلف نیکویان
بود این ظلمت آبادِ دلِ بد ہندوستانِ من

زعشق گلرخان ہند دارم داغہا در دل
خوشا گل کردہ در پہلو بہار بوستانِ من

کنون ہر چند از ہندوستان فرسنگہا دورم
مگر یاد بتانش ہست وردِ ہر زبانِ من

بخاک ہند و خوبانش کہ نیرنگِ جنون ست این
کہ دور افگندہ از ہندم دل وحشت نشانِ من

بسوے ملک چین از مقتضائے عشق رو کردم
کہ بو کانجا نباشد آسمان ایذا رسانِ من

نہادم دل بسیر کشورِ چین و ندانستم
کہ باشد چین پیشانی طالع ہمعنانِ من

بہ پیکین رخت افگندم کہ تا زین باغ گل چینم
ز فریاد آرمید انجا درائے کاروانِ من

نظر بازی نمودم وقفِ حسن لعبتانِ چین
شد آخر لقمۂ از لعبتانش دستانِ من

ربود از پہلوم دل نونگارے ماہ رخسارے
نگاہش با ہمہ کوتاہ چشمی مہربانِ من

نظر ہا بامنش لیکن آہ از ناسازیِ طالع
زبانہا مختلف صد خندہ آرد بر فغانِ من

اگر ہم بزم او باشم بجز حیرت نیفزاید
بمن حسنِ کلام او باو طرز بیانِ من

اشارتہاے شوق انگیز او اسرار گوئی او
نیاز اضطراب آمیز من افسانہ خوانِ من

کہ و کو راز دان تا رحمت آرد بر من و گردد
بہ نزدم ترجمانِ او بہ پیشش ترجمانِ من

عجب مشکل کہ راز عشق گفتن بر نمی تابد
کہ گر دو را ز من ظرف آزمائے از دانِ من

میسر آیدے مپرس ای رعب از حالم سخن کوتہ
بود این شعر با اندک تصرف بر زبانِ من

زبان شوخ من چینی و من چینی نمیدانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

سیر نگارستان چین

صد تحیر جوششی و سیر نگارستان چین — وہ کہ رعب بیدل از نظارۂ خوبان چین

از عجب دیوانہ زلف پریرویان ہند — خاک بر سر حشت آباد جنون سامان چین

خوگر ناز بتان ہند جویدشان ہند — عشوہ ہاے لعبتان چین بود شایان چین

گلرخان دہلی و رنگین لبان لکھنؤ — نیست ممکن گرچہ باشد شہر سکین جان چین

حسن در آئینہ رویانش بود حسن دگر — عشقباز ہند اندر چین بود حیران چین

لالہ رویانش ز پوڈر چہرہ را گلگون کند — یک طلاے سرخ بہر لب مسی و یان چین

خوش نگاہان خرد چشم و جاحظ العین از ازل — ہست در آماج ہر چیزے کہ باشد زان چین

سرو پا معدوم یعنی با خرام حشر زا — خوش قدان گو از قیامت بردہ در میدان چین

حسن خوبانش بہ رنگ آمد قیاسے کن کہ ہست — چشم خرد و پاسے شد از حسن سیمایان چین

آہوانش رم کنند از چون منِ دیوانہ حیف — دور خود را میکشد از دست من دامان چین

بر غریبان این نکورویان روا دارند جور — کیست تا گوید سخن در حضرت خاقان چین

ہمصفیران بر من از خندند بشنو و جائے طعن — بلبل ہندوستان و نغمہ در بستان چین

من شہید غمزۂ ہندی بتانم از ازل — این دل مجروح خود را کے کنم قربان چین

اندرین گلشن کہ از بہر تفرج آمدم — دامن دل چیدہ دارم از گل و ریحان چین

منطق شیرین لبانش را نہ فہمم کا نیست — من نیم دیوانہ تا حسرت خورم بر خوان چین

آنچہ بشنیدیم آواز دہل از دور بود — شہرۂ حسن و جمال و ہیبت عز و شان چین

راست گوی ای رعبا عشق ہند دارم شوق نیست — من نیم خواہان زینت با نیم خواہان چین

نگارستان چین

ون ۱۹ء

من و ترکِ سوادِ ہند و فرطِ شوق و عزمِ چیں — دریغا اے عافیت سوزی۔ نویدا اے مصلحت دانی
کجا دھلی و کلکتہ کجا شنگھائی و پیکن — سرت گردم کہ اے جوشِ جنون عجوبہ سامانی
سفر کیا ہہ در دریا و رخ سوے دیارِ چین — دل اندر پہلوم یک قطرہ خوں با شوقِ طوفانی
برو از ہند گو تا چیں گرہ در کارِ خود بیند — ولے کز چہرۂ بخشش ترا او چینِ پیشانی
چو من رہ کردہ خوباں نخواہد بود در گیتی — باین رہ کردگی دارم بدل صد عشقِ پنہانی
نخستیں نقش حُسنے کز نگارستانِ چین دیدم — بتانِ سادہ رو بودند سنگِ شیشۂ ایمانی
ہمہ آئینہ رویاں کز کفِ مانی بجالاکی — دمِ پیکر کشی بربودہ کلک از رگِ حیرانی
ہمہ تصویرہاے حُسن کز بس شوخی و شنگی — یکے آشوبِ صد بہزاد و دیگر مرگِ صد مانی
سیہ چشمانِ آہو رم۔ سیہ زلفانِ مشکین مو — بود سودائی شاں وحشی و وحشت پریشانی
زبانِ شاں صفیرِ طائرانِ خانہ پروردہ — کہ باشد دور از فہم و خوش آید از خوش الحانی
بتانِ خرد سال آشوبِ جانِ طفلانِ بے پروا — کہ نشناسند دل از لعبتِ بازیِ نادانی
ذکورت با اُنوثت ہم بغل سرتا بپا شاں — بموی و جامہ ہر یک جامعِ نوعینِ انسانی
صبیحانے بہ شکلین جعدہاے خم بخم گوئی — کہ حورانِ ارم ہستند در ملبوسِ غلمانی
شدم محوِ تماشاے نو آئیں عشوہ خوباں را — نگاہِ شوق گویا وقفِ شکرِ جلوہ ارزانی
بدل گفتم پس از نظارۂ ایں جعد ایں عارض — نکردن وصفِ شاں کفرست در کیشِ سخن دانی

جوابم داد دل کاے رعب خوش خوان گر زمن پرسی
ز ابیاتِ عرب بیتے بگویم تا تو بر خوانی

چہ نیکو گفتہ بیتے بونواس آں شاعر یکتا ‏ ‏ کہ اندر نغز گوئی خویشتن را داشت کم ثانی
بتازی گرچہ ہست آں بیت لیکن ہم ازاں معنی ‏ ‏ بگو در پارسی آنرا تو ہم از بندہ سنجانی

بیت

بخواہم جام مے از دست غلمان پیرہن حورے
کہ باشد عاشق شیدائش ہم لوطی ہم زانی

ع ابو نواس کے قصیدے کا مشہور شعر جس کی طرف مولانا نے اشارہ فرمایا ہے یہ ہے

مِنْ كَفِّ ذَاتِ حِرٍ فِيْ زِيِّ ذِيْ ذَكَرٍ
لَهَا مُحِبَّانِ لُوْطِيٌّ وَّ زَنَّاءُ

قطعہ

تاریخ طبع تذکرہ گلزار سخن مصنفہ بابو جگناتھ پرشاد صاحب فیض

مژدہ خوشخواناں کہ شد مطبوع رنگیں تذکرہ ‏ ‏ وہ کہ رنگیں تذکرہ یا گل بدستار سخن
در شہوار سے معاذ اللہ غلط گفتم غلط ‏ ‏ طرفہ دریا پر از درہائے شہوار سخن
گرمی آتش بجان شعلہ افگن دیدنی ست ‏ ‏ یوسفی مشعل فروش آور ببازار سخن
حبذا کلک بہار انگیز رنگیں نقش فیض ‏ ‏ کز چناں شاخ اینچنیں اشگفتہ ازہار سخن
فیض دانی کیست فیض آن شمع بزم علم و فن ‏ ‏ کز چنیں روشنش می تابد انوار سخن
آنکہ در بزم سخن ہنگام معنی سنجیش ‏ ‏ کمتر از کمتر شمارد ذوق لبسیار سخن

قلزم فیضی که گوئی گردد از طبع روان
تا ل کلک او رگ ابر گهر بار سخن

کلکش از جوش معانی چشمه ساز شعر تر
طبعش از فرط روانی ابر مدرار سخن

بر حریفان خوان الوان سخن گسترده است
تا که مهیا شد ازین خوان زلّه بردار سخن

خوش خیابانی بود هر صفحه زین رنگین کتاب
کاندران شد فکر باغ آرائش گلکار سخن

هست گلزار سخن نامش ولے از روئے نقش
میتوان گفتن نهالستان انمار سخن

چون بصد جوش بهار از گلشن آباد این
شد مشام آرا هم این گلزار افکار سخن

عندلیب طبع من زد نغمه تاریخ طبع
اے زہے ہے ہے زہے گل کرد گلزار سخن

ہجری ۱۳ ۲۷

سال هجری گفتم و دل گفت خوش گفتی ولے
هاوهو بگذار ای مست قدح خوار سخن

مصرع دیگر بخوان هان مصرع دیگر بخوان
تا بخوانندت که شد دیوانه هشیار سخن

گفتم از گلزار خیزد مستی و دیوانگی
این نیست گلزار و منم مست جنون کار سخن

ورنه گلبانگ سنین عیسوی خواهم زدن
گلبن شعر و بهار بزم و گلزار سخن

۱۹ ۹

گفت ای رعب سخنور مصرعے نیکوست این
لیک لفظ بزم دور آمد ز هنجار سخن

گیر هم از شعر و سخن رسم است بزم آراستن
نکته چین را اینقدر کو فکر در کار سخن

گفتم این را هیچ مگو اندیشه ای جانان عجب
ای نگاه ژرف پیمائے تو معیار سخن

اینکه میگویم بتقیید مضاف بوده است
حسب قول اُستاد آن سحر طراز سخن

بے لطیفہ تخرجہ با تعمیہ عیب ست عیب
ورنہ گر زیں قید مانندِ عوام آیم بروں
تا نگیری خرجہ ور ذوقِ تناسب پروری

ونچنیں تاریخگوئی نیست جز عارِ سخن
ہم تو دانی بر من آسان ست دشوارِ سخن
گر نہم از تخرجہ داغے بر خسارِ سخن

سالِ ہجری لاکلام این ست بے مثل و نظیر
گلشنِ شعر و بہارِ نظم و گلزارِ سخن

۱۴۸ ۔ ۲۱ ۔ ۸ ۔ ۱ ۔ ۲۷ ۔ ۱۳۱ ھ
۲۷ ۱۳ ھ

شفیقی ... ۱۹۱۵ء

قطعہ

بیا تا بر آریم دستِ دعائے
کہ ایں درد را نیست بیم دوائے

مجو کاندریں دیو مردم نیابی
ز مردم نشاں جز بمردم گیائے

دریں ناکس آباد ناآشنایاں
چو ناآشنائی مداں آشنائے

ز عنقا طمع داشتن بیضہ یعنی
ازیں بیوفایاں امید وفائے

بخود ساز در گوشۂ غم وگرنہ
کجا ہمصفیرے کجا ہمنوائے

ہمانا کہ جز کنجِ خلوت نیابی
اگر میتواں راہ بیروں بجائے

مخواہ ارزش خود ازیں خود فروشاں
کہ با بیخودی رعب یابی بہائے

نظم

بتقریبِ ادائے شکریہ

عالیجناب معلی القاب مسٹر اے ال۔ سانڈرس صاحب بہادر کمشنر صوبۂ اودھ
پریسیڈنٹ جلسۂ سالانہ مدرسۂ تکمیل الطب منعقدہ ۴ نومبر ۱۹۱۰ء

چیست این بزمِ دل آرا مایۂ حسن و جمال
کیست این ہنگامہ آرا جامعِ فضل و کمال

مرحبا ہنگامہ آرائے کہ کم دارد مثیل — حبذا بزمِ دل آرائے کہ کم دارد مثال

بزم یا باغِ حیات افزا کہ از فیضانِ او — مُفلتِ دکانِ نسیم آمد متاعِ اعتدال

از سُموِ اسائے فن ست این محفلِ فرخ طراز — بہرِ تکمیل الطب ست این مجمعِ فرخندہ فال

چیست تکمیل الطب اعنی آن ہمایون درسگاہ — کو عروجِ تازہ فن را داد ہنگامِ زوال

درسگاہے نے کہ زیبا شاہدے تابان رخے — روشن از مہرِ جمالش ہم تصور ہم خیال

منّت ایزد را کنون بر عمرِ این رعنا نگار — با فروغِ حسنِ روز افزون سر آمد نہ ز سال

اینکہ شمع افروزِ بزم اند این ہمہ اعیانِ قوم — باشد از بہرِ بہار افزائیِ این نونہال

اختتامِ حول تاسع را رسد این اجتماع — افتتاحِ عامِ عاشر را سزد این احتفال

بارک اللہ انجمن کا نراست صدرِ انجمن — مسٹر اے۔ ال اسانڈرسن آن مخزنِ جود و نوال

حاکمِ انصاف گستر حکمرانِ عفو دوست — داورِ فرخندہ محضر سرورِ نیکو خصال

جلوہ پیرائے کمالِ طب با نوارِ قدوم — چہرہ آرائے فروغِ فن با سلوبِ مقال

کس نگیرد خردہ تکمیل الطب از ناز و نخوتش — کز طفیلِ مقدمش اندوخت صد عز و جلال

شکر للہ یافت رُوئے این نگارِ علم و فن — غازۂ حسنِ قبولِ انجمن دانش سگال

اے سراپا دانش اے دانائے دانشور نواز — کز تو تکمیل الطب آمد جانِ مستقبل ز حال

وقت آن آمد کنون کین درسگاہِ علم را — از رخِ مبدا تراود رنگِ مقصود و مآل

شکرِ فیضِ مقدمت واجب بود بر بندہ عز با — ہم بدینسان بادہائے عز و جاہت اشتغال

تا چمن پیرا سروِ خوش قامت فزاید زینتے — تا بہ بستان سبزۂ بیگانہ را باشد مجال

دوستانت سروسان رفعت پسند و سربلند — دشمنانت سبزہ سان پستی گرا و پائمال

قصیده

بتقریب مراجعت از کعبہ جناب قبلہ حکیم عبدالعزیز صاحب

رحمۃ اللہ علیہ اسم تاریخی خہی مراجعت

شبم بخواب خوش آمد پریوشے طناز
بجلوه حوصله سوز و بعشوه صبرگداز

بتے که آمده مشقِ خرامِ نازش را
هزار فتنهٔ محشر بساط پا انداز

سهی قدے همه حسن و لطافت و خوبی
سمن برے همه غنج و دلال و غمزه و ناز

چو فرصتِ طربم خیالِ او کم و کوتاه
چو روز تیرهٔ من زلفِ او سیاه و دراز

میان ندارد و بندد کمر بقتلِ جهان
دهان ندارد و گوید سخن ز عالم راز

کسے چو لعلِ لبِ او ندیده معجز خیز
کسے چو چشمِ خوش او ندیده سحر طراز

تبسمی که نماید فنِ هزار اشراق
تکلمی که گشاید در هزار اعجاز

بطره که چو مسکین دلم تمام شکست
بغمزه که چو طفلِ سرشک من غماز

بموے کرده اسیرِ بلا دلِ محمود
بروے ورزده آتش بجانِ ایاز

لطافتی که بود رنگ رخ ز موجِ هوا
نزاکتی که کند خوی ز گرمیِ آواز

بمنطقی که زمستانه نغمه اش دارد
نی هزار طرب با ایاغ سامعه باز

بعارضی که ز افگندنِ نقاب کشد
در هزار تجلی بروے باصره باز

شمائلِ [illegible] و اندازه [illegible] غرور
خصائلِ [illegible] و انگیزه ادا سے نیاز

ز لطف آمده نزدیک من نشست و نشید
ز گلفشانیِ شاخِ سخن چمن پرداز

کہ ای باوجِ تلاشِ معانی کمیاب
ہمای فکرِ بلندِ تو لامکان پرواز

عجب عجب کہ نکردست ز خواب خوش بیدار
نوایِ نغمۂ مسعود کاروانِ حجاز

بخیز چیست قدم نہ بوادیِ ادراک
خلاص واہمہ دہ از غمِ نشیب و فراز

بقطعِ منزلِ ہمت کشی تن آسانی
شکستہ پائی خود را دلیلِ راہ مساز

ز لعلِ نازکشش این نغمہ زخمہ زد گوئی
کہ کرد تارِ رگِ شوقِ دل تپیدن ساز

دو چار بوسہ زدم بیخودانہ بر لبِ او
کہ بود شہد فروشِ حلاوتِ انداز

سپس بشیوۂ عشاق گفتم از رہِ شوق
کہ ای ز شعلۂ حسنِ تو تابِ دل بگداز

دلِ تپانِ من و یادِ چشم و مژگانت
ہمان حکایتِ گنجشک باشد و شہباز

ز نامِ خویش نشانے دہ از کرم بارے
کہ آید از درِ دل فوق بعد ذوق فراز

بخندہ گفت کہ وہ وہ بہوش باش اے رعب
چہ بیخودی تو کہ خود راز خود ندانی باز

منم جمیلۂ حکمت باین ادائے کمال
منم عقیلۂ فطنت باین کرشمۂ ناز

دمیکہ این گہر از حقۂ دہانش ریخت
کشود حافظۂ من درِ خزینۂ راز

ز کاروانِ حجاز آنچہ راندہ بود سخن
نوائے شوقِ طلب رانمود در راہِ حجاز

بگفتم ای چو من زار در صفِ عشاق
تو در جماعتِ خوبان یگانۂ و ممتاز

بطرزِ تازہ رخ امروز بر فروختۂ
کہ بردہ گرو از مہر طلعتانِ طراز

ہمین نشاط ہمانا بخاطرت جوشید
کہ قبلۂ تو پس از حج کعبہ آمد باز

سترگ قبلۂ حکمت بزرگ کعبۂ من
برند حکمت و فن پیشِ او ز شوقِ نماز

بلند مرتبہ عبد العزیزِ روشن رائے
سپہر مہر نشان آفتاب ذرہ نواز

شہ قلمروِ تحقیقِ فن کہ جالینوس
کند بدرگہِ او اعترافِ عجز و نیاز

باہتزاز درآر در روانِ رازی را — اگر نسیم بیانش وزد بگلشنِ راز
بنزم وصف کمالش ز صاحبِ قانون — اگر رود سخنی ہست شور کاسہ نواز
زبان کنم کہ بگویم کہ لکھنؤ از وے — نجیب راست سر توند و قطب را شیراز
شکوہ غارس تدبیر او سپردہ نموز — نہال صحتِ اجسام را کہ سر بفراز
نہیب رایض تشخیص او گرفتہ عیاں — سمند سرکشِ ایام را کہ برزہ متاز
ضمیر روشن و شفافیِ او کہ آئینہ ایست — کہ اندران شدہ اسرار غیب عکس انداز
فگندہ پردہ فردا ز چہرہ امروز — کشیدہ غازۂ انجام بر رخ آغاز
ز سر فروغ دہد رو بدیدۂ اعمے — کند چو سرمہ اش از خاک زیر پا افراز
صلا ز سایۂ او نخل علم را کہ ببال — ندا ز مایۂ او بذل فیض را کہ بیاز
شہا کمال پناہا خجستہ درگاہا — کہ از تو مملکتِ فن بود بزینت و ساز
توئی کہ بردہ ز نیر حقیقت فن — دریں زمانۂ ظلمت اثر کسوفِ مجاز
بمسندست کہ ندیدست مسندت ہرگز — چو شمع ذات تو مسند فروز صد اعزاز
ز فیض رشح سحاب تو جنۂ تو بود — کہ آب رفتۂ حکمت بجوے آمد باز
ز باغ خلق تو اہل حسد چہ بو برند — درِ بہشت بود بر گروہ کفر فراز
چنین جماعتِ ابلیس کیش را فرمائے — کہ تازیانۂ قہرت شود شہاب انداز
تو شاد باش بصد سرخوشی ز بادۂ علم — بگو حسود بسودائے جہل سر می باز
نہ کس بجاہ و جلالت مقابل و ہمسر — نہ کس بفضل و کمالت مساہم و انباز
بعہد جود و سخائے تو پیش اہل لغت — مرادف آمدہ معنی و عدہ و انجاز
شود ز فیض ثناخوانیِ تکلم تو — کلام مدح طرازِ تو روکشِ اعجاز

تبارک اللہ ازین روز دلفروز طرب
کہ باز دیدۂ خدام شد بروی تو باز

ہزار تہنیت باد از غلامانت
کہ خرم آمدی از سیر بوستانِ حجاز

دران حریم تمنا قرا بفوزِ مرام
خود از خدای شنیدی بشارتِ قد فاز

ہزار مژدہ ترا باد صد ہزار نوید
کہ بودۂ بدرگاہ قرب خاص مجاز

وبیکہ بعد حج اے کعبۂ فنِ حکمت
بہمہ از حرمین آمدی چنین ممتاز

شتافت حکمت وکردت ز دورِ استقبال
چو بندگان تو لبیک خوان بجوشِ نیاز

مپرس از طربِ ما کہ صد طرب بخشد
لقای دوست دہ بعد انتظار دراز

زبسکہ در طلبت تیز تر شتافتہ ام
شکست پای تلاشم بوادی تگ و تاز

کنون کہ مفت تماشاست جلوۂ تو بواست
کہ دارم از ہمہ سر دم بخیر تو دیدہ فراز

ہزار ناز رسد شاہدِ صناعت را
کہ زیب دادۂ لطفِ تو آمد این طناز

نگار بستۂ مشاطۂ حمایت تست
عروس طب کہ بدین حسن گشتہ چہرہ طراز

بہیچ تست چو از حد حصر رعب برون
دعا کند کہ ز اطناب بہ بود ایجاز

ہمیشہ تا بود اسرار فن صدور فروز
ہمیشہ تا بود آثار طب شفا پرداز

دلِ صدیق تو معمورۂ سرور و نشاط
حسود تو پامال صد صداع و گزاز

قصیدہ

بتقریب جلسہ دستار بندی مدرسہ بیتاشیہ خیرآباد ضلع سیتاپور منعقدہ
۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء یوم پنجشنبہ ۸ بجے صبح مطابق ۵ ذیقعد سنہ ۱۳۳۰ ہجری تحریر نمودہ شد

صفیر بلبل طبعم دہد زباغ یاد
کہ لب بنغمۂ قند جا کلم بشیر گشاد

خجسته باغ که لطف نسیم جان بخشش
بباد داد ز خاطر هوای رکن آباد

شگفته باغ که بر روی رنگ لاله رخان
ز جوش لاله و گل صد در شکست بگشاد

زهی چمن که بود مایه دار گلگشتش
ز سیر سرو و گل و لاله همچو سرو آزاد

هر آنکه دل نگراید بسوی گلرویان
بسوی آمده ام از همین چمن دلشاد

کجا گلی که در او رنگ و بوی مهر و وفاست
جز این چمن که بود هر گلش وفا بنیاد

بسر هوای گل و سرو این چمن دارم
بریده ام ز رخ لاله و قد شمشاد

چمن چمن گل رنگین بدامنم افشاند
الهی این چمن جاودان بهار آباد

بدیت چمن چمن هشت خلد را کم گیر
که این چمن ز چمن پرور حقائق زاد

حدیث فاش بگویم که گلشن علم است
کز و مشام عقول ست صد شمیم ایجاد

چه علم علم کلامی که هست جان علوم
چه علم علم دوای که هست عیل مراد

همانکه از پی تسهیل کسب تحصیلش
بود ذخیره از پی کسب رضای رب عباد

جناب خلد مکان حافظ نیاز احمد
بنای مدرسه بنهاد و داد فیض بداد

از این ره است همین کعبهٔ علوم هنوز
حریم کورهٔ خیر البلاد خیرآباد

خجسته مدرسه باشاهدی که چون گل کرد
زبان کشاد و صلا زد باهل رشد و رشاد

چه گفت گفت که طوبی لکم من تعلیم
چه گفت گفت که بشری لکم من ارشاد

خوشا نوید طرب زانکه عاشقانش را
فراغ داد ز خوبان خلخ و نوشاد

چنین که انجمن خوش طراز بست امروز
ز حسن جلوه اش امید بسته یافت کشاد

بر بخیت نه چمن رنگ بلبل آهنگی
همین که بر گل روش نگاه شوق افتاد

سخن درست بگویم که شوخی حسنش
بود ز غازهٔ تدبیر نکته دانی زاد

بشیر علم محمد بشیر کز خوبی — مراجنس احباست اکمل الافراد
رخش ز رنگ وفا پیکر کمال صلاح — دلش ز جوش صفا جوہر جمال سداد
لقاے انورش آئینہ دار علم و عمل — بہاے گوہرش آئین نگار مہر و وداد
زہے مساعی خیرش کہ از خزینۂ عقل — بجیب مدرسہ افگند نقد استعداد
سزد کہ بر سر دستار آن یگانہ زنند — بدو ستکامی و صد گل مبارکباد
ظہور فضل نباز دکہ شد ظہیر بشیر — نظام فیض نظام احمد بزرگ نہاد
ایا جماعت اہل طلب کہ در سرہا — ہواے علم کتاب سنن شمار آباد
ہزار مژدہ کہ این مدرسہ برا اہل — صلاے عام زد و خوان فیض عام نہاد
ملاک امر چہ باشد ہمیں فریضۂ علم — فروغ علم چہ تقوی کہ ہست خیر الزاد
دعا کنم کہ باندازہ بہ سخن سنجی — اگرچہ نشہ فزایست بادۂ انشاد

دعاے رعب ہمین بس کہ در سگاہ چنیں
خدا ز چشم بد حاسدش نگہ دارد

خروس بازی "متعلق جنگ فرنگ"

بخیز و عزم سفر جانب اُدریا کن — بیا و دیدۂ عبرت نگاہ را وا کن
ہزار و سیصد و سی کہ آمد از ہجرت — یک انتظار ہم امروز بہر فردا کن
ز خاک و آب و ہوا از تفنگ مدفعہا — نظارۂ ہمہ آتش بزیر و بالا کن
نہ آن شمار قتیلاں کہ گو بیت بگری — نہ خستگان کہ تقاضا کنم مداوا کن
ز کیست این ہمہ نیرنگ ہیچ میدانی — کہ گفت سر و بہ را جور آشکارا کن

بلکه نسیهٔ موهوم نقد هم بفروشش ‌‌ ‌ بهانه خون ولیعهد شاه نمسا کن
که شور در سر فرمانروای نمسا ریخت ‌ ‌ که ملک قاتل فرزند وقف غوغا کن
چه مجرم و چه سبب هیچکس نمی بگذاشت ‌ ‌ بلغراد بیا قتل بی محابا کن
که خواست از ملک روسیا حمایت صرب ‌ ‌ که بهر صربستانی بهانه پیدا کن
کلیسیا بطلب هم بروسیا بکشاد ‌ ‌ سر هوس بسر برلن و فینا کن
بگوش قیصر المان که در دمید فسون ‌ ‌ که روبروس نه و رخ سوی فرانسا کن
بزن بلشکر بریطانیه صلای مصاف ‌ ‌ به وضع خطهٔ بلجیک حشر برپا کن
گهی بهزدم بارتیش وه نوید جلا ‌ ‌ گهی بلندره اند از سعی بیجا کن
که بود حوصله افزای سر و بلجیک ‌ ‌ که سوره خویش تبه پای پیل رسوا کن
که شد ز خسرو انگلتر اعانت خواه ‌ ‌ که در حمایت بلجیم قتل اعدا کن
بجان صد رفرنسا که در زد این آتش ‌ ‌ که بر تقی از پی کشت عدو مهیا کن
که داد فرصت پرواز مرغ ژاپون را ‌ ‌ که دانه چین کیاتشو شو مدارا کن
که ره نمود بایطالیا درین آشوب ‌ ‌ که پا نه و رکش ورو بازی انشا کن
که چشم داشت ز سلطان ترکیا و حجاز ‌ ‌ که هین بنصرت المانیا مواسا کن
یکی بعرصهٔ قوقاز ترکتاز آور ‌ ‌ دگر بیوسف مصر اهتمام سودا کن
هر کرشمه و عشرت مرتبه بانگیز ‌ ‌ ترا بجنگ چه کارست ذکر صهبا کن
ز زندگی نفسی چند را غنیمت دان ‌ ‌ بیا دمی هم بیاد او مے بمینا کن
یقین شناس که بار روزگار جنگ آشت ‌ ‌ کسے که دل دهدت آشتی تمنا کن
حکیم و شاعر و ملا چگو نه جنگ کنند ‌ ‌ چو مرد جنگ نه خامشی گوارا کن

فلک بجنگ فکندست تاجداران را
خروس بازی این پیر را تماشا کن

تقریب دعوت عید الفطر و اولین تعارف نصیر الممالک در کلکته نگاشته آمد

۲ جولائی سنه ۱۹۱۶ء مطابق ۲ شوال سنه ۱۳۳۴ھ

ز دید بعید خویشتن و هم گر تو دید عید
ای عید اهل دیده و دید تو عید عید

بر خوبنال سه دل امیدوار عید
کام روز مفت تست لقای نگار عید

گل کرده عید از رخ هر طفل گل بباغ
انگیز رنگ نامیه عیدی نگار عید

فرخنده عید ذوق صبوحی که ریختند
رنگ سرور باده ز صبح بهار عید

عید نظاره دید نصیر الممالک است
این بزم دلکش است که هنگامه زار عید

در بزم عید گردش چشمش طرب فزا
بر دور جام می بود آری مدار عید

زنسان که صبح عید نماید شگفته روی
فیضی مگر ز خلق وی آمد بکار عید

ای کز هوای تهنیت اهل عید را
عیدست یار شادی و شادیست یار عید

عید آفرین ذوق تماشا لقای تو
حسن صفای طبع تو آئینه دار عید

این عید کز تو مژده التفات گشت
منصب تراست مایهٔ صد افتخار عید

جاوید زی که خرمی عید از آن تست
احباب را خوش از تو بود روزگار عید

تهنیت سالگره شاه کجکلاه ایران خلد الله ملکه

بتقریب جلسه منعقده ۱۰ جون سنه ۱۹۱۷ء بدولتکده عالیجناب نواب میرزا شجاعت علی بیگ نصیر الممالک بهادر وائس کونسل مملکت ایران

بود که زود کشاید قضای ربانی
گره مراد دل و چین تراز پیشانی

چو سنبل تو بدست من ست نیست شگفت ‏ کہ بشگفد گل جمعیت از پریشانی

ادای دلدہی جلوہ جوش باصرہ را ‏ خبر دہد ز شکست طلسم حیرانی

بیا بیا کہ بساط نشاط خوش فگنیم ‏ حریف باختہ نرد غلط زنا دانی

بجان نوازی ما ہندیان رسد ہردم ‏ نسیم روح فزا از دیار ایرانی

بیا بہ بزم نصیر الممالک و بنگر ‏ ز رنگ ہر گل عارض بہار سامانی

پلے ز کشور مامون پارس آمدہ است ‏ شگرف نامۂ شادی بتازہ عنوانی

نوید سالگرہ از برای حضرت شاہ ‏ کشائشی ست بہر کار بستہ ارزانی

پناہ دین محمد یگانہ احمد شاہ ‏ کہ ہست لمعۂ تیغش فروغ ایمانی

فضای خرگہش آئینۂ عروج شکوہ ‏ حریم بارگہش مامن مسلمانی

ثنای حضرت او عہدۂ صغیر و کبیر ‏ دعای دولت او ورد قاصی و دانی

چنین کہ انجمن خسروانہ بست طراز ‏ وعد لقا لب کلکتہ روح طہرانی

نثار فرق شہ کجکلاہ ایران را ‏ بدامن ہمہ گلہای تہنیت خوانی

باہل ذوق دہد این خجستہ سالگرہ ‏ ز عمر و دولت شہ مژدۂ فراوانی

نشاط سالگرہ ہر گرہ ز کار کشاد ‏ رخ آشکار نمود آرزوی پنہانی

دعای رعب ہمین بس کہ حضرت شہ را ‏ حیات و ملک فزون از حساب امکانی

کشاد عقدۂ ہر دوست باسبکروحی ‏ گرہ بکار عدو از غم گرانجانی

مخمس بر غزل احمد جامی علیہ الرحمۃ

اے باعثِ ایجادِ کُل وے مظہرِ ذاتِ خدا ‏ اے ہادیِ خیر السُّبل وے شافعِ روزِ جزا

اے فیضیاب امرِ قُل وے بادشاہِ دوسرا ‏ ‏ اے صدرِ ایوانِ رُسُل وے شمع جمع انبیا

خورشید برج سلطنت جمشید تختِ کبریا

عرفان شرابِ جام تو وحدت مے گلفامِ تو ‏ ‏ عرش معلّے بامِ تو معراج دریک گامِ تو

مُنزِّل است انعامِ تو مُدّثرِ است اکرامِ تو ‏ ‏ طٰہٰ ویٰسٓ نامِ تو اِنّا فتحنا کامِ تو

قرآن زحق پیغامِ تو اے آفرینش را بہا

مدحِ تو بے حد آمدہ فخرِ اب و جد آمدہ ‏ ‏ ذکرِ تو امجد آمدہ وصفِ تو اَشْهَدُ آمدہ

ذاتت مجدّد آمدہ فخرِ اب و جد آمدہ ‏ ‏ نامت محمدؐ آمدہ محمودؐ احمدؐ آمدہ

دینِ تو سرمد آمدہ بوالقاسم است کنیت ترا

از سِرِّ حق محرم توئی از نورِ حق منضم توئی ‏ ‏ با یادِ حق ہر دم توئی با ذاتِ حق باہم توئی

اعلیٰ توئی اعظم توئی اشرف توئی اکرم توئی ‏ ‏ نورِ دلِ آدم توئی کامِ ہمہ عالم توئی

ہر خستہ را مرہم توئی ہر دردِ دلہا را دوا

ہر نطق و گفت و گوی تو ہر گام جست و جوی تو ‏ ‏ تسخیرِ دلہا خوے تو چشمِ خلائق سوے تو

تیغِ خدا ابروے تو مشکِ خطا گیسوے تو ‏ ‏ ترکِ فلک ہندوے تو نورِ ملک از روے تو

واللیل وصفِ موے تو نعتِ جمالت والضحیٰ

اے مایۂ صد خرّمی شمعِ حریمِ محرمی ‏ ‏ تو نورِ چشمِ پُرنمی آرامِ قلبِ پرغمی

از خالقِ عالم کمی وز جملہ عالم اعظمی ‏ ‏ ہم صدرِ بدرِ عالمی ہم تاجِ فخرِ آدمی

ہم انبیا را خاتمی ہم مجتبیٰ ہم مصطفیٰ

با ایزدِ استظہارِ تو از ایزدِ استبشارِ تو ‏ ‏ شمعِ ہُدا اخبارِ تو وحیِ خدا گفتارِ تو

سوزِ مدام انکارِ تو فوزِ مرام اقرارِ تو ‏ ‏ جنت سرائے یارِ تو رضوانِ جنت دارِ تو

اے از گلِ رخسارِ تو فردوسِ اعلیٰ را ضیا

ہان یا نبی ارشاد کن جان را ز عیش آباد کن | گوش از منِ این فریاد کن امداد کن امداد کن
آہ از غمِ بیداد کن وز اندہِ برباد کن | دلخستگان را شاد کن ما را ز غم آزاد کن
از عاشقانت یاد کن بخرام در کوئے وفا

اے مصطفائے محترم وے مجتبائے محتشم | تا کے کشم رنج و الم در کنجِ حرمان دمبدم
جان بر لبم جان بر لبم تا چند نالم من ز غم | اے اخترِ برجِ کرم از روضہ بیرون نہ قدم
تا از رخت چون صبحدم گیرد ہمہ عالم ضیا

ہان اے ملاذِ عاصیان ہان اے پناہِ بیکسان | اے چارۂ درماندگان اے رہنمائے گمرہان
رعب ذلیل و مستہان آمد بتو زاری کنان | چون احمد جامی شہان از رو گناہِ بیکران
از حق بخواہ اے کامران عفوِ گناہِ این گدا

تخمیس بر غزل امیر خسرو علیہ الرحمۃ

بارید ابرِ دُر فشان آن ساقیِ مستان کجا | آمد بہارِ گلستان آن نرگسِ فتان کجا
گلزار شد ہندوستان آن شہِ بتان کجا | بشگفت گل در بوستان آن غنچۂ خندان کجا
شد وقتِ عیشِ دوستان آن لالہ بستان کجا

ہان اے دلِ بیمار خود ہی دیدۂ دیدار جو | در ہجرِ آن یارِ نکو بر زندگی صد رہ تفو
ہر دم مرا در ہجرِ او این دشمنان دوستارو | گویند ترکِ غم بگو تدبیرِ سامانے بجو
درماندہ ام تدبیر کو دیوانہ ام سامان کجا

ہر کس کہ از حسنِ ادب آگہ شد از تقدیرِ رب | پا در کشید از ہر طلب برداشت دست از ہر سبب

ناوان حریص بوالعجب گرد و پریشان روز و شب
از بخت و روزی با طرب خضر آب خورد و تشنه لب
پویان سکندر در طلب تا چشمۂ حیوان کجا

اے مژده گوے عاشقان آ قاصد پیغام خوان
یکدم خدارا هان وهان برکش عنان برکش عنان
آن یاد داری ای جوان کان دلربای جانستان
میگفت با من هر زمان گر جان دهی یابی امان
من میکشیدم فرمان بجان آن یاز فرمان کجا

بر بام آن زیبا صنم چون برخش چشم افگنم
دیوار هستی برکنم بانگ انا لیلیٰ زنم
یاد آن زمان مغتنم کاندر تکلم کردنم
گفتم توئی این ور تنم تا هست جان و تنم
گفتا که آری این منم گر این توئی آن جان کجا

ای ملک خوبی را شهے چرخ صباحت را مہے
عاشق منم بختم زہے دلبر توئی وقتم خوشے
یار البشیرے و دہے بگذار چون ناآگہے
پیدا اگر رہ بعد از مہے در کوے ما نبود رہے
از نوک مژگان گہ گہے آن پرسش پنہان کجا

رعبا آن یکے از محرمان گشتہ بوده باشی مہربان
میگفت اے ابرو کمان از جور و ظلمت الامان
بند رفتی اے سرو جوان در عذر وضع آسمان
زین پیش با تو هر زمان من بودمی از همدمان
خسرو نه هست آخر همان آن عهد و آن پیمان کجا

مخمس بر غزل جامی قدس اللہ سرہ

بیا بیا اے نسیم جان بخش انتظار تو بود ما را
ز کوئے آن یار آمدی کو شمیم آن زلف مشک آسا
غَرِقتُ بحرَ اللہ موجِ حُزنًا فزالَ صبری وطالَ بُکی
أَحِنُّ شوقًا الی دیارٍ لقیتُ فیہا جمالَ سلمیٰ
کہ میرساند ز هر نواحی امید وصلے بجانب ما

تصور آن عذار ساده بچشم تر اشک پا نهاده — ولیک این نقش بی اراده نیاید از ساعتی زیاده
بهجر آن یار حور زاده غم و ملالم بسی است تا ده — بوادی غم منم فتاده زمام فکرت ز دست داده

ز نخبت یاور نه عقل رهبر نه تن توانا نه دل شکیبا

بشوق بیت الحرام کوی شریف تو بستیم محمل — روان شدیم و بر آتش دل و صد گرانبار عشق کامل
میسرم کاشکی بود و جا بیاید آن بام عرش منزل — زهی جمال تو قبلهٔ جان حریم کوی تو کعبهٔ دل

فَاِنْ سَجَدْنَا اِلَیْکَ نَسْجُدْ وَاِنْ سَعَیْنَا اِلَیْکَ نَسْعٰی

ز اشک غماز نیست ممکن که پوشم احوال از باطن — از چنین راز دار خائن که میتواند نشست ایمن
ز عشق تا هم شنید حسن صراحة هست این بیان تن — ز سر عشق تو بود ساکن زبان بیا شوق لیکن

ز بی زبانی غم نهانی چنانکه دانی شد آشکارا

فدای پرواز جذب شوقیکه با همه پر شکسته بالی — کشان کشانم رساند آخر بپای این دلکشا حوالی
دَنَوْتُ اِلَی الْآنَ مِنْ مَقَامِیْ فَقَدْ تَرَقّٰی اِلٰی عَلَی الْمَعَالِیْ — نَبَتْ عُیُوْنِیْ عَلٰی شُئُوْنِیْ فَمَا عَسٰی حَالِیْ وَ کَالِیْ

که وا ثم آخر طبیب وصلت مریض خود را کند مداوا

مرا چه شد در ازل مقدر که جذبهٔ شوق قلب مضطر — شود و شوی کوچهٔ تو رهبر چه کار دارم بجای دیگر
بر آستان تو جسم لاغر بنقش پا تو شد برابر — اگر بجویم برائی زر و گر بتیغم ببفگنی سر

قسم بجانت که بر ندارم سر ارادت ز خاک آن پا

بکلبه ام چون ز آشنائی نمود امروز نقش سائی — سزد که مانند روشنائی بخانهٔ چشم من در آئی
ز مهر پرسش مرا نمائی چگونهٔ و چونی و چرائی — بنا گفتی فلان کجائی چه بود حالت درین جدائی

مَرِضْتُ شَوْقًا وَمُتُّ هَجْرًا فَکَیْفَ اَشْکُوْ اِلَیْکَ شَکْوٰا

فراق هر آن شب بیشوار از کوی خود نگار دیجو — اگرچه بگرفتم انیکه بهر شب بار می بیاید اندرین کو

شنیده ام کز سر جفا تو تعدی پرده دار بدخو | برآستانت کمینه جامی مجال بودن ندیدزان رو
بکنج فرقت نشسته محزون بکوے محنت گرفته ماوا

تضمین بر غزل حافظ شیرازیؒ بفرمایش جناب مولوی حبیب النبی خان صاحب صولت کلکته

نواے خوش دمد افسون جان و قالب گل ہا | مئی صافی زداید زنگ غم ز آئینۂ دل ہا
الا یا ایہا الشادی سر نفسا و ارسلہا | الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
که عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

برنگ عارضے کز وے بہاران صد چمن زاید | بجوش جلوۂ کز وے تجلی محفل آراید
بذوق نشۂ کان نرگس مستانہ افزاید | بہ بوئے نافۂ کاخر صبا زان طرہ بکشاید
ز تاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

و راسرار معارف رمز چون راز دان گوید | ثنا سا آنچہ گویندش بگو آخر ہمان گوید
خوشا مستی که در گوش آوری ترک زبان گوید | بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
که سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

سر و صد سوزش سودا تن و تاب و توان زائل | ز دود آہ بہیم تا بساحل پردہ ہا حائل
دل بیتاب و جان زار جوش غم بکین مائل | شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

گداز غم چو شمع انجمن سوزے گزید آخر | که بانیرو دو پنہان اندرون قالب پدید آخر
ز دل صبر و ہم رشید آخر ز رنج رنگم پرید آخر | ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر

نہان کے ماند آن رازے کز و سازند محفل ہا

نصیب ذوق من تلخی ست از گردون دون ہر دم　　گشتم زہرابہ ہا زین کہنہ جام واژگون ہر دم
بشارت میرود سرمایہ صبر و سکون ہر دم　　مراد در منزل جاناں چہ امن و عیش چون ہر دم

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محمل ہا

متاع شوق را چون داری مشو خود را گرو حافظ　　کہ خرمن خرمن از ہستی نیرزد دانہ جو حافظ
چو رعب بیخود آہنگ خودی را گم شو حافظ　　حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ

مَتٰی مَا تلقَ مَن تَہوٰی دَعِ الدُّنیا وَ اَہمِلہَا

تضمین تخمیس بر غزل سالک مسالک راہ یقین
جناب مولانا شمس الدین علیہ الرحمۃ والغفران

دل من ربود شوخے کہ دلش قرار بادا　　سر من نبرد یارے کہ خداش یار بادا
صنمے کہ جان عاشق ز غمش فگار بادا　　چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا

ملکے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

بادائے جانستانی چو نگار میخرامد　　برکاب او دو دل کہ سوار میخرامد
ہوس آشنا چہ داند بچہ کار میخرامد　　ز نگاہ میر خوباں بشکار میخرامد

کہ بہ تیر غمزۂ او دل و جاں شکار بادا

بگذر ز اضطرابم تو بعیش کوش و رحمت　　کہ مراست بیقراری ز ازل خمیر طینت
تپش دوام دارم طلبی اگر عبادت　　در زاہدے شکستم بدعا نمود رغبت

کہ برو کہ روزگارت ہمہ بیقرار بادا

زہے آن شہید جاناں کہ بتیغ خود ستیزد ۔۔۔ نہ زغیر خویش گویم کہ زخویش ہم گریزد
در ساحت فنا زن کہ بقاے عیش خیزد ۔۔۔ بفدائے تن تو منگر کہ بپوسد و بریزد

بفدائے جاں نگر کو خوش و پائدار بادا

۔۔۔ ز زمانیاں بروں آ ز زماں کنارہ برگیر
ہم ازیں بیکطرف شو ہم ازاں کنارہ برگیر ۔۔۔ ہمہ شمس وین دریں رہ زمیاں کنارہ برگیر

کہ میان عاشقانت ہمہ در کنار بادا

غزلیات کہ فن حکمت وتوصیف تکمیل الطب برائے تفنن طبع حکما منظوم شدند

نہ پوچھو عاشقان فن طب نام ونشاں میرا ۔۔۔ فنا فی الطب ہوں تکمیل طب ہے جان جاں میرا
مجھے تکمیل طب کا عاشق دیوانہ کہتے ہیں ۔۔۔ فسون فن وتق حکمت ہے فقط فسانہ خواں میرا
زباں پر میری ہے تکمیل طب تکمیل طب جاری ۔۔۔ یہی اک نام جاں پرور ہے ورد ہر زماں میرا
جہاں میں آج میرا سر ہے اور شور جنون طب ۔۔۔ کوئی ہمداستاں میرا نہ کوئی ہم زباں میرا
عزیز مصر فن ہوں خسرو اقلیم حکمت ہوں ۔۔۔ دیار علم طب میں آج ہے سکہ رواں میرا

غزل

کفر میں اسلام کا جوہر نمایاں ہوگیا ۔۔۔ عشق تکمیل الطب بنیاد دین وایماں ہوگیا
واہ وا اے شوق فن اے شاہد حجلہ نشیں ۔۔۔ تو مری خلوت سرائے دل میں مہماں ہوگیا
اے خوشا وہ خانۂ دل جو سواد علم میں ۔۔۔ تیرے رخ کی شمع روشن سے فروزاں ہوگیا
وہ شہید عشق فن ہوں دیکھ اے تکمیل طب ۔۔۔ جو فدا تجھ پر ہوا جو تیرا قرباں ہوگیا
تیرے کام آئے تو حاضر ہے ابھی جان عزیز ۔۔۔ تیرا سودا مجکو اے طب احسن جاں ہوگیا

غزل

اللہ نے طب کا مجھے دیوانہ بنایا
اللہ رے احسان کہ فرزانہ بنایا

دی ٹوٹے ہوئے دلیں جگہ شاہدِ فن کو
اِس آئینہ خانے کو پریخانہ بنایا

بیتاب رکھا سوزِ غمِ طب نے پسِ مرگ
ہر ذرّہ مری خاک کا پروانہ بنایا

آ شوق سے اے شاہدِ حکمت! کہ خدا نے
میرا دلِ روشن ترا کاشانہ بنایا

دی حق نے وہ عزت کہ عزیز الحکما ہوں
افسونِ فنِ طب مرا افسانہ بنایا

غزل فارسی

شوقِ فن ہاں شوقِ فن دینِ من ست
عشق تکمیل الطب آئینِ من ست

طبِ یونانی کہ نامش زندہ باد
ذوق بخشِ جانِ شیرینِ من ست

شاہدِ فن ہر طرف با صد ادا
جلوہ گر در چشمِ حق بینِ من ست

مذہبِ عشق از ہمہ ملّت جُداست
کفرِ عشقِ فنِّ طب دینِ من ست

من کہ در عالم عزیزم ہم حکیم
عشقِ حکمت عزّ و تمکینِ من ست

قطعہ بتقریب شکریہ ہمدردی بواقعہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

جی داج ناتھ ای کہ زدست تو بستگی ست
صد تار رشتۂ رگِ جان گسستہ را

خوش باش و شاد زی کہ ز خلقِ کریمِ خویش
داری کشودہ کارِ ہمہ کار بستہ را

(۱) معنون بنام جناب حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم لکھنؤ

رعب است و شکر لطف تو کانداز فتادگی — تو دستگیر بودۂ ایں پا شکستہ را

تعزیت نامہ

تاریخ وفات بلبل ہندوستان فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی

دوش بودم نالہ پرواز از جفائے آسمان — با دلے پر سوز جانے زار و چشمے خوں فشان
چشمے و از اشکباری رو کش ابر مطیر — قلبے و از بیقراری ہمسر برق تپان
یک دل و صد نیش غم یکجان و صد زہر الم — در پریشانی چنیں بربود خوابم ناگہان
اندراں خوابم یکایک نو عروسی رو نمود — وہ چہ زیبا نو عروسی دلبر پیر و جوان
رہزن شیخ و برہمن آفت ایمان و دیں — دشمن صبر و سکوں غارتگر تاب و توان
عشوۂ ناز و ادا و غمزہ و غنج و دلال — در ہر انداز دل آرایانہ اش گوئی نہان
بر بہار حسن او صد نو گل گلشن نثار — بر گل رویش فدا صد نو بہار بوستان
لیک از رو چوں گلشن با آں ہمہ خوبی کہ داشت — کردہ از پژمردگی راز غم دل را عیان
ہمچو حال من پریشاں کردہ کاکل را برخ — ہمچو بخت من سیہ بر سر کشیدہ طیلسان
دلستاں شوخی کہ بر رخسار زیبائش مرا — چشم بکشادن ہمان و دل ز کف دادن ہمان
با ہزاراں شوق گستاخانہ بارے رفتہ پیش — اینچنیں گشتم سخن پرداز با آں دلستان
از کدامی گلشنے اے نو بہار باغ حسن — وز کدامیں آسمانے اے مہ نامہربان
کو مقامت تا پئے طوفش رسم با صد نیاز — چیست نامت تا کنم ہر لحظہ اش ورد زبان
سوگوار کیستی آخر بگو احوال چیست — تو سیہ پوش اینچنیں زلف پریشاں آنچنان
غنچہ اش گلریز پاسخ گشت از جوش قلق — اشک شبنم گوں ز نرگس بر گل عارض روان

اے ادیب نکتہ فہم از حال من خود آگہی | نیک میدانی مرا نامِ نسبت اُردو زبان

بودہ ام از ابتدا محبوب ارباب کمال | وائے بر من قدر دانانم بر رفتند از جہان

میر سودا غالب و ذوق آتش و ناسخ ہمہ | بودہ اند از عاشقانم عاشقانِ صادقان

مصحفی را بودہ ام مصحف رویم بہ پیش | کردہ مومن کفر زلفم را خریداری بجان

از من آمد در جہان آوازۂ دہلی بلند | شہر کردم لکھنؤ را از یں کران تا آن کران

در زمان اول از من بزمہا آراستند | اے عجب شمع سحر گشتم دریں آخر زمان

گرچہ زندہ ست این زمان ہم نازبردارم یکے | یعنے آن ضامن علی صاحب جلال نکتہ دان

ہست فخر لکھنؤ نازم بذاتِ او و لے | دل چہ سازد با غم داغ فراقِ رفتگان

داشتم مینائے دل پُر خون صد غم از سہ سال | در فراق آن امیر احمد امیرِ خوش بیان

اندریں سالِ غم افزا وا دریغا حسرتا | تازہ داغے بر دلم بنہاد جور آسمان

یعنی آن نواب مرزا خان فصیح الملک داغ | رو نہاد از دار فانی سوئے ملکِ جاودان

بیقرار و ناشکیبا ہستم اندر ماتمش | جامہ ام شبگون و گیسویم پریشان ست ازان

دیدم ایں خواب و شدم بیدار با چشم پُر آب | دل رہینِ درد و غم لب وقف صد آہ و فغان

مایۂ صد ناز دہلی رفت از عالم دریغ | رخت بست از دار فانی افتخار شاعران

اُستادِ حضرتِ شاہِ دکن بود آں لبیب | زیبد ار باشد دکن در ماتمِ او نوحہ خوان

ہیں بخوان اے رعب نالاں مصرع سالِ وفات | ہے بگلزار بقا شد بلبل ہندوستان

ہ ۱۳ ۲۲

دیگر

رفت از عالم فصیح الملک داغ | رونقِ بزمِ سخن بُرد آہ آہ

گفت تاریخ وفاتش رعب زار | آہ داغ دہلوی مرد آہ آہ

اردو

چل بسے داغ آہ دہلی کا چراغ اب گل ہوا
رعب سے تاریخ جب پوچھی تو رو رو کر کہا

تیرہ آنکھوں میں ہے عالم ہائے مہر شاعری
ہو گیا زیر زمین پنہان سپہر شاعری

قطعہ

اے رخ آرائے وفا شاہ محمد الیاس
شکوہ از حد بگذشت آہ و خطا کاری ما
باش اے من بفدائے گلہ ہا تو مگر
ہم ز بیتابی دل قصہ شوقے خواند

کہ نگارے چو تو کم حرف عتابے گوید
نتواند ز ندم عذر صوابے گوید
رعب بجو و بخود آید کہ جوابے گوید
ہم ز بیداد فلک حال خرابے گوید

الجواب

نسیم الصبا طب شافیا لسقامی
جزیت جزاء الخیر ان قد ایستنی
من العالم الزاکی النجار علی رضا
فدتیک فارجع من کئیب متیم
سلام کفوح المسک طیبا اذا سری

فسراک قد اطفی لہیب اوامی
بازکی سلام بعد طے سوامی
ترقی علوا انی رفیع مقام
الی سوحۃ العلیا بالف سلام
النسیم بہ یزری بعرف بشام

قصائد اُردو

اپنے حسنِ تکلم میں کل کہ میں رکھتا تھا مقام
دل میں تھا مجمعِ صد گونہ ہموم و آلام

تھا مجھ اندوہ مجسم کا سراپا گویا
تختۂ مشقِ ستمہائے سپہر و ایام

کعبۂ دل کو بنایا تھا سیہ بختی نے
تیرگیہائے غم و حسرت سے بیت الاصنام

تیرہ روزی کی یہ تاثیر کہ تصویر سحر
بنکے آتی تھی تصور میں مرے صورتِ شام

بے طرح آنکھ دکھاتا تھا خیالِ شب پر
میں اگر مہرِ درخشندہ کا لیتا تھا نام

دی جو آواز تصور نے کہ اے شبِ وصل
روزِ ہجراں نے کہا بڑھکے کہ حاضر ہے غلام

رخِ محبوب کیجانب جو اُڑا مرغِ خیال
نظر آتا تھا وہاں زلفِ گرہگیر کا دام

کثرتِ یاس سے امید نپاتی تھی جگہ
آکے تا خانۂ دل پھرتی تھی آخر ناکام

کس مپرسی تھی مری مجھسے بس اک محوِ سخن
بیکسی تھی مری مجھسے فقط اک گرمِ کلام

رم کیا مجھسے یہ آہوئے رمیدہ کی طرح
نہوا رام کسیطرح غزالِ آرام

خم کے خم ساقیِ دوراں نے لنڈھائے لیکن
بادۂ عیش سے مجھکو ندیا ایک بھی جام

میں تھا رہنِ ستمِ چرخ و رہینِ غم و حسرت
دل تھا پابستۂ افکار و اسیرِ اوہام

غرقِ بحرِ غم و اندوہ رہا میں دن بھر
اور پہاڑ ایسا وہ دن تھا کہ نہوتا تھا تمام

تھا درازی میں وہ دن غیرتِ روزِ محشر
طول کچھ اُس سے لیا تھا شبِ فرقت نے بھی وام

گیسوئے بختِ سیہ تھا وہ مرا روزِ سیاہ
یا کہ تھی زلفِ رسا زیبِ عذارِ ایام

دمبدم کرتا تھا رو روکے خدا سے یہ دعا
جلد گزرے یہ دن اے خالقِ انوار و ظلام

آج کے دن کے لئے ہے جو کوئی شب مقسوم
آچکے وہ کہیں اے روزِ ازل کے قسّام

یہ دعا درد سے میں مانگ رہا تھا جس دم
اُسگھڑی باز تھا قسمت سے درِ رحمتِ عام

بڑھ گیا دستِ دعا کہکے وہیں بسم اللہ
اور اُسیوقت اجابت کا لیا دامن تھام

اک نمازی نے سرِ کلبۂ احزاں کے قریب
دی اذان عصر کی مسجد میں باولِ ہنگام

مجھمیں جان آگئی سنتے ہی یہ پیاری آواز
قُم عیسےٰ کا کیا شورِ موذن نے کام

جی میں آیا کہ کسیطرح غلط کیجئے غم
یہ خیالات ہیں بیہودہ یہ افکار ہیں خام

ماتم و عیش غم و شادی و اندوہ و نشاط
ہیں یہ سب شعبدہ ہائے فلکِ نافرجام

رنج کیا چیز زمانے کا ہے راحت کیا شئے
نہ اُسے کوئی ثبات اور نہ اُسے کوئی قیام

یہ خیال آیا تو میں اپنی جگہ سے اُٹھا
باہر اپنے الم آباد سے نکلا سرِ شام

دیکھتا کیا ہوں کہ ہے شہر کا نقشا ہی نیا
لوگ ہر ایک طرف جمع ہیں باشوقِ تمام

خندہ زن کثرتِ شادی سے صغار اور کبار
تازہ رو جوشِ مسرت سے خواص اور عوام

میں نے جانا کہ یہ بے وجہ نہیں آج ہجوم
ہو نہ ہو جلوہ نما ہے کوئی مہوش لبِ بام

کوئی یکتائے جہاں ہے یہ حسیں ماہ جبیں
جسکے دیدار کے مشتاق ہیں سب اہلِ انام

شوقِ نظارہ نے بیساختہ یوں دل سے کہا
آؤ دیکھیں تو ذرا کون ہے یہ قاتلِ عام

یہ چلا شوق اُدھر مجھکو یہ بیتابانہ
ہر قدم نقشِ قدم پہ تھا قدم کو اقدام

اہلِ نظارہ کے اک صف میں ہوا جا کے شریک
اور سوال اُنسے کیا میں نے کہ اے قومِ کرام

کون ایسا شہِ خوبی ہوا اورنگ آرا
کشورِ دلکو دیا جسنے عجب حسنِ نظام

ہے یہ کس کعبۂ دیدار کا منظور طواف
یوں جو مشتاق لگا ہونے ہے باندھا احرام

سنکے یارانِ طریقت نے دیا مجھکو جواب
ٹھہرو ہو جائے گا معلوم تمھیں بے اعلام

شاہدِ روز نے اتنے میں چھپایا چہرہ
آئی کھولے ہوئے زلفونکو شبِ لیلیٰ نام

دیکھتا کیا ہوں کہ ہے زیبِ لبِ بامِ سپہر — ایک رعنا بتِ نازک بدن و سیم اندام
اُسکا دیدار تھا سب کیلئے بہجت کی نوید — اُسکا نظارہ تھا ہر اک کو خوشی کا پیغام
شور اُٹھا کہ مبارک ہو ہلالِ شوال — خیر سے آج ہوا خاتمۂ ماہِ صیام
ایک وہ مطلعِ روشن میں پڑھوں جسکو کرے — مطلعِ مہر شکلِ مہِ نو جھک کے سلام

مطلع

اب کہاں بھاگ کے جاتا ہے عدوئے اسلام — کھینچ لی میان سے جلادِ فلک نے صمصام
مرحبا اے مہِ نو واہ ترا کیا کہنا — دوست شاداں ہیں ترے اور عدو دشمنِ کام
بہرِ اسلام تری شکل ہے محرابِ خوشی — کفر کے حق میں ترا جرم ہے بُرّندہ حُسام
ازپئے دوست ہے تو قفلِ خموشی کی کلید — بہرِ دشمن ہے لبِ نطق و تکلم کا ختام
دشمنِ دیں کے لئے جلوہ ترا ناکامی — اہلِ ایماں کے لئے دید تری نیلِ مرام
تیرے احباب کے حق میں مےِ شادی ہے حلال — ترے اعدا کے لئے شربتِ راحت ہے حرام
آج ہے دینِ خدا نعرہ زنِ عیش و طرب — خانۂ کفر میں ہے آج پڑا اک کہرام
حبذا صبحِ بہارِ چمنستانِ نشاط — کہیں افسردگیِ غنچۂ دل کا نہیں نام
شکر صد شکر کہ رندوں کی بھی چمکی تقدیر — جانبِ میکدہ جاتے ہیں بڑھائے ہوئے گام
پیرِ میخانہ کو کس پیار سے دیتے ہیں لقب — آتے ہیں کہتے ہوئے المدد اے مرشدِ جام
کیوں نہ میخوار ونکی بن آئے کہ اک جوش میں ہے — قلزمِ رحمتِ رحمانِ کثیر الانعام
دورِ ساغر کا ہم آہنگ ہے دورِ گردوں — کشتیِ مے کے موافق ہے ہوائے ایام
کھل گیا عقدۂ سربستگیِ غنچۂ دل — پا گیا سلسلۂ حسنِ طرب استحکام

خدمتِ میکدہ میں ہیں دل و جان سے مشغول
آستانِ حرمِ پیرِ مغاں کے خدام

حسنِ ترتیب عجب آج ہے میخانہ میں
یہ سبو ہے یہ صراحی ہے یہ شیشہ ہے یہ جام

ہاں پیو بادہ کشو خوب مے ناب کہ ہے
دیر سے منتظرِ معصیت آمرزشِ عام

آج شیشہ نہ ہو اس لال پری سے خالی
قاف تک جسکا ہے شہرہ مے گلفام ہے نام

محتسب کا نہیں اب ڈر کہ ہوئے ہیں محکم
خسروِ عید کے فرماں سے طرب کے احکام

بعد اک ماہ کے آئی ہے نظر دخترِ رز
نہ سنو آج فتاوائے فقیہِ علام

فکرِ سب دل سے کرو دور کہ زیرِ گردوں
نہ تھا رنج کو ہے اور نہ راحت کو دوام

کہدو واعظ سے کہ ہے عید کا دن اے کمبخت
سخت ناداں ہے جسے آج ہے پینے میں کلام

حضرتِ شیخ کو ہو آج مبارک مسجد
طاقِ میخانہ ہے اپنے لئے محرابِ قیام

اے زہے بادۂ احمر کی سرور انگیزی
قطرہ قطرہ میں ہے سرمایۂ صد عیشِ مدام

اور ایک مطلعِ برجستہ سناتا ہوں کہ آج
توسنِ طبع سبک تیز ہے بے قیدِ لگام

مطلع

تا بیک ماہ میں حسرت سے رہا خونِ آشام
ساقیا لا شیشہ و ساغر کہ گیا ماہِ صیام

اوج پر آج ہے مجھ رند کی قسمت کیسی
جتنے اسبابِ طرب ہیں وہ مہیا ہیں تمام

ایک معشوق گل اندام ہے زیبِ آغوش
زینتِ دست ہے اک جامِ شرابِ گلفام

عید ملنے کو وہ پرکالۂ آفت آیا
فتنۂ حشر بھی اک جسکا ہے پامالِ خرام

قسمیں دیدیکے پلاتا ہے وہ رشکِ عیسیٰ
ہاتھ سے اپنے مجھے بادۂ جانبخش کا جام

عید کا دن ہے مئے سرخ ہے ساقی ہے وہ شوخ
ٹوٹے ایسے میں جو توبہ تو بھلا کیا الزام

مہرباں آج ہوا ہے وہ جفا جو مجھپر
جسکا غمزہ ہے ہر اک خنجرِ بیداد نیام

وقف شیریں سخنی ہے وہ لبِ شیریں آج
تلخ معلوم نہیں ہوتی تھی جس سے دشنام

آج مجھ زار سے وہ رشک مسیحا ہے ملا
جسکے ہونٹوں کے لیے بات ہے احیاے عظام

دیکھکر سحر بیانی مری کہتا ہے وہ بت
واہ رے حضرتِ مرزا عجب آپکا انداز کلام

اب غزل ایک وہ پڑھتا ہوں جسے سنکے مجھے
روح کچھ حافظِ شیراز کی بخشے انعام

غزل

دردِ افسردہ دلی کی ہے دوا بادہ وجام
مردہ دل کے لئے ہے روح فزا بادہ وجام

چل سوئے میکدہ اے زاہدِ تاریک دروں
دیتے ہیں آئنۂ دل کو جلا بادہ وجام

دردِ اندوہ کو معجونِ خوشی ساغر و مے
مرضِ رنج کو داروئے شفا بادہ وجام

جنکی قسمت میں یہ دولت ہے انھیں کو ہے نصیب
آپ اے شیخ کجا اور کجا بادہ وجام

بزم میں اپنی ہے اک مایۂ راحت ساقی
کیوں نکھٹئے کہ ہے اندوہ ربا بادہ وجام

عید کیا آئی کھلی بادہ کشوں کی تقدیر
آج میخانہ میں ہیں جلوہ نما بادۂ وجام

جسطرف دیکھئے ہے محفل رنداں گلزار
جلوہ گر مطرب ومعشوق ہیں یا بادہ وجام

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا ہے کیا اے ساقی
عید کا روز ہے اُٹھ اور اُٹھا بادہ وجام

ہوں وہ میکش کہ عیش نے بھی جو پوچھا ہے کبھی
کیا ہے مرغوب تجھے میں نے کہا بادہ وجام

تن بیجاں میں دمِ نزع بھی جان آجائے
دیکھ لوں ایک نظر میں جو ذرا بادۂ وجام

چپکے بیٹھے ہوئے سنتے ہیں سب اہلِ محفل
کر رہے ہیں کسی ساقی کا گلا بادہ وجام

مرزا عجب میکش نے گذارا ہے بسختی رمضان
ساقیا عید کا دن آج ہے لا بادہ وجام

جمع ہیں بزم میں سب نقدِ سخن کے نقاد
چند شعر اور سنا کر میں کروں ختم کلام

فیض روح القدس اسوقت ہے مجھ پہ نزول
ہوتے ہیں غیب سے کیا تازہ معانی الہام

آج آئینۂ دل میں ہے بشکلِ تمثیل
چہرہ افروزِ رخِ شاہد زیبائے مرام

آج ہر طبع یہ حاضر ہے کہ صد حسنِ جواب
ایک پوشاک سے ہے زیب تن ہر استفہام

آج میخانہ ہے زاہد تری مسجد کا جواب
مقتدی رند ہیں اور پیرِ مغاں پیش امام

آج ہے ساقیٔ محفل وہ بتِ کافر کیش
زلف پیچ سے جسکی ہو پریشاں اسلام

آج وہ دن ہے کہ اُٹھتی ہے جدھر بھی نگاہ
عید ہی عید کا عالم نظر آتا ہے تمام

رعب ہر چند ہے تو فارسِ میدانِ سخن
اسپ خوش کامِ طبیعت کی عنانکو اب تھام

بیٹھے ہیں بزم میں وہ جنکا سخن ہے اعجاز
اے مرے سحر بیاں چپ کہ ادب کا ہے مقام

رحمتِ خاص کا ہے وقت بزاریِ کمال
ہاتھ پھیلا کے دعا مانگ کہ اے ربِ انام

ہو مبارک مرے احباب کو یہ ماہِ سعید
حسنِ آغاز کا ہمرنگ ہو حسنِ انجام

تضمین بر غزل اُستاد

ہاں چونکتے وہ نیند کے ماتے تو خوب تھا
یوں بخت خفتہ تجھکو جگاتے تو خوب تھا

شورِ اُس گلی میں جا کے مچاتے تو خوب تھا
نالے فلک سے ملنے نہ جاتے تو خوب تھا

اُس رو سیہ کو آگ لگاتے تو خوب تھا

کمبخت نامہ بر کو نہ پاتے تو خوب تھا
یا کچھ پتا نہ اُسکو بتاتے تو خوب تھا

اے بیخودی ہم آپ میں آتے تو خوب تھا
قاصد جو شوق دلکو بتاتے تو خوب تھا

خط اپنا لیکے آپ ہی جاتے تو خوب تھا

تھوڑی سی زمیں لحد کے لئے پاتے بعدِ مرگ
ارماں ہمارے کچھ تو نکل جاتے بعدِ مرگ

بے اعتنائی اتنی نفرماتے بعدِ مرگ
اپنی گلی سے ہمکو نہ اُٹھواتے بعدِ مرگ
اب تم ہمارے ناز اُٹھاتے تو خوب تھا

اُلٹی ہے وصل میں رخِ تاباں سے گو نقاب
سر تا بپا حیا سے مگر ہیں وہ آب آب
اے چشمِ شوخ تو ہی بتا اسکا کیا جواب
بے پردہ ہو کے ہیں وہ کرنے لگے حجاب
حسرت کی آنکھ ہم بھی چھپاتے تو خوب تھا

یوں آکے دیکھیں غیر کو اس آستان پر
غیرت سے کھیل جائیں نہ کیوں اپنی جان پر
بس دے چکے عروج بُلا کر مکان پر
بس بس چڑھا چکے ہیں تم آسمان پر
اس سے تو خاک ہی میں ملاتے تو خوب تھا

سا تھ اپنے جب سے لیگئی تھی بیخودی تمیز
اب تک کسیکو دین نہ دنیا کی تھی تمیز
کچھ ہجر کی خبر تھی نہ کچھ وصل کی تمیز
پھر اُنکو ہجر وصل میں ہونے لگی تمیز
بیخود نہ ترے نہ آپ مین آتے تو خوب تھا

آمادہ کیوں ہو ہے پھر اک طور پر
کچھ ناز بھی تو چاہئے حسنِ غیور پر
مرنے کو ہے پھر کوئی شانِ غرور پر
سرگرم شوق دید ہے پھر کوئی طور پر
تم بھی جلے کو اور جلاتے تو خوب تھا

لیتا ہے نام ایسے میں گھر جانے کا کوئی
یہ قاعدہ ہے وقت سحر جانے کا کوئی
پہلو اگر بتاتے نہ مرجانے کا کوئی
پہلو ہمارے دل کے ٹھہر جانے کا کوئی
پہلو میں بیٹھکر وہ بتاتے تو خوب تھا

پامال تمنے کر کے عدو کے مزار کو
بخشا ہے اوج تیرہ دروں کے غبار کو
روشن نہوگا نام مٹاؤ ہزار کو
ملکر کبھی ہمارے دل داغدار کو

دو ایک نمود دیونکو مٹاتے تو خوب تھا

کر لیتے پہلے دیدۂ دیدار جو تو عید
ہوتی ذرا محرک دل لذتِ شنید
کھلجاتے چشم شوخ سے کچھ وعدہ وعید
بڑھتا ادھر سے پردہ اُلٹنے کو شوق دید

آواز ہی وہ پہلے سناتے تو خوب تھا

شوخی بہت دکھاتے نہ چتون کی بزم میں
باتیں نکرتے ایسی لڑکپن کی بزم میں
یوں آبرو ڈبوتے نہ جوبن کی بزم میں
گھر کرکے آپ آنکھوں میں دشمن کی بزم میں

ہمسے اگر نہ آنکھ ملاتے تو خوب تھا

ہم از کیا کہوں کرے اُنکا خدا بھلا
میرا تھا یہ قصور کہ اُسکی خطا بھلا
دیں گالیاں غریب کو کیا ملگیا بھلا
میرے پیا مبر کو نہ کہتے بُرا بھلا

وہ آن کے مجھی کو سناتے تو خوب تھا

اچھا نہیں سہی جو نہ تھے لائقِ کرم
قہر و عتاب کی بھی نگاہیں ادھر ہو کم
مرتے نہ رشکِ ظلم سے تو انجمن میں ہم
تم غیر پر ستم کرو ہم دیکھیں یہ ستم

اس سے تو پھر ہمیں کو ستاتے تو خوب تھا

ساقی کی اب تو گو ہے عنایت بہت بڑی
سمجھے ہوے ہو حضرت دل تم تو دل لگی
بوسوں کا سوچ لو مگر انجام کار بھی
عادت بُری ہے اُس لبِ میگوں کے بوسوں کی

چھوٹی ہوئی کو منھ نہ لگاتے تو خوب تھا

پھر بیقرار کر گئے دل کو کمال وہ
کچھ اضطراب رعب کا کرتے خیال وہ
پہلو سے اُٹھکے چھوڑ گئے غیر حال وہ
تسکین دل سے ہاتھ اُٹھاتے جلال وہ

یا دل کو ساتھ ہی لئے جاتے تو خوب تھا

ترکیب بند موسوم بدمِ عیسیٰ مدرسۂ تکمیل الطب

رباعی

نادار تھے نقدِ کیمیا ہاتھ آیا
بیمار تھے دامنِ دوا ہاتھ آیا
تکمیل الطب میں آپہونچے اے رعبؔ
قسمت سے یہ نسخۂ شفا ہاتھ آیا

دیگر ایضاً بزبان حال مدرسہ

بوئے گل ماہیتِ اشیا ہوں میں
رنگِ رخ صورت وہیولیٰ ہوں میں
مُردوں کے لیے ہے دم مرا مژدۂ زیست
تکمیل الطب نہیں مسیحا ہوں میں

ترکیب بند

پائی جادو کی طبیعت اور افسونکا مزاج
کیوں ملیگا آج میری طبع موزوں کا مزاج
سحر کرتا ہے طبابت میں مرا ذہنِ رسا
نبض سے پہچانتا ہے طفل مضموں کا مزاج
نو عروسِ فکر پہونچی شاہدِ معنی کے پاس
پوچھنے آئی ہے لیلیٰ اپنے مجنوں کا مزاج
لو مجھ ایسے منچلے سے ہے کجی پر مستعد
پھر گیا ہے کسقدر اللہ گردوں کا مزاج
شوق کی ناکامی آوارہ گردی دیکھیے
منحرف ہے وحشیوں سے کوہ وہاموں کا مزاج
اتنا آشفتہ ہے کیوں یارب مرا بختِ سیاہ
بگڑیا یہ بھی کیسکی زلف شبگوں کا مزاج
فیلسوفِ فکر کی ہے جیّد الوزن آج نبض
معتدل ہے طبِّ معنی کے فلاطوں کا مزاج
شعلۂ شوق آج استیلا افزا ہونیکو ہے
عنصرِ ناری مرے دل کا ہوا ہونیکو ہے

واہ کیا نیرنگیاں ہیں تیری اے سنِ شباب
اشرفِ اعضائے انساں وہ جسے کہتے ہیں دل
تو جنوں کا ایک شعبہ ہے۔ مگر کیسا جنوں؟
عشق کیا؟ یعنی کمالِ ذاتِ انساں کا سبب
جسکی حدّت محرقِ اخلاطِ حرص و آز ہے
قلب مانا منبعِ روح و حرارت ہے مگر
کیا ہی دیتا ہے مزا دل ایسے اشرف عضو پر

ہے ادا بے مثل ہر انداز تیرا لاجواب
تجھسے اسکے جوہرِ مخفی کھلے با آب و تاب
وہ جنوں کہتے ہیں جسکو "عشق" سارے شیخ و شاب
نہیں "صفرا کا سودا کی طرف ہو انقلاب"
عشق نام اُس آگ کا ہے پیشِ اربابِ صواب
اور ہی لذت فزا اس نار کا ہے التہاب
ایسے سن میں ایسے اشرف ملوے کا انصباب

گو زمانہ مہلتِ عیش و طرب دیتا نہیں
عشق ہو۔ عہدِ جوانی ہو۔ تو کچھ پروا نہیں

اے مبارک سن مرے عہدِ جوانی واہ وا
بدلے ایامِ طفولیت کے پایا ہے تجھے
تیری کیفیاتِ اربع میں ہے طبعی اعتدال
عشق کی خاطر نگاری کا ہے تجھ پر انحصار
تیرے آتے ہی امنگیں دل میں پیدا ہو گئیں
اے شرابِ نوجوانی شعلہ ریزی نے تری
اے مبارک تجھکو دل حاضر ہے بہرِ نذرِ عشق

مایۂ عیش و نشاط و شادمانی واہ وا
واہ واہ عمرِ گذشتہ کی نشانی واہ وا
کر دیے ہیں ایک تو نے آگ پانی واہ وا
حُسن کی موقوف تجھ پر دلستانی واہ وا
کیا ملا ہے تجھسے لطفِ زندگانی واہ وا
پھونک دی سنِّ صبا کی سرگرانی واہ وا
عشق میں ہے میرے دل کی کامرانی واہ وا

کیا ہوا ہر چند عشق اک تجربۂ زخّار ہے
تو سلامت دل سلامت ہے تو بیڑا پار ہے

تازہ افسانہ سرِ محفل سُنانا ہے مجھے
حوصلہ افسردگی کا آزمانا ہے مجھے

اک پری کے عشق کا منظور ہے افشائے راز
ہمدموں کو آج دیوانہ بنانا ہے مجھے

چھیڑ کر ذکر اِک مسیحا کے لبِ جانبخش کا
فطرتی مُردوں کو زندہ کر دکھانا ہے مجھے

بارد الجوہر جو ہیں اُنمیں حرارت پھونک کر
سحر کرنا آگ پانی میں لگانا ہے مجھے

وصف کرکے اک سراپا فلسفہ محبوب کا
روح بقراط و ارسطو کو ملانا ہے مجھے

ساغرِ چشم اور اک زنجیرِ گیسو کا ہے دھیان
مسئلہ دور و تسلسل کا بتانا ہے مجھے

چاہیے ہیں نوم و تقیظہ معتدل کیسی یہ نیند
شورِ محشر زا سے سوتوں کو جگانا ہے مجھے

دُھوپ چڑھ آئی اُٹھو اے سونے والو مان لو
دن کا سونا تندرستی کو مُضر ہے جان لو

لو سناتا ہوں سنو کس شمع کا پروانہ ہوں
کون وہ رشکِ پری ہے جسکا میں دیوانہ ہوں

مجمع ضدین ہوں یعنی نشاط و غم سے پُر
کس حسیں کے عشق کا حیرت فزا افسانہ ہوں

دولتِ اُلفت سے مالامال ہوں سرتاپا
مفلسی میں کسکے گنجِ عشق کا ویرانہ ہوں

کونسی ہے وہ شرابِ مستی افزا شور خیز
خاکساری کی بدولت جسکا میں پیمانہ ہوں

کس بتِ ناآشنا صورت نے اپنا کرلیا
اپنے بیگانے سے جسکے شوق میں بیگانہ ہوں

حورِ جنت کچھ نگاہوں میں سماتی ہی نہیں
کس پری وش کا شہیدِ نازِ معشوقانہ ہوں

نرگسِ بیمار کا کس گل کی ہوں بیمارِ غم
جو یہ کہتا ہوں کہ اچھا ہے اگر اچھا نہ ہوں

دم نکلتا ہے مرا جسپر وہ دلبر کون ہے
جان میں دیتا ہوں جسپر وہ ستمگر کون ہے

ایک شب کا ذکر میں لیٹا تھا فرشِ خواب پر
بسترِ غم زیبِ تن بالینِ کلفت زیرِ سر

ایسی کالی اور اندھیری شب کہ یاربّ الاماں
وہ بھیانک اور پُر وحشت کہ یاربّ الحذر

طول اسکا تھا مرے ایام غم کا ہمقدم
اسکی تاریکی مرے بخت سیہ کی ہم اثر

کون اسکا غلبۂ سودا کا دیتا تھا نشان
پیکر اسکا احتراق دم کی دیتا تھا خبر

جسطرح جگنو چمک جائیں شب تاریک میں
جھلملاتے یون چراغ انجم آتے تھے نظر

شب مین یہ طول اور یہ تاریکی تو ہے امر محال
وہ کسی ظالم نے جوڑا شب کو کھولا تھا مگر

اسقدر تیرہ تھی۔ جسپر میرے دود آہ نے
کر دیا تھا اور بھی اس رات کو تاریک تر

کوئی اس شب مین نہ غمخوار نہ دلمایوس تھا
کنج تنہائی تھا میں تھا اور اک افسوس تھا

لے رہا تھا کروٹیں باحسرت و رنج و ملال
دل جریح تیغ محنت اور تن غم سے نڈھال

دل جسے مطلق جراحت کا تحمل ہی نہیں
اسقدر زخمی کہ زخم اسکے عسیر الاندمال

یاد دلواتا تھا ترکیب مزاج ارکان سے
درد میں اور دل میں باہم تھا جو فعل و انفعال

غلبۂ یبس و حرارت سے دماغ آشفتہ تھا
نیند کا آنا ہے ایسے حال میں امر محال

بارے اک غفلت سی مجھپر چھا گئی کچھ خود بخود
اور پہونچا دوسرے عالم میں عنقا سے خیال

دیکھتا کیا ہون نظر کے سامنے ہے جلوہ گر
اک گل رعنا شگوفہ قدر لطیف الاعتدال

قدرت حق کا نمونہ سر سے لیکر تا قدم
چہرہ اسکا شمع بزم عالم شبح و مثال

کمسنی اسکی اک آفت تھی بلائے دہر تھی
سادگی اسکی قیامت تھی غضب تھی قہر تھی

نشۂ مے عاریت بخش اسکی چشم پر خمار
اسکے لعل لب سے اعجاز مسیحا مستعار

اسکی زلف مشک آگیں پر تصدق کیجیے
عنبر سارا کسے کہتے ہیں۔ کیا مشک تتار

اُکھوان کی پھبتی ان دانتوں کو ہو کیونکر پسند
جنکو مروارید کی تشبیہ سے آتی ہو عار

وردِ احمر اُسکے گورے گورے گالوں پر فدا
سنبلِ الطیب اُسکی کالی کالی زلفوں پر نثار

خوشنما تر سیب سے سوورجے وہ سیبِ ذقن
نرگسِ شہلا سے زیبا تر وہ آنکھیں لاکھ بار

غیرتِ عنّاب تازہ اُسکے پیارے پیارے ہونٹ
رُوکشِ رُمّانِ شیریں اُسکے سینے کا اُبھار

وہ سرِ انگشتِ حنا بستہ کہ فُندق روئے خوں
شمع بینی وہ کہ زنبق جل مرے پروانہ وار

اُسکی چشمِ فتنہ زا کو کھیل گویا قتلِ عام
اُسکی لعلِ جانفزا کو بات احیائے عظام

گو نتھا آراستہ زیور سے وہ سروِ روان
سادگی میں بھی مگر تھا ایک آشوبِ جہان

ایک باغِ پُر فضا میں مسندِ زربفت پر
ناز سے بیٹھا ہوا با عزت و تمکین و شان

محوِ شغلِ میکشی۔ لب برلب جامِ شراب
چشمِ میگوں کے مقابل لالۂ و گل کا سمان

دیکھکر وہ پیاری پیاری شکل بیخود ہوگیا
ہاتھ سے جاتے رہے صبر و سکون تاب و توان

دُور سے کچھ دیر پہلے محوِ نظارہ رہا
شوق آخر لیگیا نزدیک تر دامن کشان

واہ ری تاثیر جذبِ دل کہ جب پہونچا قریب
اُٹھ گئیں میری طرف اُسکی نشیلی انکھڑیان

دیکھکر مجھکو اداؤ ناز سے بولا وہ شوخ
کون ہے تو؟ نام کیا ہے؟ کسلیے آیا یہان

دست بستہ با ادب میں نے کہا گمنام ہوں
جذبۂ دل کھینچ لایا عاشقِ ناکام ہوں

تو بتا تو کون ہے؟ اے رونقِ صحنِ چمن
پھول ہے کس باغ کا تو؟ ہے کہاں تیرا وطن

نورکن آنکھوں کا ہے تو اور کس دل کا سرور؟
کس گلستاں کی ہے تو دلکش بہار؟ اے گلبدن

کس دلِ روشن کا ہے پرتو ترے مکھڑے کا نور
عکس کس تیغ زباں کا ہے یہ تیرا بانکپن

کیا نسب ہے تیرا؟ کس عالی گھرانے سے ہے تو؟
ہاں نشاں اپنا مجھے دے اے نگارِ سیمتن

پانوں کھجلاتے ہیں۔ دل ہے تشنۂ شوقِ طواف
اپنے کوچے کا پتا دے اے بتِ پیماں شکن

سنکے میری التجا پہلے تو کچھ سوچا کیا
گلفشاں آخر ہوا اسطرح وہ غنچہ دہن

میں ہوں اک ادنیٰ نتیجہ اُسکی عقل و رائے کا
علم و حکمت میں ہے جسکی ذات یکتائے زمن

دامنِ مقصودِ رنجوروں کا جسنے بھر دیا
جسنے یوناں کے فنِ مُردہ کو زندہ کر دیا

آج جسکی ذات والا پر ہے طب کو افتخار
کون؟ یعنی حضرتِ عبدالعزیزِ نامدار

اُسکو بقراط و ارسطو پر نہ کیوں ترجیح دوں
نور کے مدِ مقابل ہو نہیں سکتی ہے نار

عہد کا اپنی ہے لقمان اور افلاطونِ عصر
قرشی اپنے وقت کا اور بو علیِ روزگار

زندہ ہوتے آج بطلیموس و جالینوس اگر
اُسکے خوانِ فیض کے ادنیٰ سے ہوتے زلہ خوار

درد کی میرے دوا ہے اُسکا دیدارِ جمال
زیست کا میری ہے اُسکی ذات پر دارومدار

دوسرا وہ معدنِ حکمت ہے جسکے دم کے ساتھ
زندگی بھر تک ہے وابستہ مرا عز و وقار

جسکا ہے اسمِ گرامی حضرتِ عبدالحفیظ
ماہرِ فن کاملِ فن شہرۂ ملک و دیار

مجھکو ہے سرمایۂ آرام و راحت اُسکی ذات
مرہمِ زخمِ جگر میرا ہے اُسکا التفات

یہ رہیں دونوں سلامت مجھکو دونوں پر ہے ناز
حق تو یوں ہے میں ہوں بیکس اور یہ بیکس نواز

پوچھیے سچ سچ تو بس ان دو بزرگوں کے طفیل
آج ہے ہندوستاں میں مجھکو حاصل امتیاز

ہو چلا تھا مائلِ پستی مرا طالع۔ مگر
ہو گیا انکی عنایت سے نہایت سرفراز

زیست ہے میری "ہمیشہ باد" انکا التفات
موت ہے میری "خدا ناکردہ" انکا احتراز

میری حدِ تام کے دونوں ہی ہیں جنس و فصل
علم کا میرے انھیں کے علم سے کھلتا ہے راز

مادّہ صورت یہی دونوں ہیں میرے جسم کے
حضرتِ عبدالعزیز و حضرتِ عبدالحفیظ

صورتِ جسمیّہ میری سے ہے جبھی زیبا طراز
بس یہی دونوں ہیں میرے غمگسار و چارہ ساز

آج اقطارِ جہاں میں اِنکے شہرے عام ہیں
اے میں اِن ناموں کے صدقے کیا مقدس نام ہیں

غازۂ رخسار ہے میرا وہ باشوکت جوان
اک ذکی الطبع جسکا نام ہے عبدالحمید
بلبلِ خوش نغمہ یعنی حافظ عبدالمجید
آب میرے چہرۂ زیبا کی ہے عبدالمعید
یہ مری ترکیب کے گویا ہیں چاروں اُسطقس
یا سمجھیے یوں کہ یہ چاروں اور وہ دونوں بزرگ
جو حقیقت ہے بیاں کردی ہے میں نے راست راست

نام نامی جسکا ہے عبدالرشید نکتہ داں
نور ہے میرے رخِ روشن کا وہ روشن رواں
رنگ ہے میرے گلِ عارض کا وہ رنگیں بیاں
جسکی پیشانی سے آثارِ لیاقت ہیں عیاں
یا مرے اعضا کے ہیں اخلاطِ اربع بیگماں
میرے ہیں اسبابِ ستہ جو ہیں لازم ہر زماں
مولد و منشا کا بھی اپنے تجھے دیدوں نشاں

لکھنؤ ملکِ اودھ کا شہر ہے میرا مقام
اور جھوائی ٹولہ ہے اُس شہر میں جائے قیام

میرے کوچے کی سمجھ تختۂ مثالی یہ زمیں
پھول کیا کیا کچھ کھِلے ہیں خوشنما چاروں طرف
حکمت و فن کے یہ سب گلہائے رنگا رنگ ہیں
میرے ہمت والے حامی نے مرے غمخوار نے
جمع سب اسبابِ راحت کردیے میرے لیے
عام ہے جلوہ رخِ زیبا سے اُلٹی ہے نقاب

جوشِ گل سے جو نظر آتی ہے فردوسِ بریں
نرگس و گل سنبل و ریحاں شقیق و یاسمیں
موسمِ گل تک کے جو مہماں ہوں یہ وہ گل نہیں
بہرِ آسایش مجھے بخشی یہ جائے دلنشیں
اس چمن میں ہوں بڑے آرام سے عشرت گزیں
لطفِ نظارہ اُٹھائیں عاشقانِ پاک بیں

اب ضرورت ہے تو زیور کی ہے میرے حسن کو | اک نہ اک دن مل رہیگا وہ بھی دلکو ہے یقیں

جب کبھی زیور سے ہوگی زینت افزائی مری
دیکھنا اُسوقت طرزِ جلوہ آرائی مری

ہوگیا خاموش اتنا کہکے وہ ماہِ تمام | اور میں تصویرِ حیرت تھا سراپا لاکلام
دیرتک اُس گفتگو کے دل مزے لوٹا کیا | سحرِ کامل کہیے اُن باتوں کو یا اعجازِ تام
اک ادا کے ساتھ پھر اُس ساقیِ مینوش نے | دستِ نازک سے مجھے بھر کر دیا اک مے کا جام
آتشِ سیّال وہ اُس شعلہ وش کے ہاتھ سے | لیکے با فرطِ ادب کہنے لگا میں تشنہ کام
جو بیاں کی داستاں تونے سُنی ہیں نے وہ سب | نام بھی اپنا بتا اب اے بتِ فرخندہ نام
نام سُننے کے لیے پہلو میں دل ہے مضطرب | نام سُنکر میں پیونگا یہ شرابِ لعل فام
جلد بتلا۔ نام سُننے کا ہے جد اشتیاق | تا کروں میں نام تیرا اپنا وردِ صبح و شام

مُسکرا کر کیا کہوں کس دلربا انداز سے
نام تکمیل الطب اُس بت نے بتایا ناز سے

نام سُنتے ہی دلِ محزوں ہوا خنداں و شاد | ملگئی گویا مریضِ غم کو مُنھ مانگی مراد
جام پینا چاہتا تھا کھل گئی اتنے میں آنکھ | وہ بہشت آسا چمن ہے اب نہ وہ قدسی نژاد
کنجِ تنہائی وہی ہے میں وہی ہوں دل وہی | اور وہ غمہائے درازِ عالم کون و فساد
ہاں مگر تھا میٹھا میٹھا درد سا دل میں ضرور | چٹکیاں لیتی تھی رہ رہ کرکسی ظالم کی یاد
قفلہ کو تہ جو بتائے تھے پتے اُس شوخ نے | مرتسم تھے ذہن میں بے انتقاص و ازدیاد
"اُسکے در پر چلکے رہیے" عشق نے مجھسے کہا | شوق بول اُٹھا کہ "اب کہئے وطن کو خیرباد
پہونچا آخر بعد چندے آستانِ یار پر | راستی پر آگیا قسمت سے چرخِ کج نہاد

کیا بتاؤں اب جو دیکھی شوکت و تمکیں و زیب
خواب سے بھی بڑھ کے بیداری میں پایا دلفریب

کچھ سُنا میرا فسانہ تم نے اہلِ انجمن
مشتمل نیرنگ حسن و عشق پر ہے یہ سخن

ذکرِ حسنِ گل کا کیا میں نے تمھارے روبرو
جانتے ہو تم بھی کیسا کچھ ہے وہ رشکِ چمن

نفع اس تحصیل حاصل سے نہیں کوئی مگر
مقتضائے عشق تھا اور عشق ہے اُلجھن فن

حُسن ذاتی کو تکلف کی نہیں گو احتیاج
پھر بھی اچھی شکل پر کیا بات زیور کی پھبن

دیکھیے پھر کیا لگیں اِس مہ جبیں کو چار چاند
آج زیور سے اگر سجائے چوتھی کی دُولھن

موتیوں سے اس قمر طلعت کی بھر جائے جو مانگ
اور بھی بڑھکر ہو مہر رُوے انور ضو فگن

خیر- ہمدردِ اِس پریوش کے سلامت چاہییں
عنقریب آئیگا وہ دن بھی بفضلِ ذوالمنن

زیور روز رسے سراپا یہ حسیں سج جائیگا
گوری رنگت پر نکھار اس سے زیادہ آئیگا

گو ابھی کہنا بہت کچھ تھا مگر تا چند طول
پیش اربابِ خرد بسیار گوئی ہے فضول

عرضِ حاجت چاہیے اسوقت باشرطِ نیاز
مبدأ فیاض سے ہوتا ہے رحمت کا نزول

رعب کرتا ہے دعا- احباب سب آمیں کہیں
ہاں یہ موقع ہے کھلا ہے ویرسے باب قبول

اے خدائے دوجہاں- اے خالقِ دربان و درد
اے قدیم اے علتِ احداثِ افلاک و عقول

کر ہمارے مدرسے کو تو عطا حُسنِ فروغ
رات دن اسکو ترقی پر ترقی ہو حصول

خیر خواہ اسکے جو ہیں وہ خرم و شاداں رہیں
جو بداندیش اسکے ہیں وہ ہوں ہمیشہ دل ملول

دوست اسکے گلشنِ آفاق میں پھولیں پھلیں
دشمنوں کے حق میں کانٹے ہوں جھوئیں جسوقت پھول

یا خدا جب تک زمین و آسمان قائم رہیں
مدرسہ اور حامیانِ مدرسہ قائم رہیں

قصیدہ

تہنیت تولد فرزند بشکوے مسٹر ٹامسن صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع کرنال ۸ جنوری ۱۹۰۵ء

عربی

لله در سنا عدالرطامسن	اضحى لاطلام الظالم طامسا
يوم الندے تلقاه غيثا هاطلا	وتراه في الهيجاء ليثا عابسا
في كل منهاج الكيا ستر سابقا	في كل مضمار الفراسة فارسا
ولقد رانيا في اسرة وجهه	ما ان رأے سر الحزين البائسا
وهب الاله له وليدا صالحا	متفوقا متقن ما متنافسا
ولدا ذكيا لاح فوق جبينه	للرشد انوار احارت قائسا
من وجه شمس علينا اشرقت	فاضاء يوما كان ليلا دامسا
بارك ايا رب الورے في طامس	لا زال في روض المسرة غارسا
بارك له يا رب في اولاده	زن راسه در وسهم نقلانسا
واخصص بفضلك ذاك قرة عينه	واجعله زين مدارس ومجالسا
ثبته في طرق الدراية والحجى	ما انفك للامر الخطير ممارسا
وادمه في جميع الكيا ستر والنهى	دهر الابكار العلوّ ملا مسا
وافض علينا من غمامة جوده	ماء معينا لايفارق غامسا

شرف بمقدمہ الشریفت مساندا — فی کل نادیۃ العلی وطنا فسا
ارنا بفضلک ربنا بوما بہ — بدا را بنو بین الخلائق مائسا

فارسی

آفریں صد آفریں اے معنی وحشت شعار — مرحبا صد مرحبا اے فکرت معنی نگار
جنداذہن رسا صل علی طبع بلند — کزسرعرش آوری مضمون تو اندر کنار
شاہد مضمون تو قدسی سرشت آمدولے — ہست برزیبا عروس فکرمن ازجان نثار
چیست یارب ایں ہمہ ہرچار سو جوش نشاط — خرم انداز فرط شادی ہم صغار وہم کبار
ازچہ گل کردست آلہی جمع ضدین اینچنیں — شد خزاں درگلشن امکاں ہم آغوش بہار
قمری وبلبل نوا سنج طرب ہستند خوش — درچمن آمد کہ ایں سرو قد گلعذار
ایں نسیم روح پرور از کہ ایں سو وزید — کومشام جاں معطر کردہ از مشک تتار
نعمہ خوانش ہرطرف بنیم ہزاراں عندلیب — شد کہ ایں گل بہار افزائے باغ روزگار
ہاں مگر شنیدہ ام اینک نوید جانفزا — کاینچنینم کردہ جوش خرمی بے اختیار
مژدۂ کز راہ گوشم چوں بدل شد جاگزیں — غم زدا وراحت افزا آمدہ چوں وصل یار
یعنی آں صافی گہر زیبا تبش فرخندہ نام — خوش لقب سامی حسب والا نسب عالی تبار
درسیاست نکتہ چین ودوربین وحق گزیں — درریاست ہوشیار وکامگار وبختیار
نوبہار گلشن عدل ونسیم باغ داد — طامسن صاحب بہادر حاکم ذی اقتدار
داد اورا ایزد جانبخش فرزندے نکو — وہ چہ فرزندے نکو ہمچو پدر ذوالاقتدار
نیّر اقبال طالع گشتہ از برج شرف — یا برآمد از صدف یکدانہ دُرّ شاہوار
گوہر درج ایالت راحت جان مراد — اختر برج جلالت نور چشم انتظار

جانِ مادر تازہ و روشن بد و چشمِ پدر
این نشاند در کنار آن پروراند در کنار

اے خوشا ایندم کہ بہرِ تہنیت پردازیے
در بنانم گشتہ رقصاں خامۂ معنی نگار

مر ترا بادا مبارک اے جنابِ طامسن
این گلِ رعنا کہ باشد بلبلش چون من ہزار

یا خدا این نونہال گلشن جاہ و جلال
برخوردار ز عمر و دولت با ہمہ عز و وقار

پرورش یابد بآغوشِ سرور و انبساط
باشد از پستان عیش و کامرانی شیرخوار

اے ہمایوں فال فرخ نام یعنی طامسن
خارج ست احصاے اوصافِ تو از حدِ شمار

زندہ باشی دائما با ہر مرادِ خویش جفت
دوستانت شادکام و دشمنانت خوار و زار

دوستانت را ز راحِ استراحت سرخوشی
دشمنانت را ز دُردِ درد صد رنج خمار

ز ابشاری عنایاتِ تو اے ابرِ کرم
شاخِ اُمیدِ علامانت برآرد برگ و بار

بو کہ لطف بیکران تو برو از پا دما
جور ہاے این سپہرِ کج نہاد و کج مدار

ہمچنیں ایزد ترا شاداں کناد و ہمچنیں
تہنیت گوے تو بادا رعب و ہم مدحتگزار

ایضاً اردو

فصلِ گل میں کبھی یوں نہیں اترائی ہے
کس گلِ نو کی شمیم آج صبا لائی ہے

کونسا عید کا چاند آج ہوا جلوہ فروز
محوِ نظارہ جو ہر ایک تماشائی ہے

باغ عالم کو لگی کس گلِ رعنا کی ہوا
نغمہ پرواز ہر اک بلبلِ شیدائی ہے

گو نہیں ابر کے دن جھوٹ ہی کہدیں احباب
دل بڑھا دیں یہ سنا کر وہ گھٹا چھائی ہے

قالبِ مردہ میں جان آتی ہے ہر جھونکے سے
نفسِ بادِ صبا میں یہ مسیحائی ہے

بلبلو مژدہ کہ گلزار میں ہر شاہدِ گل
مستِ صہبائے خودآرائی و خودرائی ہے

جسطرف دیکھئے نظارہ ہے آغوش کشا ۔۔۔ کسکے دیدار کی ہر آنکھ تمنائی ہے
کھلگئیں دیدۂ دیدار طلب کی آنکھیں ۔۔۔ شکل کس شاہدِ مقصود نے دکھلائی ہے
لوکھلا اب کہ جو ہیں ڈپٹی کمشنر صاحب ۔۔۔ جنکا اقبال بڑے فخر سے مجرائی ہے
ٹامسن صاحب عالی ہمم و والا قدر ۔۔۔ ہر سخن جنکا دُرِ بحر پذیرائی ہے
لطف نے جنکے متانت کے چلن سیکھے ہیں ۔۔۔ قہر نے جنکے قیامت کی ادا پائی ہے
قرۃ العین اُنھیں حق نے دیا ہے ایسا ۔۔۔ کہ وہ نورِ نظر دیدۂ بینائی ہے
چمنِ دھر میں وہ پھول کھِلا جسکا جمال ۔۔۔ باغ بہر طعنہ زن خوبی و رعنائی ہے
شرم سے سر بگریباں ہو جو دیکھے نرگس ۔۔۔ نرگسی آنکھ ہو نہیں اُسکی وہ شہلائی ہے
زر بکفِ گل ہے کہ کر ڈالے نچھاور رخ پر ۔۔۔ ساری دولت جو ازل سے اُسے ہاتھ آئی ہے
کچھ حسین آئنہ خانے میں تو ہونگے ایسے ۔۔۔ ورنہ اس حسن کی تصویر میں یکتائی ہے
اے مرے ٹامسن اے حاکمِ حکمت پرواز ۔۔۔ کہ حکیمونکو مسلم تری دانائی ہے
جاہ و اقبال کو اے مصدرِ الطاف و کرم ۔۔۔ باعثِ فخر ترے در کی جبیں سائی ہے
ہو مبارک تجھے یہ نو گلِ گلزارِ حدوث ۔۔۔ جسکی ہر بات میں اندازِ دل آرائی ہے
تو سلامت رہے سر سبز رہے شاد رہے ۔۔۔ جب تک آبادی عالم میں من و مائی ہے
رونق خلوت و جلوت نہو کیوں تجھسے کہ تو ۔۔۔ زینتِ بزم ہے آرائشِ تنہائی ہے
تیرے اوصاف سے قاصر ہوں نہیں گو صرف کروں ۔۔۔ جسقدر ناطقہ میں قوّتِ گویائی ہے
رعب مدّاح ترا بہرِ مبارکبادی ۔۔۔ گوہر افشاں بہمہ قافیہ پیمائی ہے

قطعہ تاریخ

مسرت کا دن ہے خوشی کی گھڑی ۔۔۔ کہ سُننے میں آئی مبارک خبر

عجب مژدۂ شادی افزا ہے یہ
کہ ڈپٹی کمشنر بہادر کے گھر

تولد ہوا ایک آنکھوںکا نور
خجل جسکے آگے ہوں شمس و قمر

ترقی خدا عمر میں اُسکی دے
عطا اُسکو فرمائے فضل و ہنر

یہ ہو شہرۂ چار دانگِ جہاں
دعا خادموںکی ہے آٹھوں پہر

ہمیشہ رہیں خرم و شادماں
مرے ٹامسن صاحبِ خوش سیر

رہے اُنکا سرسبز نخلِ مراد
نہالِ تمنّا رہے بار ور

مجھے فکر سالِ تولد تھی رعب
پکارا یہ ہاتف کہ تحریر کر

ولادت سے جسکی ہے خوشدل ہر ایک
مبارک ہو یارب وہ نورِ نظر

نظم اُردو موسوم بعرق بہار

رباعی

غمدیدہ تھے کیا سرور وافی پایا
دلخستہ تھے کیا مرہم کافی پایا

تکمیل الطب کو ہمنے پایا ای رعب
واللہ عجب نسخۂ شافی پایا

دیگر

یہ مدرسہ رعب مایہ بخشِ جاں ہے
ہر درد کا موجود یہاں درماں ہے

مردہ بھی اگر آئے تو زندہ ہو جائے
تکمیل الطب کہ چشمۂ حیواں ہے

ترکیب بند

(بند ۱)

اگر لوں نام گل تو چوم لے بلبل دہن میرا
اُڑا لایا ہے شوخی کسکی اندازِ سخن میرا

سلامت چاہیے فکرِ رسا کی معجز آرائی
بگڑ کر کیا بنا لیگا عدوے سحرِ فن میرا

کہوں کیا شکلِ عنقا شمعِ بزمِ گوشہ گیری ہوں
مگر ہاں ذکر سن لیجے سرِ ہر انجمن میرا

مجھے جسپر بھروسہ ہے بڑی ہی شان پاک اُسکی
بلا سے دوست ہو یا ہو عدو چرخِ کہن میرا

ٹھکانا کیا بتاؤں بے ٹھکانوں کا ٹھکانا کیا
جسے کہتے ہیں سب غربت وہی ہے بس وطن میرا

حسد سے کٹ کے رہجاتے ہیں کیا کیا حاسدِ بد ہیں
نمونہ ہے کسی تیغِ نگہ کا بانکپن میرا

بھرا ہے دامنِ ذہنِ رسا گلہاے معنی سے
انھیں پھولوں کی خوشبو میں بسا ہے پیرہن میرا

گلِ عارض کسیکا یا مری رنگیں بیانی ہے
لبِ شیریں کسیکا یا مری شیریں زبانی ہے

(بند ۲)

پلا جی بھر کے آج اے ساقیِ مستی نشاں مجھکو
تری آنکھوں کے صدقے دے شرابِ ارغواں مجھکو

علاج اس درد کا کوئی نہیں جز دورِ جامِ مے
کہ پیسے ڈالتی ہے گردشِ دورِ زماں مجھکو

نہاں تیری نشیلی انکھڑیوں کی جس میں مستی
وہی مے دیکے کر بیہوش آج اے جانجاں مجھکو

فسادِ فکر و تشویشِ تخیل تا بکے آخر
پلا کر جامِ نسیاں سوز کر دے نکتہ داں مجھکو

بہت کچھ سر پھرایا آرزوے بادہ نوشی نے
ترے سر کی قسم صبر و تحمل اب کہاں مجھکو

کہاں تک بارِ ضعفِ قلب اور کب تک یہ غش غش پر غش
شرابِ کہنہ کا درکار ہے رطلِ گراں مجھکو

تحلل روح پر غم سے ہے مستولی پلا جلدی
وہ فرحت بخش اور قوت دہِ جان و رواں مجھکو

سرایم نغمۂ خوش تا ربایم صبر از دلہا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

بند (۳)

یہ سن یہ فصل گذرے بے شرابِ مشکبو کیونکر
مجھ ایسے رند کو چین آئے بے جام و سبو کیونکر

جوانی کے یہ دن اور یہ شبیں آغازِ سرما کی
بسر ہوں بے شراب و بے نگارِ ماہرو کیونکر

غضب ہے کہنے سے واعظ کے ترکِ رندی و مستی
مکمل ہو گی شرحِ آیۂ لاتقنطوا کیونکر

تصور ہے مئے اطہر کا ہنگامِ قدح نوشی
پیوں میں بادہ خوارِ صاف طینت بے وضو کیونکر

دکھاتی جب رہے یہ آتشِ سیال اثر اپنا
رگوں میں منجمد افسردگی سے ہو لہو کیونکر

اگر سینچا نہ جائے باغِ فکر اس آبِ حیواں سے
تو گلہائے معانی میں ہو پیدا رنگ و بو کیونکر

قویٰ ارواح کو مے کس طرح کرتی ہے بتلادوں
بھلا روغن سے آجاتا ہے شعلے میں نمو کیونکر

مے گلرنگ پیکر چاہتا ہوں گلفشاں ہونا
کہ آج اک رشکِ گلشن بزم میں ہے نغمہ خواں ہونا

بند (۴)

تماشا یوں تو ان آنکھوں نے کیا کیا کچھ نہیں دیکھا
دکھایا آسماں نے جو سرِ روئے زمیں دیکھا

کہیں دیکھی حرارت شمع رویوں کے مزاجوں میں
کہیں کچھ دل جلوں کو گرمِ آہِ آتشیں دیکھا

ہوا کھائی بہت کی خوب سیرِ گلشنِ امکاں
بچشمِ غور سیرِ گلزارِ عبرت آفریں دیکھا

بہت ایسے چمن دیکھا تھا کل جنکو بہار آئیں
خزاں سے آج انھیں ویرانۂ وحشت قریں دیکھا

جہاں پر نغمہ زن تھے عندلیب و طوطی و قمری
وہاں پر کرگس و زاغ و زغن کو جاگزیں دیکھا

جہاں فرشِ گل و ریحان و سنبل تھا نشاط آرا
وہاں خار و خس و خاشاک کو غمبر انشیں دیکھا

مگر جس گلشنِ جاوید کا ہوں آجکل گلچیں ۔۔۔ خیاباں در خیاباں اسکو فردوسِ بریں دیکھا

رہے گلشن تجھے گلشن سراپا انبساط افزا
سرور انگیز راحت خیز فرحت زا نشاط افزا

(بند ۵)

کروں تعریف کیا بس خود یہ گلزار اپنا ثانی ہے ۔۔۔ کثیر اوقی سی یک اسکی بہارِ جاودانی ہے
سُنا ہو وہ جو مشہور آبِ حیواں نام ہے جسکا ۔۔۔ وہ اِس باغِ حیات انگیز کی نہر وں کا پانی ہے
دمِ عیسیٰ سمجھیے اِس چمن کی نکہتِ گُل کو ۔۔۔ نسیم اِس بوستاں کی مایہ بخشِ زندگانی ہے
شباب انگیز ہے ازبس تماشا اِس گلستاں کا ۔۔۔ پیے رنجِ کہن سالی نویدِ نوجوانی ہے
یہ کہیے ہمصفیرِ عندلیبِ سدرہ ہے گویا ۔۔۔ کسی گُل پر کوئی بلبل جو محوِ نغمہ خوانی ہے
روانِ شیخ و جالینوس کو کرتی ہے خوش جا کر ۔۔۔ شمیمِ گل میں اِس گلشن کی وہ راحت رسانی ہے
یہ باغ جانفزا اور روح پرور ہے وہ حکمت زا ۔۔۔ کہ بقراط و فلاطوں کو ہوائے باغبانی ہے

کسیکا پھول سا رُخ یا گلِ سُرخ اِس گلستاں کا
کسی کے گیسوئے پیچاں کہ سُنبل سنبلستاں کا

(بند ۶)

خوشا باغِ شگفتہ واہ اسکی نکہت آرائی ۔۔۔ مشامِ جاں معطر ہوگیا جب بوئے گُل آئی
عُروسِ گُل کے عارض پر وہ جوبن ہے کہ صدقے ہو ۔۔۔ حسینوں کے گلِ عارض کی رنگینی و زیبائی
وہ رعنائی ملی ہے قامتِ سروِ سہی قد کو ۔۔۔ کہ قرباں کیجیے خوش قامتوں کی سرو بالائی

عیاں ہے دیدۂ نرگس سے جو شوخی قیامت کی
کسی خوش چشم کی آنکھوں نے وہ شوخی کہاں پائی

جنابِ خضر غش ہیں سبزہ زارِ صحنِ گلشن پہ
کہاں یہ خوش خطوں کے سبزۂ خط میں طربنائی

دلاویزی جو حاصل ہے شمیمِ زلفِ سنبل کو
کسی کی جعدِ مشکیں میں کہاں وہ غالیہ سائی

ادائے ظرفہ سے ساغر لیے ہے ہاتھ میں لالہ
پھڑک جائے جو یہ انداز دیکھے روحِ صہبائی

شباہت اس گلستاں کی جو غنچے سے نکھتا ہو
دہن میں کب کسی غنچہ دہن کے بات پیدا ہو

(بند ۷)

مسرت خیز ہے جوشِ بہارِ بوستاں کیا کیا
سرور آمیز ہے سیرِ گل و سروِ چماں کیا کیا

شگفتہ جابجا ہیں یاسمین و لالہ و نسرین
شقیق و ضیمران و ارغوان و اقحوان کیا کیا

کہیں دکھلا رہی ہے لطف نرگس کی نظر بازی
کہیں دیتی ہے لذت دلکو سوسن کی زباں کیا کیا

صبا کے ہلکے ہلکے جھونکے ایسا گدگداتے ہیں
کہ کرتے ہیں جوانانِ چمن اٹکھیلیاں کیا کیا

وصالِ سرو و گل سے کامراں ہیں قمری و بلبل
نظر آتا ہے حسن و عشق کا ہر سو سماں کیا کیا

چمن کی سیر کو عاشق مزاج آئیں فراغت میں
عنادل خوشنوا ہیں قمریاں ہیں نغمہ خواں کیا کیا

تدرو و کبک و طاؤس چمن محشر خرامی سے
دلوں کو کرتے ہیں پامالِ نازِ جانستاں کیا کیا

کوئی باغ اور ہوا ایسا ارم ساماں نہیں ممکن
نہیں ممکن جواب اِس باغ کا ہاں ہاں نہیں ممکن

(بند ۸)

نہ ہو کیونکر ہوا جاں بخش عالم اِس گلستاں کی
بنا ڈالی ہوئی ہے اِک حکیمِ مصلحت داں کی

حکیم مصلحت داں کون وہ پیر جواں ہمت
مقدس نام ہے عبدالعزیز اُس کامل الفن کا
امامِ فن ہے اشیخِ وقت کا شیخ زمانہ ہے
کمال و فضل نے اُسکے حریفوں کے تعنت سے
بزرگ اِک دوسرا ہے ہمصفیر و ہمزباں اُسکا
معظم نام ہے عبدالحفیظ اُس کانِ حکمت کا

ضیا اونی سی ہے خورشید جسکی رائے تاباں کی
نہیں حاجت ہے جسکے دعویٔ حکمت کو برہاں کی
قسم کھاتی ہے یکتائی بھی اُس یکتائے دوراں کی
بچالی آبروئے رفتہ علم و فنِ یوناں کی
شفا عاشق ہے جسکے نسخۂ صحت نمایاں کی
چلے کچھ سامنے جسکے فلاطونکی نہ لقماں کی

خدا رکھے سلامت خلق میں ممتاز ہیں دونوں
طبیبوں کے لیے سرمایۂ صد ناز ہیں دونوں

(بند ۹)

بڑی ہے آج طب کے قالبِ مردہ میں جاں انسے
سمجھیے شاہِ اقلیمِ فنِ طب ذات کو اِنکی
بھلا حاصل کسیکو کب قیاس و تجربہ ایسا
مرض نے کر دیا مایوسِ عیشِ زندگی جنکو
جنھیں ہے اِدعائے باطل اپنی فن شناسی کا
عطا کی ہے بلندی اِنکی پابوسِ مبارک نے
ریاضِ خلد کہیے اِنکے اخلاقِ شگفتہ کو

بنا ہے رشکِ یوناں خطۂ ہندوستاں انسے
زمانے میں ہے سکۂ علم ابداں کا رواں انسے
کریں ہاں اکتسابِ کاروانی کارواں انسے
سنیں صحت کا مژدہ وہ مریضِ ناتواں انسے
کریں کچھ روز خدمت ہوں وہ آکر درس خواں انسے
اودھ کی سرزمیں ہے آج رشکِ آسماں انسے
بنا ہے لکھنؤ گویا چمن زارِ جناں انسے

کمال و فضل کے ہنگامہ آرا ہیں یہی دونوں
جہاں میں منفرد دنیا میں یکتا ہیں یہی دونوں

(۱۰ بند)

(بند ۱۰)

بہارِ گلشن طب وہ جوانِ شوکت آرا ہے
جسے عبدالرشیدِ نامور ہر ایک کہتا ہے

نسیمِ جانفزا اس تازہ گلشن کی اگر کہیے
تو پیارا نوجوان عبدالحمیدِ نکتہ پیرا ہے

شمیمِ دلکشا ہے حافظ عبدالمجیدِ اسکی
مسلم جس حقائق داں کی یکتائی کا دعویٰ ہے

نضارت اس چمن زارِ مبارک کی اگر سنیئے
تو وہ عبدالمعیدِ خوش لقا پاکیزہ سیما ہے

بنا ہے چار گلزاروں سے اس گلزار کا صفحہ
جو فصلِ گل کہوں ان چار کے دم کو تو زیبا ہے

مبارک صورتوں سے انکی ہے علم و ہنر ظاہر
کمال و فضل انکے پاک چہروں سے ہویدا ہے

رہیگا تا ابد سرسبز اور شاداب یہ گلشن
کہ ان دونوں بزرگوں اور ان چاروں نے سینچا ہے

جھوائی ٹولہ میں جس باغ نے نشو و نما پائی
نکیوں ہر غنچہ و گل میں ہو اسکی حکمت آرائی

(بند ۱۱)

فضیلت دیتے ہیں دانا فصاحت پر اشارت کو
سمجھ لیں اہلِ محفل اس گلستاں کی حکایت کو

یہ گلشن کونسا ہے میں ہوں جسکا بلبلِ خوشخواں
جہاں حاصل ہے یہ شوخی مرے رنگِ طبیعت کو

اسی گلشن میں ہے اک شاخِ گل پر آشیاں میرا
سمجھتا کچھ نہیں جسکے مقابل قصرِ جنت کو

چھڑایا ہے مجھ ایسے منچلے رنگیں طبیعت سے
اسی گلزار کی الفت نے گلرویوں کی صحبت کو

سمایا ہے یہ گلشن دل میں آنکھوں میں جگہ کیا دوں
کسی گلرخ کو نرگس چشم کو شمشاد قامت کو

نہیں اب مانتا ہے شوق دل اپنے نام بتلائے
کنایت پر یہی ترجیح دیتا ہے صراحت کو

لو اچھا نام لیتا ہوں کہ ہے نا منصفی آخر — مزے لُوٹے دِل و رتر سے زبانِ شوق لذت کو

قیامِ موسمِ گل جس گلستاں میں دوامی ہے
بتا دیتا ہوں تکمیل الطب اُس کا نام نامی ہے

(بند ۱۲)

یہ تکمیل الطب اِک گلزار ہے بےمثل و لاثانی — یہی گلزار ہے میں جسمیں ہوں محوِ غزلخوانی
کجا دنیا کے گلزار اور کجا یہ باغ خلد آسا — کہاں بلبل کے نغمے اور کہاں میری خوش الحانی
وہ ہوں محوِ تماشا دید کے قابل تماشا ہے — تماشائے چمن سے دید کی فردوس سامانی
گلستاں ہے گل آگینی سے دامانِ نظر گویا — خوشا اِس نو عروسِ بوستاں کی جلوہ ارزانی
بہاریں لوٹتا ہوں اور دعا مُنھ سے نکلتی ہے — رہیں یارب سلامت اِس چمن کے حامی و بانی
نہیں حُجت کی کچھ حاجت بدیہی یہ قضیہ ہے — کہاں کسبِ فضائل و رکہاں ذوقِ تن آسانی
ضرورت وقت کی سب جانتے ہیں جاننے والے — خلافِ مقتضا جسکے عمل کرنا ہے نادانی

ہوا خواہِ بہارِ علم و فن جو ہیں زمانے میں
کریں وہ سعی اِس گلزار کی رونق بڑھانے میں

(بند ۱۳)

بس اب اے رُعب بس اتنا نہ ذوقِ تجسیں ہو — کہیں ایسا نہ ہو طولِ تکلم وجہ نفریں ہو
دعا کر اِس نیاز و عجز سے درگاہ باری میں — اثر کیا خود اجابت جسکو سنکر محوِ آمیں ہو
خداوندا بہارِ گلشنِ ایجاد ہے جب تک — تماشا گاہِ صد نزہت یہ باغِ جنت آئیں ہو

رہے جب تک گل و بلبل کے حسن و عشق کا چرچا
عنادل ہوں مجھ ایسے اور یہ گلزار گل آگیں ہو

فروغِ حسنِ حیرت خیز سے یہ شاہدِ دلکش
بصد حسنِ ادا آئینہ دارِ زیب و تزئیں ہو

گلِ مقصد سے پُر اسکے ہوا خواہوں کا ہو دامن
ہمیشہ خارِ حرماں کاوشِ حسّادِ بدبیں ہو

رہیں شاداں قیامت تک محبت جنکو ہے اس سے
رہیں اندوہگیں تا حشر جنکے دل میں کچھ کیں ہو

الٰہی جبتک اہلِ نام اس عالم میں نامی ہوں
یہ نامی مدرسہ ہو اور سارے اسکے حامی ہوں

یادِ وطن

شامِ غربت مجھسے کہتی ہے کہ اے جانِ وطن
یاد آتی ہوگی اب صبحِ فروزانِ وطن

ہائے یاروں کا بہم راتوں کو ملکر بیٹھنا
پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ خوابِ پریشانِ وطن

اے جنوں غربت میں وقتِ سیرِ گلہائے چمن
یاد آتی ہے مجھے خارِ بیابانِ وطن

داغِ دل کیسا شبِ تاریک غربت کیلئے
ساتھ لینے آئے ہیں شمعِ شبستانِ وطن

یہ بھی کوئی زندگی ہے عمر غربت میں کٹی
ایک دو دن کو کبھی ہو آئے مہمانِ وطن

کیا مزے پردیس میں دیتی ہے اے ذوقِ خلش
دل کو یادِ ناوکِ جورِ عزیزانِ وطن

کرکے پُرزے دامنِ صحرائے غربت اے جنوں
دستِ شوق اپنا رسا ہو تا بدامانِ وطن

شوقِ کنعاں حضرتِ یوسف کے دل سے پوچھ لے
قصرِ شاہی مصر کا اچھا کہ زندانِ وطن

میں ہوں ننگِ وطن اے خانماں آوارگی
بڑھ گئی میرے نہ رہنے سے کوئی شانِ وطن

دل میں ہے یا رب یہ کن آئینہ رویوں کا خیال
گو وطن سے دور ہوں لیکن ہوں حیرانِ وطن

رہنے دے بس اے مجھے غربت ٹھنڈی گرمیاں
یاد ہے کیفیتِ صبحِ زمستانِ وطن

دام غربت میں کیا صیاد گردوں نے اسیر
ہائے مجھکو جانکر مرغ خوش الحانِ وطن

بیکسی اچھا وطن خواہاں نہیں میرا نہ ہو
جانسے دل سے مگر ہوں میں تو خواہانِ وطن

زخم دل پر شام غربت میں نمکپاشی کرے
کچھ مزا دے یادِ شورِ صبحِ خندانِ وطن

بیکسی کے سوا دلسوز ہے غربت میں کون
کیجئے کس سے بیانِ سوزِ پنہانِ وطن

جلد پہونچا دے وطن مجھکو دیارِ غیر سے
المدد اے جذبۂ شوقِ فراوانِ وطن

نام لیتا ہوں وطن کا جان میں آتی ہے جان
کیا وطن ہے نام پیارا اے میں قربانِ وطن

دل میں ہے حبِ وطن میرے کہ شیشے میں پری
میں ہوں دیوانہ وطن کا یا سلیمانِ وطن

اے ہم آوازانِ قصبہ اے ہم آہنگانِ شہر
اے کرامِ شاہ آباد اے محبانِ وطن

ہاں رہے مجھ بیوطن کی تربت گر دیکا خیال
تمکو ہنگامِ تماشائے گلستانِ وطن

ہمصفیرو کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال
عندلیبِ خوشنوا ہے محوِ دستانِ وطن

رباعی

تا چند کرینگے انتظارِ صحت
آئیں ادھر آئیں خواستگارِ صحت

اے رعب صلائے عام بیمارونکو
تکمیل الطب ہے مایہ دارِ صحت

دیگر

تو ہے وہ دلہن جسکا ہے حکمت گہنا
صحت بخشی کا تو نے جامہ پہنا

اے رعبؔ کی جان پیاری تکمیل الطب — سبحان اللہ واہ واکیا کہنا

ترکیب بند

بند (۱)

ہر مرض کی ہے دوا ہر دردِ مضمر کا علاج — بن نہیں پڑتا مگر بگڑے مقدر کا علاج
منحرف ہو جس سے گردوں جس سے برگشتہ ہو بخت — موت ہی بس موت اُس بیمارِ لاغر کا علاج
جسکا دشمن ہو زمانہ دوست ہوں جسکے خلاف — مرگ ہے بس مرگ اس بے یار و یاور کا علاج
لو شفا معلوم کہتے ہیں یہی سارے طبیب — وصلِ لیلیٰ ہے جنونِ قیسِ مضطر کا علاج
بے سبب بیوجہ میرے درپئے آزار ہے — یا الٰہی کیا سپہرِ کینہ پرور کا علاج
زہرِ غمِ جلّابِ حرمان کے سوا کچھ بھی نہیں — یاس اس بے مہر کے مجھ تیرہ اختر کا علاج
چاہتا ہے جی کروں اِک نالۂ گردوں شگاف — اب اگر کچھ ہے تو یہ ہے اس ستمگر کا علاج

صبر کی حد بھی کوئی اب تاب ضبطِ غم نہیں
آج جو کچھ ہو یہ دُوں پرور نہیں یا ہم نہیں

بند (۲)

وا نہ کب تک عُقد ہائے دردِ پنہاں کیجیے — کھولکر جی شکوۂ گردونِ گرداں کیجیے
لُطف آئے اِس بُرانی جھونپڑی میں لگجائے جو آگ — دیکھیے سیرِ امتحانِ آہ سوزاں کیجیے
جل کے ہو جائے کہیں خاکِ سیہ یہ مرغزار — آسماں رس ایسے نالے آتش افشاں کیجیے
ہاں دلِ بیتاب بھی ہے چشم دریا بار بھی — کشتِ غم کو جلوہ گاہِ برق و باراں کیجیے

چھیڑیے افسانۂ ناسازیِ بختِ سیاہ
ہمدموں کو صورتِ گیسو پریشاں کیجیے

باغِ دل سے لیجیے گلدستۂ صد آرزو
زینتِ گلزارِ بزمِ یاس فرماں کیجیے

ذکرِ عیشِ روزِ وصلت کی نشاط آرائیاں
وقفِ اندوہِ خیالِ شامِ ہجراں کیجیے

جی ذرا بہلایئے عیش انقباضی شاق ہے
اک فراقیہ غزل پڑھیے کہ دل مشتاق ہے

بند (۳)

تیرے ہاتھوں پاسِ عشق ای چشمِ گریاں کر چکے
ضبط اس پردہ نشیں کا در نہاں کر چکے

خاک بیزی تیرے کوچے کی ہی یاد او حورِ وش
تیرے وحشی رخ سوئے گلزارِ رضواں کر چکے

سر نہ پھوڑا ہائے سنگِ آستانِ یار سے
امتحانِ جذبِ شوقِ خانہ ویراں کر چکے

کوششِ بیکار سے ای عرضِ مطلب کیا حصول
جو نہیں سے آشنا ٹھیرے وہ لب ہاں کر چکے

اُس گلی سے دور کیا آوارہ گردی کا مزا
کچھ تو کام آخر جنونِ فتنہ ساماں کر چکے

ہائے اے پائے برہنہ حسرتِ ذوقِ خلش
آبلوں سے بیرخی خارِ بیاباں کر چکے

پاسِ غیرت پر اگر غالب رہا جوشِ ملال
رعب ضبطِ شکوۂ جورِ عزیزاں کر چکے

غنچۂ خاطر فسردہ اور گل افشانی یہ کیا؟
انجمن بیرنگ اور شوقِ غزلخوانی یہ کیا؟

بند (۴)

یاد ایا میکہ اپنی ذات تھی کانِ علوم
چار دانگِ دہر میں تھی اپنے علم و فن کی دھوم

اپنی شہرت سے تھے پُرغوغا دیارِ ہند و سند
اپنے آوازے سے تھے پرشور ملکِ شام و روم

نغمہ زن تھیں قمری و بلبل فرازِ سرو و گل
صحنِ گلشن میں ہمارے تھا نہ دخلِ زاغ و بوم

فصلِ گل سے قرب تھا اپنی بہارِ فضل کو
دور تھی اپنے ریاضِ علم سے بادِ سموم

طالعِ روشن نے بخشا تھا زبس حسنِ فروغ
ہم میانِ خلق تھے کالشمس مابین النجوم

ذات سے اپنی خصوصیت تھی علم و فضل کو
فیض سے اپنے خلائق کو تھی نسبت بالعموم

فکرِ صائب تھی ہماری پاسنجِ نیک و بد
ذہنِ ثاقب تھا ہمارا مایۂ فہمِ سعد و شوم

کیا زمانہ تھا کہ دنیا میں ہمارا دور تھا
یہ زمیں کچھ اور تھی یہ آسماں کچھ اور تھا

بند (۵)

علم و حکمت کو ہماری ذات پر تھا فخر و ناز
ہمنے بخشا دہر میں فضل و ہنر کو امتیاز

اُٹھ چلا تھا صفحۂ ہستی سے حکمت کا نگار
مٹ چلا تھا لوحِ گیتی سے صناعت کا طراز

ہونیوالا تھا ریاضی کا چمن وقفِ خزاں
آنیوالا تھا تباہی میں طبیعی کا جہاز

جہل کے پردے میں تھے پوشیدہ یوناں کے علوم
حاجزِ رویت تھا رخسارِ حقیقت کا مجاز

از سرِ نو ہمنے چمکائے وہ سب نقشِ کہن
بارِ دیگر ہم ہوئے اُن بدیوں کے دلنواز

اپنی آنکھوں سے نہ تھی پنہاں زمیں کی کوئی چیز
اپنی نظروں سے نہ تھا مخفی فلک کا کوئی راز

فنِ طب تھا ساقط النبض اک مریضِ ناتواں
ہم توجہ سے ہوئے اس جانِ بلب کے چارہ ساز

ہم ہی تھے عز و شرف تھے دُرۃ التاجِ کمال
ہم ہی اپنے علم و ہنر تھے اوجِ معراجِ کمال

بند (۶)

کیسے وہ ایام تھے اے انقلابِ آسماں — ہم میں اِک اِک تھا وحیدِ عصر و یکتائے جہاں
اور جتنے ہیں علوم اُنکو تو رہنے دیجیے — اِک فنِ طب ہی کو لے لیجے برائے امتحاں
کیسی کیسی ہمنے دیں اس بزم کو آرائشیں — کیسی کیسی ہمنے کیں اِس باغ میں گلکاریاں
کچھ وہ رازی کا زمانہ یاد ہے؟ اے دورِ چرخ — کر دیے جسنے عیاں اِس فن کے سب رازِ نہاں
بوعلی سینا کی وہ عیسیٰ دمی معلوم ہے؟ — قالبِ حکمت کو جسکی ذات تھی روح رواں
وہ علاؤ الدیں لقب تھا جسکا جالینوسِ وہر — وہ ابو القاسم کہ تھا مشہور بقراطِ زماں
ابن بیطار و حسنین و ابن محمود و حنین — جنسے آئی گلشنِ طب میں بہارِ جاوداں

قطب شیرازی وہ مہرِ آسمانِ فنِّ طب
وہ سمرقندی شکر ریزِ بیانِ فنِ طب

بند (۷)

سیکڑوں کیسے ہزاروں ایسے ایسے نامور — اپنی عمریں کر گئے اس فن کی خدمت میں بسر
دیگئے اس ماہوش محبوب کو حسنِ فروغ — بارِ احساں رکھ گئے اِس شوخ کے عشاق پر
اُنکے ہیں طفلِ دبستاں جتنے ہیں اُستادِ فن — اُنکے ہیں ممنونِ احساں جتنے ہیں اہلِ ہنر
کیا کہوں رونا اب آتا ہے کہ اک وہ دور تھا — اِک زمانہ یہ ہے کیوں او آسمانِ حیلہ گر
وہ سلف تھے ہم خلف اُنکے ہیں لیکن ناخلف — علم سے جنکو تنفر فضل سے جنکو حذر
انحلالِ فرد سے تشبیہ دیجے بے خلاف — جامعیت اپنی فنِّ طب میں سُن لیجے اگر

لیکن اس جہلِ مرکب پر بھی ہے کیا کیا غرور
ادعائے محض پر بھی ہم ہیں نازاں کسقدر

چشم بد دور آج کوئی ہم سے بڑھکر ہی نہیں
بس ہمیں ہم ہیں ہمارا کوئی ہمسر ہی نہیں

بند (۸)

مسندِ طب کو ہماری ذات سے ہی زیب و زین
آج اپنے وقت کے ہم بو علی ہیں اور حنین

جہل ہی تسلیمِ اقوالِ سلف بے اجتہاد
ہم جو کہتے ہیں وہ سینے چھوڑے سب شور و شین

اہلِ جدت کس لیے پیٹیں پرانی اک لکیر
اس سے کیا حاصل برائے تعزیہ یا حسین

لکھیے آبِ زر سے گلریز بیاں ہوتے ہیں ہم
بیشتر تشریح کا کچھ جاننا ہے فرضِ عین

جبہہ و انف و فم و فکین سے مجموع راس
والحشی فی البطن والعینان تحت الحاجبین

یمنی و یسریٰ ہیں دو قسموں پر اَمعا منقسم
عرفِ طب میں نام رکھا ہے انھیں کا کلیتین

جانبِ ایسر کبد ہے جانبِ ایمن طحال
اس طرح موضوع یہ دونوں ہیں دل کی جانبین

چار ہیں نامی یہ اعضائے رئیسہ نافعہ
جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ

بند (۹)

ہاں ہمیں ماہیتِ امراض کے ماہر ہیں آج
قول سے اپنے اطبا کو ہے لازم احتجاج

انحلالِ فرد کی تعریف بتلائیں تمھیں
عضو میں ہونا بجائے استقامت اعوجاج

جانتے ہو کس مرض کا نام ہے ذات الریہ
قعر معدہ میں ہوا کرتا ہے اک سوءِ مزاج

کچھ خبر بھی ہے شقیقہ کہتے ہیں کس وجع کو — درد ہے اک پانوں کا کمبخت دردِ لاعلاج
انضغاطِ قلب ہے جو اصطلاحِ طب میں نام — یہ کبد کا ہے مرض یعنی عروضِ اختلاج
وہ اک استرخا ہے جسکو طب میں کہتے ہیں کزاز — یعنی آلاتِ تنفس میں قلق اور انزعاج
نام ہے بُطلانِ حسِ ذوق کا جوع البقر — جسمیں کھانیکی نہیں ہوتی ذرا بھی احتیاج

سل ہے اک پتھر کا ٹکڑا سخت ہے جسکا قوام
کہتے ہیں سنگِ مثانہ اور حصاۃ الکلیہ عام

بند (۱۰)

لون قارورہ جو تبنی ہو تو رکھیے خوب یاد — کھربا دلوائیے بیمار کو ہر بامداد
نبض منشاری سے استدلال فوراً کیجیے — خشک لکڑی کھا گیا کوئی مریضِ نامراد
وہ صداعِ بیضہ کہیے جسکو وجع الانثیین — خاص کر اُسکی علامت ہے کہ ہو وجع الفواد
رعشہ ہے مُہلک مرض جسکی تجربہ ہے دلیل — کیونکہ پیدا ہو گیا اعصاب جس میں امتداد
بردِ تن مائیتِ قارورہ فقدانِ عطش — یہ دلائل ہیں حرارت میں جب آئی احتداد
جنبشِ نبضِ غزالی بالبداہتہ دال ہے — لحمِ آہو کے تناول سے ہوا پیدا فساد
جب سکونِ تام آجائے جمیع اعراض میں — جانیئے اورامِ احشا کو ہے میلِ ازدیاد

مشتمل تحقیق پر ہے جو ہمارا قول ہے
بول کی کثرت دلیلِ احتباس البول ہے

بند (۱۱)

سطحِ باطن قلب کی ہے سطحِ امعا سے مماس — اسلیے قولنج میں ہوجاتے ہیں مختل حواس

اس سے بڑھکر کوئی تدبیرِ مُسکّن ہی نہیں ۔۔۔ دیجیے سرسامِ صفراوی میں تمباکو کی ناس
مشک وکندش پپیکر باہم سعوطاً دیجیے ۔۔۔ کیونکہ ہے بہرِ رُعافِ دائمی نافع عطاس
غش اگر آجائے ضعفِ قلب سے مفلوج کو ۔۔۔ صندل وکافور استعمال کیجے بے ہراس
روزِ بُحران صاحبِ تخمہ کو ہے مُسہل مفید ۔۔۔ اپنا اپنا تجربہ ہے اپنا اپنا ہے قیاس
روغنِ خشخاش ودُہنُ الخس ملیں یافوخ پر ۔۔۔ بس یہی تدبیر ہے مسبوت کی وقتِ نعاس
اعتقالِ بطن کی حالت میں دینا چاہئیں ۔۔۔ مصطکی ودانۂ ہیل ونرشک وحب الآس

غبِ خالص کی سفوفِ زعفران تدبیر ہے
لقوہ وفالج کے حق میں اسپغول اکسیر ہے

بند (۱۲)

الغرض تقریر کو کب تک کہاں تک طول دوں ۔۔۔ چُپ رہوں اب اَستَعِیذُ اللّٰہَ مِمّا یَفتَرُون
یہ ہے اپنا مبلغِ علم وعمل سُنکر جسے ۔۔۔ سُننے والے پڑھتے ہیں اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون
فن ہماری ذات سے نالاں ہے باصدحالِ زار ۔۔۔ طب ہمارے ہاتھ سے گریاں ہے باصد اشکِ خوں
کیوں مریض اُنکے نہ دیں زندگی کو خیرباد ۔۔۔ جن طبیبوں کے دماغوں پر مسلط ہو جنوں
جب طبیبوں کو ہو خود جہلِ مرکب کا مرض ۔۔۔ موت بس اُنکے مریضوں کے مرض کا ہے سکوں
دیکھتے ہیں جو دکھاتا ہے مقدر انقلاب ۔۔۔ گردشِ گردونِ گرداں گاہ یوں ہے گاہ یوں
ہائے اے طب ہائے اے معشوقۂ اہلِ کمال ۔۔۔ ہمسے نااہلوں نے کردی یوں تری حالت زبوں

ظالموں نے ادرکا کچھ اور کرڈالا تجھے
ہائے کن ناقدرد انوں سے پڑا پالا تجھے

بند (۱۳)

یاد آتے ہونگے اب تجھکو وہ اربابِ کمال
جنکی نظروں میں سمایا تھا ترا مہرِ جمال

عمر بھر جنکے رہا دل میں سرور آنکھوں میں نور
تیری صورت کا تصور تیری آنکھوں کا خیال

زندگی بھر جو رہے ہر روز و شب ہر صبح و شام
عاشقِ روے و جبیں سودائیِ گیسو و خال

گفتگو میں اک تری اُنکے کٹے لیل و نہار
جستجو میں ایک تیری اُنکے گذرے ماہ و سال

مر مٹے ہیں کیسے کیسے تیرے ذوقِ عشق میں
کنہ اندیش و حقیقت بیں و ماہیت سگال

گلشنِ عالم میں سارا پھولنا پھلنا ترا
وصل کا اُنکے نتیجہ ہے فقط اے نونہال

فیضِ جاں پرور یہ ہے اُنکی نسیمِ لطف کا
تیرے عارض کی نضارت تیرے قد کا اعتدال

رفعت افزائی نے اُنکی دی سرفرازی تجھے
معجزہ آرائی نے اُنکی دی فسوں سازی تجھے

بند (۱۴)

اے فنِ طب اے مسیحا اے رفیقِ بیکساں
تیرے گلشن میں ہماری ذات سے آئی خزاں

راست ہے ہاں راست ہے اسمیں نہیں جائے کلام
ہم ترے بدنام کن ہیں ہم ترے ناقدرداں

لیکن آزردہ نہو تیری بلا آزردہ ہو
تیرے دشمن غم کریں تو غم نکر اے جانجاں

اب بھی ایسے چاہنے والے ترے موجود ہیں
تیرا سچا عشق جنکی ہر ادا سے ہے عیاں

دیکھ کر جنکو کہے انصاف خود انصاف سے
عاشقِ بیدل ہوں ایسے اور تجھسا دلستاں

اُن بزرگوں کے نمونے آج بھی دنیا میں ہیں
کاملوں سے گو ہے خالی پھر نہیں خالی جہاں

دکھلائے آنکھوں سے شانِ حضرتِ عبدالعزیز | جسکے دم سے رشکِ یونان آج ہے ہندوستان

جسکی پابوسی کا ہر یکتائے فن مشتاق ہے
لکھنؤ جسکی بدولت مرجعِ آفاق ہے

بند (۱۵)

راے پُر انوار اُسکی رُو کشِ مہرِ منیر
طبع گوہر بار اُسکی غیرتِ ابرِ مطیر

شوکت و عز و شرف میں بیمثال و بے بدل
حکمت و علم و عمل میں بے عدیل و بے نظیر

اُسکی فکرِ نارسا ہے کنہ دان و کنہ بیں
اُسکی عقلِ غور پیما نکتہ فہم و نکتہ گیر

مملکِ حکمت میں وہی ہے صاحبِ چتر و کلاہ
کشورِ فن میں وہی ہے مالکِ تاج و سریر

دیکھ پھر عز و شکوہِ حضرتِ عبدالحفیظ
دامِ احساں میں ہے جسکے آج اک عالم اسیر

ہر سخن اُسکا ہے کیا کیا دلفریب و دلنشیں
ہر کلام اُسکا ہے کیا کیا دلپسند و دلپذیر

راحتِ عاجل کی ہے تشخیص اُسکی ہم نوا
صحتِ کامل کی ہے تجویز اُسکی ہمصفیر

آج یکتا ہیں یہ دنیا میں نہیں جنکا جواب
نسخۂ حکمت میں دونوں انتخاب ولاجواب

بند (۱۶)

یہ سلامت چاہئیں طب کے انیس و غمگسار
تو بھی آجائے اِس اُجڑے چمن میں پھر بہار

اب ہے انکے جہد سے وابستہ حکمت کا عروج
اب ہے انکی سعی پر طب کی ترقی کا مدار

انسے ہی فن کو ترقی انسے دانش کو فروغ
طب کو [illegible] انسے [illegible] ہے حکمت کو انسے افتخار

وہ مبارک مدرسہ انسے پڑی جسکی بنا
ہو گیا تھوڑی سی مدت ہی میں مشہور دیار

آجکل جس درسگاہِ علم کی ہے یہ نمود
دیکھیے کچھ روز آگے چل کے اسکا اقتدار

قصر کا اسکے کبھی حسنِ عمارت دیکھنا
جس سے شان و شوکت ان دونوں کی ہوگی آشکار

بام اسکا ہوگا جیسے حوصلے انکے بلند
رکن اسکے ہونگے جیسے عزم انکے استوار

خوب موزوں ہے جو تکمیل الطب اسکا نام ہے
واقعی تکمیلِ طب اس مدرسے کا کام ہے

بند (۱۷)

نام تکمیل الطب آیا ہے اب پر اہلِ انجمن
کہیے تکمیل الطب اسکو یا کمال افزائے فن

برگ و بارِ طب کا ہے سرسبز و شاداب اک نہال
یا گلِ ریحانِ فن کا اک تر و تازہ چمن

چشمۂ فیضان ہے یہ وہ چشمۂ آبِ حیات
جس سے سیرابِ ابد ہو جائے ہر تشنہ دہن

یہ وہ معشوقِ شکرلب ہے کہ اسکے خواستگار
سیکڑوں ہونگے مجھ ایسے طوطیِ شیریں سخن

وہ گلِ رعنا ہے یہ جسپر مجھ ایسے سو ہزار
بلکہ مجھ سے بڑھ کے ہونگے عندلیبِ نغمہ زن

یہ ہے وہ محبوب جسکے شیفتہ میری طرح
اسکے در پر آ پڑینگے چھوڑ کر اپنے وطن

یہ ہے وہ لیلی بہت سے جسکے ہونگے قیس زار
یہ ہے وہ شیریں بہت سے جسکے ہونگے کوہکن

معجزہ اسکی مسیحائی عجب دکھلا گئی
منہ سے نکلا نام تکمیل الطب اور جان آ گئی

بند (۱۸)

اے مرے محبوب تکمیل الطب اے نوجواں
تجھکو روز افزوں ترقی دے خدائے انس و جاں

حق تعالیٰ تجھکو دے اس سے سوا جاہ و حشم
تجھکو فرمائے عطا اس سے زیادہ عز و شاں

ابتدائے عمر ہے تیری ابھی نامِ خدا
چھ برس کا سن ہی کیا ہوتا ہے اے آرام جاں

جب بھی ہیں حیراں تو ششدر دیکھنے والے ترے
انتہا کی تجھ میں اے آئینہ رو ہیں خوبیاں

دیکھنا عہدِ جوانی میں کبھی اپنی نمود
شش جہت میں ہوگا تیرے حسن کا سکہ رواں

مطلع انظار مردم ہوگی تیری جلوہ گاہ
سجدہ گاہِ اہلِ عالم ہوگا تیرا آستاں

ابتدا ہر شے کی ہوتی ہے ذرا صبر آزما
کام استقلال سے لیتے ہیں جیسے کارواں

صبر کر اک روز وہ آئے گا اور جلد آئیگا
ہند کیا آفاق میں نقشہ ترا جم جائیگا

بند (۱۹)

تیرے بانی ہیں بڑے اہلِ بصیرت دوربیں
حاسدونکی کورچشمی پر بجا ہے نازنیں

تاب تیرے حسن کی ہے آفتابِ نیمروز
تابِ نظارہ کہاں شپرصفت ہیں اہلِ کیں

آگ میں اپنی جلیں جلتے ہیں تجھسے جو شریر
آنچ تجھپر آئے کچھ ممکن نہیں ممکن نہیں

دشمنونکا شور و شر ہے شور و غوغا کلاب
چاند سے مکھڑے کا تیرے کیا قصور اے مہ جبیں

تیرے بانی تیرے حامی تیرے سچے خیرخواہ
دل سے ہیں تیرے محب تیرے [illegible]

جب یہ اربابِ حمیت ہیں حمایت میں تری
جب ہے انکا خوف تیرے واسطے حصنِ حصیں

تجھکو ہو کھٹکا عدو سے تجھکو ہو دشمن کا خوف
تجھکو کیوں ہو سوچ تجھپر گزند آئے [illegible]

تیرے حامی تیرے جامِ عشق سے مدہوش ہیں
جاں نثار نامی نوجوان تیرے ترقی کوش ہیں

بند (۲۰)

کون وہ چار؟ اُن میں اول صاحبِ رائے سدید
سروِ باغِ طب گلِ گلزارِ فن عبد الرشید

دوسرا وہ نونہالِ گلشنِ علم و ہنر
نوبہارِ فضل جسکا نام ہے عبد الحمید

تیسرا وہ صاحبِ فکرِ رسا حکمت شعار
نکتہ گستر نکتہ پرور حافظِ عبد المجید

اور وہ چوتھا گوہرِ بحرِ لیاقت ذی وقار
آب و تابِ چہرۂ ذہن و ذکا عبد المعید

خامشی انکی سراپا گنجِ معنی کا طلسم
لب کشائی انکی گویا قفلِ حکمت کی کلید

انکو کہیے چرخِ عز و جاہ کے مہرِ منیر
انکو کہیے بحرِ علم و فضل کے دُرِّ فرید

انکو ہو جس درسگاہِ طب کا پاسِ آبرو
وہ ہو گرد آلودِ ناکامی غلط ہے اور بعید

فخر انپر مدرسے کو مدرسے پر انکو ناز
مدرسے سے انکو انسے مدرسے کو امتیاز

بند (۲۱)

بس دعا کر رعبؔ اب تا چند تقریرِ طویل
ہاتھ اُٹھا کر عرض کر حق سے کہ اے ربِّ جلیل

اے مرے خالق مرے باری مرے پروردگار
اے مرے مالک مرے مولا مرے نعم الوکیل

ہم ہیں اہلِ درد تو دردوں کا چارہ گر
ہم ہیں حاجتمند تو حاجت برآری کا کفیل

تیری نعمت کا اثر عیشِ مخلّد کا سبب
تیری رحمت کی نظر فوزِ مؤید کی دلیل

کر ہمارے کشتِ زارِ فن کو سرسبزِ مراد
دے ہمارے مدرسے کو امتیازِ بے مثیل

عام میان مدرسہ کو دے وہ محبتِ مدرسہ
فرض و واجب اسکی خدمت جان لیں بے قال و قیل

خیر خواہ اسکے رہیں صہبا خورِ عزّ عزیز　　بد سگال اسکے رہیں دُردی کشِ ذلِّ ذلیل

یا خدا ہر دم سوا ہو عزّ و شانِ مدرسہ
مدرسہ ہو تا ابد اور حامیانِ مدرسہ

قطعہ تاریخ توکل شاہ علیہ الرحمۃ انبالوی

(۲۰۰)

کیوں دگرگوں ہے الٰہی آج رنگِ آسماں　　کیوں سیہ وقتِ تیرہ روز ہی سقدر سارا جہاں
ہر طرف چھائی سیہ بختی یہ کیا اندھیر ہے　　شامتِ اہلِ زماں ہے ہر بلائے ناگہاں
ہائے کل تک باغ عالم تھا شگفتہ باغ باغ　　ہو رہا ہے آج کیوں پامال بیدادِ خزاں
کل خوشی سے شاخِ گل پر نغمہ زن تھی عندلیب　　آج خارستاں میں باصد رنج و غم ہے نوحہ خواں
کل تو تھا نرگس کی آنکھوں میں قیامت کا خمار　　آج اندھی ہو گئی لطفِ نظر باز ہی کہاں
کل شرابِ عیش سے لبریز جامِ لالہ تھا　　آج جامِ لالہ ہے یا کوئی چشمِ خونفشاں
کل چمن جوشِ گل و سوسن سے تھا رشکِ ارم　　آج وہ گل ہے نہ وہ سوسن نہ کوئی باغباں
کل تو تھے مستِ خرامِ ناز طاؤس و تدرو　　آج بدمستی میں ہیں زاغ و زغن شادی کناں
یہ ہوا کیسی چلی آیا یہ کیسا انقلاب　　اہرمن ہے مدعی میں ہو سلیمانِ زماں
شامتِ اعمال ہے ورنہ معاذ اللہ کہیں　　کفرِ باطل بھی ہوا ہے دینِ حق کا ہم زباں
چھا رہی ہے اک اداسی جسطرف کیجے نظر　　یاس و حرماں کا ہے عالم درد و حسرت کا سماں
کون سا گل اُٹھ گیا ہے گلشنِ آفاق سے　　رو رہی ہیں جسکو ساری بلبلیں سب قمریاں
کونسی شمع فروزاں ہو گئی گل یک بیک　　اُٹھ رہا ہے بزمِ عالم میں جو سر تا سر دھواں
کس بہارِ باغِ خوبی کو فرشتے لیگئے　　رونقِ دنیا مٹا کر سوئے گلزارِ جناں

کون سی ذاتِ سراپا فیض اٹھی دہر سے — جسکے اٹھنے سے اٹھا فقر و تصوف بیگماں

جسکے اٹھنے سے اٹھے فتنے قیامت آگئی — وہ غضب ٹوٹا کہ یارب الحفیظ والاماں

خشک سالی سے کہیں روتے ہیں سب چھوٹے بڑے — تنگدستی سے کہیں نالاں ہیں سب پیر و جواں

سوگ میں کسکی فلک نے نیلگوں پہنا لباس — چشم ہر اختر سے کیوں رنگِ شفق ہے خونچکاں

کیا ہوا دل پر لگا کسکے غمِ رحلت کا تیر — جھک کے پشتِ پیر گردوں ہوگئی شکلِ کماں

ہو نہو اس عارفِ حق کی ہے رحلت کا اثر — جسکی ذاتِ پاک تھی کہف و ملاذِ انس و جاں

شمع بزمِ قربِ مطلق مظہر انوار غیب — پیرِ روشن دل توکل شاہ حق بیں حق نشاں

نخل گلزارِ ریاضت سروِ بستانِ سلوک — ربِ قصرِ لِی مَعَ اللہ نقشبندِ طاق جاں

ہادیٔ دیں واصلِ حق محرمِ رازِ ازل — اصل ایماں کانِ عرفاں عینِ جانِ جانِ جاں

اسکے لنگر خانہ سے مخلوق پاتی تھی طعام — سامنے اسکے اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ کا تھا خواں

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یُرْزَقُوْن اک اسکا وصف — اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یُمْطَرُوْنَ اک اسکی نشاں

دیکھنے میں اسکی بی یُبْصِرُ کی تاثیر نگاہ — بولنے میں اسکے بی یَنْطِقُ کا اعجاز بیاں

اسکی دستِ پُر سخا تھی دَرِ بی یَبْطِشُ کا بحر — اسکی گوشِ حق شنو تھی نقدِ بی یَسْمَعُ کی کاں

ہر دعا میں اسکی تھی خاصیتِ ردِ قضا — ہر ادا سے اسکی آثارِ ولایت تھے عیاں

اسکے قدموں کی بدولت ہوگیا پایہ بلند — سرزمینِ شہر انبالہ ہے رشکِ آسماں

اہلِ دل کو تھا عبادت اسکا دیدارِ جمال — ہائے آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اب وہ صورت ہے کہاں

باغ دنیا سے گیا وہ طائرِ گلزارِ قرب — ہم صفیران چمن کو چھوڑ کر گرمِ فغاں

کیوں نہ برپا ہو قیامت کیوں نہ اب فتنے اٹھیں — اٹھ گئی وہ ذات جو تھی مصدرِ امن و اماں

جب وہ یکتا اٹھ گیا تب نے پڑھا سالِ وصال — محوِ رازِ ہو توکل شاہ علیین مکاں

۱۳۱۵ھ

ہائے افسوس اب سکھائے کون اطوارِ سلوک
وا دریغا اب بتائے کون اسرارِ نہاں

وائے قسمت کہکے چپ رہئے کسے دکھلائے
دیدۂ خونبار و جانِ مضطر و قلبِ تپاں

ہائے کیا کہکر تسلی دوں دلِ بیتاب کو
کر دیا ہے دردِ فرقت نے گھلا کر ناتواں

بھی سنبھلنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں
خانۂ دل میں ہیں یاس و حسرت و غم میہماں

ہاں مگر اس طرح شاید کم ہو دل کو اضطراب
ذکرِ جاناں میں ذرا ہو جائیے رطب اللساں

بس مناسب ہے مزا دیجائے گی ہاں چھیڑیے
ہجر کی شب ہیں وصالِ یار کی کچھ داستاں

پڑھ سکے بسم اللہ کچھ ناز و نیازِ حسن و عشق
کچھ وفا و شوقِ محبوب و محبت کیجیے بیاں

المحدث باولاک کیفما اولائی
کرر حدیثہم جعلت فدائی

تاریخ طبع کتاب
ذکر خیر فارسی

ولا زیں مشکل آبادِ آمل تا کے بروں آئی
کہ نافہمیدہ ملا آسماں شمار دریں الائی

ازاں محجوبی از کشفِ رموزِ علم الاسما
کہ با اسم آمدی مشغول و فارغ از مسمائی

باقلیمِ حقیقت تا چوں رسیدن آرزو داری
کہ در شبِ مجاز آوارہ گرد و کام فرسائی

ایا گم کردہ منزل ہاں بزن دستے بدامانے
کہ بے خضر رہے طرفے نہ بندی راہ پیمائی

بصد توبہ بجانی خواجہ بنمائی بنفس دل
کہ بے امداد پیری گشتہ پیری گرچہ برنائی

بیا بنگر دریں روشن کتابے جاں منور کن
کتابے نے کہ تابِ آفتابِ معرفت زائی

بکے اوجِ شریعت را و بحرِ طریقت را
گلِ باغِ حقیقت را بصد خوبی و رعنائی

سپہرے آسمانے رفعت آرا کاندراں باشد
ہزاراں ماہ و انجم باہزاراں جلوہ فرمائی

دُرے نے قلزمے بیحد و پایاں کاندراں زاید ... ہزاراں دُر و مرجاں با ہزاراں شانِ یکتائی
گلے نے گلشنِ فردوس ساماں کاندراں خیزد ... ہزاراں لالہ و گل با ہزاراں حسنِ زیبائی
زہے حالات آں فرمانروائے کشورِ باطن ... توکل شاہ شاہِ ملکِ جان در دمند آرائی
رقم زد لوحش اللہ اندریں مجموعۂ دلکش ... شہِ محبوبِ عالم جانِ علم و کانِ دانائی
عروس پردہ داری بُرقعِ غیب از رخ افگندہ ... شہود افروز آمد بہرِ چشمِ ہر تماشائی
نگارے شمع روئے بر کشیدہ پردۂ عارض ... فروغِ محفلِ نظارہ شد از جلوہ افزائی
پئے تاریخ طبعش رعب روشن فکر خوش گفتہ ... بنام ایزد کتابے بلکہ تابِ نور آمائی

۲۶ ۱۳ھ

ایضاً

جی ع

زِ کلکِ حضرتِ محبوبِ عالمِ حق بیں ... طراز بستہ شد ایں نقشِ دلکش و مرغوب
زہے کتاب کہ دارد چہ دلکشا اخبار ... خہے صحیفہ کہ دارد چہ جانفزا اسلوب
مگو کتاب کہ رشکِ چمن گلے رعنا ... مگو صحیفہ کہ گل پیرہن نگارے خوب
گلے چہ گل کہ شمیمش برائے اہلِ دل است ... چو بوئے پیرہنِ یوسف از پئے یعقوب
شنیں طبع زِ رعب شگفتہ طبع شنو ... بشیر و یوسفِ عرفاں صحیفۂ محبوب

۲۶ ۱۳ھ

اُردو رباعی

جی ع

اللہ اللہ یہ شگفتہ گلزار ... جس میں ہیں ہزار باغ سو جی سے نثار

ہاں مژدہ ... قرب کے گلچینو!
آئی ... گلستاں میں بہار

۲۶ ۱۳ھ

قطعہ

تاریخ طبع کتاب ذکرِ خیر صحیفۂ محبوب اُردو

ہاں کہاں ہیں سالکانِ مسلکِ فقر و سلوک
ہاں کدھر ہیں کسطرف ہیں طالبانِ قربِ یار

الصّلا اے میکشانِ بادۂ ذوقِ حضور
مژدہ اے لب تشنگانِ شربتِ وصلِ نگار

اُسکے حالات مقدس چھپکے شائع ہو گئے
ساقیِ خمخانۂ عرفاں تھا جو عالی تبار

مرشدِ پیر و جواں وہ جس کا نام پاک ہے
حضرتِ شاہِ توکل شاہ شیخِ روزگار

مایہ وارِ معرفت جانِ صفا اصلِ ورع
کامگارِ مکرمت کانِ شرف کوہِ وقار

خرمنِ جود و سخا کی اُسکے دنیا خوشہ چیں
خوانِ ایثار و کرم کا اُسکے عالم زلّہ خوار

اُسکی ذات پاک کا فیضاں تھا اعزاز آفریں
شہر انبالہ کو جتنا ہو بجا ہے افتخار

گو ہے اب نظروں سے اوجھل وہ جمالِ باکمال
اُسکے پرتو سے مگر پُر نور ہیں شہر و دیار

جانشینِ حق گزیں اُسکا سلامت چاہیئے
اب یہ روشن شمع اُس مشعل کی ہے آئینہ دار

جانشیں وہ کون؟ یعنی مخزنِ علم و عمل
حضرتِ محبوب عالم عالمِ عرفاں شعار

وہ دقائق داں حقائق بیں معارف دستگاہ
جسکی یہ تصنیف اقدس ہے مبارک یادگار

اک کتاب اسکو کہوں یا ایک باغِ جانفزا
جسمیں گلبن سیکڑوں جسمیں ہزاروں لالہ زار

اللہ اللہ بارک اللہ واہ وا صلِّ علےٰ
کیا پھلا پھولا چمن ہے کیا فضائے خوشگوار

لوٹ اسکے ہر ورق پر ہیں ہزار ارباب دل
جسطرح اک برگِ گل پر عشقِ عنادل سو ہزار

نغمہ زن ہے بہرِ سالِ طبع رعبِ خوشنوا
واہ اب آئی معارف کے گلستاں میں بہار

۱۳۲۶ ہجری

قطعہ تاریخ عربی دربارہ طبع کتاب ذکر خیر

ان هذا الکتاب فیه اشتاقه کل عارف بالله

یا له من نکات فقر و زهد اودعت فیه للفطین اللاهی

کل من یبتغی الوصول الی الله سلوکا فینبغی ان یباهی

ذا کتاب ام غادة فی کمال الحسن والتیه غیظة الاشباه

تلک الفاظه تجلت حروفا ام بدت السن بلا افواه

بارک الله فی مصنفه الحبر الحلیم المجاهد الاواه

من غدا کاسمه المبارک محبوبا لکل الوری بعز وجاه

کاملا فی الحجی بغیر ارتیاب فائقا فی التقی بغیر اشتباه

یا مسمی کالاسم محبوب عالم یا حبیبی ویا محب الاله

الذی طیب خلقه قد افاض المستفیضین فائح الافواه

انت افدیک قد اتیت بذکر لم تغادر مجال حسن لباهی

ذا کتاب منور لعمری لیس شانا به کتاب یضاهی

کیف لا وهو فیه آثار شیخ ترب اقدامه ضیاء الجباه

فالکتاب هناک ام نار موسی لم تکن اعین تراها کماهی

قال فی عام طبعه التم رعب
لامع البرق من توکل شاه

۷۶۳	۹۰	۳۳۳	۱۲۱
	۵۵	۱۳	۲۶

نظم مدرسہ تکمیل الطب بتقریب ادائے شکریہ

جناب لفٹننٹ کرنل جی - ایڈرسن صاحب بہادر
ایم - بی - آئی - ایم - ایس سول سرجن دام اقبالہ سنہ ۱۹۰۹ء

جلوہ گر اس انجمن میں ہے وہ صاحب احترام
جسکے ہیں مرہون منت کیا خواص اور کیا عوام

جسکے دم سے نامرادوں کو ملی دل کی مراد
جسکے در پر جو گیا ناکام آیا شاد کام

جسنے افسردوں کو بخشے گلشنِ راحت کے پھول
جس سے رنجوروں نے پائے مادہ صحت کے جام

جسکے ہیں وصف آشنا پیر و جواں ہر روز و شب
جسکے ہیں مدحت سرا چھوٹے بڑے ہر صبح و شام

کون یعنی وہ یگانہ جس وحیدِ عصر کا
ائی ام ایس ڈاکٹر کرنل جی ایڈرسن ہے نام

لشکرِ لطف و کرم کا سرور والا مکان
کشورِ علم و حلم کا خسروِ عالی مقام

یوں تو احسانات اُنکے عام پر مبذول ہیں
لیکن اپنے خادموں پر خاص ہے احسانِ تام

وہ مبارک مدرسہ وہ دستگاہِ علم و فن
جسکا تکمیل الطب اک ہے نام مشہورِ انام

کیا کہوں اُس مدرسہ پر ہے توجہ کسقدر
کسقدر لطف و عنایت کی نظر ہے بالدوام

اے دوائے دردمنداں ای مرادِ بیکساں
اے کہ ہے سب خلق تیری خلق نیکو کی غلام

مدرسہ پر جو ترے الطاف و انعامات ہیں
اُنکا شکریہ ادا کرنا ہے مشکل لاکلام

جز دعائے خیر ہے ہم خادموں کے پاس کیا
جو کریں کچھ پیشکش اے معدنِ فیضِ مدام

تجھکو یہ نصرت مبارک ہو بصد شان و شکوہ
اور پھر آئے تو ہوا سب سے زیادہ احتشام

تو رہے مسند نشینِ محفلِ عز و کمال
مسٹر ایڈرسن ہوں بزم آرائے اعزاز تمام

درسگاہِ طلب ہماری تیری فیضِ لطف سے
سرپرست اُنکا ہو تیرا جانشینِ مقتدر
دولت افروز ترقی ہو بصد حسنِ نظام
اور دعائے رعب سے حاصل سے فوز المرام

دوستوں کو تیرے یارب بادۂ عشرت حلال
دشمنوں کو تیرے یارب شربتِ شادی حرام

ماتم ملک معظم

روئے سے میرے اور وفورِ بکا ہوا
دلمیں یہ جوش غم ہی کہ لب پر دمِ سخن
برقی خبر یہ آئی کہ اجل کوئی گری
شاہنشہ زمانہ وہ اڈورڈ ہفتم آہ
زینت بڑھائی سات برس تاج و تخت کی
ماہ مئی کی تھی شب ہفتم کہ یک بیک
اے بیسویں صدی تجھے کیا کہکے روئیے
اے گردش سپہر ستم ہی یہ کیا کیا
اے موت اسقدر تجھے جلدی تھی کیا ضرور
ماتم ہے آج خسرو انگلینڈ و ہند کا
وہ تاجدار اپنی رعایا کا غمگسار
وہ بادشاہ اپنے غلاموں کا خیر خواہ
اے اہل ہند آہ وہ شاہِ جہاں پناہ

غم دیدہ بزم غم میں گیا غم فزا ہوا
آیا جو لفظ نالہ درد آشنا ہوا
پھونکا ہر ایک خرمنِ جاں فیصلہ ہوا
غم دیکھے ہمکو راہی دار البقا ہوا
ساتوں ولایتوں کا وہ فرمانروا ہوا
رحلت کا اُسکے حادثۂ جانگزا ہوا
آغاز ختم عشرۂ اول برا ہوا
اے انقلاب دہر غضب ہے یہ کیا ہوا
ہیہات خون کتنی تمناؤں کا ہوا
محشر نکیوں بپا ہو کہ محشر بپا ہوا
عالم تھا جسکے خلق و کرم پر مٹا ہوا
ہر اک ہے جسکے دام عطا میں پھنسا ہوا
کیسا ہمیشہ کے لئے تمسے جدا ہوا

بد طینتوں نے کوئی بڑا ہی کیا قصور
سچ پوچھئے تو مٹ نہیں سکتا تمام عمر
یارب جزائے نیک دے اُس بادشاہ کو
اور اُسکے جانشیں کو عطا کر دوام جاہ

وہ شاہ عفو دوست جو ایسا خفا ہوا
نقشہ دلوں پر اُسکے کرم کا جما ہوا
بندوں کا تیرے ذات سے جسکی بھلا ہوا
جس سے ہی آرزوؤں کا رشتہ بندھا ہوا

گر نخل رفت میوۂ او پائدار باد
ور پا اگر نماند دُرِ شاہوار باد

تقریب افتتاح مطب جناب مولوی حکیم بشیر احمد صاحب علوی شدیافتہ مدرسہ تکمیل الطب

۳۱ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء

آج قانون طبیعت ہے مسرت پرواز
دل خوشی سے متحرک ہے جو یوں پہلو میں
معتدل موج ہوا ہے کہ دمِ استنشاق
نسخۂ دل سے شفا کے ہیں اشارات عیاں
کیوں تخیل کو نہو دعوے صد حسن تلاش
رونق افروز ہے اس بزم میں وہ شیخ زماں
پاکے فیض اُس سے نکیوں فخر ہو شاگردوں کو
لطف سے اُسنے قدم رنجہ یہاں فرمایا
کون شاگرد وہ جسکا ہے بشیر احمد نام
اے بشیر احمد صاحب ہنر و دانشور
تیری تدبیر کی تقدیر الٰہی ہمدم

جنبشِ نبض میں ہے سازِ طرب کی آواز
بلبلِ گلشنِ صحت ہے مگر زمزمہ ساز
ہر نفس طائر تحلیل ہے طوبیٰ پرواز
واہ دلبستگی انجمنِ طرفہ طراز
کیوں تنفس میں نہو مایۂ صد عمر دراز
نفس روح فزا جسکا ہے عیسےٰ اعجاز
ذات پر جسکی ہیں اُستادے فن کو سو ناز
نیچے شاگردوں کو بخشا ہے کمال اعزاز
عمل و علم میں باقاعدہ مامور و مجاز
تجھکو مسعود و مبارک ہو مطب کا آغاز
تیری تشخیص کی ہو حکمت باری دمساز

تہنیت گو ہوں دعا گو ہوں مگر ساتھ اسکے
پند گو بھی ہوں ذرا یا ورہے بندہ نواز

ابتدا میں ہے ہر اک کام کی شرط استقلال
پیش آتے ہیں بہت مرحلۂ تاب گداز

طلب شئی میں ہوں پیش نظر اسباب وصول
یہ نہیں راہ نہاوند و در آہنگ حجاز

قوت عشق نہ ہو حرف تقاضائے شباب
جاننا شاہد فن ہی کو عروس طناز

پردہ داری بھی محارم سے بجا اغماض نظر
سینے ہوتے ہیں حکیموں ہی کے گنجینۂ راز

ناز ہر چند ہو تشخیص پہ اپنی لیکن
درگہ شافی مطلق میں ہو اظہار نیاز

طب کے اسباب ترقی سے نہ رہنا غافل
عرض بس رعب کی اتنی ہے بحسن ایجاز

تجھکو ہو اپنے ارادوں میں حصول مقصود
تو رہے خیل اطبا میں ہمیشہ ممتاز

نظم

کسلئے بیٹھا ہے چپ اے ساقی شیریں کلام
اُٹھ ترے ہونٹوں کے صدقے لا شراب لعل فام

آج ہے بے انتہا دلمیں سرور آنکھوں میں نور
لطف ہو جائے دوبالا دے جو تو دو چار جام

سنتے ہیں کب ایسی باتیں مےکشان پختہ کار
جی میں جو کچھ آئے کہیں واعظان نیم خام

صورت عمر رواں ہے فرصت شادی قلیل
ہاں تکلف برطرف دم بھر تو بیٹھیں شادکام

کیوں نہ ہو آنکھوں کے آگے کیف مستی کا سماں
کیوں نہ ہو دل پر نہ ہو جوش طرب کا ازدحام

باریابی کا ملا ہے اذن اُس دربار میں
جسکی رفعت کو فلک بھی جھک کے کرتا ہے سلام

کسکا دربار ہمایوں کسکا عالی آستاں
وہ کہ زیب نامۂ عز و شرف ہے اُسکا نام

شمع بزم مکرمت والا منزلت
داور عالیمقام

رتبہ فہم عقل و دانش قدردان علم و فضل
مہر فرما ہے کہ و مہ کا م بخش خاص و عام

سرو گلزار سیاست نخل باغ اقتدار
دُرِّ دریاے ریاست آبروے احتشام

واہ اسکے عہد راحت زا کی امن آرائیاں
آج اُسکے دم سے ماوائے انام

مہر اُسکی ابر کیسا ابر ابر لطف بار
قہر اُسکا تیغ کیسی تیغ تیغ بے نیام

فارس رفعت کا اُسکے توسن گردوں مطیع
رائض ہمت کا اُسکے ابلق ایام رام

اک نگاہ غیظ اُسکی اور سو فوت مراد
ایک چشم لطف اُسکی اور سو فوز مرام

جان صد احکام حکمت اُسکا انداز سکوت
کان صد اسرار مشکل اُسکا اُسلوب کلام

دولت جاوید اُسکے گھر کی ایک ادنی کنیز
دائمی اقبال اُسکے در کا اک کمتر غلام

اے کہ تیرے حلم کا بندہ ہے فرط اضطراب
اے کہ تیرے عفو کا تابع ہے جوش انتقام

تو ہو ناخوش جس سے وہ حرمان نصیب جاوداں
تو ہو راضی جس سے وہ لذت کش عیش مدام

وائے وہ بدبخت جس سے ہو تجھے کچھ اجتناب
واہ وہ خوشوقت جسپر ہو ترا انعام تام

اُس جگہ پر ہوں تصدق سیکڑوں باغ و بہار
جس جگہ ہو جا دم بھر کے لئے تیرا قیام

وہ زمیں گلہاے نقش سُم سے ہو رشک چمن
جس زمیں پہ پاؤں رکھے تیرا رخش خوشخرام

ایک رستے کے ہیں رہرو دونوں عاجز اور قوی
واہ تیرے عہد عدل آرا کا حسن انتظام

جنبہ دعا کیا ہے گدا کے پاس بہر نذر شاہ
رعب ہے تیرا دعا گو اور رضا جو بالدوام

داعی افزونی جاہ و حشم ہے روز و شب
طالب بسیاری عیش و نعم ہے صبح و شام

دوستوں کو تیرے یارب بادۂ عشرت حلال
دشمنوں پر تیرے یارب شربت شادی حرام

جلسہ تکمیل الطب

شادماں ہے روح پاک حضرت عبد العزیز
یا برستا ہے در و دیوار پر رحمت کا نور

آج تکمیل الطب اک تصویر فخر و ناز ہے
ہر ادا ہے جسکی حسنِ رنگ شادی کا وفور

شیشۂ دل کے لئے مخصوص رحیق خرمی
جیسے کرسی صدارت کے لئے ذاتِ حضور

کون جسکی ذات ہے ذوق آفرینِ دلخوشی
کون جنکا فیض ہے سرمایۂ علم و شعور

کون نواب ہمایوں فر ہز آنر لفٹنٹ
حضرت سر جیمس مسٹن بیکرِ ذوقِ سرور

زیب اورنگ حکومت خسرو ملک شکوہ
فضل پیرایہ یگانہ عدل فرمائے غیور

ہر عمل میں اُسکی دنیائے سیاست مستتر
ہر سخن میں اُسکے شرح رازِ افلاک و دہور

بخت کا اقبال خادم شانکی سطوت کنیر
عدل سے لرزاں تعدی عفو پر نازاں قصور

رائے روشن اُسکی وہ آئینہ جسمیں صاف صاف
منعکس گویا وہ خطرے جنکا دلپر ہو خطور

اے کہ تیرے خوبیوں کے وصف کا احصا محال
جسطرح تیرے معالی کے احاطہ پر عبور

اے تعالی اللہ وہ خوش وقت تو جسکی پناہ
اے معاذ اللہ وہ بدبخت تو جس سے نفور

جلوہ افروز صدارت تو جو ہے اس بزم میں
کھلگئی تقدیر تکمیل الطب سے راس الصدور

یہ کرم یہ لطف وہ نعمت ہے وہ انعام ہے
شکر جسکا تیرے بندوں پر ہے واجب بالضرور

جسطرح ہم تیرے فیض عام کے ادنےٰ غلام
مدرسہ ہے تیرے لطفِ خاص کا عبد الشکور

تو رہے یارب ہمیشہ مرجع اقبال و جاہ
سرنگوں تیرے درِ عالی پر ارباب غرور

از سر صدق و ارادت یوں ہے سرمستِ دعا
رعب بیچو ہے آج کیفِ بادۂ مدحت سے چور

نظم مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ

۱۳۱۰ھ

نویدائے پیارے تکمیل الطب اے گلزار رعنائی
ترے پھولے پھلے گلشن میں اک تازہ بہار آئی

اٹھان ابھی ہے تیری ابتدائے عہدِ طفلی سے — نہ کیوں دلکش ہو اب جوشِ نمو میں شانِ یکتائی

تجھے آئینہ دیکر کہہ رہی تھی تیری خود بینی — یہ جلوہ ہوگا اک دن حیرتِ چشمِ تماشائی

خوشا بیتابیِ شوقِ نظر کا چارہ گر ہونا — کہ غش ہے تیری طرزِ خود نمائی پر خود آرائی

بنایا آئنہ محویتِ نظارہ نے مجھ کو — تری برقع کشائی تھی نویدِ حیرت افزائی

ہمیشہ یوں تو دیکھا جلوۂ تاب آزما تیرا — مگر کچھ بڑھ کے ہے آج امتحانِ سنجِ شکیبائی

بجا ہے ناز جتنا ہو ترے حسنِ تجلی کو — کہ پروانے ہیں تیری شمع کے اربابِ بینائی

ترے گلزار کی دلچسپ رنگینی کا کیا کہنا — کہ خود سر جمبیس مسٹن بھی ہیں محوِ سیر فرمائی

ملیگا کیوں مزاج اب نرگسِ بیمار کا تیری — کہ پہونچی دور تیرے پنجۂ مژگاں کی گیرائی

تری تقدیر جاگ اٹھی کہ خوش ہو کر ہز آنر نے — صدارت جلسۂ سالانہ کی منظور فرمائی

زہے قسمت کہ پہلے اہلِ حکمت جان دیتے تھے — اب اربابِ حکومت بھی ہوئے تیرے تمنائی

خدارا ہم فقیروں سے نہ ہو بے اعتنائی اب — کہ تو نے دل میں نوابِ گورنر کے جگہ پائی

تری شیریں لبی ہے اور اودھ کا خسرو نامی — مگر ہم بھی دعاگو ہیں ترے اے جانِ زیبائی

سب اہل الرّائے دم بھرتے ہیں جب تیرا تو کیا پروا — اگر تجھ سے کشیدہ ہو کوئی مغلوبِ خود رائی

فضا کی نور آگینی کہ تیری محفل افروزی — زمانے کی طرب جوشی کہ تیری بادہ پیمائی

نہایت مردہ دل ہیں اہلِ دعوی یوں نہ مانینگے — مسیحا اب ذرا دکھلا دے اعجازِ مسیحائی

ترے حسنِ ادا کی جانفزائی اور دلِ عاشق — تری زلفِ رسا کی دلکشی اور رعب سودائی

نظم داغِ دل

بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ تکمیل الطب منعقدہ ۲۶ فروری ۱۹۱۳ء یوم یکشنبہ

۲۶ فروری ۱۹۱۳ء

ای ہمنشیں نہ پوچھ کہ کیا ہوں کہاں ہوں میں — اک درد ہوں کہ اپنے ہی دل میں نہاں ہوں میں

میرا ہی ہے نام کہ گمنام سے ہے لقب
میرا ہی نشاں ہے کہ اک بے نشاں ہوں میں

دیتا ہوں ایک یوسفِ گم گشتہ کا پتا
اس رہگذر میں گردِ پسِ کارواں ہوں میں

قیمت ہے میری اک نگہِ چشمِ التفات
ارزاں ہوں دیکھئے تو متاعِ گراں ہوں میں

پرسش کا زیرِ بارِ منتِ کششِ قبول
دورِ فلک میں شکوۂ جورِ بتاں ہوں میں

میں ہوں ستمکش اور فلک طاقت آزما
یعنی رہینِ حوصلۂ امتحاں ہوں میں

نالوں کی دلکشی نے کیا شورِ حشر بپا
غارتگرِ خجستگیِ آسماں ہوں میں

تا ساز ہے ہوائے سر و برگ عافیت
شوریدہ سر رمیدہ دل آشفتہ جاں ہوں میں

ہستی ہے مری مرے لئے برقِ آشیاں
سرتاپا ہوں سوز وہ گرمِ فغاں ہوں میں

بے برگ ہوں نہیں ہوں مگر بارِ شاخِ گل
ہاں ہاں چمن میں بلبلِ بے آشیاں ہوں میں

دشمن ہے ہمنواؤں کی میری بیکسی
خود اپنی نامرادیوں پہ نوحہ خواں ہوں میں

سرمایۂ گداز ہوں کاہش پسند ہوں
چشمِ نم آشنا ہوں دلِ دردمند ہوں

نالہ جوابِ جورِ سپہر کہن نہیں
شکوہ علاجِ درد و وفورِ محن نہیں

پوچھا نہ اب بھی مرگِ مفاجات نے بانصیب
غربت مری حریفِ خیالِ وطن نہیں

اک برقِ آسماں ہے کہ جوہر شرارہ بار
اک آہِ شعلہ جاں ہے کہ آتش فگن نہیں

شعر اور کچھ ہے نالۂ موزونِ دل ہے اور
بیت الغزل ہے مرثیہ بیت الحزن نہیں

پرسانِ حالِ دل نہ کوئی دلربا
کیا اس قسم کا شہرِ وفا میں چلن نہیں

جوشِ بیانِ غم ہے خموشی کا ہمنوا
یارب وہ میں نہیں ہوں کہ کچھ ادا سخن نہیں

اے وائے نامرادیِ مطلب کہ بزم میں
تابِ سخن ہے جو تو مجالِ سخن نہیں

وجہ سکوت کچھ تو ہے جو چپ ہوں ورنہ میں — کچھ بے زباں نہیں ہوں کوئی بے دہن نہیں
گلگشت کا دماغ کسے اب کہ باغ میں — اک بلبلِ شگفتہ نوا نغمہ زن نہیں
اُف رے نظر فریبی نیرنگ انقلاب — رنگ چمن وہی ہے مگر وہ چمن نہیں
ہر سو ہے لالہ و گل و سرو و سمن کا جوش — لیکن وہ لالہ و گل و سرو و سمن نہیں

گلزار کو بہارِ طرب سے جدا کیا
اے گردشِ فلک یہ غضب تو نے کیا کیا

یہ صحنِ باغ اور یہ موسم بہار کا — مفت نظر نظارہ گل و لالہ زار کا
مے بھی ہے جام بھی مگر انصاف اے فلک — میکش اور ایسے وقت میں عالم خمار کا
سامانِ دورِ بادہ مہیا مگر یہ کیا — اترا ہوا ہے چہرہ ہر اک بادہ خوار کا
ساغر ہے میری چشم نم آلود کا جواب — گلشن نمونہ میرے دلِ داغدار کا
ساقی کو ڈھونڈھتی ہیں پریشاں نگاہیاں — دل جادہ زار ہے تپشِ جاں شکار کا
ساقی کی ہے تلاش وہ ساقی مگر کہاں — جو مایۂ سرور تھا ہر میگسار کا
بس بس کہ ناگوار ہے ساقی کی یاد میں — کیوں ذکر چھیڑتے ہو مئے خوشگوار کا
تدبیر چاہئے ہے دوارِ خمار کی — کیا شکوہ گردشِ فلکِ کج مدار کا
اُس میکدہ میں چلئے کہ ہے نشہ آفریں — بنیاد کردہ ساقی حکمت شعار کا
وہ میکدہ کہ مرکزِ تکمیلِ طب ہے آج — جو ضامنِ قرار ہے ہر بیقرار کا
وہ شاہدِ حیات کہ دیکھے یہ نو بہ نو — کیا دل بڑھا رہا ہے ہر اک جانِ زار کا

یونان کا جس سے نام ہے زندہ وہ چیز ہو
[illegible] العزیز [illegible]

ہاں ہاں ادب ادب ٹھہرے جانِ بیقرار
یہ کسکی شکل پھر گئی آنکھوں کے سامنے
ہیہات وہ امام فن و مقتدائے فن
دیکھیگی ایسی شکل نہ اب چشمِ مہر و ماہ
ہر چند وہ جمال اب آنکھوں سے ہے نہاں
ہاں زندۂ دوام ہے وہ عیسیِ زمان
وہ مدرسہ وہ مرکزِ حکمت وہ کانِ فن
ایمن ہے دستبردِ حوادث کے خوف سے
انعام غیب اُسکی ترقی کا ہے کفیل
تائیدِ حق ہے ہمتِ عبد الرشید ہے
عبد الرشید کون؟ وہ جانِ کمالِ فن

کسکا یہ نام پاک ہے اس نام پر نثار
تہ نظر ہے مطلعِ انوار کردگار
جسپر کمالِ حکمت و فن کو تھا افتخار
ترسیگا ایسی ذات کو اب دورِ روزگار
لیکن فروغِ جلوہ کا فیضان ہے آشکار
سرچشمۂ حیات ہے اک جسکی یادگار
بانی ہے جسکا ایسا حکیمِ شگرف کار
فضلِ خدا ہے اُنکا نگہبان و پاسدار
کاوش ہے اُس سے کاہشِ حسادِ بدشعار
پھر کیوں نہ آئیں نخلِ فنِ طب میں برگ و بار
فن اُسکا حق گزار ہے وہ فن کا حق گزار

حفظ

آج اُسکی سعی سے فنِ طب کامگار ہے
فخرِ سلف ہے وہ خلفِ نامدار ہے

اُس درسگاہ طب کا زہے حسنِ انتظام
احیائے فنِ طب کا ہے یہ مدرسہ کفیل
خدمتگزار و مستحقِ التفات ہے
ہمدردی اس غریب فنِ طب کی ہے ضرور
تدبیرِ غیرِ شربتِ دینار کچھ نہیں
پامال انحطاط ہمارا فنِ قدیم

وابستہ ایسی ذات سے ہے جسکا اہتمام
یعنی ہے خادم آپکا یا معشرُ الکرام
ہاں اے خواصِ قوم ذرا پاسِ فیضِ عام
کیوں منتشر ہو صحتِ اجسام کا نظام
بیمار احتیاج ہے اک عیسےٰ انام
اے حامیانِ علم حمیت کا ہے مقام

دیکھیں ہم اور حریف مٹائیں ہمارا فن
کیا اس سے بڑھکے دور فلک لیگا انتقام

سن لیجئے اگر یہی لیل و نہار ہیں
مٹ جائیگا صحیفۂ ہستی سے فن کا نام

ہاں وقت ہے کرشمۂ ہمت دکھائیے
ایسا نہو کہ ہو کہیں اس صبح کی بھی شام

تکمیل طب کے مدرسے کو دیجئے فروغ
جو ہے ذریعہ فن کی ترقی کا لا کلام

کچھ اور جوش درد کا تھا مقتضا مگر
اب ہے رعب اور قول یہ عرفی کا والسلام

صد مہر می نہم بلب گفتگوے دل
تا گرد غم بشکوہ نجنبد زروے دل

بتقریب جلسہ سالانہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس منعقدہ ۱۹ فروری ۱۹۱۶ء یوم سہ شنبہ

نظم نوید صحت

ہاں ذرا اے مطرب دمساز اے بیکس نواز
چھیڑ کوئی نغمۂ دلکش بآہنگ حجاز

ہاے ایسے میں حدی خواں کی خموشی قہر ہے
سست رو جمازہ بے آرام دل منزل دراز

کب سے دل ہنگامہ آراے گداز شوق ہے
جلد اے ظالم بس اب کوئی نواے دلگداز

زمزمہ تیرا حریفوں کو نہیں گو ساز گار
تو کہیں اپنے مریض عشق کا ہو چارہ ساز

کردے از خود رفتہ ہاں تا چند ضبط شوق چند
مجھکو بھی منظور ہے اب درد کا افشاے راز

تیرا شیدا ہوں تری شیریں نوائی کا شہید
میری دمسازی سے کب زیبا ہے مجھکو احتراز

ناز کرتا ہے جو عاشق جانکر مجھکو تو خیر
جا سے ہی لیکن مریحاں اسقدر بیجا ہے ناز

یاد رکھ عاشق ہوں لیکن عشق ہے میرا غیور
بیجا غمزے گوارہ ہیں نہ بیموقع نیاز

تا زیچا اٹھ نہیں سکتا تکلف برطرف ۔ جنس غیرت ہوں مری قیمت ہے نقدِ امتیاز

صاف کہتا ہوں دہانی داغ سے مجبور ہوں
تو جو سرکش ہے تو میں بھی ایک ہی مشہور ہوں

یہ کوئی انصاف ہے او نخوت آلودِ شباب ۔ عاشق دیرینہ ہیں اور یہ سبب تجھکو اجتناب
بے رخی یہ ہے تو بہتر مجھکو بھی پروا نہیں ۔ تو اور آرائش تری میں اور مرا حالِ خراب
کھینچنے والے سے نہ کھینچا ہے یہ مسلک کے خلاف ۔ عکس آئینہ ہوں نہیں دونگا برابر کا جواب
نغمہ سنجی پر ہے تو نازاں تو اچھا یوں سہی ۔ میرے نالے ہی تجھے ہیں نغمۂ چنگ و رباب
کیا کہوں دل تیرا اس لذت سے واقف ہی نہیں ۔ پوچھ اہلِ درد سے نالوں کا لطف بے حساب
پیش اہلِ ذوق ہے درد اور کچھ مستی کچھ اور ۔ ایک میرا خوں شدہ دل ایک ترا جامِ شراب
تو نہیں نغمہ سناتا مجھکو تو مختار ہے ۔ میں تجھے نالے سناتا ہوں سُن او مخمورِ خواب
کیسے نالے وہ کہ ہیں تعبیر خوابِ اختلاف ۔ کیسے وہ نالے کہ ہیں تفسیر بابِ انقلاب
نالے وہ نالے سراپا درد میں ڈوبے ہوئے ۔ شعلۂ سینہ کی کوئی بیدرد بھی لائے نہ تاب

نالوں کا نام آتے ہی لب پہ تبسم آ گیا
اُف یہ کیسا درد اٹھا دل میں کیا یاد آ گیا

درد اٹھا دل میں الٰہی چارہ گر پاؤں کہاں ۔ کون ہے ہمدرد کس سے دردِ دل کیجے بیاں
حاجتِ تشریح کیا جب خود ہے میرا حال زار ۔ شرح اسباب و علاماتِ غم و دردِ نہاں
ہائے کیا دورِ حیات انگیز یاد آیا مجھے ۔ پھر گیا آنکھوں میں ایامِ گذشتہ کا سماں
آہ اک جنبش لب جسکی تھی جاں آفریں ۔ آج اسی لب کو بتاتا ہوں حریفِ ناتواں
ہاں یہی لب تھے کبھی عیسیٰ نفس [illegible] ۔ [illegible] تھی جنکی داستاں

اب اُسی طب کا یہ حال اے انقلابِ روزگار
ہاتھ سے جہلِ مرکب کے ہے کیا کیا پائمال

وہ ترقی تھی الٰہی اس تنزل کا پیام
قولِ اہلِ تجربہ ہے ہر کمالے را زوال

جنکو دعوی ہے کہ ہم فن کے ترقی کوش ہیں
اُنکی اندازِ عمل سے ہے عیاں عکسِ مقال

دوستی اُنکی ہے اک تخریبِ مضمر کا حجاب
سچ کہا ہے دوستی نادانکی ہے جی کا وبال

عشقِ فن کا ادعا اور میل سوے غیرِ فن
یا الٰہی عشق ہے یہ یا ہوس یا کوئی چال

کیا تماشا ہے غضب ہے دعوی عشق اور وہ دل
جسمیں ہو ہمراہ دلبر غیرِ دلبر کا خیال

مدعی کوشاں کہ میں ہوں چارۂ آزارِ فن
فن زبانِ حال سے نالاں یہ کہکر حسبِ حال

جو طبیب اپنا ہے دل اُسکا کسی پر زار ہے
مژدہ باد اے مرگِ عیسےٰ آپ ہی بیمار ہے

اے فنِ طب اے دلارا اے عروسِ نازنیں
ہائے ہم آنکھوں سے دیکھیں یوں تجھے زار و حزیں

ہائے تیرے نازبردارونکا تجھکو دیکھکر
عالمِ برزخ میں کیا حال آج ہوگا اے حسیں

منظر اُس عالم کا ہے گویا مرے پیشِ نظر
جتنے اہلِ حکمت و فن ہیں وہ ہیں اندوہگیں

اکطرف ہے رازیِ معجز بیاں زاری کناں
ایک جانب ہے حنینِ نکتہ داں محوِ حنیں

کیا کہوں بقراط و جالینوس سے تا بوعلی
بوعلی سے تا بقرشی و نجیب و قطبِ دیں

سبکے سب روتے ہیں تیرے دشمنونکی جانکو
جسقدر راہیِ طب ترے غمخوار ہیں زیرِ زمیں

روتے ہیں اور کہتے ہیں کس سے کہیں مجبور ہیں
بات کیا ہے دوسرے فن میں جو اس فن میں نہیں

ناقص الفہمی کا اپنے وہم آئے کیا مجال
اس فنِ کامل ہیں لیکن نقصِ تدویں کا یقیں

تیرہ دل ہیں عقل کے دشمن ہیں جو چاہیں کہیں
خاک ڈالے سے کہیں چاند چھپتا ہی کہیں

صاحبِ انصاف پر نقصِ محالِ آئینہ ہے
چشم روشن ہو تو اس فن کا کمال آئینہ ہے

جانتے ہیں جاننے والے یہ فنِ بے قصور
کاملیت میں ہے اپنی شہرۂ نزدیک و دور

جسقدر ذرات طب عالم میں آتے ہیں نظر
جلوہ گر سب میں اسی خورشید تاباں کا ہے نور

مقتبس ہیں شکل انجم دوسرے طبی فنون
نیر اعظم یہی ہے روشنی بخشِ ظہور

اس حسین کے روئے اصلی سے جو اٹھ جائے نقاب
پھر سپہر کوئی سمائے چشم عاشق میں نہ حور

ایسے ارباب بصیرت آج بھی موجود ہیں
جنکی نبض پاک بینی ہے مبرا از فتور

فن بخت انکا شناسا ہے وہ فن بخت کے
واہ محبوب یگانہ واہ عشاق غیور

ہاں اسی اخلاص و اظہار محبت کیلئے
منعقد اس شان سے ہے آج یہ بزم سرور

منعقد کردہ ہے یہ محفل اُن اہل درد کی
جنکے پہلو میں ہیں دل عشق فن خالص میں چور

جنکے ہاتھوں سے پڑی بنیاد طبی کانفرنس
طب یونانی کے حق میں جسکا ہونا تھا ضرور

ہاں کرشمہ اس جماعت کا اثر دکھلائے گا
ہاں فن طب اب ترقی پائے گا اور پائے گا

مژدہ باد اے طب یونانی مبارک اے علیل
تیری صحت کی نکل آئی خدا ساز اک سبیل

خالقِ درد و دوا اور دنے سن لی دعا
اک جماعت ہو گئی ہے تیرے درماں کی کفیل

حوصلے دلمیں بہت ہیں رکھتے ہیں ہمت بلند
گو بظاہر اس جماعت کے ہیں افراد قلیل

شکر کر اے طب کہ تیرے حامیوں کے ہیں معیں
ملک کے اکثر اطبا و بزرگان جلیل

ان بزرگوں کے دلوں میں تیرا سچا درد ہے
بے ریا تیرے ترقی خواہ ہیں بے قال و قیل

تو سہی پھر شورش افگن ہو ترا حسن ملیح
تو سہی پھر چاند سا چمکے ترا روئے جمیل

فن کے حامی ہو گئے ہیں اہل ہمت اہل دل
اس سے بڑھکر اور کیا ہے خوش نصیبی کی دلیل

دیکھنا اکدن جو باقی ہے یہی جوش و خروش
فن عزیز ملک ہوگا دشمنان فن ذلیل

بس دعا کر رعبؔ اس طبی جماعت کا مدام | ملک ہو حامی خدایا اور تو نعم الوکیل

پھر سرور افزائے دل ہو ساغرِ سرشارِ طب
پھر نظر آئے شگفتہ ہر طرف گلزارِ طب

جلسۂ اجلاس سوم آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس
منعقدہ ۱۳ر اپریل ۱۹۱۳ء بمقام لکھنؤ

خدا رکھے تجھے اے شاہِ معراجِ روحانی | گلے تجھ کو لگا لوں آ ادھر آ طبِ یونانی

تری حسنِ وفا نے تیرا بندہ کر دیا مجھ کو | وفا کا میں ہوں بندہ تیرا در اور میری پیشانی

ہوسناکوں نے تیری جان پر کیا کیا ستم توڑے | شکستِ رنگِ رخ ہے شاہدِ آزارِ پنہانی

نگاہیں تیرے نیرنگِ ستم کا منظرِ خونیں | ادا میں تیری آشوبِ نگاہِ چشمِ قربانی

بگاڑا تجھ کو ایسا دشمنانِ دوست صورت نے | کہ تیرے دوستوں نے بھی تری صورت نہ پہچانی

قیامت یہ کہ اہلِ ادعا نے خبثِ باطن سے | مٹا دینے کی تیرے دل میں ٹھانی اور بڑی ٹھانی

تجھے ناقص بتایا نامکمل کر کے دکھلایا | سبک روحی کو تیری کر دیا ثابت گرانجانی

ترے کوچے کو مستشفی کو مارستاں کہتے ہیں | مگر سمجھے ہیں افعی زار را نے سے لغت دانی

محسن کش وہ ظالم ہیں کہ تیرے دم سے حاصل ہے | کسی کو عزت و دولت کسی کو قربِ سلطانی

مگر با ایں ہمہ پاسِ وفا تو نے نہیں چھوڑا | پڑیں جو مشکلیں تجھ پر اٹھائیں سب بآسانی

تری کچھ سخت جانی تیرے آڑے آ گئی ورنہ | ترے غمخوار کرنے کو تھی تیری مرثیہ خوانی

فلک دو چار دن میں یہ تماشا دیکھنے کو تھا | کہ قصرِ رازی و سینا کو ڈھائیں ظلم کے بانی

خدا کی شان کے صدقے کہ اٹھے ہیں حمایت کو | دلوں میں درد تیرا لیکے چند افرادِ انسانی

ترے عاشق ہیں سبھی چاہنے والے ہیں شیدا ہیں
ترے خاطر بدلجمعی اُٹھاتے ہیں پریشانی

یہ جلسہ آج جسمیں رعب ہاں گرمِ نوا سنجی
ترے نالہ کشوں کا ہے مقامِ آتش افشانی

ترا طالع جو یاور ہے تو کچھ دن میں عجب کیا ہے
ان آہوں کا دھواں بنجائے ابرِ لطفِ یزدانی

مقاصد سے کہیں عالی ہیں سبکی ہمتیں لیکن
اگر اسباب کی مانع نہ ہو آشفتہ سامانی

ضرورت ہے فقط نقدِ رواں کی ورنہ یوں کب تک
گرانہ وردے دینگے تری گلزار کو پانی

تقریب جلسہ سالانہ مدرسہ تکمیل الطب منعقدہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۱۵ء روز جمعہ ۴ بجے شام طبیب ریاست پرتاپگڑھ

اس زمانے میں مصنف علیہ الرحمہ طبیب ریاست تھے

آج کس رنگ سے آراستہ ہے بزمِ خیال
خندۂ شوق ہے فردوسِ تمنائے وصال

اللہ اللہ نگہِ ناز کی رنگ آمیزی
حیرتِ عشق ہے آئینۂ گلزارِ جمال

مژدۂ خاص ہے گویا سرِ ہنگامۂ عام
کسی چتون کا جواب اور کسی حسرت کا سوال

کیوں نہ خیرہ ہوں نگاہیں کہ ہے بے قیدِ حجاب
ایک مہ پارہ کا رخسارۂ خورشید مثال

چودھویں رات کا چاند اب وہ نظر آتا ہے
آج سے تیرہ برس پہلے جو چمکا تھا ہلال

ناز پروردہ ہے جو ایک مسیحا دم کا
اُسکی ہے سالگرہ آج باین عز و جلال

جنّت اصلؔ علی شاہ ہے تکمیل الطب
حسن میں تیرے ترقی ہو یونہیں سال بسال

چودھویں سال کا آغاز ہے ماشاء اللہ
تجھ کو لپٹا لوں گلے آ ادھر اے بدرِ کمال

ہاں تری چال کے صدقے یہی اندازِ خرام
تیری پاپوش سے ہوں حاسدِ سرکش پامال

جلوہ گر انجمنِ ناز میں ہو حور کی طرح
اپنے عشاق کی آنکھوں میں سماؤ نور کی طرح

اب تری ذات سے وابستہ ہے فن کی تکمیل — تیرا انداز روش ہے مرے دعوے کی دلیل
خلط مبحث نے بپا کی تھی قیامت کیا کیا — تجھ سے نکلی ہے حصول طب خالص کی سبیل
یونہیں آساں ہوں ترے واسطے اسباب بقا — جس طرح سہل ترے دم سے ہے فن کی تحصیل
حسن نیت ترے بانی کا مبارک تجھ کو — لطف باری تجھے کافی ہے ترقی کا کفیل
خوش ہو خوش ہو ترے حامی ہیں بڑے قدر شناس — تیری تکمیل ترقی میں کرینگے تعجیل
یوں دکھا جلوۂ تاباں کہ تماشائیوں کو — نظر آجائے رخ شاہد اللہ جمیل
حکما کو بھی ہے چاہت تری حکام کو بھی — تجھسا دنیا میں کہاں دلبر بے شبہ و عدیل
تجھ کو حاصل رہے تا حشر یہی حسن قبول — تیرے غمخوار عزیز اور ترے بدخواہ ذلیل
منتعش جوش مسرت سے احبا کے قوے — تا ابد روح عدو فرط قلق سے تحلیل

ہاں فراموش نہ ہو بول ہو بالا تیرا
رعب دیوانہ ہے اک چاہنے والا تیرا

صدائے غریب

نظم بتقریب جلسہ سالانہ مسلم کلب مظفر پور منعقدۂ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۶ء

پڑھا گیا جناب مولانا حاجی حکیم صاحب ... شاہ رحمت ... مظفر پوری

بند اول

جو گذشتہ آمد ... جلسہ سالانہ ... خواندہ شد

اے مظفر پور اے معمورۂ ذوق سرور — شہرہ تیرا شہر شہر آوازہ تیرا دور دور

چھپ گیا ہے یوں نظر میں جلوۂ زیبا ترا — جیسے زاہد کی نگاہِ شوق میں اندازِ حور
رونما کیا دیں تجھے شرمندۂ دیدار ہیں — مفلسی میں سیرچشمی پر طبیعت بھی غیور
ہائے ہم نازک مزاجوں کی متاعِ انکسار — ایک دل نامِ آبگینہ، وہ بھی سنگِ غم سے چور
شاہدِ غم سے ہوں اک بیت الحزن میں ہمکنار — یہ بہشتِ درد کی ہے نعمتِ حور و قصور
پھر بھی تیرے جلوۂ ذوق آفریں کے فیض سے — جوشزن ہے خود بخود دل میں سرور آنکھوں میں نور
میں ہوں مجبورِ نوا آشفتہ آہنگی سہی — ہائے تیرا جلوہ اور جوشِ مسرت کا وفور
تو سلامت تیری دنیا خوش کہ محفل میں تری — سوزِ دل کی شمع روشن ہے ضیا بخشِ ظہور
سوزِ دل یعنی گدازِ دردِ ملت کی نوید — دردِ ملت یعنی اشراقِ فروغِ شمعِ طور
دردِ ملت کی چمک، دل کا تڑپنا، واہ وا — شمع ایسی نور زا، پروانہ ایسا ناصبور

دردکا منظر دلِ اہلِ طلب کو دیکھیے
تابشِ شمعِ تپش مسلم کلب کو دیکھیے

بند دوم

مرحبا مسلم کلب محفل فروزِ سوز و ساز — تا ابد روشن رہے یارب یہ شمعِ سرفراز
ہاں نظر آتے ہیں وقفِ زخمۂ تارِ مضطرب — اے خوشا اسلامیوں کے نغمۂ وحدت کا ساز
سوزِ دل بے پردہ بھی چھپا مگر اے اہلِ ذوق — وجہِ ناسازی نہ ہو کوئی نوائے دلگداز
شورِ خودرائی ندائے خوشنوائی میں خلل — نازِ دمسازی رہے تفسیرِ قانونِ نیاز
باز ہے چشمِ بصیرت کیوں نہ بے پردہ کہوں — رنگِ گلزارِ حقیقت کیا ہے؟ نیرنگِ مجاز
افتراقِ اہلِ ملت ہے کمندِ انحطاط — اجتماعِ قوم جیسے نردبانِ امتیاز

یہ مبارک جلسۂ یہ خوشخوانیاں یہ عرضِ حال
شغل بے شغلی اگر ٹھہرے یہ تو واہ افشائے راز

شاہدِ وحدت سے باندھا ہے اگر عہدِ وفا
عیب خودکامی سے لازم ہے دوامِ احتراز

سرد مہری سے سوا ہو گرمیِ شوقِ طلب
اور کبھی اس آگ کو بھڑکائے استغنائے ناز

ہاں ذرا پاسِ وفاداری، کہیں ایسا نہو
یوں کبھی تمیز زبانِ رعب ہو طرزِ ادا

اے زخود ہم بے وفا تر بیوفائی اینقدر
آشنائی آنقدر نا آشنائی اینقدر

بتقریب عقد ثانی مولوی قطب الدین احمد مدیر الہلال والبلاغ کلکتہ منعقدہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء یہ اک نظم کشیدہ آمد

اللہ اللہ نوبہارِ کامیابی کا ظہور
آنکھ ہے اور منظرِ گلگل ہے اور جوشِ سرور

شوخیِ حسنِ طلب میں آب و رنگ باغ خلد
جنبشِ نبضِ طرب میں پیچ و تابِ زلفِ حور

آج دل میں جو مسرت جوش زن ہے دیکھ لیں
جو سمجھتے ہیں فسانہ ذکرِ طوفان و تنور

وجہ بیتابی وہ دلکش خود مجھے آتا ہے رشک
زیبِ آغوشِ دل اک دلدار و دل ناصبور

شکر للہ منظرِ مطلوب ہے پیشِ نظر
عشقِ صادق تھا تلاش آوارۂ حسنِ غیور

ہاں مبارک تجھکو قطب الدین احمد نوشہی
آج کی ہے رات صبح کامیابی کا ظہور

تیرے سر سہرا دوامِ شادکامی کا رہے
شمعِ بزمِ کامرانی ہو ترے چہرے کا نور

تیری شادی تجھکو اصلِ کامرانی کی نوید
اور ترے احباب کی حق میں مسرت کا وفور

جوش تھا ہر ایک دل میں تیری شادی کی خوشی
اور ترے پہلو میں دل دردِ قلت سے چور

تہنیت خواں ہے تری شادی کی تری خلا صمند
تیری حق کوشی ہو داغ باطل اندیشی سے پاک
جرأت آموز ترقی چاہئے دل کی امنگ

تہنیت خواہ اسے بھی بڑھکر تری طبع غیور
تیری خود داری ہو عیب خود فراموشی سے دور
کیوں حریف فطرت عالی ہو ہمت کا قصور

دور باش اہل طلب کی سعی کو تمہید ہے
لن ترانی کی صدا شوق آفرین دید ہے

بتقریب جلسہ سالانہ اہلحدیث کانفرنس منعقدہ روز جمعہ ۹ مارچ ۱۹۱۷ء بمقام کلکتہ

قطعہ

امام حق ہے کتاب خدا خدا ہے گواہ
نماز جمعہ ادا کر سکے ہے یہ شرکت بزم

خدا کے فضل کا طالب ہے یہ عبد نامہ سیاہ
پس قضاء صلوٰۃ ابتغاء فضل اللہ

رواۃ شوق ہیں تعدیل و جرح سے آزاد
گداز دل کے مسلسل خبر تو اتر اشک
مری سنن میں مناکیر کو نہیں کچھ دخل
سماع کے لئے ہے مضطرب حدیث غریب
امام حجت و عدل و ثقہ ہیں حضرت عشق
خوشا محدث غم جو دم روایت شوق
قرارت سنن ورد جب شروع کرے

حدیث ورد سناتا ہوں ہر چہ بادا باد
حدیث متصل غم ہے جید الاسناد
کہ ہم اثر ہیں مشاہیر کے مرے آجاد
کوئی سنے مری وضع سکوت کی فریاد
انہیں کے دم سے ہے حدیث غم کا گھر آباد
ولیکن چھوڑ دے اک روح صدق و رشد و سداد
تو جوش حسن اثر سے ہو کامیاب مراد

ہر اک مدلس و کذاب و مفتری ہو ذلیل
کرے تفحص و تنقید سے جو رفع فساد

جماعت اہلِ طلب کی سنے بگوش قبول
یہ شیخ رشد و ہدایت کرے جو یوں ارشاد

تلاش و سعی و غم و درد و شوق و استقلال
صحاح ستّہ پہ لازم ہیں بہر درس وصال

سنو بغور سنو اے فسردگانِ خمار
کہ دور دورِ طرب ہے زمانہ بادہ گسار

ہر ایک قطرۂ صہبا میں ہے سرور مدام
لئے ہے ساقیِ دوراں وہ ساغرِ سرشار

نسیم خود ہے محرک پئے صبوح کشی
خمارِ شب کو مٹاتے ہیں صبح کے آثار

مگر ہیں مردہ وہ سرمست خواب جو اب بھی
فلک کی جنبش آشوب سے نہوں بیدار

یہ کیا؟ کہ ہو وہم اظہار سرخوشی مجبور
تمھیں تو کہتے ہیں مستانِ احمدِ مختار

وہ بادہ بادۂ میخانۂ حجاز نہیں
کہ شورِ حشر سے بھی مست بادہ ہوں ہشیار

اسی شراب کی مستی ہے عینِ ہشیاری
اسیکے نشے میں ہیں نشائتین کے اسرار

فضول ہے ہوس نشۂ اَطَاعَ اللہ
نہیں جو ذوق اَطَاعَ الرَّسُوْل سے سرکار

وہ رنگ بزم کہاں کیا سناؤں رندونکو
خزاں میں یاد ہے گو داستان فصلِ بہار

نہ اب ہے غلغلہ اندار سرخوشی کوئی
نہ رعب کا ہے ادا فہم خامشی کوئی

بتقریب جلسہ سالانہ تکمیل الطب منعقدہ یکم اپریل ۱۹۱۷ء

قطعہ

رعب حاضر ہے مگر حیرت زدہ ہے کیا کرے
پیشکش ہدیہ حضور حضرت عبدالرشید

پہلے حق سالانہ جلسے کی خوشی کا ہوا ادا | یا مبارک باد غسل صحت عبد الحمید

بند

اللہ رے نسیم بہاری کے برگ و ساز
نوروز کا زمانہ سر آغاز فصل گل
گل ہے جو رخ فروز تو لالہ قدح پرست
شاخیں بقدر حوصلہ گلریز رنگ ہیں
باد صبا کی چھیڑ سے کیفیت آفریں
آب و ہوا سے دھر ہے لبریز اعتدال
اس جانفزا زمانے میں جلسے کا انعقاد
تکمیل طب کا جلسۂ سالانہ واہ واہ
تکمیل طب وہ مرکز حکمت وہ کان فن
وہ بارگہ کہ شیخ و برہمن کے واسطے
جس درسگاہ کی در و دیوار سے مدام
یوناں کا جس سے نام ہے زندہ وہ چیز ہوں
اس شاہد کمال کو یکساں ہے سب سے ربط
کچھ بھی استفاضہ نہیں کفر و دیں کی قید

دل میں زمیں کے چھپ نہیں سکتا چمن کا راز
رنگ چمن سے ہے مظہر صنع چمن طراز
سوسن زباں دراز تو نرگس ہے دیدہ باز
جی بھر کے خوب دامن نظارہ ہو دراز
گلبن کی شاخ شاخ کا مستانہ اہتزاز
گلشن کے پھول پھول میں ہے رنگ امتیاز
جوش نشاط دل کا ہے ہنگامہ گرم ساز
شاداں ہیں آج شاہد حکمت کے نونیاز
جس پر ہے آج حکمت و فن کو ہزار ناز
بے قید مذہب اُسکا ہے باب قبول باز
آتی ہے اہل دل کو یہ آواز دلنواز
میں یادگار حضرت عبد العزیز ہوں
بیگانے کا عزیز ہے دشمن کا دوستدار
ہندو کا چارہ گر ہے مسلماں کا غمگسار

یکساں اسے یہود و نصاریٰ سے ارتباط
گبر و مجوس اسکے برابر کے یار غار

اور اشعار تقطیع سے خارج ہیں

تاثرات

عبرت کی کس مپرسی ہے محو داد خواہی
اے چشم خوش تماشا تو اور غلط نگاہی

محشر سے پہلے اک دن برپا کریگی محشر
تیری جفا نوازی میری وفا پناہی

بس منہ کہیں چھپا اے رنگ سفید کاری
اظہار سرخروئی ہے وجہ روسیاہی

بالیدہ روح کو کرائے غم کی گرمجوشی
افسردگی فزا ہے راحت کی عمر کاہی

وہ چشم فتنہ آگیں کب بات پوچھتی ہے
ساقی کا منہ بحسرت دیکھا کرے جماہی

اک مدعی کی کشتی راحت نصیب ساحل
اور اک مرا سفینہ پروردۂ تباہی

اے شیوۂ ستم کیوں رنج بہانہ جوئی
خود معترف ہے مجرم کیا حاجت گواہی

ہمسا بھی کوئی ہوگا محروم دین و دنیا
ردکردۂ اوامر حسرت کش مناہی

رہن ہوس فروشی وقف محال سنجی
سر ہے کہ عین سودا دل ہے کہ محض واہی

شوخی مجاز کی خود پردہ اٹھا رہی ہے
جلوے کی اب حقیقت کھلنے کو ہے کماہی

گلچیں سمجھ خدارا رازِ نسیم شبنم
یہ گریۂ شبی ہے وہ آہ صبحگاہی

جو ظلم ہو بجا ہے میری یہی سزا ہے
اک عیب جاں نثاری اک جرم بیگناہی

اے بخت خفتہ دیکھا اک خواب کا سماں تھا
وہ اقتدار شاہی وہ شان کجکلاہی

وقتی کرشمہ نکلا نیرنگ آسماں کا
جمشید بارگاہی افراسیاب جاہی

اے دور گریۂ خوں اب بھی کہیں ہیں پیدا
وہ بزم کے رنگیلے وہ رزم کے سپاہی

میرا فسانۂ غم مصداق ناتمامی
میری شب مصیبت مفہوم لاتناہی

کچھ صحت آفریں تھی آب و ہوائے دوراں
آزار رعب کی بھی تدبیر اب الٰہی

تقریب عید الفطر شوال ۱۳۳۵ھ

عید پارٹی دولتکدہ نواب نصیر الممالک کلکتہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۷ء یکشنبہ ۲ شوال ۱۳۳۵ھ

نوید سنج طرب دور روزگار رہوا
فدائے سرخوشی می غم خمار رہوا

ہلال عید کا جلوہ ہے یا صدائے نشاط
خوشی کا راز نہاں تھا کہ آشکار رہوا

کھلائے غنچۂ دل تہنیت سرائی نے
سرود عید ہم آوازۂ بہار رہوا

جبینِ غرّۂ شوال کا کمال فروغ
نظر فروز برنگِ جمالِ یار رہوا

سمجھ رہا ہوں کہ مہر آج چاند نکلا ہے
کہ مہر ورزدہ ماہ ستم شعار رہوا

نیاز عشق کا اللہ کیوں ملیگا مزاج
کہ ناز بے رخی اب لطف سے دوچار ہوا

لپٹ گیا کوئی خود بڑھکے عید ملنے کو
کمال جذب کچھ ایسا گلے کا ہار رہوا

نمود شوق سے کہتی ہے آرزوے وصال
اُبھر کے خاتمۂ عہد انتظار رہوا

یہ دن ہے عید کا دن اور خوشی کا وقت یہ وقت
بجا ہے تازہ اگر شوق ہمکنار رہوا

وہ شوخ کھلکے ملا کھلگئی گرہ دل کی
امید بستہ بر آئی کشود کار رہوا

خوشی میں عید کے مجبور التفات ہے یوں
کہ جیسے رعب کو ظالم پر اختیار رہوا

چنیں طریق وفا را کہ سالک آمدہ است	مگر زکوے نصیر الممالک آمدہ است

تقریب دعوت ایٹ ہوم بر دولتکدہ نواب نصیر الممالک بہادر منعقدہ ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء جمعہ باعزاز ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب و اظہار اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس در کلکتہ

ذرا اُبھر تو سہی اے ہوائے میخواری	مر اختیار نہو گا حریفِ ہشیاری

سبو کی نشہ فروشی ہے مست سرجوشی ... غضب ہے ایسے میں ساغر کی غیر ہشیاری
یہ بزم عیش نصیر الممالک عارف ... کبھی رہی نہ رہی دور بادہ سے عاری
خجستہ بزم وخوشا عارف خجستہ سیر ... کہ جوش نشہ حکمت ہے اُسکی خودداری
رہین ضبط نہیں اُسکا ذوق علم وہنر ... حریف قید نہیں اُسکی دانش انگاری
دکھا رہی ہے سماں فضل ودوستی اُسکی ... یہ قدر علم یہ دانش کی گرم بازاری
برس گذر گئے اُنیس بات ہے کل کی ... کہ اُسنے شہر میں پھونکی تھی روح بیداری
وہ ایجوکیشنل اسلامیونکی کانفرنس ... کہ فیض علم وہنر کا ہے چشمۂ جاری
ہوئی تھی دھوم سے رونق فزائے کلکتہ ... اور اہل شہر ہی پائی تھی نصرت و یاری
زہے نصیب وہ دن پھر قریب آپہونچا ... کہ ماہ علم کی ہوگی یہاں ضیا کاری
علی الخصوص کہ ہیں ڈاکٹر ضیاء الدین ... یہاں فروغ دہ بزم حکمت آثاری
اسی مہینے میں ہوگا وہ جلسۂ قومی ... بڑے شکوہ سے جسکی ہوئی ہے تیاری
یہی ہے وقت دکھائیں کرشمۂ ہمت ... جنھیں جماعت اسلام سے ہے غمخواری
اعانت اہل کرم کی پئے ترقی علم ... دیار مصر میں یوسف کی ہے خریداری
وہ التفات خدارا کہ حل ہو مشکل قوم ... وبال جاں ہے تن آسانیونکی دشواری
جنون عشق ہے لیلائے علم سے لازم ... یہ دلربا ہے طلبگار ناز برداری
مقام عذر نہیں رعب بقدر دل ہی سہی ... بقدر شوق رہے انفعال ناداری

جلسہ قومیہ

غزل کی روش پر قومی نظمیں اگر مندرجہ عنوان نام سے پکاری جائیں

تو میرے خیال میں ناموزوں نہیں۔ اسیطرح "قومی مشاعرہ" اُس صحبت کا نام ہو جو ایسی ہمطرح پڑھنے کے لئے منعقد کیجا وے۔ کلکتہ میں لیگ کانفرنس وغیرہ کے سالانہ جلسوں کے موقع پر جناب نواب نصیر الممالک بہادر عاؔصف کی کوٹھی میں ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک مختصر قومی مشاعرہ ہوا۔ مصرع طرح دیا گیا ؎

(خواب غفلت تا کجا اے قوم اب ہشیار ہو)

راز مخفی کب تک آشوب سر اظہار ہو
ٹھیک بھی اے انداز خاموشی لب گفتار ہو

ہائے غیر ونکو دیا جس قوم نے درس کمال
خود سبق لینے میں وہ منت کش اغیار ہو

زندۂ جاوید کل تک جسنے غیر ونکو کیا
کیا قیامت ہے وہ عیسے آج خود بیمار ہو

معجز احیا سکھایا جسنے کل اموات کو
وہ مسیحا آج اپنی زیست سے بیزار ہو

قہر ہے اُن ناخدا اُونکا تباہی میں جہاز
جنکی چشم لطف سے دنیا کا بیڑا پار ہو

جس زمیں پر گرم بازاری رہی اقبال کی
وہ زمیں عبرت فروش نکبت و ادبار ہو

دور گرووں نے جھنجھوڑا یہ کہ آنکھیں کھل گئیں
جاگ اُٹھے ہو سونیوالو اب ذرا بیدار ہو

آہ اے اسلامیو تم اور یہ حالت آہ آہ
نسبت اسلام کو بھی جس سے ننگ و عار ہو

مرتکب خود ناشناسی کی خیانت کے ہوئے
تم کہ تبلیغ امانت کے علم بردار ہو

سطوت شاہی بھی کیوں مجبور حق پوشی کرے
ہائے تم کیسے غلام سیّد مختار ہو

اُف گرانجانی کے ہاتھوں یہ تمھارا حال زار
آسمانی تلد میں کھٹکو زمیں پر بار ہو

تم خدا سے منحرف بیزار ہے تم سے خدا
پھر کہاں اعزاز جب اُسکی نظر میں خوار ہو

تم خدا سے منحرف اس پہ ہے یہ ہٹ کیا کہا — کوئی اتنا بھی نہ محوِ شوخیِ گفتار ہو

تم سے واقف ہے زمانہ کون ہو تم کیا ہو تم — امتِ مرحوم ہو تم اشرف الاخیار ہو

تم خلیفہ ہو خدا کے تم خدا کے منتخب — اے خدا ناکردہ کیوں تم سے خدا بیزار ہو

شوخ چشمی پر تمھاری تم سے رُوٹھا ہے ضرور — اک ذرا سنبھلو تو پھر تم پر خدا کا پیار ہو

اپنے روٹھے کو منا لینا بھی کوئی بات ہے — وہ تمھارا ہے تم اُسکے محرمِ اسرار ہو

آؤ بس اب صلح کی ٹھہرے لڑائی ہو چکی — پھر اُسے خوشنود رکھنے کے لئے تیار ہو

پھر زباں سے جو ہو وہ دل سے ہو پیمانِ وفا — پیکرِ گفتار سر تا پا ہو جو کردار ہو

پھر فروغِ مہرِ تاباں سے مٹیں آثارِ شب — ظلمت آبادِ جہاں پھر مطلع الانوار ہو

پھر زمانہ دیکھ لے وہ شوکتِ خیر القروں — پھر وہی قرآنِ حق دار و مدارِ کار ہو

پھر بسے آنکھوں میں وہ دورِ گزشتہ کا سماں — پھر اُسی خط پر مدارِ گردشِ پرکار ہو

پھر گرہ کھلجائے کا رشتۂ توحید کی — دانۂ تسبیح کا ہم رشتہ ہر زنار ہو

بلبلوں کے چہچہوں سے نغمہ آگیں ہو فضا — پھر وہی رنگیں نوائی ہو وہی گلزار ہو

پھر وہ لطفِ دورِ مے ہو پھر جمے وہ رنگِ بزم — پھر خمارِ مے شب اندر ساغرِ سرشار ہو

بفرمائش سکریٹری مسلم انسٹیٹیوٹ بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ

بعد تحریک مولانا رنجور برائے — از رعب

طلبہ در جلسہ مذکورہ منعقدہ ۱۴ فروری ۱۹۱۸ء تحریر نمودہ شد

از رہِ مہر در رسید آں بہ گلعذار من — صبح وصال بردمید از شبِ انتظار من

غنچۂ دل شگفتہ شد راز نہفتہ گفتہ شد
ریختہ رنگ جوش گل باغ من و بہار من

آنکہ ربودہ دل ز من داد نوید دلبری
آنکہ فزودہ غم بجاں آمدہ غمگسار من

جان من و جہانِ من روح من و روانِ من
تاب من و توانِ من صبر من و قرار من

لعل نمک فروشِ او مرہم زخم آرزو
نرگس بارنوش او سرخوشی خمار من

در پسِ پردہ دل برد پردۂ اہل دل درو
فتنۂ روزگار خود آفتِ روزگار من

آمد و خواست جام مے نشہ چکاں ز چشم وے
کردہ بہ غمزۂ مست سپے توبۂ استوار من

درس کتاب حسن او مشکلِ عقل کردہ حل
راست چنانکہ مدرسہ وجہ کشود کار من

مدرسۂ کہ ساختش مامن دانش آمدہ
وز ہمہ فتنہ ہائے جہل آمدہ مستجار من

مایۂ عز و ناز من منشأ امتیاز من
دار و مدار کار من کہف من و مدار من

اُردو

ساغر بکف ہے لالہ موسم بہار کا ہے
لا ساقیا پیالہ اب انتظار کیا ہے

ہے جوش خندۂ گل یہ نغمہ ہائے بلبل
کیا فصل دلکشا ہے کیا وقت جانفزا ہے

میخانے کی نمائش پیرِ مغاں کی بخشش
یہ ہمت آفریں ہے وہ جرأت آزما ہے

ساقی یہ انجمن ہے رندان بادہ کش کی
اس دم ترا تغافل اک جور نا روا ہے

عشرت کا جام بھر دے مست مدام کر دے
صدقے ان انکھڑیوں کے کیا منہ کو دیکھتا ہے

بس انتظار کب تک رنج خمار کب تک
وہ مے پلا کہ اسمیں کیفِ ابد بھرا ہے

وہ مے کہ بو ہے اسکی موجِ محیط ہستی
وہ مے کہ رنگ اسکا سرچشمۂ بقا ہے

وہ مے کہ اُسکی مستی چمکا دے دل کے جوہر
وہ مے کہ اُسکا جلوہ آئینۂ صفا ہے
وہ مے کہ نشہ اُسکا اسرارِ غیب کھولے
وہ مے کہ جام اُسکا جامِ جہاں نما ہے
وہ مے کہ دور اُسکا چلتا ہے مدرسے میں
وہ مے کہ فیض اُسکا معراجِ ارتقا ہے

اس مے کے پینے والے دونوں بہت مبارک
اک وہ کہ پی چکا ہے اک وہ کہ پی رہا ہے

منظر نوروز

بتقریب جلسہ نوروز دولتکدہ جناب نواب نصیر الممالک بہادر عارف کلکتہ

۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء

آغاز فصل گل ہے مستی فزا ہوا ہے
ہنگامِ دورِ گل ہے ہنگامہ عیش کا ہے
بلبل نشید خواں ہے اُف جوش سبزۂ گل
نوروز کا سماں ہے گلشن ہرا بھرا ہے
نغمے تو بلبلوں کے اکثر سنے ہیں ہم نے
یہ طرز ہی جدا ہے یہ رنگ ہی نیا ہے
رنگ چمن سراسر دلچسپ و دلنشیں ہے
بوے سمن برابر جانبخش و جانفزا ہے
گل کی کرشمہ سازی تصویر دلنوازی
نرگس کی دیدہ بازی آئینۂ وفا ہے
بادِ سحر نے چھیڑا اب خواب ناز کیسا
صحنِ چمن کا سبزہ بیگانہ آشنا ہے
شیریں نوائیوں سے بلبل ہے شور افگن
رنگیں ادائیوں سے گل طاقت آزما ہے
آفت نشاں اشارے خاطر نشیں نظارے
نرگس کی انکھڑیوں میں شوخی ہے یا حیا ہے
شوخی ہو خواہ تمکیں حسن ادا ہیں دونوں
جو غنچہ ہے وہ خود بیں جو گل ہے خود نما ہے
گیسوے مشک پرور رکھوے سے سنبلِ تر
مشکیں سواد یکسر گلزار کی فضا ہے

وہ ابر گھر کے آیا وہ رنگ عیش چھایا
وہ غنچہ مسکرایا وہ پھول ہنس رہا ہے

بالائے سبزۂ تر شبنم سے ہے جلوہ گستر
تاروں سے چرخ اخضر گویا سجا ہوا ہے

کب رنگ باغ ایسا چشم فلک نے دیکھا
سورج مکھی کا منہ کیا خورشید دیکھتا ہے

طاؤس کبک رعنا دونوں روش میں یکتا
کیا جلوہ دلربا ہے کیا چال فتنہ زا ہے

سامان ذوق عرفاں گلشن میں ہیں مہیا
لو ایک راز پنہاں فطرت کا بر ملا ہے

خورشید کی تجلی معیار غیر سوزی
شبنم کا نقد ہستی سرمایۂ فنا ہے

پرواز رنگ بلبل وارفتگی کا نقشہ
انداز خندۂ گل اک برق ماسوا ہے

گلزار ہے سراپا آئینہ دار کس کا
نور نگاہ نرگس محویت لقا ہے

راز ازل کا جویا گلشن کا رنگ دیکھے
خاموشیوں میں گویا سوسن زباں کشا ہے

بجلی کی لمعہ کاری تفسیر بیقراری
بادل کی قطرہ باری تقریر ماجرا ہے

ساقی! دم کرم ہے چشم کرم خدارا
جو دم ہے مغتنم ہے فرصت گریز پا ہے

مجھ سے جو لڑ گئی ہے متوالی آنکھ تیری
نیت بگڑ گئی ہے توبہ کا اب خدا ہے

جز نقد مے پرستی کیا ہے عیار ہستی
مستی بڑھا کہ مستی ہستی کی کیمیا ہے

نیرنگ دور گردوں کیوں وجہ گردش سر
دور شراب گلگوں اس درد کی دوا ہے

ذوق فنا کی مستی تڑپا رہی ہے دل کو
ظالم خمار ہستی اندوہ جانگزا ہے

بس ہو چکا تغافل دے بھر کے ساغر مل
کیوں غمزۂ ہائے بیجا کیوں ناز ناروا ہے

ساغر بکف ہے لالہ رشک نشاط کب تک
لا شیشہ و پیالہ فکر مآل کیا ہے

جھونکے صبا کے آئیں کیف طرب بڑھائیں
ہاں شغل میکشی کا گلزار میں مزا ہے

مینا ہے مست قلقل بانغمہ زن ہے بلبل
گویا چمن میں طوطی رندوں کا بولتا ہے

عارف کی انجمن میں یہ رعب کے ترانے
پھولے پھلے چمن میں بلبل غزل سرا ہے

زبانِ حال

[illegible]

طرزِ خاموشی نواسنج اور پھر خاموش ہوں — پردۂ مینا میں گویا بادۂ سرجوش ہوں
شکوہ اے ننگِ ہوس کاری کہ پاسِ وضع سے — رخصت اے ناموسِ خودداری کہ میں بیہوش ہوں
یادِ ساقی کیا ہو بزم افروزِ عیشِ بیخودی — کشمکش فرسودۂ کلفت سرائے ہوش ہوں
اہلِ محفل کو مبارک لذتِ مستی کہ میں — محوِ ذوقِ نیش ہوں ناآشنائے نوش ہوں
سعیِ بیکار ہی عبث اے انقلابِ روزگار — غافلِ صبحِ ازل وقفِ خمارِ دوش ہوں
دولتِ باقی ہے شوقِ دید میں کسبِ فنا — حلقۂ چشمِ ہما یعنی ترا آغوش ہوں
نالہ کرتے کرتے اشک آنکھوں میں بھر کر پی گیا — کیا فراغت ہے کہ لذت گیرِ ناہی نوش ہوں
سحر کاری ہائے رنگ آمیزیِ فطرت نہ پوچھ — خارزارِ عبرتِ ہستی ہوں اور گلپوش ہوں
اک طلسمِ بند و بستِ دل ہے نیرنگِ مجاز — کھل نہیں سکتی حقیقت کیا حقیقت کوش ہوں
حالِ عبرت زا ہوں اور ناکامِ چشمِ اعتبار — آہ دردآلود ہوں اور نارسائے گوش ہوں
کچھ تو ان آنکھوں نے دیکھا ہے کہ آنکھیں کھل گئیں — کچھ تو ان کانوں سے سنتا ہوں کہ یوں خاموش ہوں
تو اگر ہے بے نیازِ شکوۂ بیدادِ ناز — میں بھی ضبطِ درد کا اک پیکرِ خاموش ہوں

حضرتِ رعب آج رنگِ دورِ صہبا دیکھئے
کہہ رہی ہے چشمِ ساقی ساغرِ سرجوش ہوں

قطعات تاریخ و رباعیات و متفرقات بحسب ردیف مسطر

قطعہ تصنیف گلدستۂ سعادت معروف بہ یادگار نعت

ہاں عاصیا بیا کہ بہ بینی رہِ بہشت ۔۔۔ افتد بہ دوزخ آنکہ جنیں راہ را بہشت

ایں بزم راست زمزمہ پرداز بلبلے ۔۔۔ کز نغمہ اش برقص در آیند اہل چشت

دنیا چو ہست مزرعۃ الاخرۃ یقیں ۔۔۔ میداں کہ نیک بدرود آنکس کہ نیک کشت

ہاں گرد محدثات نگردی تو زینہار ۔۔۔ بشکن سر پلید عزازیل را بخشت

اے خواجہ خانۂ دل تو مسجدیست پاک ۔۔۔ از لوث عشق غیر خدا ایش مکن کنشت

باصد خلوص نعت نبی کن استماع ۔۔۔ وردِ درود دار بصدق اے نکو سرشت

وردِ درود دار کہ اجرش ہمیدہد ۔۔۔ وہ چند خالق سقر و خالقِ بہشت

بازایں رسالہ را بحضور دلی بنوش ۔۔۔ کز نامۂ تو خوشدو کار اے زشت

ایں گل زباغ طبع سعادت علی شگفت ۔۔۔ دیں رشتہ مریم دل خوش فکر او برشت

چوں گشت ایں عروس بصد ناز جلوہ گر ۔۔۔ از آتش جمال دل عاشقاں برشت

اے رعب سال او قلم بے سر جدال

گلدستۂ سعادت واریں در نوشت

۱۳۱۶ ہجری

ایضاً

یادگار نعت پاکِ مصطفےٰ صلی علیٰ ۔۔۔ اک نمونہ ہے یہ جسکی شان ہے کا صل علیٰ

مرحبا ہے اے مصنف آفریں صد آفریں
خوب نسخہ نعت کا تو نے لکھا اصل علی

وہ مصنف کون یعنی اک کرم فرما مرے
جان و دل سے طالبِ خیر الورا اصل علی

نام کو جنکے سعادت ہے علی کے نام سے
عاشق و شید ائے محبوبِ خدا اصل علی

ہے زبان پر جنکے جاری پردۂ و اعلان میں
نغمۂ روح شفیع دو سرا اصل علی

عندلیب بوستانِ نعت سلطان الرسل
خاص مداح حبیب کبریا اصل علی

اس پری نے ناز سے اُلٹا نقاب چہرہ جب
جسنے دیکھا دیکھتے ہی بول اٹھا اصل علی

اک نظر جسکی پڑی اُسکے رخ پر نور پر
نقد جان و نقد دل دے رونما اصل علی

بے تامل مصرعۂ تاریخ لکھا رعب نے
جند احمد مرحبا اے واہ وا اصل علی

۱۶   ۱۳ ہجری

قطعہ تاریخ

واعظِ شوخ بیان شاعرِ شیریں گفتار
کوئی کیا جانے کمالاتِ جنابِ مسکین

باغِ تصنیف میں شگفتہ ہوئے کیا کیا گلِ تر
واہ وا تازہ مقالاتِ جنابِ مسکین

رعب نے مصرعِ تاریخ کہا مرتجلاً
یہ چھپے آج خیالاتِ جنابِ مسکین

۱۷   ۱۳ ہجری

قطعہ تاریخ وفات حسن آرا بیگم محبوبۂ راز

بیگم بیگمات حسن آرا
اُسکے حسن و جمال کی کیا بات

دلِ غمدیدۂ محبت کو — تھی بجائے تلافی مافات
رشکِ شیریں تھی وہ شکر گفتار — اسکی تھی بات بات گویا نبات
ہوتے تھے پانی پانی دیکھکے خضر — لبِ جانبخش رشکِ آبحیات
پہونچا اُسکے گلوے نازک پر — پنجۂ قہر ہادم اللذات
جان بلب تھی اُدھر وہ بحرِ جمال — چشم پرنم میں تھی ادھر برسات
سہرعب سے پوچھتا ہے جو کوئی — کہ بتا اُس پری کا سالِ وفات
کبھی دیوانہ وار بکتا ہے — ایک دو تین چار پانچ چھہ سات

کبھی کہتا ہے بھر کے ٹھنڈی سانس
آہ افسوس وحسرتا ہیہات

۱۵ ۱۴ ہجری

قطعہ تاریخ

طبع دیوان جناب محمد علی خان صاحب ناظم مدراسی مدراس تریلکھٹری کو منیجو خان کا تلمیذ حضرت جلال لکھنوی

حضرتِ ناظم آپ کا دیوان — مرحبا واہ واہ صلِ علی
یہ مضامین شوخ جب دیکھے — دستِ افسوس مدعی نے ملا
شعلہ پردازی غزل حاسد — دیکھکر آتشِ حسد میں جلا
ہے یہ فیضِ تلمذِ استاد — وہ جو ہیں آج اکمل الکملا
روبرو جنکے شعر گوئی میں — کوئی بھی پیش چل سکا نہ چلا

ایسے اُستاد کا جو ہو شاگرد — کون ٹھہرے مقابل اُسکے بھلا

رعب لکھدو یہ مصرعِ تاریخ
نخل شاگردی جلال پھلا

۱۷ ۱۳ ہجری

دیگر

خوشا ناظمِ نکتہ پرور کہ باشد — بباغِ سخن نغمہ پیرا چو بلبل
پے رعب سرمست سرکردگویا — صراحی دیوان او شور قلقل

شد از روے الہام سالِ مسیحی
زہے گلشن شعر بشگفتہ گل گل

۱۹ عیسوی

قطعہ تاریخ وفات جناب بیان ویزدانی رئیس میرٹھ بفرمائش مجھی کہ تلاتدۂ مرحوم بودند ۱۹۰ ء

کردہ پدرود عالم فانی — سوے یزداں برفت یزدانی
واے آن شعر گوے شیریں کار — طوطی شاخ شکر افشانی
واے آن نغمہ سنج خوش گفتار — بلبلِ گلشن سخندانی
آن گلے زیب گلستانِ سخن — عندلیبِ بہار خوشخوانی
آتشم ورگرفت در سینہ — بغم سم او زسوز پنہانی

بتحقیقت قیامتے است عظیم | مرگ آن نکتہ دانِ لاثانی

ہاں بگو رعب مصرعِ تاریخ
حشر زاد است و مردہ یزدانی

۱۳۱۷ ہجری

عیسوی

دنیا سے اُٹھے بیاں دریغا | ڈھایا یہ فلک نے کیا غضب آہ
ٹوٹا غم کا پہاڑ کیسا | آہ اے دلِ خرمی طلب آہ

تاریخ یہ رعب لکھ مسیحی
میرٹھ کا بجھا چراغ اب آہ

۱۹۰۰ء

ایضاً

دل رحلت بیاں بلاغت نشاں سے وائے | کیا زار و بیقرار ہے در دنہاں سے وائے
اُس نیّرِ سخن کو زمیں میں چھپا دیا | شکوہ یہی رہیگا ہمیں آسماں سے وائے
آتا اُمنڈ اُمنڈ کے ہے دریائے اشک خوں | ہو ضبط گریہ کیا غمِ مرگ بیاں سے وائے
وہ دن گئے کہ زمزمہ پیرائے عیش تھے | کام اب تو رہگیا ہمیں شور و فغاں سے وائے

اظہار غم کو رعب یہ لکھ سال عیسوی
اب حضرتِ بیان سدھارے جہاں سے وائے

۱۹۰۰ عیسوی

قطعہ تاریخ وفات حکیم منور الدین خاں صاحب حیدرآبادی بپاس خاطر و لداری نواب فیاض الدین خاں صاحب فیاضؔ شرف جنگ بہادر بتحریر آمد

ہجری

۱۳۰۰ھ

در وا منور الدین آں مہر گستر ما
گذشت و صد الم ریخت بر جان مضطر ما

آہ از جفائے دوراں اے وائے بر کہ نالیم
مائیم صد بلا ہا از چرخ بر سر ما

آں غیرت فلاطوں رشک جناب لقماں
رفت از جہاں دریغا آں لطف پرور ما

فیاضؔ را چو شد غم از مرگ آں یگانہ
پر اشک چوں نباشد ایں دیدۂ تر ما

سال وفات گفتش رعبؔ از کمال افسوس
ہے در زمیں نہاں شد مہر منور ما

۱۸ ۱۳ ہجر

عیسوی

۱۹۰۰ء

حکیم عالی نشاں کا مرنا طبیب فیروز ماں کا مرنا
منور الدین خاں کا مرنا غضب ہے ایسے جواں کا مرنا

نہ پوچھ ہمدم کہ حال کیا ہے سناؤں کیا طرفہ ماجرا ہے
ستم ہوا ہے غضب ہوا ہے ہمارا اک مہرباں کا مرنا

وہ رونق بزم عیش چھوٹا بڑا ہی غم کا پہاڑ ٹوٹا
ہمیں زمانے نے ہائے لوٹا دکھا کے بے ناگہاں کا مرنا

مریض غم خاطر حزیں ہے شفا کی امید کچھ نہیں ہے
بشارت وقت واپسیں ہے یہ اک مسیح جہاں کا مرنا

نہ غم سہنے کی طاقت ہو طاق کیونکر اٹھاؤں جو رنج فراق کیونکر
نہ سب کے ولپر ہو شاق کیونکر کسی بلند آستاں کا مرنا

جناب فیاضؔ کو الم ہے ستم ہے ایدل بڑا ستم ہے
نشان غم ہے نشان غم ہے یہ خان والا مکاں کا مرنا

جو عیسوی سال فوت پوچھو تو رعب کہتا ہے رو کے یارو
گیا بڑا درد دیکے دل کو منور الدین خاں کا مرنا

تاریخ طبع کتاب وفیات الاخیار

۱۹۱۶ء

زہے امثال اہلِ دل زہے آثار اہلِ دل
خہے احوال اہلِ دل خہے اسرار اہلِ دل

خوشا ایں گلفشانیہائے کلکِ حضرتِ وحشی
کہ ہست او بلبلِ خوش نغمۂ گلزار اہلِ دل

نوشت اے وہ چہ باعذب البیانی نسخۂ زیبا
سزد گر خوانمش طوطی شکر خوار اہلِ دل

چہ عیب آرہی اگر حاسد بخجر یش حسد آرد
کہ از دوناں جفا بروں نباشد خار اہلِ دل

شعاعِ مہر و آئینہ ہم شپیرنہ برتابد
بلے کور اندر روز انند حیراں کار اہلِ دل

زقیل و قال تا حال است فرقے بیکراں فرقے
بدل ہرگز نباشد اہلِ ظاہر یار اہلِ دل

ہزاراں لوحش اللہ حبذا تصنیف روح افزا
کہ بر صاحب دلاں روشن نمود اطوار اہلِ دل

بیان روشنیش خفاش طبعاں رافزاید غم
بود ہر تیرہ باطن دشمن انوار اہلِ دل

زہے تاریخ تصنیفش زکلکِ رعب ماسزرد
دل از پہلوئے اہلِ حق بردا خیار اہلِ دل

۱۳ ہجری ۱۹

قطعہ تاریخ انتقال ہمشیرہ معظمہ جناب حسنات احمد صاحب بخشی

صدر بازار لکھنؤ حسب فرمائش بخشی صاحب موصوف بتحریر آمد ۱۵ فروری ۱۹۱۸ء

آج ہمشیر دنے کی دنیا سے رحلت آہ آہ
آہ آہ اے آسمانِ بے مروت آہ آہ

نوجواں کا ہائے مرنا قہر زا اسے قہر زا	کیسا مرنا اک قیامت ہے قیامت آہ آہ
پاک دامن پاک باطن خوش طبیعت خوش نہاد	نیک عادت نیک خصلت نیک سیرت آہ آہ
باپ کو بھائی کو ماں کو چھوڑ کر نالان و زار	ہو گئیں اکبارگی دنیا سے رخصت آہ آہ
چھوڑ کر یہ خارزار عالم فانی ہوئیں	وہ عفیفہ رہگرائے باغ جنت آہ آہ
سولھویں تاریخ ماہ فروری کی تھی کہ ہائے	یک بیک ٹوٹی دلوں پر یہ مصیبت آہ آہ

رعب کو ہاتف پکارا الکہ یہ سال عیسوی
چھپ گیا اب آفتاب چرخ عفت آہ آہ

قطعہ تاریخ طبع دیوان چہارم حضرت جلال سنہ ۱۹۰۴ء

جذا اصل علی واہ عجب ہے یہ کلام	سحر و افسوں کہوں اعجاز کہوں یا دیواں

اسکے چھپنے کی ہے کیا خوب یہ تاریخ اے رعب
طبع استاد کا نادر ہوا چوتھا دیواں

تاریخ بنائے میڈیکل کالج لکھنؤ

لکھنؤ میں مقدم شاہ پرنس آف ویلز کا	حضرت لاٹوش کے دم سے ہوا قائم نشاں

رعب اس کالج کا لکھئے سال آغاز بنا
یادگار دست عیسےٰ ہی کہ جانبخش جہاں

۵۹ ۹۵۶ ۲۵۱۵ ۱۵۰۴۶۴ ۲۳۶

سنہ ۵ ۰ ۱۹ ء

قطعۂ تاریخ مسجد

سنہ ۱۹۰۵ء

دو وبست بو دو ہزار و پنجاہ و ہشت از ہجرت پیمبر — کہ قبلۂ ما غلام محمد بنا نمود ایں بنائے خوشتر
ولے ز دستِ تطاولِ دہر بلطمۂ سیل مار کندہ — بدید یش آمد خلل ہزاراں بسقف و محراب و منبر و در
درین زماں شیخ حاجی ما عنایت اللہ بالکرامت — نمود تجدید ایں عمارت بفضلِ خالق بلطفِ داور
زہے حلیم المزاج سنجی کہ شد سزاوار رحمتِ حق — علی الدوام از بشیر غیبی بلطف ایزد شدہ مبشر
بحسن توفیق کن موفق ہمینا جملہ مؤمناں را — کہ محوِ شغلِ نماز و روزہ شوند با صد حضورِ اکبر

سنین ترمیم او چہ زیبا ز طبع موزونِ رعب سرزد
مقام اقدس مکانِ اطیب حریمِ معمور جائے اطہر

۱۳۲۳ ہجری

مبارکباد و تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند مشکوئے معلی اُستاذنا عالیجناب حافظ حکیم عبد المجید صاحب ادام اللہ اقبالہٗ

سنہ ۱۹۰۵ء

اے بہارِ باغِ حکمت حافظ عبد المجید — تو ہو دنیا ہو تجھے حاصل ترا مامول ہو
شاہدِ مقصود سے تجھکو ہم آغوشی نصیب — خیر خواہوں کی دعا حق میں ترے مقبول ہو
تجھکو فرمایا عطا خالق نے فرزندِ سعید — یونہیں تجھپر تا ابد لطفِ خدا مبذول ہو
کیوں نہو پر نور صبحِ غرۂ ماہِ صیام — مژدہ ایسے مہر ساطع کا ہمیں موصول ہو
اُسکے دادا کو بشارت اُسکے نانا کو نوید — سب اعزا کو وفورِ خرمی محصول ہو
اُسکے طالع کی سعادت عاشقِ شیدا رہے — عمر میں اسکی مرے طولِ امل کا طول ہو

تہنیت بھی ہے دعا بھی رعب کی تاریخ بھی
گلشن اقبال و دولت کو مبارک پھول ہو

قطعہ تاریخ وفات وزیر علی صاحب سالک صدر بازار لکھنؤ

۱۳۲۴ ہجری

وہ ذی وقار کہ تھے دلکشا کے تاجر آہ
وہ نامدار کہ مشہور تھے وزیر علی
اُٹھے جہاں سے جمعے کو ماہ شعباں میں
دلوں کو درد والم دے گئے وزیر علی

کہا یہ رعب سے ہاتف نے بہر سال وفات
جوار رحمت حق ہے سپئے وزیر علی

قطعہ تاریخ وفات حکیم عبدالوحید صاحب برادر خرد حکیم عبدالعزیز صاحب قبلہ

۱۳۲۶ ہجری

سنہ ۱۹۰۸ع

راہی جنت ہوئے اُنیسویں شوال کو
کان حکمت جان طب فرزین عبدالوحید
تلخکامان مرض کو نوش صحت کون دے
چل بسا وہ عیسے شیریں سخن عبدالوحید

مصرع تاریخ رحلت رعب نے رو کر پڑھا
اُٹھ گیا دنیا سے وہ یکتائے فن عبدالوحید

قطعہ تاریخ وفات آفاق جہاں بیگم دختر حکیم عبدالوحید صاحب

۱۳۲۰ ہجری

سنہ ۱۹۰۶ع

در شب پانزدہم آہ ز ماہ رمضاں
رفت آفاق جہاں بیگم از آفاق جہاں

رعب غمدیدہ رقم زد پے تاریخ وفات
وہ کہ آفاق جہاں رفتہ بگلزار جناں

۱۳۲۶ ہجری

قطعہ تاریخ وفات حضرت استاد جلاؔل مرحوم وقوعہ شب چہارم ماہ شوال ۱۳۲۷ھ

فارسی

گریہ کن ہاں گریہ کن اے شاہدِ اُردو زباں — گریہ کن بریادِ عیش ماضی و بر رنجِ حال

گریہ کن بریادِ ایامیکہ از بس جوشِ حسن — عاشقانِ بیدلت بودند اربابِ کمال

گریہ کن بر ذکرِ خوش عہدیکہ چوں زیبا عروس — بودۂ سروِ خراماں در گلستانِ جمال

گریہ کن بر عہدِ رنگیں بزمہا آراستن — گز گلِ رُوئے تو بود آں بزمہا جنت مثال

حیف از اں گلزارِ عیش اکنوں نمیدار ی بکف — جز دلے مرہونِ داغِ فرقت و گرد ملال

بودۂ زیبا عروس اما کنوں اے نازنیں — بیوہ گشتی بیوہ بگذر راز ہمہ غنج و دلال

مردہ آں ضامن علی صاحب جلاؔل لکھنوی — گریہ کن اے بیوہ ہاں بر مرگ ایں شوہر نہال

آں حقائق فہم دانا اُستادِ مستند — آں دقائق سنجِ یکتا کاملِ دانش سگال

ہم مسلّم نزد حق جویاں بہ تنقیدِ زباں — ہم مقدم پیش فن خواہاں بہ تجدیدِ مقال

ہم بتحقیقِ معانی عالمِ سرِّ کلام — ہم بتوفیقِ مبانی ناظمِ شہرِ خیال

ناشرِ حسنِ زبان و ماہرِ انحائے شعر — شاعرِ معجز بیان و ساحرِ سحرِ حلال

دعوی از من باشد و برہاں ز وضعِ روزگار — چوں جلاؔل اکنوں کسے خیزد محال ست و محال

در چنیں عہدِ کسادِ علم و فن واحسرتا — ایں چنیں نقادِ فن فرمودہ از دہر انتقال

اے بسا فنہا کہ مُرد از مُردنِ اربابِ فن — پیش از یں فنِ سخن از جورِ دہرِ دوں خصال

بہرِ ایں فن نیز دہر آئینِ خود را کار بست — ہر عروجے را نزول و ہر کمالے را زوال

تاقیامت زیبدار نالہ سخن برحالِ خویش | رفتہ اہلِ اختراع ومانده اہلِ انتحال

مصرع تاریخ ایں رحلت رقم زد کلک رعب
مُرد ہاں اُردو زباں ہیہات اے مرگِ جلال

۶۴ ۲۶۰ ۱۱ ۴۲۱ ۶۰ ۳۱۱ ۵۶۲۴۴

سنہ ۱۳۲۷ ھجری

دیگر

درد سے ہر دل ہے تپاں لب پہ ہے کہ گرم فغاں | سب شعر انالہ کناں ہائے جلالِ ہمہ داں
شمعِ سخن مردہ ہوئی انجمن افسردہ ہوئی | گرمیٔ شعر اب وہ کہاں ہائے جلالِ ہمہ داں
غمزدہ ہے ذوق دلی ہائے وہ رنگیں غزلی | آنکھ سے خوننابہ فشاں ہائے جلالِ ہمہ داں
کہیا سخن ایجاد اُٹھا شعر کا اُستاد اُٹھا | کامل دیکتائے جہاں ہائے جلالِ ہمہ داں
مستند و اصل سخن معتمد و مرجع فن | نکتہ رس نغز بیاں ہائے جلالِ ہمہ داں
کانِ معانی نہ رہا ناسخ ثانی نہ رہا | سحر فن اعجاز نشاں ہائے جلالِ ہمہ داں

رعب نے اس حادثے کی رو کے یہ تاریخ لکھی
خاتمۂ اہلِ زباں ہائے جلالِ ہمہ داں

۱۳۲۷ ھجری

دیگر

چرخِ کہن کی کجروی لیگئی نظم سے نوی | ہائے جلال لکھنوی وائے جلال لکھنوی
دل ہے رہینِ دردوغم جان کو صدمہ والم | ہائے جنابِ محترم وائے جلال لکھنوی

معتبر زمانہ حیف ناموریگانہ حیف
چھوڑ گیا نسا حیف واے جلال لکھنوی

حادثہ ہے یہ جانگزا سانحہ ہے یہ غم فزا
واقعہ ہے یہ حشر زا واے جلال لکھنوی

روح غزل روانِ فن جانِ سخن جہانِ فن
کامل وکہنہ دانِ فن واے جلال لکھنوی

اُٹھ گئی نظم گستری مٹ گئی نکتہ پروری
روے نکیوں سخنوری واے جلال لکھنوی

رعب یہ غم ہے لاعلاج لکھیے سال غم رواج
ختم ہوئی زبان آج واے جلال لکھنوی

۱۳ ھجری ۲۷

رباعی

مچی ہے عالم برزخ کے شاعروں میں دھوم
یہ کون آج سخن سنج باکمال آیا

امیر و داغ چلے رعب بہر استقبال
جلال روح و روانِ سخن جلال آیا

۱۳ ھجری ۲۷

تخریج مصرع تاریخ وفات حضرت جلال لکھنوی

مرگ جلال

شنبہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(ریحان تک چین)

اب کسے ذوق محفل آرائی
میں ہوں رعب اور کنج تنہائی

دل کو افسردگی سے ہم بزمی
سر کو آشفتگی سے یکجائی

کس مپرسی مری مری پرساں
خامشی میری میری گویائی

درد سے دل میں حال کچھ بھی نہیں
عیش ماضی کی یاد کیوں آئی

ہاں دکھا جو دکھا سکے نیرنگ
میری ضبط آفریں فغاں سوزی
جو ہوئی اس سے بڑھکے کیا ہوگی
کیوں ستمگر اغمِ فراق جلال
ہائے اُردو کا خاتم الشعرا
چل بسا رہبرِ سخن سنجی

اے فلک میں بھی ہوں تماشائی
تیری تاب آزما ستم زائی
انتہائے مصیبت افزائی
کم ہے کچھ بہرِ روح فرسائی
کر گیا طے سجلِ یکتائی
ہرزہ گردی ہے جادہ پیمائی

روئیں یہ کہکے طالبانِ کمال
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

بہرِ آغاز ہے ضرور انجام
انتہا ہے ہر ابتدا کے لئے
متغیر ہے یہ حدوث آباد
آج نظارہ دوستانِ عروج
آہ وہ خاتم الاساتذہ آہ
مدۃ العمر کرکے خدمتِ نظم
دے گیا خادموں کو درد و الم
اُٹھ گیا خم فروشِ صافی بخش
یاد ساقی میں اشکبار رہو
سنگِ غم سے ہیں شیشۂ دل چور
شوق تھا نشۂ خمار مآل

صبح کے واسطے ہے لازم شام
بدر پھر ہے ہلال بعد تمام
تقاضائے گردشِ ایام
دیکھ لیں انحطاطِ حسنِ کلام
جسکا ضامن علی جلال تھا نام
عالمِ فن کو دیکے حسنِ نظام
لے گیا صبر و طاقت و آرام
رہ گئے جرعہ نوشِ دُردِ آشام
میکشو اب ہے ذکرِ بادہ حرام
شیشہ و جام سے بھلا کیا کام
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

گلشنِ دل وہ جانفزا نہ رہا | عرصۂ جاں وہ دلکشا نہ رہا
رہن افسردہ خاطری ہے دماغ | سیرِ گلزار کا مزا نہ رہا
نگہِ شوق ہمنشین نہ رہی | شوق نظارہ آشنا نہ رہا
سر میں جو ایک نشہ تھا وہ ترا | دل میں جو ایک جوش تھا نہ رہا
اب نہ تکلیفِ شعر دیں احباب | لطف کچھ فکرِ شعر کا نہ رہا
نوحہ خوانی کرا اے غزلخوانی | کہ جلال غزل سرا نہ رہا
کسکی جودت طرازیاں دیکھیں | صاحبِ فکرتِ رسا نہ رہا
کس سے رنگین نگاریاں سیکھیں | مایۂ شوخیِ ادا نہ رہا
مدعی کوئی ہو ہمیں مطلب | کیا کہیں اپنا مدعا نہ رہا
نہ رہا جب جلال سا استاد | رعب سا ننگِ فن رہا نہ رہا

کب تلافی پذیر ہے یہ ملال
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

وہ سخن سنج وہ سخن پرواز | ذات پر جسکی تھا سخن کو ناز
حسن و عشق اُسکی طبع پر مفتوں | نظم پر اُسکی لوٹ ناز و نیاز
ذہن تھا اُسکا گلشنِ معنی | دل تھا اُسکا نگارخانۂ راز
جدت اُسکے مقال کی ہمدم | جودت اُسکے خیال کی دمساز
دلکش اُسکے کلام کا اطناب | دلکشا اُسکی بات کا ایجاز
تازہ ابداع رنگ میں مصروف | طرفہ ایجاد طرز میں ممتاز
فکر اُسکی دمِ غزل سنجی | ہر زمیں میں تھی آسماں پرواز

نازشِ جانفروزیِ تحقیق
دم میں اُسکے مسیح کا اعجاز

آبروئے طلسم بندیِ نظم
شعر میں اُسکے سحر کا انداز

ہائے وہ شعرگوئے سحر بیان
کیا کیا اے سپہر شعبدہ باز

آج ٹوٹا طلسم سحرِ حلال
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

کیوں نہ اُردو زبان ہو دلگیر
کس سے ہوگی اب التفات پذیر

چہرہ آرائے شاعری نہ رہا
کیا کہیں یا نصیب یا تقدیر

اب کہاں صورت دل آویزی
خود ہے مضمونِ زلفِ غم کا اسیر

اب کہاں لذتِ طرب خیزی
وصفِ چشم آپ ہے سرشک خمیر

کس سے سیکھے کوئی دقائقِ فن
چل بسا وہ مبرہن التفسیر

کس سے پوچھے کوئی نکاتِ زباں
اُٹھ گیا وہ مسلم التقریر

وہ سخن گسترِ معاملہ بند
جسنے بھردی بیان میں تاثیر

وہ زبان آور محاورہ داں
جسنے بخشی زبان کو توقیر

گوہر افشانی مضامیں میں
اُسکی طبع رواں تھی ابرِ مطیر

جلوہ افروزی معانی میں
اُسکا ذہن ذکی تھا مہرِ منیر

وادریغا کمال کو ہے زوال
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

میں ہوں اور غم نوائی فریاد
خانۂ شعر و شاعری آباد

نالہ موزوں ہو خواہ ناموزوں
شاعری سے یہی ہے اپنی مراد

نہ سخنگو نہ داد کا طالب / آسمان سے ہوں شاکی بیداد
فرصت افزا ہے خود فراموشی / رعب غمگیں ہے اور جلال کی یاد
ہائے وہ کاملِ خجستہ سرشت / ہائے وہ ماہرِ ستودہ نہاد
سارے اقسام نظم پر قادر / جملہ اصناف شعر کا اُستاد
کنہ دانِ عروض و قافیہ آہ / جسنے فن کو کیا قوی بنیاد
نکتہ فہم قیود و قاعدہ حیف / جسنے طرز سلیس کی ایجاد
کون بتلائے اب عیارِ سخن / نقدِ معنی کا تھا وہی نقّاد
کس سے اب رفعِ شک کرے کوئی / مستند بس اُسی کا تھا ارشاد

اب کدھر جائیں اہلِ بحث و جدال
مرگِ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

صدمہ آلود ہے صلائے سخن / نالہ آلود ہے نوائے سخن
اب فقط ہے شکستہ رنگیِ حسن / غازۂ روئے دلربائے سخن
اب اگر ہے تو زردیِ رخسار / شوخیِ حُسنِ خودنمائے سخن
پانی پانی ہوئی ہی کھو کر ظرف / راوقِ طاقت آزمائے سخن
جان دیدے نہ غم میں عاشق کے / شاہدِ دلبری ادائے سخن
صاف میدان کرگیا ہے جلال / اب صفائی ہے بس صفائے سخن
گنجِ معنی نہاں ہوا تہِ خاک / ہائے نظم۔ آہ شعر۔ وائے سخن
ہوگئی معنی آفرینی ختم / ہذیاں رہگیا بجائے سخن
شمع بزمِ سخن ہے وقفِ گداز / گریہ یعنی ہے ماجرائے سخن

صبح اگر پوچھئے تو مرگِ جلال | مرگ جاوید ہے برائے سخن

مرنے والے کا اب بدل ہے محال
مرگ ناسخ ہے وائے مرگِ جلال

گلشن شعر میں یہ دور خزاں | واہ نیرنگ انقلابِ زماں
باغ میں باغباں کا ماتم ہے | مرغِ خوشخواں ہراک ہے گرمِ فغاں
بزم والے ہیں اور غمِ ساقی | جام سرشار چشمِ اشک فشاں
سبق آموز خامشی ہے قضا | کیوں نہ اہلِ سخن ہوں پنبہ دہاں
شمع سوز طپیدگی ہے فنا | کیوں نہ اہلِ زباں ہوں گریہ کناں
وہ زباں داں اُٹھا ہے دنیا سے | عمر بھر غم کرے گی جسکا زباں
تاقیامت جلال کے غم میں | شعرگوئی رہیگی مرثیہ خواں
ہائے آغازِ ماہِ عید میں ہم | کیا محرم کا دیکھتے ہیں سماں
شب کو نذرِ خسوف مرگ ہوا | وہ مہِ آسمانِ حسنِ بیاں
صبح اُس آفتاب کو ہوئی شام | چاشت تک ہوگیا زمیں میں نہاں

ہائے اے صبح چارمِ شوال
مرگ ناسخ ہی وائے مرگ جلال

کیوں نہ اندوہزا ہو اُسکی وفات | زندہ سازِ سخن تھی جسکی ذات
آج بیوہ ہوئی عروسِ سخن | مرنے والے کے دم سے تھی کچھ بات
بیخودی کا بُرا ہو یا اللہ | ہائے میں دنکو کہہ رہا ہوں رات
کہہ رہا ہوں جلال کو مردہ | جو ہی فیضِ سخن سے عین حیات

نام جسکا ہو زندۂ جاوید | کون اُسکو کہے گا رہنِ ممات
زندہ رکھینگے تا ابد اُسکو | اُسکے دیوان اُس کے تصنیفات
رعب ہاں صدمہ والم یہ ہے | کہ چھٹا ہمسے وہ ستودہ صفات
ناملکمل ہے پانچواں دیوان | نہیں ممکن تلافیٔ مافات
کس طرف جائیں فیض کے طالب | حیف افسوس ۔حسرتا ۔ہیہات
فخر تھا خاندانِ ناسخ کا | رعب وہ عارف رموز ونکات

یہی مصرع ہی بس وفات کا سال
مرگِ ناسخ ہی وائے مرگِ جلال

۶۴ ۲۶۰ ۱۷ ۱۵ ۷۱۱ ۲۶۰

۱۳ ۲۷

سنہ ہجری

تاریخ مسجد منڈی باہتمام ملا جمال الدین صاحب

باہتمام جمال دین و توجہ اہل دین دہمت | بناز نو گشتہ اینچنیں مسجد بلند و خجستہ منظر
سنین اتمام ایں عمارت طبع موزون رعب سرزد | مقام طیب مکان اقدس حرم معمور جائے اطہر

۱۳ ہجری ۲۷

قطعہ

تاریخ بنا کمرا جدید حضرت حکیم عبد الحفیظ صاحب و حکیم حافظ عبد المجید صاحب

یہ بنائے نو مبارک ہو مبارک ہو تمھیں | حضرتِ عبد الحفیظ و حافظِ عبد المجید

خوشنما خوش وضع دلخوش کن خوشا فرخندہ بیت | جا نفزا جانبخش جاں پرور زہے قصر شید

لکھ یہ تاریخ بنا اے کلک رنگین نقش رعب
دلکشا دلچسپ دلکش دلربا گھر اجدید

۳۵۵ ۹۹ ۳۵۴ ۲۳۰ ۲۶۱ ۲۱
۱۳۶۶ ھجری

قطعۂ تاریخ مسجد حاجی محمد بخش صاحب

خوشا حاجی محمد بخش کز تعمیر ایں مسجد | بکار حق بجا آورد حق سعی مشکورے
ز یزداں مستحق قصر عالی با دو ر جنت | کز یں حسن عمل اندوخت نقد اجر موفورے

ز طبع رعب روشن فکر سر زد سال تعمیرش
منور مسجدے گوئی کہ بیت اللہ معمورے

۲۹۶ ۱۱۴ ۴۶ ۳۵ ۱۳۶۶ ۳۶۶
۲۸ ۱۳ ھجری

قطعۂ تاریخ کمال خلف الصدق و جانشین حضرت جلال لکھنوی

اغفر غفر ہما اللہ بوقوع ۱۱ فروری ۱۹۱۱ء

آہ کمال نوجواں پور جلال خوش بیاں | مُرد و ہزار نالہ اش فن بسر جنازہ کرد
در غم اینچنین پسر نائب آنچناں پدر | عارض خود زخون دل شاہد شعر غازہ کرد

رعب بصد غم و ملال گفت سنین ارتحال
مرگ کمال آہ وہ مرگ جلال تازہ کرد

۲۹ ۱۳۲۹ ہجری

قطعہ تاریخ دیوان دلیر در صنعت ذوزحافین کہ عام اشفر و بحرین خوانند

اے خوشا طرز اداصل علی حسن کلام
دیکھئے جسکو وہ ہے دل سے ثناخوانِ دلیر

بحر زخار مضامیں ہے زہے طبع رواں
ابر در بار سخن کلک درافشان دلیر

شوخی رنگ تغزل سے عیاں رنگ جلال
باغ ناسخ کا ہے آئینہ گلستانِ دلیر

فکر روشن کا کرشمہ ہے کہ اعجازِ کلیم
طور کا شعلہ ہے یا شمع فروزان دلیر

رعب تم لکھ دو یہ دیواں کی اشاعت کے سنین
دلبر اہل بصیرت ہے کہ دیوانِ دلیر

۱۳ ۲۹ ھج

قطعہ

اے رخ آرائے وفا شاہ محمد الیاس
کہ نگارے چو تو کم حرف عتابے گوید

شکوہ از حد بگذشت آہ و خطا کاری ما
نتواند ز ندم عذر صوابے گوید

باش اے من بفدائے گلہ ہائے تو مگر
رعب بیخود دبخود آید کہ جوابے گوید

ہم ز بیتابی دل قصہ شوقے خواند
ہم ز بیداد فلک حال خرابے گوید

قطعہ تاریخ شفاخانہ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ لکھنؤ

ھو العزیز الحکیم

اے خوشا سعی رشید و زہے اقبال حمید
جن سے محکم ہوئی تعمیر فن حکمت کی اساس

حبذا قصرِ شفا خانۂ تکمیل الطب | جو ہے دیباچۂ تکمیلِ طب از روئے قیاس

ختمِ تعمیر کی تاریخ یہ لکھئے اے رعب
واہ وا راحتِ جاں فیہ شِفَاءٌ لِلنَّاس

۱۹ ۶۰۹ ۵۴ ۹۵ ۳۸۲ ۱۷۱

سنہ ۱۳۳۰ ھجری

قطعۂ تاریخ رسالہ

اِبَانَۃُ الْمُعْجِزَۃِ لِمَنْ سَلَکَ الطَّرِیْقَۃَ الْمُعْوَجَّۃَ

الا حبذا عبد المجید اخو النہیٰ | مجیدٌ وحیدٌ فی الصناعۃ ناقد

حکیم کریم ذو المفاخر فاضلٌ | طبیبٌ لبیبٌ ذو المآثر ماجد

تحلّٰی قدیمًا بالفضائل زانہا | طریفٌ من المجد الاصیل وتالد

علا سودد اقرانہ صاعد الہ | مکارم قد خُصّت بہ ومحامد

تصدّٰی لنقد الفن للّٰہ درّہ | لکیلا یعیش الخالصُ الصرفَ کاسد

وتحریرُہ تلک العجالۃ خبرۃً | علی فضلہ فی نقدہ الفنَّ شاہد

عجالۃ خیر یالہا من عجالۃ | سطورٌ لہا امّ للرشاد مراشد

حوت نظم الفاظٍ کأنّ نظامہا | من الدّر والغُرّ الثمان قلائد

اذا صار اُہا ناظرٌ قال باھتٍا	فرائد دُرٍّ ھذہ ام خرائد
بدایتِ بمعانٍ باھرات کانما	غوانٍ حسانٌ کاعبات نواھد

آیا رُعب آرّخ موضحًا عام طبعہا
الکتب بتحقیق المسائل راشد

۵۰۵ ۱۷۳ ۶۲۰ ۳۲۳

سنہ ۱۳۳۰ ھ

ولہ ایضاً بالفارسیۃ

خوشا تحریر این رسالہ ہما و منت بکرون فن	طبیب جامع الفضائل ادیب مستحسن الشمائل
رسالہ یا نگار رعنا کہ کردہ گل جانفزا و دلکش	نقش بہ پیرایہ ہاہیں رخش بگلگونہ دلائل
بہم بہ پیچید بلفظ لفظش معنی دلنشیں ہمانا	کہ عاشقے دستِ شوق کردہ بگردنِ لبری حمائل
خجستہ اقوالِ حکمت آگیں نثار حسنش ہزار تحسین	ہمیں کہ بشنید گوش دانا بگفت شُدِ دُر قائل

خمیر صفت طبع رعب گردید رہنمائے سخن طبیعتش
حکیم عبدالمجید بیمودراہ تحقیقِ ایں مسائل

۱۴۱ ۶۱ ۶۱۸ ۳۰۶ ۹۲ ۸۸ ۷۶ ۷۸

سنہ ۱۳۳۰ ھ

قطعہ تاریخ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء بفرمائش جناب علی حسین خاں صاحب تحریر نمودہ شد

شاہ احمد حسین خاں کہ بنود	ہمچو او کاملِ زماں صد حیف

رخت بست از جہانِ فانی وا سے
رفت زیں خاکداں صد حیف

عالم محمدت طراز افسوس
صوفیِ معرفت نشاں صد حیف

حافظ و حاجی و لی اللہ
پیکرِ فضل راچو جاں صد حیف

رعب گفتہ سنین رحلتِ او
شہ احمد حسین خاں صد حیف

قطعہ تاریخ طبع اکبر نامہ ۱۳۲۹ھ

خوشا پراگ نرایں کہ فیض ہمت او
نہادہ منت بے مزد بجان اہلِ ہنر

بلند مرتبہ راوے کہ جیب دانش را
نمود بحر نوالش پر از دُر و گوہر

نشرِ علم چو ہمت گماشت آں یکتا
بشش جہت عَلَمِ علم بر فراختہ سر

ہزار نقد گرانمایہ از ہنا نخانہ
بہر بخیت و رکفت امید اہل ذوق و ہنر

کرشمہ کرمِ اوست کاندریں ایام
طراز طرز نوی بست ایں گزیں دفتر

خجستہ اکبر نامہ کہ روح اکبر ہم
برقص آمدہ از جلوہ اش بقبر اندر

سنیں طبع چنیں خواند رعب فرد خیال
کہ فردِ دفتر اول ز نامۂ اکبر ۱۳۳۱

قطعہ تاریخ ۱۳۳۰ھ

وفات صغریٰ بنت جناب بابو وزیر محمد خاں صاحب اسٹیشن ماسٹر محمود آباد ساکن آگرہ

دلِ وزیر محمد خاں چرا نہ تپید
کہ دخت پاک روش بزیر خاک بخفت

بہ بست و ہفتم ماہ ربیع الاول آہ | تہ نقاب اجل روئے ہمچو ماہ نہفت

بگوش رعب سروشے بصد غم و اندوہ
سنین رحلتش اے واے صغری گفت

۱۳۴۲ھ

تاریخ طبع دیوان

۱۹۲۴ء

جناب مولوی برکت اللہ صاحب رضا لکھنوی فرنگی محلی شاگرد امیر مینائی

عربی

للہ در کلام طاب مطبعہ | فالطرس موضعہ والقلب موقعہ
احسن بدیوان شعر قد جلا فیہ | بدر منیر سماء الفضل مطلعہ
لا غرو ان حار قلبی فی محاسنہ | بہ تعلق کل الشوق اجمعہ
حیا المہیمن مولانا الصدیق رضا | حسن الخیال منیر وھو مرجعہ
داہ ذکی فصیح مصقع ذلق | حلو الکلام ملیح السر دیتبعہ
نظم اشعارہ کالعقد من درر | وجید کل جمیل الوجہ یطمعہ

یا رعب ارخ میلنا عام طبعہ
ھذا کلام حلال السحر منبعہ

۱۳۴۲ھ

فارسی

۱۹۲۴ء

جائے کہ کند شوق من آہنگ اغانی | بر طور رود از ارنی سوق ترانی

آئدم کہ برآرم نفس طرفہ سرائی
صد بوسہ دہد بر لبِ من زمزمہ خوانی

گر سر کنم از شعرِ رضا تازہ غزل را
صد غلغلِ احسنت زند روح فغانی

آں شاعرِ خوش نغمہ کہ افسونِ کلامش
بے پردہ نہد مائدۂ سحر بیانی

دیوان وے اینک کہ بخوبی شدہ مطبوع
در حسن گرو بردہ بر ابکار غوانی

حیران رخ شاہد تاریخ بود رعب
دیوانِ رضا آئینہ پاک معانی
۱۳۳۲ھ

اردو

کیا حضرتِ رضا کا دیوان ہے اللہ اللہ
آئینہ شوخیوں کا جلوہ صفائیوں کا

ہر معنیِ شگفتہ خنداں گلِ چمن پر
گلشن ہرا بھرا ہے رنگیں ادائیوں کا

بلبل کا رنگ پھیکا کرتے ہیں شوخ نغمی
پھولا پھلا چمن ہے دستانسرائیوں کا

رنگِ بہار جوشی آشوب امتحاں ہے
وجد آفرینیوں کا صبر آزمائیوں کا

رعبِ سخن سرا نے تاریخ طبع لکھی
لو ایک باغ پھولا بلبل نوائیوں کا
۱۳۳۲ھ

قطعہ بتقریب روانگی لکھنؤ و عدم منظوری ہمراہی طبیب ریاست

لکھا گیا ۳ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء بپرتاب گڈھ

جب مہاراج بہادر کو بھی ہے منظور
رعب مشتاق کئی دن رہے محروم حضور

رعب اک خادمِ خدام ہے کیا عرض کرے
ہاں مگر اسقدر احساس ہے وجہ تکلیف

آپ مختار ہیں جو حکم ہو بندہ مجبور
کہ رہوں باہمہ قربت شرفِ قرب سے دور

ہو یہ کسدل سے گوارا کہ سفر میں خدام
دولت اندوزِ معیت رہیں اور ہیں مہجور

جوش زن سر میں ہے سودائے لقا یوں جیسے
رگ میں خوں جسم میں جاں دل میں سرور آنکھ میں نور

قطعہ

جو کچھ تھی حقیقت وہ کماہی نظر آئی
اُس بت میں مجھے شانِ الٰہی نظر آئی

سنتے تھے ہمیشہ متناہی ہے زمانہ
لیکن شبِ غم نا متناہی نظر آئی

سُونی ہے ہر اک راہ یہ صحرائے وفا کی
جسمیں نہ کبھی صورتِ راہی نظر آئی

قطعہ تاریخ عبدالرب صاحب ساکن علی آباد ضلع بارہ بنکی

لو محرم میں قیامت کا ہوا عالم بپا
آہ عبدالرب نے لی ملکِ عدم کی راہ آہ

روتے ہیں ماں باپ بھائی اقرباں بے قرار
نوجواں کی موت کا صدمہ جانکاہ آہ

سال ہجری اس جوانمرگی کا ہے یہ غم فزا
وائے عبدالرب ترا عہدِ شباب اے آہ آہ

۱۳ ھ ۴۴

عربی

نفی یا حیوۃ الروح قبل التبعد
فانی اذا فارقتنی ھالک ردی

ولا تنسی العہد الذی کان بیننا — وفی عدۃ واعد تینھا بموعد
اذا نقد تنی لما اتیتک خافیا — بلیل کایامی وفرعلک اسود
اخاف من الحجاب مستیقظیھم — وتخشین من اھل العشیرۃ رقد

اب واخ مسطادے الاسد فی الشرے
وام واخت سادتا ای سود

کیا خاک ہمدموں کو بتاؤں کہاں ہوں میں — جب خاک ہند سے ہوں جدا بے نشاں ہوں میں
میں ہوں ستم کش اور فلک طاقت آزما — یعنی رہین حوصلۂ امتحاں ہوں میں
ہم بزم ہمزباں تھے تو کچھ تھا زباں کا لطف — اب ہمزباں نہیں ہے کوئی بے زباں ہوں میں

گلشن تھا ہمصفیر تھے میں بھی تھا نغمہ خواں
گلشن سے اب ہوں دور تو محو فغاں ہوں میں

رباعیات فارسی

اے گل کہ ز مہر رنگ و بو میداری — وے بت کہ وفا و لطف و خو میداری
جان و دل و دیں باخت ہمہ در رہ تو — از رعب دگر چہ آرزو میداری

دیگر

اے آنکہ نگاہ لطف بر سو داری — ہر دم بر رہ وفا تگاپو داری
رعب تو کہ صادق ست خواہد تصدیق
بر وصل تصور سے چہ قابو داری

دیگر

زخمی دل من کہ نالہ پرواز آمد
تاریست کہ از زخمہ آواز آمد
ایں جانِ تپاں کہ در غمت دارد رعب
شمعی ست بصد سوز کہ با ساز آمد

دیگر

مہجور تو گر نہ زار و محزوں باشد
اے نور دو چشم و جانِ دل چوں باشد
دارد بغم تو چشم و دلِ رعب ولے
آں پر ز سرشک و ایں پُر از خوں باشد

دیگر

از عشق بملک چیں کہ وا میگوید
ہرکس سخن نگا نگا میگوید
رعب ہندی ز غم سخن میراند
واں لعبتِ چیں شما شما میگوید

رباعیات اردو

اے رعب خدا کے واسطے چھوڑ گناہ
کمبخت نکر نامۂ اعمال سیاہ
اللہ کا بندہ شیطاں کا مطیع
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

دیگر

نقطے ہیں کہ خالہائے روئے روشن
الفاظ ہیں یہ کہ نو عروسانِ چمن

اے صل علےٰ رعب کی رنگیں سخنی | اللہ رباعی ہے کہ چوکھٹی کی دو وطن

دیگر

اے رعب جہاں خطر ہوا گرا دہ نہ چل | ظلمتکدۂ جہل مرکب سے نکل
بربادی کر شباب ارے دیوانے | نادان نہ بن ہوش میں آ دیکھ سنبھل

دیگر

تھا قصد کہ دل نہ دلبروں کو دیجے | اب مول نہ مفت میں یہ سودا لیجے
بازارِ جہاں کا دیکھکر رنگ اے رعب | مجبور جوانی نے کیا کیا کیجے

دیگر

ہر دم ہے خیال چشم مخمور اے رعب | ہر وقت ہوا ایک نشہ میں چور اے رعب
کچھ اور ہو الگی تمھیں بھی کیا خوب | ماشاء اللہ چشم بد دور اے رعب

دیگر

زیبا نہیں عاشقوں سے غمزہ اتنا | ہونا نہیں چاہئے کشیدہ اتنا
اے رعب کی جان پیاری تکمیل الطب | سن چار برس کا اور غصہ اتنا

رباعی شکریہ بتقریب حصول تمغا فی البدیہہ پڑھی گئی

تکمیل الطب سے فیض کیا کیا پایا | بیمار نے اعجاز مسیحا پایا

کیا عہدہ برآ ہو شکر انعام سے رعب
عزت یہ بڑھی کہ آج تمغا پایا

دیگر

ہر چند پائے خرد ہیں زینت پے جمال
لیکن نہ یہ کہ موئے کمر رشک تاب ہو
مانا کہ چھوٹی آنکھ نہیں عیب بہر حسن
لیکن نہ اسقدر کہ دہن کا جواب ہو

سہرا

بتقریب شادی کتخدائی جناب سید شاہ محمد الیاس سلمہ رب الناس

ہو مبارک تجھے اے آئینۂ پیکر سہرا
صاف ہے عکس رخ سادہ کا ہمسر سہرا
داغ بخشِ گلِ خورشید ہے ہر پھول اسکا
مہر سے آنکھ ملاتا ہے چمک کر سہرا
سروِ گلزار ہے یا قد ترا اے رشکِ چمن
باغ پر باغ ہے با پھول سے رخ پر سہرا
عرقِ عارضِ گلرنگ سے کیا آب ملی
عطر گل میں ہوا جاتا ہے معطر سہرا
کیا عجب تار شعاع مہ و خورشید سے آج
گنگا جمنی فلک اک لائے بنا کر سہرا
پر تو چہرۂ روشن سے ضیا پائی ہے
کیوں نہو غیرتِ خورشید منور سہرا
گلشنِ حسن ہے تو باغ جہاں میں اے گل
رشکِ گلشن ہے یہ پھولوں کا سراسر سہرا
داغ ہر لالہ کو دے رنگ اڑا ہر گل کا
ہاں گلستاں کو دکھا چہرہ اٹھا کر سہرا
ہاں شگون نیک ہے نوشاہ کی ہی عمر دراز
طول میں طول امل کے ہے برابر سہرا
ہو گئی کثرتِ نظارہ سے آرائشِ حسن
بنگئی تار نگہ پھیل کے رخ پر سہرا

ہو مبارک تجھے اے شاہ محمد الیاس
چہرے پہ خضر رہِ شوق ثنا گر سہرا

بارک اللہ ۴ ماہ ربیع الثانی
آج ہے شادی بجید کا ترے سر سہرا

وہ دن آئے کہ خدا شادی فرزند دکھائے
کھلکے لائے ترا مشتاق مکرر سہرا

سال شادی بھی ہے اور تہنیت شادی بھی
زیبِ الیاس مبارک رہے سر پر سہرا

۱۳ ۲۷

سہرا

عزیز احمد پسر منشی محمد امیر احمد صاحب مظفر پوری ۴ر اپریل ۱۹۱۶ء کو
بخدمت منشی محمد امیر احمد صاحب مظفر پور روانہ ہوا از کلکتہ لور سرکلر روڈ ۱۶۹

مبارک اے گلِ خوبی عزیز من سہرا
شگفتہ ہے ترے رخ پر چمن چمن سہرا

نوید علم ہے مکتب نشیں ترا ہونا
چٹک سے غنچۂ نکی کرتا ہے یہ سخن سہرا

خوشی سے پیوں سماتے نہیں کھلے ہوئے پھول
ہزار لالہ و گل پر ہے خندہ زن سہرا

چمک اٹھا ترے مکھڑے کے نور سے ایسا
کہ انجمن میں ہے فانوس انجمن سہرا

بلائیں لیتے ہیں چہرے کی گل بھی غنچے بھی
یہ ہو رہا ہے فدائے رخ و دہن سہرا

فروغ عارض روشن سے چار چاند لگے
جمال چہرہ سے جوتی کی ہی دولھن سہرا

ہر ایک غنچہ ہے پیکانِ دیدۂ بد ہیں
اداسیں ہے مرے بانکے کا بانکپن سہرا

بہار حسن سے ملکر بنا ہے رشکِ بہار
چمن چمن گل و نسرین و نسترن سہرا

دیا فروغ یہ رو سے عزیز احمد نے
کہ نور جاں ہے تو روح و روانِ تن سہرا

چراغ چشم محمد امیر ہے روشن
کہ نور دیدہ کے رخ سے ہے ضوفگن سہرا

تہنیت و تاریخ عروسی فرزند دلبند حضرت مولانا رنجور عظیم آبادی

احباب تہنیت گو۔ رنجور شاد و خرم
دیکھا بوقت پیری اک نوجواں کا سہرا

لکھئے سنین شادی رنجور ہی کے دل سے
ور رنجور کو مبارک آرام جاں کا سہرا

۳۱ ۱۳ ــ ۱۳۵۴

سہرا

بتقریب شادی کتخدائی جناب حکیم محمد عبدالحلیم صاحب سلمہ

فروغ حسن سے ہے دلکش قمر سہرا
چمک اٹھا رخ عبدالحلیم پر سہرا

پڑا ہے آفتاب کا پردہ
اٹھے جو رخ سے تو ہے مطلع سحر سہرا

یہ تیرے عارض رنگیں سے تازگی بخشی
نہیں چمن کے گلوں سے ہے تازہ تر سہرا

دم نظارہ ہیں اہل نظارہ محو و مست
نگاہ مست کا تیرے ہے ہم اثر سہرا

دم نظارہ تراوٹ ہیں سنگ میں بوسیدہ
جواب ہے ترے مکھڑے کا سر بسر سہرا

خوشی سے پھولے سماتے نہیں گل خنداں
کھلا ہے پھول سے پھول کر سہرا

ترے لئے ترا اخلاص مند لایا ہے
خلوص قلب کے پھولوں سے گوندھ کر سہرا

خط بنام حافظ احمد اسلام صاحب ۴ر اگست سنہ ۱۹ء

ایا من رجائی نظرة فی محیاہ — اراینہ ربی یا لہ حسن مرآہ

ویا من قد اشتقت اشتیاقا موفرا — الیہ وحب الغیر عنی اغناہ

اخی احمد الاسلام محمود خلقہ — علی الخلق مجد الانجیل اعلاہ

سلام سقیم الجسم والقلب من شکت — لطول فراق الاہل والدار عیناہ

کئیب غریب جازع متوجع — دنا منہ شجواہ نائی عنہ مغناہ

محمد ن المدعو باسم الحنیف من — عن لاخوة الدھر المشتت اناہ

سلام کفوح المسک اذ فہتکم بہ — وصادف مسکا منہ روح فازراہ

وبعد فمکتوب مشوب بلطفکم — مہیج اشواق الذی یتلقاہ

اتانی فجاء الانبساط متی اتی — فللہ در الکاتب اللہ ابقاہ

شکا فی مولائی فاقبلت مشکیا — کعبد شکا مولاہ فالعبد اشکاہ

ایا سیدی شکواکم غیر طائل — فلست امرأ یلقی اخا ثم ینساہ

وکیف وانی من کرام ولست من — اذا قیل ذا مسعے ابیہ فیاباہ

ولست من الخوان زالود ودہ — ولاان ارے ذالحب والحب اعراہ

حبابک یا مولائی روحی وراحتی — فہیہات ان الفی ولم اک ارعاہ

خیالک لی نعم القرین مصاحبا — المرفوادی فہواکرم مثواہ

وطیفک لی مسراہ وجہ قرارہ — فباللہ ارجوان انام والقاہ

اما والذی قد خصنی بہواکم — وحبکم سوداء قلبی ماواہ

لقاءکم ماعشت غایة منیتی ۔۔۔ وذاکم مرادی کیف لا اتمناہ
فکیف ھدوی عن جوی حرق الحشا ۔۔۔ وکیف سلوی عمن الدھر اھواہ
کتاب اتانی قبل ذا من جنابکم ۔۔۔ الوموا قیت لکم کان دعواہ
فابطأت فی بعث الجواب الیکم ۔۔۔ لکیلا یکون البعث باعث شکواہ
سلامی علی حبی غلام لحیدر ۔۔۔ والطاف رحمن لطیف سجایاہ
لازالک عذرے فاتخذ یا ابن خالتی ۔۔۔ فانت الذی یرجوہ جانیہ بقیاہ
ولاتک من لایقبل العبد عذرہ ۔۔۔ فانت امرأ یجزی المسیئے بحسناہ
وعندکرام الناس عاص اذا اتی ۔۔۔ بعذر تلقو بالقبول کما فاھوا
ایا احمد الاسلام ادرک متیما ۔۔۔ رضاءک ولا سعاف غایة رجواہ
ایا لیت شعری تعرفوا وضع عیشتی ۔۔۔ وتوبیع وقتی لست الوہمز عاہ
علی اننی قد تعترینی لوائب ۔۔۔ وبی شطف لایحمل القلب ادناہ
ایا من شفائی فی یدیہ ومن بہ ۔۔۔ شفاء اللہ مصرا شاہ آباد مرضاہ
قد ازددت داء فوق داء فداونی ۔۔۔ ایا من شفا سقم الورے حین داواہ
سلامٌ علیکم صاح منی ومن اخی ۔۔۔ محمد رفیق زادہ اللہ محیاہ

اتانی مدالایام من لشکر اذا
قلاہ ابونا مدا ظلالہ اللہ

بجواب خط جناب حکیم سید شاہ محمد الیاس سلمہ رب الناس ۱۹۰۵ء

شگفتہ غنچۂ دل از کدام باد بہار ۔۔۔ معطر آمدہ جان از کدام مشک تتار

کدام پردگی افگندہ برقع از عارض
کدام حور برانداخت پردہ از رخسار

گرہ ز دل بگشاد این کدام نوشین لب
نوید وصل بداد این کدام شیرین کار

فروخت جلوہ بچشم دلم کدام حسین
خرید جان و تنم را ز من کدام نگار

کدام بادہ فزود این سرور مستی
کدام نشہ ربود آن گران سری خمار

خیال چیست کہ دل را چنین سپرد از خویش
جمال کیست کہ جان را چنین کند سرشار

بشارتیست ہمانا مسرت افزائے
رسیدہ ام ز نگارے کہ ہست نامہ نگار

چہ نامہ وجہ سرور و نشاط جان حزین
چہ نامہ باعث آرام و راحت دل زار

چہ نامہ نسخۂ شافی برائے روح سقیم
چہ نامہ مرہم کافی برائے قلب فگار

چہ نامہ ہر کشش او کشیدہ خط صفا
چہ نامہ ہر شکن او شکستہ رنگ غبار

بیاض او ہمہ نور نگاہ مکنت و فر
سواد او ہمہ افسان عین عز و وقار

بہار صفحۂ او رشک تختۂ فردوس
خط مسلسل او روکش خط گلزار

زہی مبانی او صد ہزار شادی بخش
خہی معانی او صد ہزار درد افشار

خوشا صحیفۂ یارے کہ ہست لطف اوضاع
خوشا نتیجۂ شوقی کہ ہست مہر اطوار

نبی کہ دیدمش الیاس دست استدلال
نبی کہ یافتمش [illegible] خضر راہ ہمہ [illegible]

سہی قدا صنما گلرخا دل آرا ما
فدائے ناز تو و ناز [illegible] چمن ہزار ہزار

ز حال خود چہ سرایم بہجر تو ای دوست
کہ جز بیاد تو و گریہ ہمی ندارم کار

قسم بجان تو ای جان جان کہ در غم تو
بتنگ آمدہ جان از محن تپید و نزار

ببوی روشنت ای غیرت مہ و خورشید
کہ روز من بفراق تو ہست چون شب تار

بسرو قامتت ای نوبہار گلشن حسن
کہ رشتہ [illegible] شاخ زبار

بابروے توکہ ہستم قتیل خنجر شوق
بغنچہ ات کہ دہان منت رہن سکوت
بجلوہ ات کہ قرین تحیرم شب و روز
بقہقہت کہ فغانم گذشت از افلاک
توئی کہ روح روان منی و من مردہ
ز درد ہجر تو بجان منم توئی جانم
تصور تو بچشم برنگ بو در گل
بہجر تست الٰہا کے من فزون زحساب
عجب مدار بزودی اگر ز شاہ آباد
و میکہ دست دہد وصل تو چو پروانہ

بگیسوے توکہ ہر موئے تن مراست چو مار
بنرگست کہ دو چشم منست دریا بار
بعشوہ ات کہ مرانیست ہیچ صبر و قرار
بخندہ ات کہ خروشم فتاد در اقطار
توئی کہ داروی دردمنی و من بیمار
ز فرط شوق تو بیدل منم توئی دلدار
خیال تو بدلم ہمچو رنگ در گلنار
بیاد تست قلقہاے من بروں ز شمار
کشند بسوئے توام جذب شوق بوس و کنار
بشمع روی تو جا نرا کنم ز شوق نثار

بود کہ رعب پریشاں رسد بر الیاس
بود کہ بلبل نالاں رود سوے گلزار

نامہ بخدمت حبیبی مفتی ظہور الاسلام صاحب رئیس کرتپور ضلع بجنور

مظہر صدق و صفا نازش رعب ناکام
تیر انداز وفا آئنہ پرواز نشاط
دلنوازی تری گویا مری جینے کی نوید
مانتا ہوں کہ سزاوار ہوں جور و تعزیر
رہیے مجھ سے جو کشیدہ تو نہیں صورت عذر

جان اخلاص و وفا پیشہ ظہور الاسلام
تیر اعجاز صفا رنگ زدا ے آلام
بے نیازی تری گویا مرے مرنے کا پیام
جانتا ہوں کہ خطاکار ہوں جو د والزام
کیجئے میرا جو شکوہ تو نہیں جاے کلام

گو ہے آئینۂ روشن وہ ضمیرِ صافی
سامنے جسکے نہیں حاجتِ اظہارِ مرام

پھر بھی اتنی ہے گزارش بکمالِ اخلاص
رعب خادم کو یہ سمجھو کہ اک ادنیٰ غلام

خط کی تاخیر نہ محمول ہو استغنا پر
اتفاقات ہیں کیا شکوۂ جورِ ایام

ہائے کیا گردشِ جاوید کو روؤں کہ کبھی
نہ وطن میں ہے قرار اور نہ غربت میں قیام

نہ سمجھنا کہ کسی اور طرف ہوں مشغول
مشغلہ ہے تو فقط یادِ احبا سے ہے کام

گوشۂ غم ہے دل خوں شدہ ہے اور یہاں
بزم مے ہے نہ کوئی ساقیِ گلفام نہ جام

کسکو پروا ہے سلامت رہے افسردہ دلی
کر چکا کب کا حسینوں کی محبت کو سلام

ذوقِ نظارہ کہاں سر بگریباں ہوں میں
لاکھ ہو جلوہ نما کوئی قمروش لبِ بام

ایک پامالیِ غم دل کیلئے کافی ہے
مجکو کیا حشر نشاں ہے جو کوئی طرزِ خرام

مری آوارگی اک طولِ امل کا ہے جواب
جسطرح روزِ جدائی نہیں شرمندۂ شام

تا کجا طولِ سخن الغرض اے رعبِ نواز
رعب اک شعر پر اس نامے کو کرتا ہے تمام

از تو بردارم و دل با دگرے یار کنم
اے بقربانِ تو صد دلِ من و ایں کار کنم

تمّت

المؤلف

ابو المصائب

ضعیف ونحیف خادم الاطبا حافظ عبدالرحمن خاں ولد منشی محمد تراب خانصاحب مختار عام تعلقہ ازموضع ووراری سرائے وغیرہ مرحوم ساکن باغ آئنہ بی بی حسین گنج لکھنؤ شاگرد جناب ابو الصواب حکیم مولوی محمد حنیف علی صاحب رعب انصاری شاہ آبادی مرحوم مغفور

حصہ نثر

مشمولہ

مضامین

و

خطوط متفرقہ

جُنّتک یاربّ بقلبٍ سلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ علی حزیں

۱۹۱۰ء

ذیل کا مضمون اگرچہ تنقیدی رنگ میں لکھا گیا ہے لیکن اس کے فوائد زبان اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ اسے ناظرین مخزن کی نذر کیا جائے اور امید ہے کہ وحشت صاحب اس پر کامل توجہ فرمائیں گے!!

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

مضمون کی سُرخی اور عنوان کے شعر کا تقاضا و شاید ناظرینِ مخزن کو کسی قدر حیرت میں ڈالے مگر چونکہ ہمارے مکرّم حضرت وحشت نے شیخ کی سوانح نویسی کے بعد اُن کے کلام کی محاسن نمائی سے ناظرینِ مخزن کو محظوظ فرمادیا ہے اور مجھے باوب جناب موصوف سے اسی کے متعلق کچھ گذارش کرنا ہے۔ لہٰذا وہی سُرخی رہنے دی ؎

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

شیخ یا دُوسرے اربابِ کمال مثل عُرفی وغیرہ کو جنہوں نے ایران سے ہندوستان میں آکر اپنی تیغِ زبان کے جوہر دکھائے۔ امامِ فن نہ ماننا اور اُن سے ارادت نہ رکھنا ملتِ سخن سنجی میں سخت کفر ہوگا۔ ہمارے حضرت وحشت نے جو شیخ کے چیدہ کلام کی خوبیاں دکھائی ہیں ایسا کون قدرشناس ہوگا جو اُن سے مستفیض ولذت یاب ہوکر آپ کا شکریہ نہ اداکرے۔ اس علم وفن کی کساد بازاری اور کم قدری کے زمانے میں آپ کے ایسے عالی دماغ کا اپنا وقت عزیز دوسروں پر افاضہ علم کے لئے ضائع کرنا جس قدر اوائے شکر کا استحقاق رکھے بجا ہے۔ ہائے مجھے اس وقت اپنا ایک شعر یاد آگیا ؎

جوہری کو؟ مشتری کو؟ اندریں سُوق الکساد
هست بیحاصل که دیدهٔ شاهوارم کرده اند

سب سے پہلے جناب کا شکریہ میں ادا کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے مضمون سے بہت لُطف اُٹھایا۔ سچّے دل سے آپ کو دُعا دیتا ہوں۔ ؎

آسے وقتِ توخوش کہ وقتِ ماخوش کردی

آپ اس مضمون کو خوب جی کھول کر پوری توجہ سے ادا فرمائیے۔ لیکن اپنی وسعت اخلاق کا واسطہ۔ میری ایک التجا ہے اُسے بھی توجہ سے سُنکر مجھے عزت بخشئے۔ یہ یاد رہے کہ میں جو کچھ عرض کروں گا وُہ محض صدق و اخلاص پر مبنی ہوگا۔ اس لئے اگر خدا نخواستہ آپ میری اس سمع خراشی کو نکتہ چینی پر محمول فرماکر کسی ناگوار خامہ فرسائی کا قصد کریں گے تو میں کچھ جواب نہ دونگا۔ بلکہ اُسے فخر سمجھوں گا اور کہونگا کہ

وُہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہُوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

ممکن تھا کہ میں اپنا مخاطب کسی اور تذکرہ نویس کو بنا لیتا۔ مگر چونکہ آپ ایک امر کے محرک ہُوئے ہیں، اور میں، اپنے ذہن نارسا کے موافق جہاں تک آپ کے حسن طبع کا اندازہ کرسکا، امید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے میری آرزو پوری کردی تو زیادہ خوشی کی بات ہوگی، اس لئے آپ ہی سے التماس ہے۔

ایران سے تشریف لانیوالے حضرات کی عجائب پرست اہل ہند نے جو پرستش یا قدر کی وُہ اظہر من الشمس ہے۔ حتیٰ کہ آجتک قندِ مکرر سے کررسے بھی زیادہ کا مزہ پانے کے لئے انکے کلام کی خوبیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ان بزرگوں کے مقابلے میں کسی ہندوستانی فن دان کا نام لینا گویا گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن کیا یہ بات قابلِ افسوس نہیں کہ ان حضرات نے اہل ہند کو مدت العمر حشم حقارت

سے ہی دیکھا۔ کسی ہندی باکمال کی تعریف نہیں کی۔ انھیں شیخ صاحب کو دیکھیئے۔ یہاں کے اہل کمال نے اُن کی خدمت کو سعادت جانا۔ ان کے اشعار کی تضمینیں کر کر کے اظہارِ خلوص کیا۔ یہ تو اُن کے زمانے میں تھا۔ بعد کو ہندوستان کے رشک عُرفی و طالب مرزا نوشہ غالب ان کے اتباع پر نازاں رہے ؎

غالب مذاقِ ما نتواں یافتن زما	رو شیوۂ ظہوری و طرزِ حزیں شناس

مگر انھوں نے اپنے ان ارادتمندوں کو کیسا سمجھا؟ مرزا سودا کا لطیفہ مشہور ہے کہ شیخ کے اس مطلع پر ؎

تا چشمِ تو زِہ کردہ کمانے بکمینے	یک صید نیا سُود زمانے بزمینے

مطلع کہا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں	تڑپے ہے مُرغ قبلہ نما آشیانے میں

شیخ نے سُنکر "تڑپے ہے" کے معنے پوچھے۔ بتائے گئے (چھوڑا کے معنی شاید معلوم ہونگے!) خوش ہوئے۔ داد دی۔ مگر خوب گفتی اور نیکو گفتی کے بعد سرٹفکیٹ کیا عنایت کیا؟ "از پوچگویانِ ہند سودا غنیمت است"۔ اے سُبحان اللہ! کیا عزّت افزائی ہے! اب ذرا ہندوستانیوں کی سادہ دلی دیکھیئے۔ وہ اُنھیں الفاظ کو امتیازی تمغا سمجھے۔ خوب اُچھالا۔ آج تک فخر سے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ میرے نزدیک شیخ صاحب کا یہ فقرہ یاد رکھنے کے قابل بھی نہ تھا۔ کیونکہ وُہ زبانِ اُردو سے نا آشنا تھے اور ظاہر ہے کہ کسی ایک زبان کے شعر میں اُس زبان کے لحاظ سے جو خاص لطف ہوتا ہے وہ مزہ دوسری زبان میں اُسکا ترجمہ کرنے سے

نہیں آتا ۔ سوداؔ کے شعر کا فارسی ترجمہ سُنکر شیخ کا خوش ہونا ایسا ہے جیسے
امیرؔ مینائی مرحوم کسی انگریزی پوئٹری کا ترجمہ سُنکر حسنِ کلام کی داد دیتے اور پھر
اس سے کچھ بہ حظ ہوکر اس پوئٹ کو پوچگو ٹھہراتے ۔ میرؔ و سوداؔ کو شیخ کا اُن کے
کلامِ ریختہ کی داد دینا کب قابلِ اعتبار ہے ۔ ورنہ میں وہی کہونگا جو شیخ نے خانِ
آرزوؔ کے جواب میں فرمایا تھا کہ پوچگو کہدینا تو سہل ہے لیکن اگر شیخ زبانِ اُردو جانتا اور
ریختہ میں شعر کہتا تو پتہ چلتا کہ سوداؔ کیا کام کر رہا ہے ؟ یہ پوچگوئی کیسی ٹیڑھی کھیر ہے !
یک صید بنیا سوداؔ اور تڑپے ہے مُرغِ قبلہ نما " میں کیا فرق ہے ؟ ان فارسی اور
اُردو کے دو متقابل مطلعوں پر مجھے دو شعر اور یاد آ گئے ۔ گو خارج از بحث
ہیں ۔ مگر دونوں زبانوں کی طرزِ ادا کا لُطف آتا ہے ۔ فارسی شعر خدا جانے
کس کا ہے ؎

نمید انم زمنع گریہ مطلب چیست ناصح را	دل از من دیدہ از من آستیں از من کنار از من

دُوسرا شعر اُستادِ قدیم فغاںؔ کا ہے جسکی مرزا سوداؔ نے ایک قطعہ میں تضمین بھی کی ہے ؎

شکوہ تو کیوں کرے ہے میرے اشکِ سُرخ کا	تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

شیخ صاحب نے مرزا سوداؔ کو تو یہ امتیاز بخشا ۔ مُلا غنیمت کا فارسی کلام سُنکر فرمایا ؎

از خاکیانِ ہند غنیمت غنیمت است "

گو اتنی تعریف بھی غنیمت ہے ۔ مگر اس مصرع سے جو بیدلی ٹپکتی ہے مخفی نہیں ۔ بلکہ
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غنیمت تخلص سُنکر بلا ارادہ ایک مصرع موزوں ہوگیا ۔ حاضرین
کے سامنے پڑھ دیا ۔ نوریانِ ایران کا خاکیانِ ہند میں سے کسی کو غنیمت سمجھنا کیا
تھوڑی بات ہے ۔ یار لوگ اسی کو لے اُڑے ۔ آفاق میں مشہور کردیا ۔ مُلا غنیمت

کے لئے اس مصرع کو مائۂ افتخار سمجھے - اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بیچارے اہل ہند میں سے کوئی اپنی زبان میں کامل ہے تو بوچگو۔ اور اگر فارسی میں پختہ مشق ہے تو زیادہ سے زیادہ سے

"گندم اگر بہم نرسد بھُس غنیمت است"

کا مصداق - تو پھر اب "اُدھر نہ اِدھر یہ بلا کدھر" ان غریبوں کو کیا کرنا چاہئے ؟ پنبہ بدہن رہیں سرمہ در گلو ہو جائیں؟

مرزا غالب نے فارسی میں جیسی کچھ عرق فشانی کی ہے اُن کے کلام سے عیاں ہے اُن کے متعلق سُنئے - نواب کلب علی خاں صاحب بہادر والی رامپور کا دربار جس زمانے میں مجمع اہل کمال تھا - میرے اُستاد حضرت جلال لکھنوی اور امیر و داغ ایسے مسلم الثبوت اساتذہ نے اردو شاعری کو ترقی کی انتہائی معراج بخش رکھی تھی - وہاں ایک صاحب محمد علی شیرازی بھی موجود تھے جن کا قیام بیس برس سے رامپور میں تھا - مجھ سے اُستاد مدظلہ بیان فرماتے تھے کہ اس مدت قیام میں اُردو زبان حضرت نے اِس قدر سیکھی تھی کہ جس مشاعرے کے لئے "تکلم مجھ کو تبسم مجھ کو" طرح ہوئی، آپ ہم لوگوں سے پُوچھتے ہیں "مجھ کو چہ معنی دارد؟" ہم نے کہا مجھ کو بمعنی مرا ہے - مگر تم مارا - ردیف قرار دیکر غزل لکھو - اسی طرح یہ شیرازی صاحب اپنے فارسی کلام سے اہلِ مشاعرہ کو مستفیض فرمایا کرتے تھے -

---

سلہ اِس کا سبب زبانِ اردو سے بے توجہی ہے - جیسے میں یہاں چینی زبان سیکھنے سے اجتناب کرتا ہوں - ورنہ بیس برس میں مجھ کو کے معنی نہ آئیں؟ شاید ان کے خیال میں اُردو زبان میں علمی زبان بننے کی قابلیت ہی نہیں ۱۲

آپ سے مرزا نوشہ کی نسبت پوچھا گیا اُن کا فارسی کلام کیسا ہوا ہے ؟ جواب ملا "او پارسی نمیداند کلاشش را نمی فہمیم کہ چہ می گوید۔" اب بتائیے ۔ عمر بھر جگر کاوی کی اور اہلِ زبان نے یہ دل بڑھایا۔ گو یہ امر تو مسلّم ہے کہ بقول مرزا غالب ؎

کایں زباں خاصِ اہلِ ایران است	مشکلِ ما و سہلِ ایران است

پھر بھی یہ کوئی بات نہیں کہ اہلِ ہند چاہے کتنی ہی اس زبان کی خدمت کریں لیکن ان کا کلام اہلِ زبان کے آگے ہریاں سے زیادہ وقعت نہ رکھے۔ آپ نے شیخ کے حالات میں ایک جگہ افسوس ظاہر فرمایا ہے کہ ہندوستاں میں نہ بیدل ہے نہ ناصر علی۔ شیخ کی صحبت کس سے گرم ہو۔ میں عرض کروں گا کہ ملا غنیمت[1] کو جیسا شیخ نے غنیمت کہدیا ہے اسی طرح ان دونوں کو بھی زیادہ سے زیادہ سمجھتے ہوں گے۔ اگر شیخ کے زمانے میں ہوتے تو مرزا سودا کا ایسا خطاب شیخ کے دربار سے ملتا۔ یا کچھ دم مارتے تو خانِ آرزو کی طرح کوئی قطعہ اپنی شان میں بھی سنتے۔ میرے خیال میں شیخ نے کسی ہندی کا کلام بگوش قبول نہیں سنا۔ بلکہ یہی کہتے رہے ؎

	چو خر مطرب شو و بنشین و عرعر را تماشا کن

شیخ سے پہلے وہ اہلِ زبان بھی گذر گئے ہیں جنھوں نے راستی پسندی کے سبب سے اپنے ہمعصر سرزمین ہندوستاں کے خاکیان کامل الفن کا لوہا مان لیا۔ اُن کے لطیفے مشہور عام ہیں ۔ سعدی علیہ الرحمہ پیغمبر غزل ۔ نظامی گنجوی امام مثنوی ان دونوں کا جواب تن تنہا حضرت طوطی ہند امیر خسرو علیہ الرحمۃ

[1] یہ بھی ناصر علی کے ہمعصر تھے اور شیخ سے مقدم ۱۲ رعب

نے دیا۔ حتیٰ کہ کلام سعدی کی حلاوت کے مقابلے میں ان کی غزل کی شورافگن ملاحت تسلیم کی گئی۔ اور مثنوی میں ملّا جامی ایسا قادر الکلام خدا سے مناجات کرتا ہے ؎

صد چو نظامی و چو خسرو ہزار	بایدم از خوانِ سخن زلّہ خوار

نظامی کے ساتھ خسرو کا نام لینے کے علاوہ دیکھنا چاہئے کہ اس بیت سے کس قدر رشک ٹپکتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے حضرت امیر خسرو کو دوبار اپنے ہاتھ سے اپنا کلام لکھکر بھیجا اور اُن کے حُسن کلام کی داد دی اور شوق دیدار کے ساتھ عُذر پیرانہ سالی لکھا۔ اس زمانے میں خسرو نوجواں تھے اور سعدیؒ کا سِن منتہائے شیخوخت۔ بوڑھے ایرانی کا نوجوان ہندی کی یکتافنی تسلیم کرلینا قابلِ غور ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں مثنوی قران السعدین خسروؔ کے دو شعر ہیں۔ موسمِ خزاں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

لالہ فرو ریختہ در پیش باد	خونِ خود آنجا کہ خوئے گل نہاد
فرش بہ پیچید گل از روئے گل	خواند غلیواز کَطَیِّ السِّجِل

قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ "پسینے کی جگہ خون گرانا" خاص ہمارا محاورہ ہے۔ شاید اہل فارس کے کلام میں اِس کا پتہ نہ چلے۔ علیٰ ہذا القیاس غلیواز کی کَطَیِّ السِّجِل خوانی۔ بچپن میں عورتوں سے سُنا کرتے تھے کہ "پرندے سب کے سب ملکر دن بھر میں کئی کلام اللہ ختم کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ چڑیا کی زباں پہ جیم جیم ہے۔ میاں کوّے صاحب کاف قاف رٹتے ہیں۔ کالا تیتر اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ پڑھتا ہے۔

اور چیل کَکْطِیِّ السِّجِلِّ کہتی ہے۔ جس دن اس کے سامنے لِلْکُتُبِ کا ٹکڑا ملا دیگی قیامت آجائے گی"۔ یہ اپنے محاوروں کا فارسی میں خوبصورتی سے باندھنا میرا خیال کہ اگر شیخ حزیں کے زمانے میں کوئی ایسا کرتا یا آج ہمارے زمانے میں کوئی ایسی جُرأت کرے تو دیوانہ سمجھا جائے۔ اور اہلِ زبان تو اُسے قابلِ خطاب بھی نہ سمجھیں کجا یہ کہ ملا جامی بہارستان میں سعدی نظامی وغیرہ کے ساتھ خسرو دہلوی اور حسن[1] دہلوی کا نام لیں۔ اور ان کا کلام بنگاہِ رشک دیکھیں۔ اللہ رے انقلاب ملا جامی کے معصر ملا جمالی دہلوی کا لطیفہ بھی مشہور ہے۔ دونوں صاحبِ کمال ایک دوسرے کی ملاقات کے کمال مشتاق تھے۔ ملا جامی ایک خوددار باوقار آدمی تھے اور ہمارے حضرت جمالی ایک شوریدہ مزاج آزاد منش۔ وہ تو ہندوستان کا ہیکو آتے یہ خود ہی خاک چھانتے مصیبت جھیلتے اُن کے پاس پہونچے۔ اور اسی صورت سے غبار آلودہ چہرہ۔ پھٹے پُرانے کپڑے۔ میلی کچیلی حالت اُن کے قریب جا بیٹھے۔ ملا جامی ایک تو نازک مزاج دُوسرے خدا جانے اُس وقت طلبا کو درس دے رہے تھے، یا فکرِ شعر میں محو تھے، ایک اجنبی شخص کی اس گستاخی پر چیں بجبیں ہو کر بولے" درمیانِ تو و سگ چہ تفاوت است"؟ انھوں نے اپنے اور اُن کے درمیاں کا فاصلہ ناپ کر سادگی سے جواب دیا۔ "مقدار یک وجب"۔ اس حاضر جوابی پر ملا صاحب چونکے اور نام پوچھا۔ چونکہ

[1] حسن دہلوی کی تصنیفات خدا جانے کیا کیا ہیں اور مطبوع ہیں یا غیر مطبوع میں نے تو صرف انکی غزل سُنی ہے جسکا مقطع ہے۔ بندہ حسن بصد زباں گفت کہ بندۂ توام۔ تو بزبانِ خود بگو بندہ نواز کیستی۔ افسوس اتنا بڑا شہرۂ آفاق کامل شاعر اور کلام مشہور عام نہ ہو۔ ہندوستان کی تقدیر ۱۲ رعب

ملّا جامی فنِ معما گوئی میں بھی کامل تھے اس لئے ملا جمالی نے اپنا نام معمے[۱] میں بتایا
جَمَعَ مَالَا۔ وہ سمجھ گئے اور کہا کہ حضرت! ابھی پورا نام نہیں ہوا ایک حرف
(ی) کی کمی ہے۔ یہ فوراً بولے وَعَدَّ دَہٗ ملا جامی اُٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ اپنے
مہمان کو بہ تعظیم و تکریم بٹھایا۔ آپس میں کلام بازی ہوئی۔ ملّا جمالی کے جن اشعار
پر ملّا جامی پھڑک پھڑک اُٹھے اُن میں سے یہ شعر زبان زد ہے ؎

یار از خاک کوئش پیراہنے ست بر تن | واں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

حسّان الہند مولانا غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ یہ خاک کے تناسب سے
برتن اور چاک کا لفظ شعر میں لانا ہندی طینت کا اثر ہے۔ مرزا عبدالقادر
بیدل کو سُنا ہے اہل ایران خلاق المعانی کہا کرتے تھے۔ غنی کشمیری اور صائب
کا ایک زمانہ تھا۔ مَیں نے کہیں لکھا دیکھا ہے کہ صائب نے فقط غنی کا کلام
سُن کر اُن سے ملنے کو کشمیر آنے کی زحمت گوارا کی۔ اکثر غنی کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر
وجد میں آجاتے تھے اور کہا کرتے تھے "کاش یہ کشمیری میری عمر بھر کی کمائی لے
لیتا اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتا ؎

سبزہ رنگے بخطِ سبز مرا کرد اسیر | دام ہمرنگِ زمیں بود گرفتار شدم

[۱] کسی صاحب کو حل معمّا میں تردد ہو تو حل بھی عرض کئے دیتا ہوں جَمَعَ مَالَا یعنی جمع کو مع
مال کے لو۔ جمال حاصل ہوا۔ وَعَدَّ دَہٗ میں عَدَّ گویا عدّ سے صیغۂ ماضی ہے بمعنی شمار کرد
اور دہٗ گویا فارسی لفظ ہے دس کے معنی میں جو حرف ی کے بحساب ابجد عدد ہوتے ہیں ۱۲ رعب

[۲] ایسا ہی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم کے متعلق سُنا ہے۔ (دروغ برگردن راوی)
کہ مرزا غالب کے اس شعر کی نسبت فرمایا کرتے تھے ؎ کہیں نظر نہ لگے اس دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں میرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں۔ رعب

اللہ اللہ - کیا بے تعصب لوگ تھے - کیا منصف طبیعتیں تھیں - کاش شیخ علی حزیں بھی ایران سے ہند میں ایسی ہی طبیعت لیکر آتے - شیخ کی شکایت تو اس بارے میں خیر بجا کہئے یا بیجا - زیادہ تر افسوس اپنے اہل ملک پر آتا ہے کہ یہ بھی اہل ایران کی تعریفوں کے توپل باندھیں گے اور اپنے ہموطنوں سے کنارہ کش رہینگے غریبوں کا ذکر بھی آئے گا تو وہ باتیں بیاں کی جائیں گی جن سے مدح بھی ہجو ملیح ہو جائے - مثلاً امیر خسرو کی تعریف کے ساتھ اُن کی پہیلیاں کہ مکرنیاں وغیرہ سنائی جائیں گی - علّامہ فیضی کے علم وفن کی داد دیں گے تو عرفی کا لطیفہ "ماکیانیم" کے جواب میں مرغ روح در پروازماکیاں راچکنم دیباں ہو گا - انھیں طمّاع بتایا جائیگا کہ وہ موکے یا ذہانت سے نوار و شعرا کے قصائد کا صلہ بادشاہ سے خود وصول کر لیا کرتے تھے - جسکا انسداد عُرفی نے نیچا دکھا کر کیا - اُنھوں نے رشک سے عُرفی کو زہر دیکر مار ڈالا - یہ بے سروپا بازاری غپیں تعجب ہے کہ بعض اہلِ علم سے بھی سنی گئیں - بھلا انصاف سے دیکھا جائے تو علاّمہ فیضی سے عُرفی کو کیا نسبت - اور کس فن میں عُرفی کو اُنکا مد مقابل ٹھہرایا جا سکتا ہے - یہ جو قصائد کے صلہ و انعام کا رشک وحسد مشہور ہے اُس شخص کو کیونکر یقین آئیگا جو جانتا ہے کہ جب علّامہ فیضی اپنی تفسیر بے نقط سواطع الالہام کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اکثر علما و شعرائے دربار اکبری نے اس کی تقریظیں اور تاریخیں لکھیں - ملا نورالدین ظہوری نے مادہ تاریخ سورۂ اخلاص سے نکالا جسکو علامہ موصوف نے بہت پسند کیا اور صلے میں ملا ظہوری کو دس ہزار روپے عطا فرمائے - ایسا فراخ دست عالی حوصلہ ملک الشعرا وزیر بھلا ایک حقیر غریب الوطن شاعر کے انعام پانے پر کیا رشک کرے گا؟ ناصر علی سرہندی

کے کمال سے بحث ہو گی تو زیب النسا بیگم کے لطیفے بیان کئے جائیں گے کہ بیگم کے مصرع پر مصرع لگایا ؎

گو یا رسید بر لبِ زیب النسا لبم	

بیگم کو کوٹھے پر سُرخ لباس زیب تن کئے دیکھکر کہا ؎

سُرخ پوشے بلب بام نظر مے آید	

بیگم کو برقع اوڑھے باغ کی طرف جاتے دیکھ کر پڑھا ؎

برقع برُخ افگندہ برد ناز بباغش	تا نکہتِ گُل بیختہ آید بد ماغش

اس مطلع کی عمدگی میں (اور پھر برجستگی کے ساتھ) کس کی مجال ہے کہ کلام کرے۔ مگر ناصر علی کے لئے قابلِ تعریف بات نہیں۔ میرے نزدیک یہ مضمون دراصل سیّد عبدالجلیل بلگرامی حافظ قاموس نے پیشتر ہندی میں باندھا ہے ؎

پھلواری گھونگٹ کے یاتیں جات باغ میں گھونگٹ نکالے اس لئے جاتی ہے کہ	سُمن باس بِن چھانے نا نحد سُہات پھول کی خوشبو بغیر چھنے نہیں خوش آتی

شاید کوئی کہے برعکس بھی ممکن ہے۔ یعنی سیّد صاحب نے یہ مضمون ناصر علی کے مطلع سے لیا ہو۔ مگر میرے خیال میں سیّد صاحب نے کامل فکر سے یہ ہندی شعر فرمایا ہے اور ناصر علی نے برجستہ حسبِ حال موزوں کیا۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ ہندی شعر اُن کے ذہن میں ہو گا۔ اسی مضمون کو فارسی میں ادا کر دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ناصر علی نے تو ایک حالت دیکھی۔ سیّد صاحب کو ایسا موقع کب ہاتھ لگا؟ میں جواب دُونگا۔ یہ شاعر کے ذہن کی رسائی کا کرشمہ ہے۔ جس سے خلیفہ مامون رشید بخت متعجب ہُوا تھا جب اُس نے اپنی سُسرال میں ایک تر روز مغرق فرش پر قدم رکھا اور

اُس پر موتی نچھاور کئے گئے۔ سنہری فرش پر موتی بکھرے ہُوئے دیکھکر خلیفہ نے کہا خُدا ابو نواس کو غارت کرے۔ کیا اُس نے کبھی یہ سماں دیکھا تھا کہ شراب کی تعریف میں کہتا ہے ؎

كَاَنَّ صُغریٰ وَکُبریٰ مِنْ فَوَاقِعِهَا	حَصْبَاءُ دُرٍّ عَلیٰ اَرضٍ مِّنَ الذَّهَبِ
شراب کی سطح پر اس کے چھوٹے بڑے بُلبلے	گویا سونے کی زمین پر موتیوں کے سنگریزے ہیں

بالفرض یہ مضمون بھی ناصر علی کا سہی۔ مگر ان لطیفوں کے بیان سے ناصر علی کی تعریف کونسی نکلی ؟ تمسخر کی باتیں ہیں۔ شکایت تو یہ ہے کہ ہندی اہل کمال کے کلام کی خوبیاں اس طرح نہیں دکھائی جاتیں جس طرح شعرائے ایران کی۔ بلکہ بیدل اور ناصر علی کے ذکر آنے پر تو انھیں مشکل پسند کہکر خاموش ہو جاتے ہیں۔

کچھ تقدیری امر اور ہندوستانی خمیر کا بھی اثر سمجھنا چاہئے کہ یہاں گھر کا جوگی بڑی مشکل سے جوگی سمجھا جاتا ہے۔ شمس العلماء آزاد دہلوی کے تذکرہ آبحیات (مطبوعہ بار دوم) میں سے مجھے مومن دہلوی کے حال کی تمہید نہیں بھولتی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف کے نزدیک مومن کو شعرائے اُردو کے کسی دور میں شمار ہونے کا حق ہی نہیں۔ یا دُوسرے لفظوں میں میاں مومن ایک معمولی موزوں طبع شاعر (ہمارے بھائی) تھے۔ نہ کہ مسلّم الثبوت اُستاد۔ لوگوں کے کہنے سننے سے مجبوراً بادلِ ناخواستہ حضرت آزاد نے مومن کو بھی دور پنجم میں داخل کر لیا۔ وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں۔ جو کچھ اُلٹا سیدھا مومن کے کسی ارادتمند نے لکھکر دیدیا۔ آپ نے مطابق اصل اسی کو بلا تصرف نقل کر دیا۔ حالانکہ مومن وہی شخص ہے جس کے مرنے پر مرزا غالب نے یُوں اظہار غم فرمایا ؎

چو کن کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر		کافر باشم اگر بمرگ مومن

بات پر بات یاد آجاتی ہے۔ اسی آبحیات میں مرزا غالب کے حالات میں ایک لطیفہ ہے کسی نے اُن سے سوال کیا۔ مرزا! آپ نے امیر علیہ السّلام اور ائمۂ کرام کی تو خوب مدح سرائی کی کسی اور خلیفہ کو کیوں یاد نہیں کیا؟ مرزا صاحب نے ایک برجستہ جواب دیا۔ حاشیے پر لکھا ہے کہ یہ لطیفہ کئی شاعروں کی طرف منسوب ہے۔ ایک دُوسرا لطیفہ ہے کسی نے اُن کی محفل میں کہا شراب پینے سے دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اُنھوں نے اپنی عادت کے مطابق ظریفانہ مسکت جواب دیا۔ میرا مقصد بیان کرنے سے یہ ہے کہ موخرالذکر لطیفہ مرزا بیدل نے کسی واعظ اور رند کا لکھا ہے رند کا جواب ہے ؎

دُعائے دگر گو نہ شو مستجاب		دمے کار نو شد زمے کامیاب

یہیں یہ بھی اگر بتا دیا جاتا کہ مرزا کا یہ جواب کلامِ بیدل سے ماخوذ ہے تو اس سے صاف پتہ ملتا کہ مرزا نوشہ اپنے ہم ملک کا بھی کسیقدر اتباع کرتے ہیں گو یہ ثابت ہے کہ ابتداءً وہ بیشک مرزا بیدل کے متبع تھے بیدل کو اُنھوں نے مانا بھی ہے ؎

لیک ہمچو ں قتیل ناداں نیست		اگرچہ بیدل ز اہلِ ایراں نیست

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنفِ آبحیات کو بیدل کے کلام سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اس لئے انکا کلام دیکھنے کی تکلیف ہی نہیں اُٹھائی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ لطیفہ قلم سے نکلتا اور حاشیہ نہ چڑھتا۔

خیر۔ یہ باتیں تو زلفِ دراز کا افسانہ سمجھئے۔ اب ذرا آمدم برسرِ مطلب کو ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ علی حزیں کے اقتباس کلام میں آپ کو میں وُہ اشعار یاد دلانا چاہتا ہوں جو زیرِ "خاص رنگ حزیں" کے تحت میں کسی مخصوص رائے زنی کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہر اُستاد کا ایک رنگ خاص ہوتا ہے جس کی وجہ سے وُہ اُستاد مانا جاتا ہے۔ مگر اس صفتِ ممیّزہ یعنی رنگ کو الفاظ کا جامہ پہنانا میرے نزدیک محالات سے ہے۔ بس اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہر اُستاد کی ایک خاص طرزِ ادا ہوتی ہے۔ جس کا ادراک فقط ذوق پر موقوف ہے۔ مثلاً ؎

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا		کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اور ؎

یہ لاش بیکفن اسدِ خستہ جاں کی ہے		حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دونوں ہم مضمون مقطعوں کو طرزِ ادا نے کتنا الگ الگ کر رکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ کہنا سراسر ظلم ہوگا کہ "لاش بے کفن" خاص غالب کی روش ہے۔ کیا ذوق کے یہاں ایسے الفاظ نہ ملیں گے؟ یا جیسے دبیرؔ و انیسؔ کے مشہور مصرعے ؎

	بھائی ہمارا نام مبارک حسین ہے	

اور ؎

	مولا نے سر جُھکا کے کہا میں حسین ہوں۔	

مجھے اس سے اتفاق ہے کہ آپ نے جو اشعار شیخ کے خاص رنگ میں لکھے ہیں وُہ بیشک اُن کا خاص رنگ ہے۔ بعض اشعار میں جو بعض خاص

الفاظ کو خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ اُنکو کلامِ شیخ کے لئے مایہ الامتیاز نہیں تسلیم کرتا گو جانتا ہوں میں کیا اور میری تسلیم کیا۔ تاہم انسان ہُوں۔ خُدا نے دل کے ساتھ زبان بھی دی ہے۔ جو جی میں تھا صاف کہدیا۔ گستاخ التماسی کی معافی مانگ چکا ہُوں۔ شیخ کے اس مطلع پر ؎

نگاہِ نازِ او فہمید رازِ سینہ جوشی را		رسا ندآخر بجائے عشق فریادِ خموشی را

آپ فرماتے ہیں "فریادِ خموشی قابلِ توجہ ہے۔ بیشک قابلِ توجہ ہے۔ مگر اس میں خاص رنگ کی کونسی بات ہے؟ میں اپنے ذہن ناقص کے موافق خاکیانِ ہند میں سے مرزا بیدل کو شیخ کے مقابلے میں لاتا ہوں۔ مگر خوب یاد رکھئے کہ یہ مقابلہ دکھانا بخدائے لایزال اس غرض سے ہرگز نہیں کہ خدانخواستہ میں آپ سے مجادلہ طلب ہُوں۔ بلکہ مُدعائے اصلی یہ ہے کہ جس طرح آپ نے کلامِ شیخ کا اقتباس ناظرینِ "مخزن" کے سامنے پیش کیا ہے اسی طریق سے مستقل طور پر اپنے ملک ہندوستان کے کاملین کا کلام بھی منتخب فرمائیے۔ کہیں کہیں جو آپ نے امیر خسرو یا مرزا غالب کے اشعار بھی مقابلے میں لکھے ہیں تو معلوم ہوتا ہے آپ بھی میرے کسیقدر ہمصفیر ہیں۔ اور اگر میں نے غلطی کی۔ مرزا کو شیخ کا جواب قرار دینے میں دھوکا کھایا تو تنبیہ فرمائیے۔ مجھے گردنِ تسلیم خم کرنے میں کچھ پس و پیش نہو گا۔

"فریادِ خموشی" میں شاید یہی بات ہے کہ ضد کو ضد کی طرف مضاف کیا۔ مرزا بیدل ؎

نالہ در شکنِ دامِ خموشی داریم		خفتہ پرواز در آغوشِ شکستِ پرِ ما

"نالہ در شکنِ دامِ خموشی" اور "پرواز در آغوشِ شکستِ پر" ملاحظہ ہو ؎

چو رنگم بسکہ سرتا پا طلسمِ سازِ خاموشی
شکستن ہم نبرد از پیکرِ من بیصدائیہا

سازِ خاموشی ۔ "فریادِ خموشی"۔ اور مصرعِ ثانی کا لطف تو ظاہر ہے ۔ اسی قسم کے دو شعر ناصر علی کے یاد آگئے ؎

بحشر حرفِ بے صوت است فریادِ شہید انش
نمیدانم کہ داد ایں سرمۂ چشمِ نیم خوابش را

دوسرا تو قیامت کا مطلع ہے ؎

درتپ از کمِ حرفِ لعلِ لبِ نوشِ توام
من کباب آتشِ بسیار خاموشِ توام

اس "کباب آتش بسیار خاموش" کو ذرا "فریادِ خموشی" سے ملائیے ۔ بیدل کا بھی ایک ایسا ہی شعر ہے گو مضمون اور ہے ؎

شمعِ تصویرِ من از داغ ہم افسردہ ترست
انیقدر سوختۂ آتشِ خاموشِ خودم

آپ نے شیخ کے اس شعر پہ ارشاد فرمایا ہے ؎

خوب آمدی اے شورِ نمکدانِ قیامت
مے جست ترا داغِ پریشاں نظرِ ما

کہ "داغِ پریشاں نظر" حزیں کے سوا کون کہہ سکتا ؟ یہ مبالغہ آمیز ادعا شاید آپ ہی کو پسند ہو ۔ ورنہ ایسی ترکیبیں شیخ سے مقدم ہندی نژادوں کے کلام میں بکثرت ملیں گی ۔ مجھے آپ کا ایسا فرمانا محض جوشِ ارادت کی بنا پر معلوم ہوتا ہے اور سوانح نویسوں کا کچھ قاعدہ بھی ہے کہ صاحبِ سوانح کی مدح میں ایسا مبالغہ روا رکھتے ہیں ۔ گو حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ مدعیِ سخن سنجی بہت جھوٹا کیا معنی قابلِ نفریں ہے ۔ جو ایسے معنی آفریں کے ساتھ حسنِ عقیدت نہ رکھے ۔ مگر گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر ۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ کی حد تک پہونچنا ٹھیک نہیں جو لوگ ہمارے سرمایۂ فخر و ناز گذرے انکا لحاظ بالتخصیص ضروری ہے ۔

ایک بیدل ہی کے کلام میں ایسی سیکڑوں ترکیبیں دیکھ لیجئے مثلاً ؎

بحیرتم کہ چہ مضموں در آستیں دارد؟
نگاہ عجز سر شک ست مہر طومارش

"نگاہ عجز سر شک"۔ اور ؎

چو دریا یکقلم موج ست شوق بیخودی جوشم
تمنائے کنارے دارم و طوفاں در آغوشم

شوق بیخودی جوش۔ داغ پریشاں نظر۔ شیخ کے اس شعر پر آپ لکھتے ہیں ؎

نہ در کنعاں نہ در بازار مصرت میتواں دیدن
بیاباں گرد حیرت کرد شوقت کاروانہا را

"بیاباں گرد حیرت" خاص شیخ کی روش ہے۔ میں کہتا ہوں یہ روش بیدل کے یہاں بہت ہے۔ جیسے ؎

غبار انگیز شہرت نیست وضع خاکسار من
خروشے داشتم گم کردہ ام در سرمہ سائیہا

اور ؎

دوا بہ و تو شکن پرور تغافل چند
مقام فتنہ مکن گوشۂ فراغ مرا

"غبار انگیز شہرت" اور "شکن پرور تغافل" دیکھئے۔ اسی طرح یہ شعر بھی قابل ملاحظہ ہے ؎

ترشح مائۂ نازی دلے را محو احساں کن
تبسم میکنی آئینہ برگیر و نمکداں کن

"ترشح مائۂ ناز" کچھ اس سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتا ہے۔ شیخ کا شعر ہے ؎

ز سر تا پا نیازم چوں ہلال از دولت نازت
جبینے کردہ ام دریوزہ از ماہ تمام تو

ارشاد ہوا ہے کہ "جبینے کردہ ام دریوزہ" شیخ کا انداز خاص ہے۔ کیا بیدل کا یہ شعر اس کے مقابل نہیں ہو سکتا؟ ؎

لبریزم آنقدر ز تمنائے جلوۂ
کز شرم چوں عرق کنم آئینہ خانہ ام

دُوسرا مصرع توجہ طلب ہے - "آئینہ خانہ ام" دیکھئے - علیٰ ہذا القیاس ؎

عمرے ست کز امید و لے نقش بستہ ام		گر حسن کم نگاہ فتد وائے آئنہ

"وُ لے نقش بستہ ام" اور "چینے کردہ ام در یوزہ" میں کیا فرق ہے؟ حزیں کا شعر ہے ؎

گرہ از بسکہ در دل گریۂ طوفاں نسب دارم		نفس در سینہ ام سیل شتاب آلودہ را ماند

آپ کا قول ہے "گریۂ طوفان نسب" شیخ کی ترکیب خاص ہے - کیا یہ معلوم فرما کر آپ متعجّب نہوں گے کہ شیخ سے پہلے بیدل کہہ گیا ہے ؎

اے تردد نسب توکل چند		جہد سرمائہ تأمّل چند

"تردد نسب" "طوفاں نسب" - بہ ترکیب اضافی پُورا جواب سُنئے - کیا خوب کہا ہے ؎

بجی ابر و انِ چیں نسبش		بہ تبسم گرفتہ راہِ لبش

"اُبر وانِ چیں نسب" ملاحظہ فرمائیے - بعینہٖ "گریۂ طوفان نسب" ہے

اب زیادہ نگاہ آزاری نہیں چاہتا - آپ کی طبیعت مجھے تذکرہ نویسی کے نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے - اگر ان ہندی حضرات کی طرف بھی توجہ فرمائیے تو کیا بُرا ہے - ورنہ آپ بھی تماشا دیکھ رہے ہیں - فارسی کے قدم ہندوستان سے اُٹھ تو چلے ہی ہیں - آجکل جو چند صورتیں فارسی دانوں کی نظر آتی ہیں - یہی لیل و نہار ہیں تو چند سال میں بغیر اپنے جانشیں چھوڑے نظروں سے مخفی ہو جائینگی یہ اہل علم کی کم توجہی کا نتیجہ ہے کہ ان بزرگوں کی قلمی کتابیں معدوم ہو گئیں مطبوعہ نول کشور - امیر خسرو - بیدل - ناصر علی وغیرہ کے کلام دیکھ کر رونا آتا ہے - کاتبوں اور مصححوں کی دستبُرد سے ہر مرتبہ طبع ہونے میں ماشاء اللہ اس قدر اصلاحوں سے آراستہ یا مسخ ہوتے جاتے ہیں کہ مجھ ایسا ناقابل تو روپے میں دو آنے بھی پُورے طور پر

سمجھنے سے عاجز ہے۔ یہاں میرے پاس دیوان بیدل ہے۔ اُسی سے یہ اشعار لکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حسن اتفاق ہی ہوگا۔ جو کوئی شعر صحیح کاتب کے قلم سے نکلیگا۔ تبسّم کو تیمم۔ چیں کو جبیں۔ نمک کو نیک لکھا ہوا دیکھتا ہوں اور سر پیٹتا ہوں۔ ہر غزل میں دو چار مصرعے ناموزوں۔ اور رباعیات میں تو کاتب نے وہ اپنی موزونی طبع کے جوہر دکھائے ہیں کہ صلّ وجلّ۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ الہٰی یہ کونسا رباعی کا وزن ہے۔ یہی حالت دیوان خسرو و ناصر علی کی بھی دیکھ چکا ہوں۔ بایں ہمہ یہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر یہ مطبع ان حضرات کے کلام بہم پہونچا کر شائع نہ کرتا تو کبیر داس کے بھجنوں کی طرح صرف زبانوں پر چند اشعار ہوتے۔ وُہ بھی شاید چند نسلوں تک یاد رہتے مگر موجودہ حالت میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کلام یونہیں بگڑتے رہے تو تھوڑے عرصے میں اس قابل ہوں گے کہ چھپنے سے نہ چھپتے تو اچھّا تھا۔ بہر حال آپ کے ایسے اہل قلم سے جس قدر تازگی ان نسخے کے کلام کو حاصل ہو سکے کیوں کمی کیجئے؟ خُدا رسالہ "مخزن" کی عمر میں برکت دے۔ اُس نے اپنے ملک کے لئے علمی خدمات کا بیڑا اُٹھا ہی رکھا ہے۔ یقیناً آپ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ بہت کچھ موجود ہوگا۔ نگاہ آپ نے نہایت غور رس پائی ہے۔ میری مانئے تو پیشتر مرزا بیدل ہی کو لے لیجئے۔ ان کے کلام پر رائے زنی فرمائیے۔ بیدل کا کلام ان بحروں میں بالخصوص قابلِ تذکرہ و تحسین ہے جن میں فارسی شعراء نے شاذ و نادر فکر کی اور اُنھوں نے بڑی سلامت سے اکثر غزلیں لکھیں۔ مثلاً

سر نقشِ پایہ بلند ہے کشاد از شکوہِ خرام او	کہ ہلال خط بزمیں کشدبہ تبسّم لب بام او

نفست بسینۂ شکستہ بہ درجنبش قرہ بستہ بہ | نشود کہ رم کند از نظر چو نگاہ وحشی رام او
بجست جو ہر طرف شتابم ہماں جنوں وارد اضطرابم | بزیر پایت مگر بیابم وے کہ گم کردہ ام کویت

یا سے

چوں نفس مغتنم انکار پر افشانی وحشت | کہ بگردد دو جہاں آب زدی گر تو نشستی

اور سے

بارائے تکلمے بفسون تبسمے | شکرے را قوام دہ نمکے را گداز کن

شاید آپ فرمائیں کہ ذرا تمھیں قلم اُٹھاؤ - میں باادب عرض کرونگا مجبور ہوں اتنی سخن شناسی کہاں سے لاؤں؟ اور اگر ارادہ بھی کروں تو ایسی کتابیں کیونکر پاؤں مطبوعہ کتب کا تو میری ہلاوت کے نزدیک عدم وجود برابر ہے - پھر اظہار مافی الضمیر پر اچھی طرح قادر نہیں - اسی مضمون کے لکھنے میں خدا جانے کے جگہ ٹھوکریں کھائی ہونگی - اور بفرض محال سب کچھ ہو تو ارادہ تصنیف کی غزل کا مقطع یعنی فراغ خاطر کسے میسر جس کی دلیل آجکل ایسے وحشت آباد میں میرا قیام ہے - جہاں کسی قسم کی علمی صحبت نہیں - گویا ہشیاروں میں دیوانہ ہوں یا برعکس - پہلو میں دل ہے اور ہندوستاں کی یاد سے

نفس بصد یاس میگذارم وگز رحالم مپرس پیدا | چو شمع رحم است بر اسیرے - کہ در کشاں ز سوختن آرد

خط بنام آئینۂ اخلاص وتودد مائۂ اختصاص ثقہ مولوی محمد احمد تجود موہانی ابلغہ اللہ غایۃ الامانی ۲۲ ر فروری ۱۹۱۶ء اور سرکلر روڈ کلکتہ

المایس کار جراحت آباد شوق

درد و نیاز آمود اضطراب اندود - تقدیم صحیفۂ ثناء وو ادب صحیفہ روشن سواد

پس از دلتنگرانی شدید بہنگامے رسید کہ شوق اخلاص آہنگ زبان شکوہ کشودنی داشت وبایں ترانہ ترنم نمودنے ؏

اے زخود ہم بے وفا تر بیوفائی تا بقدر	آشنائی آنقدر نا آشنائی انقدر

براور ا! انچہ انکسار طرازی ست کہ دامنش فراخیگ می آری وانچہ سنبل سر آشفتگی ست کہ ورشورہ زار سماعتم می کاوی - ترانہ ہاے ندامت آہنگ کہ از من سامعہ آزارت گردید ہانا کہ شمہ از اثرات انفعالم بود ونگاری از پیکرستان خیال - بیقین دانستہ بودم وہم میدانم کہ جوش اضطرابت از طلسم کاری ضطرار حکایتے وارد و فور سراسیمگی از نیرنگ کدہ انتشار رواتیے - اما باللہ العظیم ہر گاہ نامہ ات مرا باصرہ افزود ومدرکہ نواز میگردد وبجالستت بیہی میرسم غیر از تحیر وخاموشی چیزے از من نمی آید ؏

دلم می سوزد وچارہ اسش نمیتوانم	جگرم خوں میشود وعلاجش نمیدانم

درباره مشغلۂ کہ با حافظ عبد الرحمن سخن راندہ ام وہم باتو درمیان آوردہ ام غایتش جز این نبودہ کہ بیرون آمدن از عہدۂ حق بعض احباب کوشیدہ باشم نہ آنکہ عیب صاحب غرضی را بہ نمایش کالاے ریا پوشیدہ - حاشا کہ از دوستانِ صادق الاخلاص جز نواے صدق وصفا حرفے دیگر خوانم وصافی ولاے اخوان الصفا را کدر آلود ولاے آمود خود مطلبے گردانم ۔ کمینہ آنکہ مرا دول خود بر کام دوستاں مقدم دارد ۔ من درحال کہ ہستم باآنکہ بے بضاعتم اما میدار قناعتم ۔ الحمد للہ کہ دلے دارم تھی از حرص وآز وچشمے سیر از صفت یار وانباز خاطرم بہ نعمت منت آمیزے نگراید وسرم پیش احسان آب ریزے فرو نیاید چہ رنجہا کہ بہ ترتیب وتدبیر عین الشفا بردم اما سپاس ایزد را کہ از دست

اعانتے قفاے نہ خوردم۔ بیقین میدانی کہ من خود مرد تجارت نیستم۔ منصوبہ کہ بستم مدارش بر انقضاے بود کہ سر رشتہ اش بدست مواساے مودت تو ادست و بس۔ اگر اینچنیں مشغلہ امثال ترا سفلگی نماید تو رعب وارستہ را از اشتغال بچنیں اعمال چہ کشاید "درکار ہر مرد و ہر مرد ہر کارے" آنقدر کہ ور فکر و ور دراز فروسیانم و نفس وزدیدہ بسباط ہرزہ اندیشہا می گسترانم جز خیال باطل بستن و دماغ بیہودہ پختن از کار بستہ نمی کشاید و غیر از خامکاری و انقباض خاطر چیزے نمی فزاید۔ دریں ہنگام جریدہ آشوب و اڈیٹر کوب سر رشتہ طول امل بدست مقالہ نگاری داوہ و فارغ از اثرات کیاست دنبال خطرات سیاست افتادہ۔ ہما نا معلومت شدہ باشد کہ پیش از انکہ سخرۂ مضموں آفرینیہاے توگرو جریدہ اقدام بنا بر تہدیدات پوشیدہ غرلت گزین زاویہ التوا گردیدہ۔ و برادرش ترجمان ہم دستخوش تنزلزل انگیزیہاے ضمانت گشتہ براے چندے در حجرۂ تواری خزیدہ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اکنوں زبان ترجمان گنگ و لال ست و اقدام را بلاے ادبار در دنبال۔ تا من بعد آنزاگنگی چہ بلا پیش آرد و ایں را ادبار چہ مآل در پے دارد "شب ست آبستنی آیا چہ زاید" از احوال ترجمان خبر ندارم اما از اقدام آنچہ شنیدہ ام و ہم اکبرا ینا دریافتہ ام چناں می نماید کہ ہیچو ترجمان از اقدام ہم حکومت پنجابیہ ضمانت را طلب داشتہ بمبلغ کہ حد مالکش نیست۔ مالک اقدام جوانے از پنجاب ست محی الدین نام۔ دریں ایام بوطن خود شتافتہ ست و در غیبتش این روزنامہ را آشوب ضمانت دریافتہ۔ با آنکہ جوا نمرد مذکور در اہتمام جریدہ سعی کثیر بکار بردہ بود و مبلغ خطیر بران خرج کردہ چنانچہ سامان طباعت

کہ از او رو با طلبیدہ ست بندہ آنرا بچشم سر دیدہ۔ بعض کار کنانش فرا ستمندانہ
بمن وانمودہ کہ ایں ہمہ آلات چاپ غالباً بفروشند و دیگر در انصرام جریدہ پردازی
و ہنگامہ سازی نکوشند۔ واللہ اعلم۔ جان برادر! اکنوں دریں باب چہ پیشگوئی
زنگ آفست کہ وید ی و نیرنگ ایں کہ شنیدی۔ ہم در صحائف خواندہ باشی
کہ حکومت پنجاب بمقتضائے ناموس صیانت ہند مصلحت سیاسیہ انگاشتہ ہر سہ
جرائد اردو زبان کلکتہ را از در آمدن بحدود پنجاب باز داشتہ۔ تا آنکہ در
دارالسلطنۃ دہلی امتناع دخول ایں جرائد مبنی بر ضرورت پنداشتہ۔ بایں
سخت گیری و تنگ ورزی چنیں جرائد را امید حیات کجا و پائے ثبات کو! از حالت
روزنامہ رسالت تبو اشارت کردہ ام کہ مردی خود فروش را سرمایہ تجارت ست
و بے نیاز استقلال ارادت۔ شنیدہ ام کہ اشاعت ایں ہر سہ جرائد در دیار
پنجاب روز بازار ہا داشت و حکومت پنجاب ہمانا ہمت بر تدبیر انقراض آنہا
بر گماشت۔ صحیفہ اسبوعیہ البلاغ کہ بادارت و نگارشش مولانا آزاد ممتاز ست
و باعجاز طرازیش بر سائر رسائل علمیہ سر افراز۔ مجلہ مذہبیہ و دینیہ ست
و حوادث کارے ندارد۔ مقصودش اسلام ست و مطمح نظرش اصلاح
خواص و عوام۔ مشتمل باشد بر حقائق علمیہ و نکات حکمیہ لا غیر۔ و صاحب تحریرش
ہماں یگانہ است ادامہ اللہ بالخیر۔ ایں ست حقیقت احوال کہ بحیثیت سر و دم
و مآل علائق آمال کہ تبو وانمودم۔ ترہب و ترم چندانکہ دست دہد از جا و ڈونا
پا بیروں نہ نہد۔ اما چوں تدبیر کشایش تقدیر نتو اند چہ کند اگر پائے بند سلسلہ
تحیر و تحسر نماند۔ خدائے ربستہ کشا بر تو بخشاید و گرہ از کارت بکشاید۔ آنکہ

خاطرغیورت واوہمت صبورت کرامت کناد۔من تازندہ ام بندہ ام

در بساط مفلسی داریم یک مرغ کباب		می بر دودل رازما ہرکس کہ شد مہمان ما

بہ برادروالاگہرازمن نیازشوق آگیں برساں وبرمشفقی حکیم کاظم سلام برخوان والسلام

محمد حنیف علی رعب

خط بنام احسب الناس مولوی حکیم سید شاہ محمد الیاس یاس سلمہ رب الناس لورسرکلررو ڈنمبر ۱۶۹ کلکتہ ۵ رجولائی سنہ ۱۹۱۹ء

دانیس الفواد والروح سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ مثنوی ناصر علی کی دوسری قسط پہونچی شکر گذار ہوا مگر کلفت بخش یہ امر ہے کہ مضمون لغت پھر ناتمام رکھا۔ اسمیں شک نہیں کہ ہسپتال کی خلوت درانجمن میں اس مثنوی کے شغل نے میرا غم بہت غلط کیا۔ اور جتنی دیر اسکی مطالعہ کی مصروفیت میں لگی اُتنی دیر تکلیف مرض کی طرف بے توجہی رہی۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ گویا مطالعہ مثنوی سے راحت ملی کل میں ہسپتال سے چلا آیا ہوں۔ مفصل کیفیت دوسرے ملفوفہ خط میں بخدمت استاذ محترم حافظ حکیم محمد عبد المجید صاحب قبلہ عرض کی ہے۔ اگر ہنوز وہاں تشریف فرما ہوں توحاضر خدمت کر دیجیگا ورنہ خط کے ساتھ لکھنؤ بھیجدیجیگا۔ آپ بھی اُسے خط سے میری پریشان خاطری اور ایک حد تک ناز ندگی سے مایوسی کا اندازہ کریجے۔ مثنوی کے جن اشعار میں مجھے شک اور زیادہ اغلاق معلوم ہوا ہے وہ نقل کر کے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں۔ اگر ہسپتال میں رہتا تو کچ ہی بھیجدیتا۔

مگر اب جب تک تدبیر و علاج کیمتعلق اطمینان نہو جاے اُسوقت تک دماغ کو اسقدر یکسوئی میسر نہیں ہوسکتی۔ مثنوی مجھے بیحد پسند ہوئی۔ اور کیونکر نہوتی۔ ناصر علی کا کلام ہے جسکا میں شیفتہ ہوں۔ بعض بعض شعر اور مصرعے تو اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن اتنا ضرور ہے کہ تذکرہ آزاد بلگرامی میں تعریف دیکھکر جتنا میں نے اندازہ کیا تھا اُس سے یہ مثنوی کم نکلی۔ طرز ادا میں امتیازی رنگ پایا جاتا ہے۔ مگر نہ اتنا کہ ناصر علی کے دیگر معاصرین سے ممتاز حیثیت رکھتا ہو۔ مثنوی غنیمت متداول ہے۔ بیدل عظیم آبادی نے نکات میں جو مثنویاں لکھی ہیں اُنکا انداز بھی میرے فہم کے مطابق تو یہی ہے۔ تذکرہ آتشکدہ کا ایرانی مصنف شیخ علی حزیں کا معاصر نہایت متعصب گذرا ہے۔ جیسے ہندوستانی شعراے فارسی گو سے تو خدا واسطے کی کاوش ہے۔ لیکن اُن ایرانی شعرا سے بھی وہ خوش نہیں جو ہندوستان آے اور یہاں آکر دنیاے شاعری میں نام پایا۔ چنانچہ شیخ علی حزیں اور والہ داغستانی حتی کہ ظہوری و عرفی کا ذکر بھی اُسنے تحقیر کیا ہے۔ تذکرہ کے اخیر میں چند ہندوستانی شعرا مذکور ہیں۔ ناصر علی کے متعلق لکھتا ہے کہ انکا دیوان تو نظر سے نہیں گذرا۔ "واز کثرت استعارات از مثنوی او مطلع مشخص نمی شود"۔ ہرچند یہ کلمہ اُسنے اپنی طبیعت کے افتاد کے مطابق کہا ہے جسکی بنا پر عرفی کے تذکرہ میں بھی وہ لکھتا ہے کہ نظامی کی مثنوی شیریں خسرو کے جواب میں ایک مثنوی لکھی ہے کہ "اگر عیب استعارہ ہاے خنک بسیار نداشت بد نگفتہ بود"۔ مگر تاہم کسی نکسی حد تک اس شخص کا خیال کچھ درست ضرور معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم باقی طلب خیریت۔ ان مولانا وحشت کئی بار مجھے ہسپتال دیکھنے کو گئے تھے۔ مثنوی کا مطالعہ اُنھوں نے بھی کیا۔

بہت محظوظ ہوئے۔ مجھسے کہنے لگے کہ آپ خدا کرے اچھے ہو جائیے تو اسکی نقل مجھے بھی دیجیگا۔ والسلام

محمد حنیف علی رعب

خط بنام مولف

۲۲ / جنوری ۱۹۰۸ء قصبہ شاہ آباد ضلع کرنال

محب کرم فرما۔ تسلیم

قبل اسکے کہ آپکی غزل اور وزن عروضی کے نسبت کچھ لکھوں بیشتر یہ لکھتا ہوں کہ چھ عدد آرسیاں مبلغ دس روپے دیکر ڈاکخانے سے وصول ہوئیں میں نے آپ کو ۸؍ کا بیمہ کرانیکو لکھا تھا۔ آپنے ۸؍ کا ویلو یعنی قیمت طلب پارسل کر دیا مجبوراً ۸؍ دینا پڑے۔ حالانکہ مبلغ پانچ روپئے سبحانی صاحب کو بھیجکر آپ کو لکھدیا تھا کہ دو آرسیونکی قیمت اُنسے اور لے لیجئے۔ خیر۔ اب واضح ہو کہ یقیناً آج ہی آپکو ویلو کے مبلغ عہ ر ملیں گے۔ براہ عنایت اُنہیں سے مبلغ تین روپے تو میاں سبحانی صاحب کو دیدیجئے ۵ر میں اُنکو بھیج ہی چکا لہذا ۸ر گویا اُنکو ملگئے) باقی مبلغ سات روپے میں سے ہر دو کشتہ مرسلہ کی قیمت اپنے پاس رکھکر باقی روپے میرے پاس بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیجئے۔ مجھے ۳ جنوری ۱۹۰۸ء کو دو تین روز کیلئے سہارنپور جانے کی ضرورت ہے۔ وہاں کچھ صرف کرنا پڑے گا۔ کاش آپ سبحانی صاحب سے رائے لے لیتے تو مجھے یہ دس روپے نہ دینا پڑتے۔ تعجب ہے کہ آپ نے کشتونکی قیمت نہ لکھی۔ ۸ر میں سے قیمت ضرور رکھ لیجیگا۔ اور باقی جلد بھیجدیجئے۔ آپ نے غزل کی اصلاح کے ساتھ اُسکا وزن اور بحر کا نام بھی طلب کیا ہے۔ بیشتر چند امور لکھتا ہوں

جنکا آپ کو یاد کرنا اور ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) شعر کی تعریف۔ شعر وہ کلام موزوں و مقفّٰی ہے جو قصد متکلم سے صادر ہو۔ چونکہ شعر کی تعریف میں قصد متکلم ضروری ہے اسی لئے بعض آیات قرآنی کو باوجود موزوں ہونے کے شعر نہیں کہتے۔

(۲) وزن عروضی۔ میں نے کبھی آپ کو بتایا تھا کہ وزن کی تین قسم ہیں۔ وزن صرفی۔ وزن لفظی۔ وزن عروضی۔ اسوقت صرف وزن عروضی کی تعریف لکھتا ہوں وزن عروضی یہ ہے کہ حرکت کے مقابلہ میں حرکت اور سکون کے مقابلہ میں سکون آئے جیسے کریما بروزن فعولن۔ یا الٰہی بروزن فاعلاتن۔ خداوندا بروزن مفاعیلن۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حرکت اور سکون کا مقابلہ کریجے۔

(۳) ارکان۔ وزن کرنے کے لئے عروضیوں نے جو الفاظ مقرر کئے ہیں اُنکو ارکان کہتے ہیں۔ اصول اور افاعیل یا تفاعیل بھی انہیں کا نام ہے۔ یہ الفاظ وغیرہ ہیں فعولن۔ فاعلن۔ مفاعیلن۔ فاعلاتن۔ متفاعلن۔ مفاعلتن۔ مستفعلن۔ فاع لاتن۔ مس تفع لن۔ مفعولات۔

(۴) تقطیع۔ تقطیع یہ ہے کہ جتنے بحر کے ارکان ہوں اُسیقدر شعر کے ٹکڑے کر لیں۔ مگر اسطور پر کہ متحرک کے مقابلہ میں متحرک اور ساکن کے مقابلہ میں ساکن واقع ہو۔ اور واضح رہے کہ حرکت و سکون ملفوظی معتبر ہے نہ مکتوبی میں آپ کو اسی مصرع طرح کی تقطیع کرکے دکھاتا ہوں ؎

حشر میں اُنکو خرام ناز مشکل ہوگیا

حشر مینا اُن - کو خرام - ناز مشکل - ہوگیا - اب دیکھئے "حشر میں" کا ملفظ
فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلن

چونکہ حشر میں ہے" لہذا تقطیع میں فاعلا کے مقابلے میں آگیا اور تن ساقط ہو گیا۔ "خرامِ" کا زیر چونکہ اشباع کے ساتھ یعنی بڑھا کر پڑھا جاتا ہے اُسکا تلفظ "خرامے" ہوا لہذا اعلاتن کے برابر آیا یعنی "رامے" بروزن "تُن" ہوا۔ پس حروف ملتوبی معتبر نہیں

(۵) زِحاف۔ وش ارکان جو مذکور ہوے جب اُنمیں نقصان حرکت یا کسی حروف کی کمی بیشی کی وجہ سے تغیر آجائے تو اُسکو زحاف کہتے ہیں۔ اور رکن متغیر کو مُزاحِف بولتے ہیں۔ آپ یوں سمجھئے کہ جسطرح صرف میر میں آپکو یاد ہوگا کہ جن افعال میں حروف علت آتے ہیں اُنمیں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے اُس تغیر کو تعلیل کہتے ہیں۔ اسی قسم کا تغیر فن عروض میں زحاف کہلاتا ہے۔ کل زحافات اڑتالیس ہیں جو بغیر کتاب پڑھے اور محنت کئے یاد نہیں ہو سکتے۔ میں صرف ایک زحاف آپکو بتاتا ہوں۔ مصرع طرح مذکور میں دیکھئے کہ فاعلاتن چوتھا فاعلن ہو گیا۔ یہ مصرع بحر رمل میں ہے جسکا سالم وزن یہ ہے کہ ایک مصرع میں چار بار فاعلاتن آئے۔ جیسے یہ مصرع ؎

	اپنے دیوانے کو اکدن آپ ہی جلوہ دکھادے	

وزن کرنے میں چار بار پورا فاعلاتن کہا جائے گا۔ یا مصرع طرح ہی کے آخر میں لفظ "ہے" زیادہ کردیجے اور یوں کہئے ؎

	حشر میں اُنکو خرام ناز مشکل ہو گیا ہے	

بحر رمل کے سالم وزن پہ آجائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں چوتھا رکن متغیر ہو گیا یعنی فاعلاتن کے آخر میں سے "تن" گرا کر فاعلا کو فاعلن بنا لیا۔ اس زحاف کا نام حذف ہے۔ اور رکن کو محذوف کہتے ہیں۔ بعض مصرعوں میں جاکر اس

رکن کا صرف حرف اخیر گرا ہے یعنی فاعلاتن کی جگہ فاعلات رہگیا ہے جیسے آپکا یہ مصرع

قتل ناحق کا ہمارے ہوگیا اچھا ثبوت -

اس مصرع کے اخیر میں ۔ "چھا ثبوت" - بروزن فاعلات ہے ۔ اس زحاف کا نام قصر ہے ۔ اور رکن کو مقصور کہتے ہیں ۔ یہاں سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا اسطرح کی بحر کا نام بحر رمل وافی محذوف یا مقصور ہے ۔ وافی کا یہ مطلب ہے کہ سالم بحر میں جتنے رکن تھے اُتنے ہی ہیں اگر بجائے چار رُکن کے تین رکن رہجائیں تو اُسکو مجزو کہتے ہیں ۔ جیسے بشنو از نے چوں حکایت میکند ۔ بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ۔ اسمیں تین رکن ہیں ۔ یہ مصرع بحر رمل مجزو محذوف میں ہوا ۔
بالفعل اسیقدر پر اکتفا کرتا ہوں ۔ جو بات سمجھ نہ آئے پوچھ لیجئے ۔ غزل مرسل ہے ۔
کیفیت مشاعرہ و دیگر کوائف سے مطلع فرمائیے ۔ والسلام محمد حنیف علی رعب

خط بنام مولانا نجور صاحب

۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء شاہ آباد ضلع کرنال

جامع الفواضل محترم الاماثل حضرت مولانا دامت مکارمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ صحیفہ گرامی سے بخیریت رسی کی اطلاع پاکر دل قرین اطمیناں ہوا ۔ میں اپنی حالت کیا عرض کروں ۔ دعا فرمائیے کہ بخیریت شرف اندوز خدمت ہوکر افسانۂ الم مفصل سناؤں ۔ منھ کی حالت وہی ہے ۔ اور تمام تدابیر سے تنگ آکر اب میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ اپنے آپ کو حوالہ آپریشن کردوں ۔

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از قبول رسوائی

کل دوشنبہ کو روانگی لکھنؤ کا قصد ہے۔ وہاں بمشورہ جناب حکیم صاحب آپریشن کراؤں گا۔ حصول رخصت کے لحاظ سے مجھے ۱۴/اپریل کو لکھنؤ سے روانہ کلکتہ ہو جانا چاہئے۔ لیکن دیکھئے آپریشن کا زخم کب تک نقل وحرکت کی اجازت دے مقام آپریشن کی نزاکت ملحوظ رکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا کہ اس روحانی وجسمانی تکلیف واذیت کا کیا انجام ہو۔ خدا کے فضل وکرم اور آپ ایسے قدسی صفات اہل توجہ کی دعاے خیر پر اعتماد واثق ہے۔ امید کہ آپ مجھے فراموش نفرمائیں گے۔ محترمہ مکرمہ حضرت ام صالحہ کی خدمت مبارک میں بھی بعد سلام وآداب مستمندانہ یہی التجا ہے کہ اپنے اوقات صالحہ میں دعاے صحت سے یاد رکھیں غالباً بروز چارشنبہ آپریشن ہو جاوے۔ دیکھئے اُس حالت میں تحریر عریضہ کے قابل کب تک ہو سکوں۔ خیر وعافیت مزاج عالی اس پتہ سے معلوم ہونا چاہئے۔

بوساطت حکیم حافظ عبدالرحمٰن صاحب۔ باغ آئنہ بی بی۔ حسین گنج لکھنؤ
مخلصی نشتر کو کل نیا زنامہ تحریر کیا ہے اور میر نشاط کی خدمت میں آج۔ سب حضرات کی شکایت بالکل بجا ودرست ہے۔ جسکے جواب میں میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ بجز اُسی تکلیف مرض کی مشغولیت کے۔ وہ بھی ایسی صورت میں کہ افاقہ وسکون کی ہنوز کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اور مایوسی نے اپنے آپکو اُس خطرے پر پیش کر دینے کے لئے آمادہ کر دیا ہے جس سے بچنے

کی کوشش آج تک کرتا رہا۔ خدا مجھے اس قصور کی تلافی کے لئے موفق فرمائے۔ آمین۔ آج اتوار کا دن ہے۔ کل شب میاں محمد رفیق مجھسے ملنے کو لاہور سے آئے ہیں دوشنبہ کی اجازت لیلی ہے۔ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ امید کہ محترمہ ام صالحہ کا مزاج قرین عافیت ہوگا اور آنکھونکی شکایت زائل ہوچکی ہوگی اللہ تعالےٰ ہمیشہ آپ کو مطمئن رکھے۔

جمیع احباب کرم فرما اور متوسلین دامن اقدس کو سلام شوق ہر ایک صاحب سے استدعائے دعائے خیر ہے والسلام مضمون متعلق آپریشن بعد سلام ونیاز جناب حافظ صاحب کی خدمت میں بھی معروض ہے۔

تمت

المؤلف

ابو الصائب

خادم الاطبا حافظ عبد الرحمن ساکن باغ ائمہ بی بی حسین گنج لکھنؤ

تلمیذ جناب مولانا رعب صاحب مرحوم مغفور میرور

قطعات تاریخ وفات وطبع کلیات رعب مصنف رحمہ اللہ

قطعہ تاریخ وفات عالیجناب مولانا مولوی حکیم ابوالصواب محمد حنیف علی رعب القریشی الشاہ آبادی غفراللہ ذوالایادی۔ از احقر العباد حکیم محمد عبدالرحمٰن الزائر الرمضان فوری البہاری مقیم نوادہ ضلع گیا واقعہ ۱۳۳۸ھ ہجری مطابق ۱۹۱۹ء

بسم اللہ الحلیم العظیم
۱۳ھ ۳۸

مات مولانا الحنیف الشاعر	کاشف الاسرار فخر الماھرین
عالم القران مفتاح الصحاح	واقف التفسیر عین الشارحین
کان شیخ العصر فی فخر الشفا	ابقراط الدھر صدر الکاملین
انّ ھذالارخ ثان رائیر	راح بحر العلم نور الکاشفین

۱۳ ۳۸ھ

ایضاً لہٗ

فات عز العلم رعبٌ عاجلاً	صاح جل الناس من فوت الخلیق
قد سقاہ الکاس مولا الرشید	لیس باس ربہٗ نعم الرفیق

زخ ائر اسمع ثالثاعام الوفات
مات کنز العلم مولانا الشفیق

۱۳۳۸ھ

ایضاً لہٗ

مات مولانا الخبیر الرعب آہ	فاقد الامثال صدر الشاعرین
صاحب الدیوان نقاد الفنون	شارح الاشکال عین الکاشفین
کان مقدام النجاۃ الا فصح	عالم المعقول بدر الناقلین
جبذا الارخ المسیحی زآیۃ	فات یم العلم فخرا لماھرین

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات جناب مولانا رعب صاحب مرحوم

از جناب مولوی حکیم سید شاہ محمد الیاس صاحب یاس بہاری

مرثیۂ رنج آمیز رعب

وائے زگرمی کسا د	سرد فسانۂ سخن	منحرف از سخن جہاں	دور زمانۂ سخن
برق بلا چہ شعلہ زد	بر سر خانۂ سخن	چرخ جفا بباد داد	بزم ترانۂ سخن
	ہین ز مغنی وہم از مضطرب نغمہ زن مپرس		
	تا چہ رسید بر سر ساقی انجمن مپرس		
خون چکیدہ دست	می کہ بساغر اندرست	دور پیالہ سر بسر	گردش کاسہ سرا ست
مایۂ تلخی اجل	کیف نشاط ساغرست	مستی روح پرورش	رفتن جان زپیکر است
	جرعۂ تہ نشین او نیش نواز کام دل		
	سرخوشی مدام او بیہشی دوام دل		

پردۂ سازِ انجمن — چہرہ فروز نالہ شد — ہر گلِ نغمۂ ترش — داغ فروشِ لالہ شد
شورِ سرور صور گشت — ساز بسوز آمالہ شد — جاں کہ بوجد بل داشت — مرگ دلش حوالہ شد

پردۂ گوشِ دل درو زمزمۂ ترانہ اش
پنجہ بفرقِ جاں زند چنگ ہم و چغانہ اش

شورِ حریف ماتم است — نغمۂ جاں نواز کو؟ — چند فغانِ خامشی؟ — سوزِ نوائے ساز کو؟
بو سلیک و ہم اصفہاں — زنگلۂ و حجاز کو؟ — دلبرِ فن نواز کو؟ — ساقیِ مست ناز کو؟

ریزشِ "قلقلِ" مئی و سورشِ "تن تنن" کجاست؟
مغبچہ گر ز ہوش رفت مطربِ انجمن کجاست؟

فصلِ گل است جوشِ زن — جانِ بہارِ من کجا؟ — لالۂ ارغوان مید — روئے نگارِ من کجا؟
غنچہ راہِ ہوش زد — جلوۂ یارِ من کجا؟ — عید نشاط رونمود — صبح عذارِ من کجا؟

ساقیِ گلعذار کو؟ راحتِ جانِ زار کو؟
ساغرِ غم فشار کو؟ بادۂ خوشگوار کو؟

چرخ چہ سنگ فتنہ ریخت — بر سرِ جانِ زارِ من — شورِ غم نمک فشاں — بر جگرِ فگارِ من
ہمچو خزاں نگاہ سوخت — جلوۂ نو بہارِ من — تا بعدم نہفتہ رو — از برِ من نگارِ من

سوختہ برق کشتِ من خار شدہ بہشتِ من
وائے بہ بختِ زشتِ من حیف بہ سرنوشتِ من

سنگِ جفا بشیشہ ام — صبرِ دلِ حزیں فتاد — کوہ ز اوجِ آسماں — بر کرۂ زمیں فتاد
فتنہ ز خواب سر کشید — رخنہ بکارِ دیں فتاد — وہ چہ حوادثِ بلا — بر تنِ نازنیں فتاد

حیف کہ از جہاں گزشت جانِ جہانِ شاعری
رعب سخنوراں روح و روانِ شاعری

اے شعرائے نغز گو!
وقت بسملِ غمش

حالتِ دل زبوں کنید
چہرۂ نیلگوں کنید

چاک بجیبِ جاں زنید
ہم بفراقِ جاں دہید

مشقِ سرِ جنوں کنید
ہم دل و دیدہ خوں کنید

بادشہِ سریرِ نظم حیف بزیرِ خاک شد
ماہِ فلک مسیرِ نظم وائے تہِ مغاک شد

کو؟ کہ زمین شعر را
کو؟ کہ بہ تیشۂ قلم

رفعتِ آسماں دہد
مایۂ بحر و کاں دہد

کو؟ کہ سوادِ صفحہ اش
کو؟ کہ گلِ تکلمش

جلوۂ بوستاں دہد
بوئے خوشِ جناں دہد

کیست؟ کہ گر رقم کشد در تنِ لفظ جاں دمد
کیست؟ کہ نقطہ نقطہ اش چوں گلِ ارغواں دمد

کیست؟ کہ طبعِ روشنش
کیست؟ کہ باغِ فکرتش

بر مہ و خور علم کشد
روز گلِ ارم کشد

کیست؟ کہ بر برِ چرخ
کیست کہ در رگِ قلم

ہر رقمش قلم کشد
لعل و گہر بہم کشد

کیست کہ بر سپہرِ نظم تخت بلند پائے او
کیست کہ تاجِ خودسراں خاک در سرائے او

سرخوشیِ نشۂ سخن
مایۂ نازشِ چمن

بود کہ بود رعب بود
بود کہ بود رعب بود

کعبۂ جانِ اہلِ فن
چشم و چراغِ انجمن

بود کہ بود رعب بود
بود کہ بود رعب بود

آنکہ نگارِ خامہ اش شعلہ زنِ بہارِ چین
وانکہ بہارِ نامہ اش داغ کنِ نگارِ چین

از گل و لالۂ سخن
پا بسرِ فلک فشرد

ساحتِ خلدِ فکرتش
طبعِ بلندِ ہمتش

ریختہ شیر در شکر
برق بلا بلا غتش

نابغۂ طبیعتش
موجِ صبا فصاحتش

صفحۂ گلفشانیش روکشِ نوبہارہا
نامہ زلعل کانیش صفحۂ لالہ زارہا

حیف کہ آن سخنورِ ناظمِ نکتہ رس نماند	جانِ دلِ سخن نماند شاعرِ سحر فن نماند	باغِ سخن بباد رفت رونقِ صد چمن شکست	بلبلِ نغمہ زن نماند تا گلِ این چمن نماند

افصح ابلغ البیان رفت ز ما ہزار حیف
ابلغ افصح اللسان شد بکجا ہزار حیف

چارۂ دردِ جانگسل نالۂ حشر زائے را	من چکنم چسان کنم صاعقۂ جہان کنم	بہ کہ ز دل فغان کشم شورِ تزلزل افگنم	وز مژہ خون روان کنم رخنہ در آسمان کنم

چند بسینہ سوختن ضبط گریز پائے را
بال و پرِ شرر دہم شیون ہائے ہائے را

چرخ فتادہ بر زمین شعلہ فروش دوزخ است	از دمِ آہ و ہوئے تو ہر گلِ آرزوئے تو	ہست پر از شکایتِ جان زہرہ گداز عالم است	یاس خم و سبوئے تو شورشِ گفتگوئے تو

چشم ترا کہ معدن ست لعل و گہر گریستن
نخلبنِ قدِ ترا میوۂ تر گریستن

چند ز آہِ شعلہ زن چند بیادِ رفتگاں	کارِ جہاں تبہ کنی نالۂ حشر اثر کنی	چند بوائے حسرتا بہ کہ بصبرِ غم گسل	تاب ز دل بدر کنی در رہِ غم سپر کنی

غم ز درِ تو دور باد حزن ولت سرور باد — رحمتِ حق بجانِ او رعب و کنار حور باد

ایضاً لہٗ

وا حسرتا کہ شیخ محمد حنیف رعب — از جہاں گزشت و پائے برین کہنہ خشت زد

مارا کہ بود فکرِ سنِ رحلتش بدل
گفتیم یاس رعب قدم در بہشت زد

۱۳۳۸ھ

ایضاً لہ

کیا غم ہے جانگداز کہ نذر اجل ہوا	وہ فخر روزگار وہ علامۂ لبیب
روح ادب میں جان تھی مرحوم رعب سے	تاریخ فوت یاس لکھو رخصت الادیب ۱۳۳۸ھ

قطعہ تاریخ وفات از جناب مولوی کریم الدین صاحب نعمانی رودولوی تخلص مضطر از راجہ پور ڈاکخانہ ٹنڈولی ضلع فیض آباد

کر رحلت حیف رعب باکمال	طبع مضطر گوہر تاریخ سفت
باغ جنت جست سال عیسوی ست ۱۹۱۹ء	سال ہے ہے رعب رضوان جاہ گفت ۱۳۳۸ھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت رعب مرحوم از جناب منشی حسین احمد صاحب جاہ بلگرامی سررشتہ دار پنشنر منصفی اوناؤ محلہ قیصر گنج -

رعب انصاری چو شد زیں دار فانی سوئے گور	خلق شد زیں حادثہ افسوسناک اندوہگیں
جاہ سنے پائے یکا سال وفاتش کن رقم	باد جایش لازمی شام و سحر خلد بریں

قطعہ تاریخ انتقال ارسطو مثال بقراط مقال جناب مولانا حکیم محمد حنیف علی صاحب رعب انصاری شاہ آبادی علیہ الرحمۃ از جناب منشی گور پرشاد صاحب تخلص قیس حسین گنج لکھنؤ - ۱۹۱۹ عیسوی

ازیں دار فنا رعب سخنور	سوئے خلد بریں چوں رفت ناگاہ

بے سالِ وفاتش قیس بنوشت | حکیم و شاعرِ یکتا بمرد آہ ۱۳۳۴ھ

قطعہ تاریخ تصنیف جناب علی حسین خاں صاحب متخلص علی ولد محمد عمر خاں صاحب رسالدار عہد شاہی مرحوم شاگرد جناب خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی

ہست لازم بہر ہر حادث فنا
چوں بقا بہر قدیم لایزال

در جوانی مُرد و حسرتہا کہ برد
جاں ازاں سوزاں دلِ ماں پائمال

زیست در رنج و محن اکثر گذشت
مرد وقت عیش و ہنگامِ کمال

چوں کنی ملحق علی را با خلیفت
بہر نامِ شاعرِ نازک خیال

عالم و فاضل حکیم و ہم ادیب
بر سر اسمش بیفزا حسبِ حال

در خیالش بود عز و جاہِ خویش
زاید و افزوں بہ مستقبل زحال

شد یکایک مبتلا صد حیف و آہ
اور بلا علت مرض سقم اعتلال

در تلاش و جستجو حاصل نشد
از حکیم و ڈاکٹر چوں اعتدال

قطع شد نخلِ امیدش زود زود
در ترقی برگ و بارِ نونہال

در غم و ہم حزن و حرماں وائے وہائے
جاں بجاناں داد آں دانش سگال

فارسی تازی و اُردو و ہندوی
نظم کردے کا ملانہ بے مثال

خود بنود از لکھنؤ با ایں ہمہ
میسزد گویندش از فخرِ جلال

طرز ہمائے رنگ خواجو در سخن
یافتہ زر دولتِ حسن و جمال

بیتِ نغز و شعرِ نادر ساختے چوں زرِ گل نقش و نگارِ خوش کلال
تشنگانِ منزلِ مقصود را ہست ہر شعرِ ترش رشکِ زلال
تا نگردد مائلِ حرص و ہوا نفسِ خود را روز دادے گوشمال
از مریضاں بر سرِ بستر زہے عار بودش از کرامت اخذِ مال
در علاجِ مفلساں کردے مدام چوں کریماں خدمتِ برنا و زال
گہ نکردے مدحِ دوناں بہرِ زر گہ نگشتے غافل از فکرِ مآل
مائلِ ملبوسِ دنیا ہم نبود بود پیشش او ردا بہتر ز شال
بود بہرِ عاجزان و بی زران رشکِ جعفر فخرِ حاتم در نوال
در شجاعت بود بے مثل و نظیر رشکِ شیر و بیر فخرِ سام و زال
از زبان و دست وی صادر نشد گاہ قول و فعلِ شر و اشتعال
داشت مثلِ سالکان و رہروان با حق و قیوم قرب و اتصال
قائلِ توحید و وحدت بود و پاک از دوی و تثلیث و شرک و اشتمال
بہرِ حق با نفس و شیطاں روز و شب از سخا و زہد در قتل و قتال
با خدا و مصطفیٰ لیل و نہار بود منقاد و مطیع از انتحال
بہرِ قرب و وصلِ حق کردے بدل از زن و فرزند بُعد و اعتزال
سینہ و بر قلب و دل با بِرّ و حق پاک بود از کید و صاف از احتیال
خدمتِ مخلوق و ذکرِ بے نیاز از دل و جاں بود شغل و اشتغال
زاہد و عابد بزہد و بندگی نافر از عجلت نفور از احتمال
در سبیلِ راہِ غفار و غفور دور بود از کاہلی و انخزال

بہرِ مقصود و مرادِ قلب و دل — ربّ و رحماں انتخاب و انتحال
روز و شب از جان و دل یا ربّ و حق — از گناہ و جرم کردے انسلال
بہرِ پاکی و صفا بودش پسند — ز آبِ نہر و جوی غسل و اغتسال
بہرِ نورِ عین و تابِ چشم و دل — از بصیر و نور کحل و اکتحال
جہل را بود انقباض و بستگی — علم را بود افتتاح و احتفال
عاشقِ اللہ و شیدا ے رسول — طالبِ اصحاب و خیر اندیشِ آل
از دل و جاں دوستِ حبِّ چار یار — مونس و غمخوار فرزندان و آل
بر طریقِ حق و در راہِ خدا — مثل عمدہ پیروان و نیک آل
یاورِ اسلام و یاری بخشِ دیں — بہرِ بیت و خانہ چوں مسمار و آل
ظاہر از مہر و عیاں از بغض و دے — دوستاں چوں آب و اعدا مثلِ آل
کی شدندے دشمنانش پاک و صاف — بود بر قلب و دلِ شاں مہرِ آل
در طریقِ حق رہِ عجز و نیاز — تا پسندش بود اسپِ بور و آل
در گلستانِ وفاق و دوستی — بود چوں سرو و صنوبر نار و آل
دوستاں خونابہ در درد و غمش — بے شمار اند از شرابِ سرخ و آل
با دم و خونِ شہیدانِ غمش — منفعل در رنگ بیخ سرخ و آل
سرخرو از خونِ دل حبّ و عدو — مثل نو زائیدہ زن در سقم آل
زیرکانِ عصر و دانایانِ دہر — معترف بودند در فرہنگ و خال
از عطا و جود و عجز و انکسار — بود بہرش کر و فر و کبر و خال
بود پاک و صاف و مشفق و بری — از عناد و دشمنی و عجب و خال

در امورِ نیک و افعالِ حسن … پاک از شک بود و صاف از احتمال

بود مثلِ عابدان و زاهدان … روز و شب با برّ و حق در اشتغال

بینِ بحث و جنگِ علمی و فنی … قولِ فیصل بود بهرِ انفصال

حُبّ و عشقِ ربِّ رحمان داشتی … فی هوا و حرصِ جاگیر و منال

ای علی در خوبیِ خُلقش مگو … هست ظاهر بر همه بی قیل و قال

بهرِ حبِّ دوست در هم و غمش … خونِ دل خوردن مباح ست و حلال

در فراقش شد دلِ هر آشنا … مبتلای رنج و غم حزن و ملال

بهرِ بیخو و بیخودی در یاس یاس … بیش چندان شد که کم گشتن محال

در ضمیر و نجم از حُبّ و ولاء … هم و غم هر دم فزون نے ماه و سال

شد ز غم مهجور تاریک و سیاه … بود تابان و درخشان مهر و لال

رشکِ اسپا تیره اسود تار و قیر … فخرِ قانی سرخ و احمر آل و لال

از امیدِ باوفا امید نیست … در فراقش زیستن فرخنده فال

شد نحیف و لاغر و زار و نزار … شاه الیاس از غمش چون خط و نال

بهرِ سبحانی پریشانی فزود … کی شود زائل پذیر و کی زوال

شد دگرگون حالِ معصومِ علی … در بیانش نطق و ناطق گنگ و لال

چون مبارک متحد شد با علی … از غم و هم گشت در کرب و وبال

در غم و هم شد بدل یاسین ز چشم … رشکِ فخرِ میغ و ابرِ برشکال

خون و دم شد قلبِ درگاهی جبر … چون شرابِ سرخ و احمر در سفال

با محمد قبلِ لالن و بعد خان … از فراق و هجر در رنج و نکال

با محمد چوں شود ملحق حسین　　سوزد از رنج و غمش چوں ساج و سال
روز و شب احمد حسین با صفا　　زار و نالاں از غمش چوں نائے و نال
در عنا و رنج زارید و گریست　　شد سعادت واج و کج چوں دال و ذال
شد نحیف و زار از حزن و غمش　　عبد رحماں حافظ شیریں مقال
از نحیب و آرز و درد و غمش　　بہر دوراگفتن نمیدارم مجال
ہم چنیں گویم پی شمس و بصر　　در جواب ہر کسی وقت سوال
عشرت و صفدر بہ رنج و حزن او　　ہمدگر گویند بگریس و بنال
انچہ از رنج و غمش بر من رود　　نیست بہرش نیستی و انحلال
شد ازاں قلب و دلم صد چاک و ریش　　کی شود بہ کی پذیرد اندمال
تار و تاریک و سیہ تر شد دلم　　بود روشن تر زلال و مہر وآل
از غمش قلب صفی صد زباں　　بود روشن شعلہ شد تیرہ زغال
از غمش عبد الرشید و ہمچناں　　سوگوار اند و شاگردیش دال
از غم و رنجش کہ بر خویشاں رود　　کی توانم گفت از ہر غم دخال
ہمچنیں بہر زن و دخت و پسر　　شد ز مرگش رنج و حزن و انخلال
بہر ابراہیم و ہم وارث علی　　عیش و راحت نیست جز وصل و وصال
زار و رنج و لاغر از حزنش رفیق　　روز و شب جویاے مرگ و انتقال
ماہیاں سوزاں ز حزنش در بحار　　وز غمش کیکاں خروشاں بر جبال
بہر مخزون و حزیں فکر غمش　　تیز تر آتش کند چوں نفط و رال
عقل و دل در غمش بے عقل شد　　نیست ادراک و تمیز ضاد و دال

زار و نالاں از غم و رنجش کہ شد — ابر باوے شد خجل در اضمحلال
در غمش اندیشۂ بالا خرام — زیر شد چوں طائرِ بی پر و بال
در غمش بر چرخ جلادِ فلک — بود مانندِ اسد شد چوں شغال
ماہ و مہر شش چنیں گریہ نمود — شد سفید از شیر بُد تیرہ زغال
مہر از بی مہریِ گردوں باو — بود فخرِ بدر شد رشکِ ہلال
از غم و خزنش کہ در چرخ و سما ست — مہر و مہ را ہست خوفِ انسجال
ماہرانِ دورِ افلاک و نجوم — از غمش با چرخ در جنگ و جدال
کی پسندو در غم و خزنش حزیں — بہرِ تسکیں سیرِ باغ و آبسال
بہرِ عشاق و محبانش بدہر — نیست خوفِ مرگ و بیمِ ارتحال
در ادائے حقِ اوصاف و غمش — در دلم صد گونہ شرم و انفعال

بینِ سالِ الف و سہ صد سی و ہشت
۱۳۳۸ ھجری
رفت سوئے خلد رعبِ خوشخصال

قطعات تاریخ انتقال جناب مولوی حکیم ابو الصواب خلیفہ علی صاحب رعب قریشی انصاری شادی آبادی از جناب شمس العلما خان بہادر مولانا محمد یوسف صاحب جعفری تخلص رنجور رئیس عظیم آبادی

جو کل رونق افزائے بزمِ سخن تھا — وہ رعب آج ۔ افسوس! از زیر زمیں ہے
جو رہتا تھا "بمبو ولا" کے محل میں — وہ صد حیف! کنجِ لحد میں مکیں ہے

جو دلدادہ تھا صحبتِ دوستاں کا — وہ اب کنجِ مرقد میں عزلت گزیں ہے
وہ علمی مذاق اور وہ خندہ روئی — اک اک بات احباب کے دلنشیں ہے
بایں دانش و فضل وہ منکسر تھا — کہاں اب کوئی اور ایسا کہیں ہے
جگہ رعب کو دے بہشتِ بریں میں — دعا تجھ سے۔ اے ربِ عرشِ بریں! ہے
اگر کوئی رنجور یہ تجھ سے پوچھے — کہ کیوں اس قدر آج اندوہگیں ہے

تو کہدے یہ تاریخ تو آہ بھر کر
کہ "دنیا میں رعب سخنداں نہیں ہے"
۱۳۳۲

ایضاً

۱۳۳۸ھ

چل بسا۔ افسوس! وہ بحرِ علومِ مشرقی — وہ حکیم رعب شاہ آباد تھا جس کا وطن
اُس کو حاصل تھا طبابت میں یدطولیٰ۔ تو کیا — صرف اسی فن میں نہ تھا وہ فخرِ ابنائے زمن
فلسفہ۔ منطق۔ اصول و فقہ۔ تفسیر و حدیث — ان میں سے ہر ایک میں مرحوم تھا اُستادِ فن
فارسی و تازی و اُردو سے یکساں باخبر — بلکہ ان تینوں اقالیمِ سخن پر سکہ زن
باوجود اس جامعیت کے وہ تھا سادہ مزاج — منکسر۔ اخلاص کیش۔ بے آزار و خندہ دہن
مختصر یہ ہے۔ کہ وہ مجموعۂ اوصاف تھا — پھر نہ کیوں کہئے اسے گلہائے خوبی کا چمن
کیوں نہ پھیکا اب ہو رنگِ بزمِ اخوان الصفا — جب نظر آئے نہ اُس میں رعب زیبِ انجمن
لو وہ دارِ محن دنیا سے رہائی پا گیا — کر گیا ہم کو اسیرِ دامِ آلام و محن
جو خطائیں اُس نے کی ہوں ان سے تو کر درگزر — اور راضی اُس سے ہو جا۔ اے خدائے ذوالمنن
لکھدو۔ اے رنجور اتم یہ سال تاریخِ وفات — "آہ! گل بادِ اجل سے ہوگئی شمعِ سخن"

۱۳۳۸ھ

ایضاً لہٗ

واویلا مخلصم علامہ رعب — داغ ما را دادہ زیرِ خاک خفت

سال چوں رنجور پرسیدم ز دل — ساکنِ خلدِ بریں شد او بگفت

۱۳۳۸ھ

ایضاً لہٗ

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات شاعر باکمال یادگار حضرت جلالؔ جناب ابوالصواب محمد حنیف علی صاحب رعبؔ قریشی انصاری غفر اللہ لہٗ

از جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب مغمومؔ ساکن مدراس

چل بسا سخنورِ ذیشان — نہیں بزمِ سخن کی اب رونق

ہر سخن اُس کا گوہرِ عرفان — یاد تھا اُس کو معرفت کا سبق

تھا جو رنگین سخن۔ ہوا تابان — آسمانِ سخن پہ بن کے شفق

اپنی طبع رسا سے وہ دمِ فکر — حسنِ معنی کا کھینچتا تھا عرق

محو تھا وہ کتابِ ہستی میں — زندگی کا اُلٹ رہا تھا ورق

مستعد تھا۔ اجل بھی آ پہونچی — جس میں وقفہ نہ ہو سکا مطلق

ہے دُعا سے سرِ الم مغموم

رعب ہو اور نزول رحمت حق

۳۸ ۱۳ ہجری

تاریخ انتقال رعب من نتائج افکار حقیر سعادت علی رحمانی تخلص سعادت منتظم مدرسہ رحمانیہ حنفیہ احاطہ خواجہ گوہر حسین گنج لکھنؤ شاگرد حضرت مولانا رعب

ہو گئی سنسان دنیائے سخن
اے سعادت لکھ دے یہ سال رحیل

رعب نے بوقت جب پائی وفات
پاک باطن شاعرِ عالی صفات
۱۳۳۸ ہجری

ایضاً دیگر

اٹھ گیا آج رعب دنیا سے
اے سعادت! وفات کی تاریخ
کاٹ کر پائے زندگی لکھ دو

بن گئی بزم رنج کا مسکن
میرے نزدیک تو یہ ہے احسن
گل ہوئی حیف شمع بزم سخن

۱۳۳۸ ہجری

ایضاً

قیامت ہے یا رحلتِ رعب ہے
ذرا زندگی کا نہیں اعتبار
مگر صبر لازم ہے انسان کو
ہوئی فکر تاریخ رحلت کی جب

سعادت یہ گذرا بڑا حادثا
ابھی کیا تھا دم بھر میں کیا ہو گیا
مشیت میں اللہ کی دخل کیا
کسی نے - مرے کان میں یوں کہا

سعادت! لکھو عیسوی سالِ فوت
فرشتہ صفت زندہ دل پارسا

۱۹۱۹ عیسوی

تاریخ وفات حکیم مولانا رعب صاحب مرحوم

از منشی زین العابدین صاحب حزین تم بیم عالمگنجی تلمیذ مولانا رنجور

علم دین و فنِ طب ذوقِ سخن ہر بات میں
عالم و دانا و ماہر۔ قابل و فاضل تھا رعب

چل بسا دنیا سے وہ۔ بے سر ہوئی بزمِ سخن
لکھ حزیں! تاریخ رحلت "شاعرِ کامل تھا رعب"

مادہ لوح مزار رعب صاحب مرحوم از مولانا رنجور صاحب

۱۳۳۸ ہجری

تربت حکیم حنیف علی

۱۳۳۸ ہجری

تاریخ طبع کلیات رعب من نتائج افکار حقیر فقیر سعادت علی رحمانی تخلص سعادت منتظم مدرسۂ رحمانیہ حنیفیہ احاطہ خواجہ گوہر حسین گنج لکھنؤ شاگرد حضرت مولانا رعب

اے دوستو! کمال مسرت کی بات ہے
شائع ہوا بفضل خدا کلیات رعب

مضمون نرالا فکر نئی بندشیں نئی ہے
رکھتا ہے اپنی شان جدا کلیات رعب

مرغوب ہے جو دل کو بہت رعب کا کلام
ہم دیکھتے ہیں صبح و مسا کلیات رعب

عالم تھا علم دوست محقق سخن شناس
دیکھے اٹھا کے کوئی ذرا کلیات رعب

حافظ! نکرتے جمع تم اشعار رعب اگر
کس طرح چھپتا آج بھلا کلیات رعب

لائے کلام ڈھونڈھ کے جو تھا ادھر ادھر
ترتیب دیکے اس کو کیا کلیات رعب

صد آفریں ہے حافظِ قرآن صد آفریں
اَب بھی کلام رعب چھپا ہو کہیں کہیں
تاریخ طبع کی تھی سعادت! مجھے تلاش

کوشش سے تیری طبع ہوا کلیاتِ رعب
افسوس! خالی اُس سے رہا کلیاتِ رعب
جب بہرِ اطلاع چھپا کلیاتِ رعب

ناگہ سروش بے سرِ اندیشہ کہہ اُٹھا
لکھدے "یہ بے مثال چھپا کلیاتِ رعب

۱۳۴۲ ہجری

قطعات تاریخ طبع کلیات رعب از مولانا رنجور صاحب المخاطب شمس العلما وخان بہادر عظیم آبادی

زیور معنی سے ہے آراستہ
جب ہوئی رنجور! فکر سال طبع

کیوں نہ ہو مرغوب کلیاتِ رعب"
دِل یہ بولا "خوب کلیاتِ رعب

۱۳۴۱ ھ

ایضاً عیسوی

شک نہیں۔ رنجور! کہ یہ کلیات
سال مسیحی کی ہوئی فکر جب

ہے دُرِ دریائے کمالاتِ رعب
دِل نے کہا "خوب خیالاتِ رعب"

۱۹۲۲ ء

ایضاً در طبع کلیات مولانا تسنیمؔ

اشعار حکیم رعب فراہم کر کے عبدالرحمٰن نے
جسوقت یہ مژدہ میں نے سنا ہوئی طبع کی سال کی فکر مجھے

چھپوایا اُن کا اک نسخہ یہ بیشک دادِ حمیت دی
ہاتف نے کہا کہ تسنیمؔ لکھو "اب نظم جنابِ رعب چھپی"

۱۳۴۱ ھ

تاریخ طبع کلیات رعب از نتیجۂ فکر جناب سید مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی اڈیٹر رسالہ آئینہ شاگرد و جانشین حضرت جاوید مرحوم

عبد رحمان ہین جو اک حاذق حکیم
نام اک مرحوم کا زندہ کیا
عشق ہے اوستاد سے اپنے اُنھین

اُنکی شہرت ہو نہ کیون تا شام و رے
یعنی چھپوائی عجب نایاب شے
ہو چکی یہ بات بھی دنیا مین طے

اب تمنا لکھدو یون تم سال طبع
کُلیاتِ رعب وہ بے مثل ہے
۱۳۴۱ ہجری

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب جناب مولوی حکیم ابو الصواب حنیف علی صاحب رعب مرحوم قریشی انصاری شاہ آبادی از جناب شمس العلما خان بہادر مولانا محمد یوسف صاحب جعفری تخلص بہ رنجور رئیس عظیم آبادی

حضرتِ رعب کا کلام ہے یہ
تا قیامت رہیگی اسکی بہار
نقطہ نقطہ ہے اس کا رشکِ گہر
گر ہیں اعضا کلام اوروں کے

کیوں نہ ظاہر ہو اس سے شانِ سخن
ہے یہ گلزار بے خزانِ سخن
کہ یہ ہے گنج شائگانِ سخن
تو ہے یہ لا کلام جانِ سخن

لیں اسے شائقین ہاتھوں ہاتھ	بے بہا ہے یہ ارمغانِ سخن
لکھدو ۔ رنجور اتم یہ سال طبع	ہے یہ مہتاب آسمانِ سخن ۱۳ ہجری

تاریخ طبع کلام رعب مرحوم از نتیجہ افکار جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت ام ۔ آر ۔ اے ۔ اس صاحب دیوان ساکن کلکتہ

طبع گردید چوں کلام رعب	حمدِ خلّاقِ ذو المنن گفتم
چمن دلکشائے نظمش را	تختۂ لالہ وسمن گفتم
جملہ اشعار دلپذیرش را	رونق افزائے انجمن گفتم
وحشت از بہرِ مصرعۂ تاریخ	وسعتِ دامن سخن گفتم ۱۳ ہجری

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از جناب مولوی کریم الدین صاحب نعمانی ردولوی تخلص مضطر از راجہ پور ڈاکخانہ ٹنڈولی ضلع فیض آباد

چو شد کلیاتِ پر انوار طبع	کلامِ حسیں شرح علم لدن
چنین گفت مضطر سنِ طبع او	حنیف علی رعب صاحب سخن ۱۳ ہجری

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب حضرت حکیم مولوی ابو الصواب محمد حنیف علی صاحب رعب مرحوم از منشی عبد الکریم صاحب نشتر چھپروی منشی بورڈ آف اگزامنرز کلکتہ

رعب مرحوم کا چھپا دیواں	باغ فردوس جس کا مسکن ہے

جس کی ہر بیت بیت ابرو ہے
جس کا ہر شعر مہرِ روشن ہے

خوبیاں جس میں سَو طرح کی ہیں
اور زباں دانی کا جو مخزن ہے

خوشہ چیں اس سے ہونگے اہلِ سخن
کہ یہ علم و ہنر کا خرمن ہے

سال ترتیب اس کا اے نشتر
گلشن سیر سیرِ گلشن ہے

۱۳۴۰ھ

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از جناب منشی حسین احمد صاحب جاہ بلگرامی سررشتہ دار پنشنر منصفی اوناؤ محلہ قیصر گنج

طبع شد چوں کلیاتِ رعبِ شاعر بے کمال
شد منور چہرہ ہائے اہلِ دل اہلِ کمال

ہاتفِ گفتہ رقم کن جاہ سالِ طبع او
کلیاتِ جم پسند و نے عدیل و نے مثال

۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از مولوی محمد سعید خانصاحب ندوی بی-اے ولد منشی محمد عادل خانصاحب مرحوم ساکن نارِیل والی گلی امین آباد لکھنؤ تلمیذ حضرت مولانا رعب مرحوم

زندہ ہوا نام حضرت رعب
چھپتا ہے کلام حضرت رعب

حاصل ہے مجھے نیاز مندی
میں بھی ہوں غلام حضرت رعب

میں ہوں اسی خم کا جرعہ آشام
ہے ہاتھ میں جام حضرت رعب

تاریخ نکالو خود تم اس سے
جب سن لو کلام حضرت رعب

۱۹۲۲ء

قطعۂ تاریخ طبع از جناب مولوی حکیم سید شاہ محمد الیاس صاحب یاسؔ

بہاری تلمیذ مصنف علیہ الرحمۃ

بنال اے دل کہ روزِ غم سر آمد ۔ بناز اے جاں بدورِ شادمانی
بگلشن باز شد ابرِ بہاری ۔ زگلشن زد قدم بادِ خزانی
بحمد اللہ کہ نظم جانفروزے ۔ رخ آرا شد بطرزِ دلستانی
بطبع کلیاتِ حضرتِ رعب ۔ دہم جاں را نوید ارمغانی
چہ رعب آں کعبۂ اربابِ دانش ۔ چہ رعب آں قبلہ گاہِ نکتہ دانی
زفکرش در عرق جانِ عراقی ۔ زنطقش در فغان روحِ فغانی
دلِ صائب زرشکش در مصائب ۔ اسیر از وے اسیرِ بے زبانی
بخوبی نثرِ او عقدِ لآلی ۔ بشوخی شستہ است از آبِ زندگانی
چنین جز طبع خلاقش کہ داد است ۔ بجسمِ لفظ ارواحِ معانی
اگر گویند منم پیغمبرِ نظم ۔ سزد اورا بدیں معجز بیانی

بگفتم یاسؔ در تاریخ طبعش
بطبع آمد کلامِ نغز دانی
۱۳۱۸ھ

ایضاً

چھپا حضرت رعب کا کلیات ۔ عجب بے نظیر و عدیم المثال
گلستاں ہے ہر صفحہ دیوان کا ۔ ہے نگریزی حسن خیال

بلاغت کی موجوں سے لبریز ہے
دکھایا ہے طبع رواں نے کمال

اثر میں ہیں الفاظ ڈوبے ہوئے
ہر اک قال سے آئے صوفی کو حال

لکھا اے یاس اگر فکرِ تاریخ ہے
بہارِ کلامِ بلیغ اس کا سال

۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ طبع از جناب حکیم سید شاہ محمد خضر صاحب بہاری خضر تلمیذ مولانا رعب مرحوم

زانکہ نگہ راست تماشائے خلد
خوش رقم احسن رعب بود

جلوہ فروش است تزئین طبع
نظم کہ نعم البدل رعب بود

خواستم اے خضر ز دل سال طبع
گفت کہ زیبا غزلِ رعب بود

۱۳۴۱ھ

ایضاً

وا حسرتا کہ عین جوانی میں چل بسا
وہ رعب جسکی ذات تھی روح روانِ بزم

اسکی ہر ایک بات میں رنگینیاں بھری
اسکی زبان نغمہ سرا گلفشانِ بزم

صد شکر آج طبع ہوا اسکا کلیات
جلوہ ہے جسکا یادِ رفتگانِ بزم

ہاتف سے پوچھی خضر نے تاریخ طبع جب
آئی ندائے غیب کہ لکھ ارمغانِ بزم

۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ طبع از جناب سید شاہ محمد نجم الدین احمد صاحب نجم تلمیذ جناب یاس بہاری

بطبع آمد اکنوں چو دیوان رعب
بجستم ورد زبانہا خسہ لحد را

بتاریخ طبعش بگفتیم نجم — زہے کلیات بلاغت ادا
۶۱۹ — ۳۲

ایضاً لہٗ

چھپا کیا رعب کا دیواں سہی عبد تمام — کہ جسکا صفحہ صفحہ رشکِ صحن گلستاں ہے
کہیں ہے سرو سے بڑھکر ہر اک مصرع کی موزونی — یہی ظاہر ہے سطروں سے کہ شاخِ گل گل افشاں ہے

جو پوچھا میں نے ہاتف سے لکھوں کیا سال طبع اے نجم
سروشِ غیب بول اُٹھا گلستانِ سخنداں ہے

قطعۂ تاریخ طبع از جناب مولوی محمد منظور حسن صاحب بی۔ اے۔ متخلص بہ منظور تلمیذ جناب یاس بہاری ساکن موہنی ضلع پٹنہ (بہار)

پیش نظر دیوانے دارم — سالِ طبعش چوں در سفتم
از رعب است طرازِ حسنش
نقشگہ ارتنگ بگفتم

ایضاً لہٗ

حضرت رعب کا چھپا دیواں — دلِ احباب خوش ہوئے کیا کیا
اس کا ہر ایک حرف ہے جاں بخش — اس کا ہر ایک لفظ روح فزا

اول منظور نے لکھی تاریخ
واہ واہ نظم دلفریب ادا

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از منشی گورپرشاد صاحب قیس لکھنوی شاگرد جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی۔

جزاک اللہ طبع رعب خوش فکر	کلام بے بہا فرمود۔ دُر سُفت
پئے تاریخ ہاتف با دل شاد	گل زیب گلستان سخن۔ گفت

۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از جناب منشی بیجناتھ صاحب نگار فارسی لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی

شد چاپ چو ایں کلام از رعب	جستم از بہر طبع سالے
ہاتف گفتا نگار ۳ بار	دیوان رعب با کمالے

۴۴۰ + ۳ = ۱۳۴۱ شمسی ۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ طبع کلیات رعب از جناب ڈاکٹر ہومیوپیتھک منشی بالکرشن صاحب قمر لکھنوی شاگرد جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم مغفور

عجب جدت عجب طرز سخن ہے	کھرا اسکا وہ ہے جسکا چلن ہے
توجہ سے جلال لکھنوی کی	کلام رعب شمع انجمن ہے
وہ حافظ رعب کا شاگرد لایق	جو لعل بے بہا۔ دُرِ عدن ہے
یہ اُسکی کوششوں کا ہے نتیجہ	جو یہ دیوان پیش اہل فن ہے
بچشم دوستاں ہر لفظ اشعار	سمن ہے۔ یاسمین ہے نسترن ہے

دل پژمردہ کیوں فرحت نہ پائے
مضامیں تازہ تازہ نو بہ نو ہیں
غزل کا شعر جو ہے چیست ہے وہ

خیالوں کے گلوں کا یہ چمن ہے
کلام ماہر ہر علم و فن ہے
نئی بندش ہے اور فکر کہن ہے

قمر دیوان رعب نکتہ رس کا
گل شاداب گلزار سخن ہے

۱۳۴۱ ہجری

قطعہ تاریخ طبع کلیات و دیوان مولانا رعب مرحوم از اثر غفر لہ ساکن رمضان پور (بہار)

قد اتی عام الکتاب اکرم
اصد قائی حان وقت مبحث
کلیات الرعب جاءت باللمع
مونس الحیٔ ۔ عبد الرحمان الذکی
جزلہ رب الفلق خیر الجزاء

ذراع قول الرعب لمع الشاعرین
دونت اقوال خیر الکاتبین
مرحبا یا الاصد قائی المخلصین
قد سعٰی فی حفظ جرس الماہرین
انہ المبقی کلیم الفاضلین

۱۳۴۱ھ

تمت

المؤلف

ابوالمصائب

خادم المرضٰی ضعیف و نحیف حافظ عبد الرحمٰن ولد منشی محمد تراب خاں صاحب مختار عام مرحوم ساکن باغ آئنہ بی بی حسین گنج لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا رعب مرحوم انصاری شاہ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت و محسنات رعب

از بیخود موہانی

پاے من و بند سخت قلب من و درد صعب
نالہ ز زنجیرِ من و ز دلم آہے بس است

بندۂ بیخود ناشاد کہ میان خود و دلربائے خویش کہ رعش نام کردہ اند بُعد ہستی و عدم
می بینم و بعد از چنین یارے کسے را بہ یاری نمی گزینم آمدہ ام تا خاک الم بسر کنم و نالہ زار سرکنم
و حرفے چند از سوزش درونی کہ داغ بر دلِ دوزخ نہد بر گویم و از آتش پنہانی شرح دہم من و
خدا تا رعب نثر نداز جہان فانی ور گذشت زمانہ پایہ نشناس نامۂ وفا در نوشت دنیا با ہمہ
بو قلمونی روزگار با ہمہ رنگا رنگی بہارے ندارد کہ پیش آن سرے فرو آرم۔ زنجیر یکہ مرگ رعب
در پاے خیالم کرد ہنوز در پائے خودمی بینم آن روزگار کو کہ بار بد طبع بہ ترانہ ریزی گرائد و آن
زمان کجا کہ نگیساے شوق بہ زمزمہ انگیزی در آید۔ دفا داند کہ تا رعبم را نجاک در سپرد نمہ
جذبات و لولہ انگیزم بمرد ند۔ از ان زمان با کسے پیمانِ وفا نہ بستہ ام و عہد یکہ با حلیم بستہ
بودم در بزم خیال ہم نشکستہ ام عمریست کہ بر خاک رعب سبزہ دمیدہ و دل بیخود نیارمید اما
از دلم آہے بلب و نالۂ بفضا نرسید بہ قطعۂ تاریخ وفاتش ہم زلزلہ انداز جہانے نگردیدم ہم دل من
و ہم خالق دل می داند کہ با انہمہ بیتابی گرد آہے نگردیدہ ام منم و زادیہ بیخبری منم و گوشۂ

شوریدہ سری۔ امروز جیبی حافظ عبدالرحمن کہ در طب پیش مولانا رعب زانوے ادب
تہ کردہ بود باوجود ابرام جیبی مولانا رو بہ سخن گوئی نیاوردہ جگر پارہاے اُستاد
خودش رااز ہر گوشہ فراہم آوردہ فارغ نشست وحلقہ بر در محنت کدہ ام کوفت و
مرا بیان داشت کہ حرفے چند از افسانہ کہ بایار گذشت باز شمردہ آید آمدہ ام تا برخے از
احوال مولانا باجہاں وجہانیاں بگویم۔ الحق کہ مولانا جان من وجہان من بودہ
من وشرح کمالش امریست محال و مدح جمالش کاریست ممتنع۔ امابقدر معرفت
خویش وباندازۂ علم خود برخے از حالش می گویم۔ عمر رعب من تا چہل رسیدہ بود
کہ جان بجاں آفرین و وا رفتگان کمالش را با دل حزین سپرد سخن کوتاہ در سنہ
یک ہزار و دو صد نود و شش ہجری نبوی ۱۸۷۹ء عیسوی از خلوت گاہ عدم
بجلوہ گاہ شہود خرامید چون لبش بحرف وفہمش بہ معانی آشنا شدن گرفت از
مالک خود قرآن و کتابے چند ورا اردو آموخت وسوادے روشن کردہ در سال
۱۸۹۴ء عیسوی بہ ساے پور ضلع سہارن پور رخت اقامت افگند و کتب عربیہ از
مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب خواند وچون چندے برین بر آمد از
خاک راے پور دل بر کندہ بجھانسی رفت و دو سال در مشق ریختہ گوئی
بسر برد وطبع سلیمش چنان رہنمونی کرد کہ سخن سنجان جھانسی اورا بہ مسند
میر مشاعرہ نشاندند در سال ۱۸۹۸ء بخاک لکھنؤ آمد و در سال ۱۸۹۹ء پیش
سر آمد سخن سنجانِ عصر حضرت جلال لکھنوی در ریختہ گوئی (اردو) زانوے
ادب تہ کردہ وبفرمان پدر رندہ خویش (حضرت جلال لکھنوی) طرز سلیس
گوئی وسادہ بیانی را مسلک خود قرار دادہ زمانے بسر برد بعد ۱۹۰۳ء

بخاک موہان بسلسلۂ تعلیم سید محمد مسعود پسر حکیم سید محمد محمود رفت و قصیدۂ عزادر فارسی انشا کرد کہ الحال ہمچو اُو بخلوت گاہ عدم آرمیدہ و اثرے ازان نماندہ ومن باوے برخوردم و رابطہ دوستی درمیان آمد و ازانجا بہ لکھنؤ آمدہ در ۱۹۰۵ء یکے از طلاب مدرسۂ تکمیل الطب گشت۔ ومرا بہ فیض آباد بردند در ۱۹۰۶ء باز بہ لکھنؤ آمدم و بمولانا شرطِ اخلاص بجا آوردم از کلامش چیزے خواندازین پیش طرز کلامش کہ بہ سحر حلال مانا بود اما درین اوان انقلاب کلی قبول کردہ بود گفتمش کہ مولانا کسیکہ فضلش باین پایہ رسیدہ باشد او را میرسد کہ علم تتبع نظیری و عرفی و بیدل و غالب و مومن برافراز د باز گوئی کہ چون افتادت کہ طرزیکہ کلام فارسیت را باین معراج رساند ترک دادی گفت بہ استادی حضرت جلال رسیدم مرا گفت کہ انداز غالب و مومن باآنکہ نشتر بہ دل زند امار وانی کہ مطبوع لکھنویان است ندارد بامتثال امرش پرداختم امابااین خیال کہ سعی دہ سالہ من بباد نرود بر ہر طرحے کہ طبع از مامیشوم غزلے در رنگ قدیم خود و غزلے در انداز اُستاد خویش می گویم و غزلے کہ در رنگ اُستاد باشد خود میخوانم و تو کہ راز دار منی باتو میگویم غزلے دیگر بہ یکے از شاگردان میدہم تا اندران شیوہ کوس لمن الملکی نواز د و صورانا و لاغیری در دمد من او را بران داشتم کہ پردہ برافگن و در لباس خود جلوہ نمائے تن برضا در داد و باز گنبد آسمان بہ نواہائے بیدل و غالب و مومن پر آواز گشت۔ الحق کہ در زمان خود کسے را از شعرا باین جامعیت ندیدہ ام در زمانِ صاحب انا افصح العرب والعجم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم (زبان عربی) نطقش آنچنان دلپذیر

افتادہ بود کہ مضامینش ہم در نظم و ہم در نثر دیباچۂ دلا ویزی اللواء[۱] مصر و القبلہ بودند۔ در پاسی طرز کلامش گاہے بہ حکیم قاآنی و گاہے بہ مولانا عرفی میماند در اُردو کلامش نسبہ طرز دیدہ میشود۔ کلامیکہ پیش شاگردی حضور جلال بود باز نگینی و معنویت و مساز است۔ و کلامیکہ در اشال امر حضرت جلال بنظر رسیدہ در سلاست پایہ بلند دارد اما ہر انچہ بعد سال سنہ ۱۹۰۹ء گفتہ شد طراز طرز دلبری ہست و بلحاظ تراکیب دلنشیں بکلام غالب و بیدل و باعتبار معانی بکلام مومن میماند و بر کور سوادان فہمیدنش محال است تا ہمسری او چہ رسد۔ عزیزی حافظ عبد الرحمن سلمہ الرحمان کلامش انتخاب نزدہ بہر طوریکہ یافت ثبت جریدہ گردانیدہ است تا کارے کہ مولانائے مرحوم در زمانہ زندگانی خود نکرد بدست سخن سنجان حال و استقبال تمام کردہ آید۔ فیض مولانا عام بود و افادہ اش تام بعد رحلتش من از بے سرو سامانی خود ہمہ حیرت بودم و ہمہ حسرت کہ پروردگار ادر طبع کلامش جگونہ سعی کردہ آید المنۃ للّٰہ کہ محبی حکیم حافظ محمد عبد الرحمن از صف شاگردانش بدر آمد و بہزار جانفشانی کلام مولانا از ہر گوشۂ کہ یافت فراہم آوردہ ور دست زلیخا منشاں و مجنوں سرشتان سخن داد۔ کاریکہ این مرد وفا پرست کردہ درین زماں کہ وفا و محبت رانشانے و دلاد مودت را خانمانے نگذاشتہ اند مستحق صد ہزار آفرین است اوقات شریفش را اندر گرد آوری کلام اُستادش کردہ ہماناکہ باندازِ وفا پرستاں یادش کردہ است۔ خدایش

[۱] اللواء۔ القبلہ۔ عربی اخبار دن کے نام ہیں۔ بیخود موہانی۔

جزاے خیر دہاد۔ عزیزی حافظ عبد الرحمٰن درشعراز مولانا سوادے ہم
روشن نہ کردہ است اگر کتابے در طب از مولانا یادگار بودے واو
فراہم آوردہ در دست طالبان دادے ہرآئینہ مستحق اینہمہ ستایش نبودے
اگرم پرسی این کار با محبی ابوالکمال مولوی محمد علی اُمید امیٹھوی ربطے
ومناسبتے کامل داشت کہ او ارشد تلامذہ حبیبی مولانا رعب است و
مولانا در تربیت اُوسعی بکار بردہ است کہ از اساتذہ شفیق مترقب باشد
سلسلۂ شاگردانش دراز بود امامن جز منیر لکھنوی۔ و تصر لکھنوی و محبی
ابوالکمال اُمید امیٹھوی وحکیم شاہ محمد الیاس صاحب یاس بہاری و خضر
بہاری کسی را نمی دانم وسببش آنکہ چون مولانا از کلکتہ در مرض الموت
عزم وطن کردہ نامہ ہا کہ باوے بود ہمہ را پاک بسوخت۔

محمد احمد بیخود موہانی ؔ

خاتمۃ الطبع

رقمزدۂ کلک حقیر فقیر راجی رحمۃ ربہ العلی الکبیر محمد منیر المتخلص بہ منیر لکھنوی عفا عنہ اللہ القوی تلمیذ حضرت مولنا رعب جوم

ستائش لاتعد ولاتحصی اُس بادشاہ تعالی جلشانہ وعز سبحانہ کو سزاوار ہی جس نے سخن سے زبان کو گویا اور کانون کو اُس سے بہرہ ور و شنوا کیا ابر کو گہرافشانی اور صدف کو اُس سے گرانجانی بخشی یعنے بے بضاعتون کی گرانمائگی سے قدر و منزلت بڑھائی چہرۂ شاہد معنی کو ایسا چمکایا کہ مہر جہانتاب نے اُس کے آگے داغ کھایا پھر اُسکے روے روشن پر نقاب الفاظ ڈالکر جمال مطلق کو کوتاہ بینون کی نگاہ ہونسے پوشیدہ رکھا اور حضرات اولی الابصار کی نظرون مین جلوہ گر فرمایا اور زیر پردۂ بیگانگی اُٹھا کر اُن کو لطف یگانگی بخشا کہ وہ اُس کی ایک ایک ادا پر شیدا اور ہر انداز پر فریفتہ ہوگئے اور اپنی قدرت کاملہ سے محرم اور نامحرم کے درمیان ایک فرق نازک رکھا ؎

ہرکس نہ شناسندۂ راز است وگرنہ
اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

اور درود و ثنا محدود اُس سید الفصحا و راس البلغا خواجۂ عالم و عالمیان سیدنا و مولانا و نبینا حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی روح پاک و مقدس کو زیبا ہی کہ جس کی بدولت کلام معجز نظام نے اعجاز کا مرتبہ پایا اور بلاغت زبان و فصاحت لسان نے سحبان زمان کو شرمایا تاثیر کلام نے وہ کام کر دکھایا جو خنجر و سنان سے بر نہ آیا نطق نے وہ شرف و امتیاز پایا کہ فرشتونکو نیچا دکھایا وہ اُسکے سمجھنے کے لیے لباس ملکی اُتارکر خلعت انسانی مین ظاہر و ہویدا ہوے اور زبان عربی کو وہ مرتبہ ملا کہ ناشناسان نعمت تازی نے فارسی زبان کو قابل خطاب نہ جانکر عجم کے لقاب سے اُسکو ملقب کیا اور

انا افصح العرب والعجم کا سہرا حضور سرور کائنات کے سر رہا ہے

حق جلوہ گر ز طرز بیانِ محمدؐ است
آرے کلام حق بہ زبانِ محمدؐ است

اما بعد بندہ حقیر نابلد از کوے سخن فہمی و سخنوری راجی رحمۃ ربہ العلی الکبیر ذولہ ربائے سخنوران محمد منیر متخلص بہ منیر عفا عنہ اللہ تعالی عن الذنب الصغیر والکبیر اولی خدمت گذار و خوشہ چین خرمن حضرت مولنائے مرحوم نور اللہ مرقدہ خدمت مین سخن پردازان وقیقہ گزین وادا پرستان سخن آفرین کی بصد عجز ملتمس ہو کہ یہ گلکدہ معانی و گنج طلسم وجدانی و شیرخانہ روحانی نسخہ سحر حلال و مرقع تماثیل خیال و بیت الشرف مہر کمال صفحۂ عرائس مضامین غرا و روضۂ ریاحین اشعار مطرہ بمصداق ان من البیان لسحرا ناسخ زبر اولین و دستور العمل آخرین مجموعۂ افکار نو آئین یعنے کلیات بلاغت آیات حضرت مولنا مقتدانا رعب مرحوم کہ نتائج طبع بلند و نفائس فکر ارجمند مقنن قواعد سخنوری و سخندانی و مروج احکام نکتہ سنجی و نکتہ دانی غواص قلزم تحقیق و شناور دریاے تدقیق نبض شناس سخن مزاجدان گفتار عروج کوکب فن و فروغ طالع اشعار شاعر نازک خیال و ناثر عدیم المثال بلند نظر رنگین بیان ادا فہم وقت آفرین معنی پرور عالم متبحر طبیب دوران حکیم زمان وحید عصر فرید دھر استادی ومولائی حضرت مولنا مولوی حکیم محمد حنیف علیصاحب رعب انصاری شاہ آبادی اسکنہ اللہ تعالی بجبوحۃ الجنان تا ابد الابدین و فاض علیہ من شابیب الرحمۃ والرضوان فی اعلی علیین کہ جن کی ذات والا صفات سے ہم ایسے ناکارہ باکار ہوئے اور جن کی فیض صحبت سے کج مج زبان فصاحت شاعر نامدار ہوئے لیکن افسوس صد افسوس کہ دنیاے ناپائدار نے اُس آفتاب کمال سے وفا نہ کی اور چرخ کجرفتار نے اُسکو خاک مین چھپا کر دنیا مین اندھیر ڈالا آپ نے بھی اپنی ہمت خداداد کی وجہ سے اکتالیسؔ سال کی عمر مین داعی اجل کو لبیک کہہ کر اس جہان فانی سے مُنھ موڑا اور ہم

سب لوگون سے رشتۂ الفت توڑا انا للہ وانا الیہ راجعون لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ کا کلام بلاغت نظام کیا ریختہ کیا فارسی وعربی جس کو آپ نے اپنے بعد مثل اوراق پریشان کچھ کاغذون پر شکست لکھا ہوا اور کچھ اخبارون ورسالون مین چھپا ہوا چھوڑا تھا محبی ومشفقی کرم فرمائے نیازمندان جناب حکیم حافظ عبد الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ المنان نے کہ آپ فن حکمت مین حضرت مولنائے مرحوم کے تلامذہ مین سے ہین اور علاوہ برین آپ کو آنجناب غفران مآب سے قلبی محبت والفت تھی اور آخر وقت تک آپ نے حق شاگردی ادا کیا اور بعد وفات آنجناب اُس ذخیرۂ نایاب کو نہایت محنت وجانکاہی سے ایکجا جمع کرکے مولنا مرحوم کو خلعت حیات جاودانی پہنایا جزاہم اللہ خیر الجزاء چونکہ آنحضرت مرحوم کے مزاج مین ہمیشہ سے وارستگی اور آزادگی تھی نیز آپ کو خدائے برتر نے سراپا خلق پیدا کیا تھا اور عجز وانکساری کا جزو آپ کے خمیر مین رکھا تھا بدین وجہ آپ کو کبھی اپنے کلام کیا اردو کیا فارسی وعربی کے جمع کرنے کا خیال نہ آیا اور اسی وجہ سے آپ کی حیات مین آپ کا کلام بلاغت نظام حلیۂ انتظام سے معطل و پیرایۂ ترتیب سے معریٰ رہا مگر آخر کو ارباب ذوق کی سچی کشش نے اُس کو پردۂ خفا سے جلوۂ شہود مین لا ظاہر کیا لیکن چونکہ حکیم حافظ عبد الرحمٰن صاحب مدظلہ شعر وشاعری سے مبرا اس کوچہ سے بالکل نابلد ہین اور مولنائے مرحوم کے سچے دوست دلی ہین آپ نے اس کو گوارا نہ فرمایا کہ اُس کو پھر سے دیکھ کر کلام انتخاب شائع کیا جاوے تاآنکہ وقت تحریر جہان کہین ان مین کچھ رہگیا تھا یا نقل کنندہ سے سہواً غلط ہوگیا تھا اُسکو بھی بعینہ ویسا ہی چھوڑا ہے اور تمام رطب و یابس جو کچھ بھی جہان کہین سے بہم پہونچا ہے اُس کو درج کلیات ہذا کردیا ہے یہان تک کہ اگر کسی شعر کا ایک ہی مصرعہ ملا ہے تو وہی لکھ دیا گیا ہے حضرات اولی الابصار اور شاعران نغز گفتار اس کلیات بہجت آیات کو بہ نظر غور ملاحظہ فرماکر انصاف فرمائین کہ حضرت مولنائے مرحوم کس مرتبہ اور پایہ کے شاعر تھے واحسرتا کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی جسکی

وجہ سے آپکو اپنی اظہار لیاقت کا پورا موقع نہ ملا ورنہ زمانے مین آپکا سا عالم و فاضل و شاعر کامل نہ دکھائی دیتا۔

افسوس کہ صالحان کفن پوش شدند	از خاطر یکدگر فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند	آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

آفرین صد آفرین محبی و مشفقی جناب حکیم حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی ہمت والا نہمت پر کہ اُنھون نے اُس کام کا بیڑا اٹھایا جو اُنکے کرنے کا نہ تھا اور پھر خدا کے فضل و کرم سے اُسکو عمدہ طور سے انجام کو بھی پہنچایا جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ سچ پوچھیے تو یہ کام خاص جناب محبی ابوالکمال مولوی محمد علی صاحب اُمید امیٹھوی کا تھا جو خدا کے فضل و کرم سے ایک سخنور ذی فہم و عالی دماغ و نیز قابل شخص ہین اور مولانا صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ مین بھی دو حضرت قابل تذکرہ ہین ایک تو امید صاحب مذکور الصدر۔ دویم عالیجناب حکیم مولوی شاہ محمد الیاس صاحب المتخلص بہ یاس بہاری سلمہ اللہ الباری چنانچہ آخر الذکر کے قطعات تاریخ وغیرہ کلیات ہذا مین درج ہین جس سے آپ کی قابلیت و لیاقت کا پتہ لگتا ہے اگر اسی طرح حضرت اُمید امیٹھوی بھی اپنے کلام و قطعات تاریخ وفات و طبع کلیات مرحمت فرماکر کلیات کی زیبائش کو بڑھاتے تو ہم لوگون کی خوشی کا باعث ہوتا اور پبلک کو اس انتخاب کا موقع ملتا کہ حضرت مولنا مرحوم کے ان دونون صاحبان مین کون صاحب مولنا صاحب کی جانشینی اور ہم لوگون کی رہبری کے قابل ہین لیکن خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ حضرت اُمید صاحب نے تو کچھ ایسا کانون مین تیل ڈالا و دم سادھا کہ اس وقت باوجود تقاضاے شدید کوئی قطعہ تاریخ وفات یا طبع کلیات نہ تحریر فرمایا حتے کہ تقریظ بھی نہ لکھی اور ہمارے دلی آرزو نہ برآئی اُمید کہ بعد اشاعت کلیات ہذا جناب اُمید صاحب اپنے کلام فیض التیام سے ہم خوشہ چینان کو استفادہ بخشتے رہین گے اور زمانہ کو دکھا دین گے کہ حضرت مولنا سے مرحوم کے بعد آپ ہی وہ خاص شخص ہین جن پر خلعت جانشینی زیب ہو سکتا ہے۔ اللھم اہدنا الصراط المستقیم۔ المختصر یہ کتاب

عدیم النظیر و فقید البدل کہ حروف دلنشین اور معانی نو آئین سے آراستہ و پیراستہ ہی اور جو کچھ میر تقی اور مرزا غالب مین تھوڑا تھوڑا ہے وہ اس مین کثرت سے پایا جاتا ہے انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ زمانہ قلیل مین آنحضرت مرحوم نے کیا کام کیا ہے صاحب ذوق و ماہر فن ہی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ رعب سخنور نے شاعری کی ہے یا کہ ساحری پس ارباب سخن کو مژدہ ہو کہ کلیات رعب حلیہ طبع سے محلی ہو کر ماہ کنعان کی طرح مصر کی بازار کو اپنے چہرۂ نورانی سے منور فرمایا ہے اُمید کہ شائقین و طالبین سکو ہاتھون ہاتھ خرید کر کلیجے سے لگائین اور حظ وافر اُٹھائین اور حافظ صاحب مذکور کے حق میں دعائے خیر فرمائین۔

ہان اہل نظر وقت وداع دل و دین است
یوسف بتجرید آمدہ در قافلۂ ما

الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؂

قطعہ تاریخ طبع کلیات حضرت رعب صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

از بشیر احمد بشیر انصاری نگرامی تلمیذ حضرت رعب صاحب مرحوم

گردش گردون دون سے کب کسی کو ہی قرار
گو نہین دنیائے فانی مین وہ اب شیرین سخن

ہے مگر حاصل بقا بعد از فنائے کائنات
گو نہین نظروں مین اپنی آہ وہ عالی صفات

جس کا ہر طرز سخن تھا مصدر فضل و کمال
لیکن اس مجموعۂ تصنیف کا چھپنا ہو گیا

مظہر خلق و مروت جسکی تھی ہر ایک بات
فی الحقیقت اب ابد تک بڑھ گئی انکی حیات

جرعہ نوش اس بحر مخفی کا ہوں اُس دم سے بشیرؔ
کلیات رعب تھی جب چشمۂ آب حیات

۱۹۲۳ء

التماس

ناظرین باتمکین آج مین خدائے جل شانہ کا جسقدر شکر کرون وہ کم ہے اُسکی ذرّہ پروری نے مجھے
ایک ایسے اہم فرض سے سبکدوش کیا ہے جسکو مین اپنی زندگی کا ایک اہم فرض سمجھے ہوئے تھا گو مجھے
اپنی اس راے پر ابھی کامل وثوق نہین ہوا ہے کہ مین مولانا مرحوم کا تمام کلام من اولہ الی آخرہ جمع
کر سکا ہون کیونکہ تلاش برابر جاری ہے اور یہ مقولہ بھلائے نہین بھولتا کہ من جدّ وجد۔ اب جو کچھ
کلام اُستاد مرحوم کا ملتا جائیگا وہ بطور ضمیمہ کلیات رغبت شامل ہو کر ہدیہ ناظرین ہوتا رہیگا۔ مگر پھر
بھی موجودہ کلام کے لئے مختصر اً مجھے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اگرچہ اُستاد مرحوم نے حتی الوسع
اپنی زندگی کی بیش بہا گھڑیان میرے لئے صرف کین اور ہمیشہ یہ چاہا کہ مجھے اس فن سے خاص دلچسپی
پیدا ہو جاے مگر بدقسمتی نے مجھے اس سے محروم ہی رکھا اسلئے مین نے انتخاب کلام کی طرف ذرہ بھر
توجہ نہین کی اور تمام رطب ویابس اوّل سے آخر تک کلام جو اس وقت تک مجھے ملا سب کو جمع کر دیا جہانتک
مجھے سنہ وتاریخین ملین اُنکو بھی ہر ردیف مین جگہ دیدی تاکہ ایک مُسلّم اور مکمل یادگار باقی رہے ورنہ یہ
دیکھا گیا ہے کہ اکثر انتخاب مین یہ دقتین پیش آتی ہین کہ مُصنّف کا مجموعی کلام کم ہو کر قدر قلیل
رہجاتا ہے جس سے بسا اوقات افسوس ہوتا ہے کیونکہ انتخاب مین ہر شخص کی طبیعت جُداگانہ
اور مذاق مختلف ہوتے ہین اور اس حالت مین ایک شخص کیا ایک کمیٹی بھی انتخاب کرے تو وہ
دنیا بھر کے واسطے قابل اطمینان نہین ٹھہر سکتا۔ لہذا جو جسکو اچھا سمجھے وہ اچھا ہے اور جسے جو بُرا سمجھے
وہ اُسکے نزدیک بُرا ہے فقط

نوٹ۔ حق طبع بحق مولّف ونیز بحق مولوی محمد رفیق صاحب انصاری برادر خورد مُصنّف رحمہ اللہ
وعبد العلی سلمہ صاحبزادہ مُصنّف رحمہ اللہ تعالیٰ ساکنان قصبہ شاہ آباد ضلع کرنال محفوظ ہے
کوئی صاحب بغیر اجازت میرے واِن صاحبان مذکور الصدر کے قصد طبع کتاب ہذا نہ فرمائیں۔

المؤلف
ابو المصائب
خادم الاطبا حافظ عبد الرحمن ولد منشی محمد تراب خان مختار مرحوم ساکن باغ
آئنہ بی بی حسین گنج لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا رغبت مرحوم ومغفور